



قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ



تحقیق و تخریج

حضرت مولانا اللہ وسایا رحمہ اللہ

۱۵، ۱۴، ۱۳

جلد چہارم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان

قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی
مصدقہ رپورٹ

جلد چہارم

۱۵، ۱۴، ۱۳

تعداد و تخریج

حضرت مولانا اللہ وسایا زک

مبلغ

عالیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست حصہ نمبر 13

1714	حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریحی نبی تھے یا غیر تشریحی؟
1718	لغت کی کاپی جیب میں؟
1719	مرزا قادیانی ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے امتی
1728	مرزا قادیانی کے اقوال میں تضاد ہے
1729	آپ کا لیکچر؟
1746	میں نبی کہوں گا، تم محدث سمجھو
1755	قادیانیوں اور لاہوریوں میں کوئی فرق نہیں
1765	نوے سال کسی کی نہیں مانی
1765	اپنے نبی کی بات نہیں مانی
1765	قرآن وحدیث کو نہیں مانا
1765	چڑیا گھر؟
1770	قادیانی رسالہ فرقان غیر ذمہ دار ہے
1772	قتل مرتد کا مسئلہ؟
1777	انبیاء کی توہین
1782	اہل بیت کی توہین
1782	مردہ علیؑ
1783	سیدنا حسینؑ
1785	ہر چیز دو قسم ہے
1785	مرزا قادیانی کا مخالف جہنمی
1786	مخالف سمجھریوں کی اولاد

1787	مرزا قادیانی نے گالی دی
1789	”بغایا“ کا معنی مرزا قادیانی کی کتب سے
1792	مجھے مانو، ورنہ ولد الحرام، مرزا قادیانی کا اعلان
1793	اسلام سے مراد مرزا قادیانی کا اسلام؟
1794	مرزا قادیانی نے واقعی گالی دی
1794	انگریز کی اطاعت ایمان کا حصہ
1794	جواب سے گریز کا فیصلہ؟
1802	قادیانی جماعت جائے بھاڑ میں
1804	مرزا قادیانی لمبی بات کرتا تھا
1808	مرزا محمود کی بیعت؟
1810	مرزا ناصر کے الیکشن میں اختلاف؟
1817	آخری بات بھی صاف نہیں کی؟
1818	آپ نے صحیح جواب نہیں دیا
1819	تین مرتبہ سوال ہوا، مگر حتمی جواب نہیں آیا
1819	مرزا قادیانی کا منکر حقیقی مسلمان نہیں
1820	پاکستان میں احمدیوں کی آبادی؟

فہرست حصہ نمبر 14

1836	عام بحث
1836	بحث کے ساتھ تجاویز بھی
1837	سات قراردادیں
1844	آغاز تقریر مولانا مفتی محمود
1845	ملت اسلامیہ کا موقف
1846	مصور پاکستان کی فریاد
1846	مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد قادیانی کی رائے

1847	امیر جماعت لاہور محمد علی لاہوری صاحب کا ایک قول
1848	محرکین قرارداد
1852	مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے
1854	مرزا صاحب کا آخری عقیدہ
1854	غیر تشریحی نبوت کا افسانہ
1855	مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت تشریحی
1856	ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں
1858	ختم نبوت اور نزول مسیح
1860	ظلی اور بردوزی نبوت کا افسانہ
1860	آنحضرت ﷺ ہونے کا دعویٰ
1861	مرزا صاحب پچھلے نبیوں سے افضل
1862	خاتم النبیین ماننے کی حقیقت
1863	آنحضرت ﷺ سے بھی افضل
1864	ہر شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے
1865	دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ
1868	خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں
1868	مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں
1870	مرزائی خلیفہ اول حکیم نور الدین کے فتوے
1870	خلیفہ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ
1871	مرزا بشیر احمد، ایم۔ اے کے اقوال
1872	محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال
1873	مسلمانوں سے عملی قطع تعلق
1873	غیر احمدی کے پیچھے نماز

1874	غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ
1874	غیر احمدیوں کی نماز جنازہ
1875	قائد اعظم کی نماز جنازہ
1875	خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ
1876	مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تبصیر

فہرست حصہ نمبر 15

1882	لاہوری جماعت کی حقیقت
1883	لاہوری جماعت کا حلفیہ بیان
1885	قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں
1886	نہی نہ ماننے کی حقیقت
1889	مکفیر کا مسئلہ
1891	لاہوری جماعت کی وجوہ کفر
1893	مرزائی نبوت کی جھلکیاں ایک نظر میں
1893	مرزائیوں کے مزید کفریات اور گستاخیاں
1893	اللہ تعالیٰ کے بارے میں
1894	قرآن کریم کی تحریف اور گستاخیاں
1896	مرزائی ”وحی“ قرآن کے برابر
1897	انبیاء علیہم السلام کی توہین
1899	آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی
1900	صحابہؓ کی توہین
1900	اہل بیتؑ کی توہین
1901	شعائر اسلامی کی توہین
1905	مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

1905	محمدی بیگم سے نکاح
1907	آختم کی موت کی پیشین گوئی
1908	قادیان میں ماتم
1909	تنبہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟
1909	علماء کو گالیاں
1910	مسلمانوں کو گالیاں
1911	عالم اسلام کا فیصلہ
1911	فتاویٰ
1912	پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبہ ترمیم
1913	رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد
1914	ترجمہ قرارداد
1916	عدالتوں کے فیصلے
1916	فیصلہ مقدمہ بہاول پور
1919	مدرسہ ہائیکورٹ وغیرہ کے فیصلے کا جواب
1920	فیصلہ مقدمہ راولپنڈی
1921	مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ
1922	مارشلس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ
1923	مصور پاکستان علامہ اقبال کی رائے
1925	ضمیمہ بعض مرزا کی مخالفت
1925	چند شبہات کا ازالہ
1925	کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ
1928	مسلمانوں کی باہم تکفیر کے فتوے اور ان کی حقیقت
1931	دور وایتیں

1936	قرآن کریم کی ایک آیت
1937	بعض صوفیاء کے غلط حوالے
1937	دین میں اقوال سلف کی حقیقت
1939	صوفیاء کرام کا اسلوب
1940	مرزا کی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت
1941	مجدد الف ثانی کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف
1942	ملا علی قاریؒ
1943	شیخ ابن عربیؒ اور شیخ شعرائیؒ
1944	مرزائیت کی اسلام دشمنی
1945	سیاسی پس منظر
1945	یورپی استعمار اور مرزائیت
1945	اٹھارہویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار
1946	انگریز اور برصغیر
1947	مرزا صاحب کے نشو و نما کا دور اور عالم اسلام کی حالت
1948	ایک حواری نبی کی ضرورت
1948	سامراجی ضرورتیں مرزا صاحب اور ان کا خاندان
1951	اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تہنیک
1954	مرزا کی تاویلات کی حقیقت
1958	اسلامی جہاد منسوخ، مگر مرزا کی جہاد جائز
1959	مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت
1961	تصفینی ذخیرہ
1962	مرزائیت اور عالم اسلام
1962	سامراجی عزائم کی تکمیل

1936	قرآن کریم کی ایک آیت
1937	بعض صوفیاء کے غلط حوالے
1937	دین میں اقوال سلف کی حقیقت
1939	صوفیاء کرام کا اسلوب
1940	مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت
1941	مجدد الف ثانی کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف
1942	ملا علی قاریؒ
1943	شیخ ابن عربیؒ اور شیخ شعرائیؒ
1944	مرزائیت کی اسلام دشمنی
1945	سیاسی پس منظر
1945	یورپی استعمار اور مرزائیت
1945	اٹھارہویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار
1946	انگریز اور برصغیر
1947	مرزا صاحب کے نشوونما کا دور اور عالم اسلام کی حالت
1948	ایک حواری نبی کی ضرورت
1948	سامراجی ضرورتیں مرزا صاحب اور ان کا خاندان
1951	اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تنبیہ
1954	مرزائی تاویلات کی حقیقت
1958	اسلامی جہاد منسوخ، مگر مرزائی جہاد جائز
1959	مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت
1961	تصنیفی ذخیرہ
1962	مرزائیت اور عالم اسلام
1962	سامراجی عزائم کی تکمیل

1962	عراق و بغداد
1963	فتح عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر
1963	مسئلہ فلسطین اور قیام اسرائیل سے لے کر اب تک
1966	اسرائیل مشن
1967	تفصیل آمد خرچ مشہدائے بیرون
1968	اسرائیل مشن
1971	مرزائیت اور یہودیت کا باہمی اشتراک
1974	خلافت عثمانیہ اور ترکی
1975	افغانستان
1975	جمیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل
1976	امیر امان اللہ خان نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی
1976	جنگ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول امداد
1976	افریقی ممالک میں استعماری اور صیہونی سرگرمیاں
1979	افریقہ میں صیہونیت کا ہر اول دستہ
1979	لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ
1981	مسلمانان برصغیر کی فلاح و بہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار
1983	اکنڈ بھارت ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس
1985	قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب
1987	تقسیم ہند کے مسلمان مخالف
1988	کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش
1989	ویٹیکن سٹیٹ کا مطالبہ پاکستان کی حد بندی کے موقع پر غداری
1992	سیاسی عزائم اور منغوثیہ ملک دشمن سیاسی سرگرمیاں
1992	مذہبی نہیں سیاسی تنظیم

1993	پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ
1994	سر ظفر اللہ خاں کا کردار
1995	تمام محکموں اور کلیدی مناصب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ
1996	کلیدی مناصب کی اہمیت اور مطالبہ علیحدگی کے دلائل
1997	متوازی نظام حکومت
1998	بلوچستان پر قبضے کا منصوبہ
1998	کشمیر
1999	۱۹۳۸ء کی جنگ کشمیر اور فرقان بنالین
2001	فرقان فورس، ایک احمدی بنالین اور متوازی فوجی تنظیم
2003	خلاصہ کلام
2004	آخری دردمندانہ گزارش
2007	ضمیمہ نمبر: ۱..... فیصلہ مقدمہ بہاول پور
2008	علماء اور اکابرین ملت کی طرف سے اس فیصلے کا خیر مقدم
2015	فیصلہ مقدمہ بہاول پور
2015	بنائے مقدمہ
2016	خاندان قادیانی
2017	نتیجیات مقدمہ
2021	مزید نتیجیات مقدمہ
2027	قادیانی یا احمدی مذہب کی حقیقت
2028	نزدول مسیح کا انکار
2030	مدعا علیہ کا موقف
2031	ایمان و کفر؟
2031	توازی کی اقسام

2032	ختم نبوت کے دلائل
2033	ضروریات دین
2034	تواتر اور مرزا صاحب
2036	معتویت کس میں ہے؟
2037	قادیانیوں کے وجوہ کفر
2041	قادیانی عبارتوں کے نتائج
2049	ختم نبوت اور احادیث
2053	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین
2058	توہین انبیاء کے حوالہ جات
2065	خلاف شرع قادیانی عقائد
2068	قادیانیوں کے متعلق فتویٰ جات
2070	احمدی حضرات کا موقف
2082	بزرگان دین کے حوالے
2088	بقا و حقی
2091	نبوت جاری کے موقف کا تجزیہ
2101	ظلی و بدروزی
2113	تمام امت کی تکفیر
2121	دین یا تماشا؟
2123	اہل قبلہ
2123	ارکان اسلام
2124	۹۹ وجوہ کفر
2129	خلاصہ بحث
2131	فیصلہ

2133	ضمیمہ نمبر ۲:..... مقدمہ راولپنڈی کا فیصلہ..... مرزا کی دائرہ اسلام سے خارج ہیں
2137	شادی باطل تھی
2137	احمدی عورت سے شادی ممکن ہے؟
2138	”ما تحت عدالت کا فیصلہ“
2140	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ
2140	سب مسلمان کافر ہیں
2141	ایک اور فاضل حج کا فیصلہ
2141	کیا قادیانی اہل کتاب ہیں؟
2142	مرزا غلام احمد جھوٹا نبی ہے
2143	مرزا صاحب کا ماسور من اللہ ہونے کا دعویٰ
2143	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار
2143	مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ
2143	مسلمانوں میں اضطراب
2144	دعویٰ مہدویت
2144	جہاد حرام ہے
2144	ظلی نبی ہونے کا دعویٰ
2144	مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ
2144	مسلمانوں سے الگ مردم شماری
2145	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں
2147	مسلمانوں کی طرف سے جواب
2147	ایک اور میلہ کذاب
2147	شریعت سے ایک انجی ہٹنے والا ”ملعون“ ہے
2148	نبوت مرزا کی نوعیت

2151	ادعائے نبوت کے حوالے
2152	انگریزوں کی پالیسی
2153	انگریز کی مدح وثناء
2153	قادیانی اور پاکستان
2154	مسئلہ جہاد
2157	تاریخ منسوخ
2159	مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
2162	ضمیمہ نمبر: ۳..... پاکستانی عدلیہ کا محققانہ فیصلہ، مرزائی مرتد و کافر ہیں
2167	تشیخ نکاح کے مقدمہ کے فیصلہ کے متن کا ترجمہ
2175	احمدیت کی تاریخ
2177	انگریزوں کے آلہ کار
2186	علامہ اقبال کا مشورہ
2186	امتی نبی کا تصور
2187	احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا نظریہ
2193	ضمیمہ نمبر: ۴..... مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے تاریخی مقدمہ کا فیصلہ
2194	مرزا اور مرزائیت
2194	قادیانیت کی تاریخ
2195	قادیانیوں کا تردد اور شورہ پشتی
2195	سزائے اخراج
2196	عبدالکریم کی مظلومی اور محمد حسین کا قتل
2196	محمد حسین کے قاتل کا رتبہ مرزائیوں کی نظر میں
2197	مرزا محمود کی دروغ گوئی
2197	عدالت عالیہ کی توہین

2197	محمد امین کا قتل
2198	قادیان کی صورت حالات اور مرزا کی دشنام طرازی
2198	حکومت مفلوج ہو چکی تھی
2198	تبلیغ کانفرنس کا مقصد
2199	مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا مقناطیسی جذب
2199	تقریر پر اعتراض
2200	عدالت کا استدلال
2201	تنقید کی جائز حدود
2201	مرزائی اور مسلمان
2201	تقریر کے اثرات
2202	تقریر کی قابل اعتراض نوعیت
2202	شراب اور مرزا
2202	عدالت کا تبصرہ
2203	فیصلہ
2204	مرزائی قطعی کا فرد غیر مسلم اقلیت ہیں، قوی اسبلی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے
2205	مرزائیوں کو جواب
2208	مرزا ناصر احمد صاحب کا اقرار
2208	فرض باتیں
2209	مسلمانوں کو ڈراوا
2209	ایک خطرناک دھوکہ
2210	لا اکراہ فی الدین کے قرآنی ارشاد سے دھوکہ
2211	آیت کریمہ سے غلط مطلب برداری
2211	سلام کرنے والے کو مومن نہ کہنے کا حکم

2212	تہتر فرقوں والی حدیث
2213	بہتر اور تہتر فرقے
2214	صفحہ ارفضول ہے
2214	مرزا ناصر احمد صاحب سے
2215	مسلمان کی تعریف
2216	دروغ گورا حافظ نہ باشد
2217	مسلمان کی تعریف میں منقولہ احادیث
2220	جسٹس منیر یا مرزا ناصر احمد صاحب
2220	ان تعریفوں کا اختلاف
2222	مسلمانوں کی تعریف کی تحقیق
2223	شرعی تصدیق
2223	اصل ایمان اور کفر
2224	ایمان و کفر کی نشانیاں
2225	پاک زمانہ
2226	مرزا ناصر احمد کی تردید خود مرزا قادیانی نے کر دی
2226	ساری بحث کا نتیجہ
2228	مرزائیوں کا نیا فریب
2228	یہ ہے تازہ ہتازہ فریب
2228	ہمارا چیلنج
2229	ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
2229	اتمام حجت
2231	مرزا ناصر احمد سے (سوال)



**THE
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN
PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

OFFICIAL REPORT

(Contain Nos. 1—21)

Wednesday, the 28th August, 1974

CONTENTS

	<i>Pages</i>
1. Cross-examination of the Lahori Group Delegation	1721-1782
2. Submission of written Replies to Questions	1782-1783
3. Nodding by the witness in Reply to Questions	1783
4. General Debate after the Cross-examination	1783-1784
5. Samadani Tribunal's Report	1784-1785
6. Written Statements by the Members	1785-1786
7. Condolence on Murder of Amir Muhammad Khan	1786
8. Cross-examination of the Lahori Group Delegation—concluded	1786-1835

No. 13

400



THE

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

**PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

OFFICIAL REPORT

Wednesday, the 28th August, 1974

(Contain Nos. 1-21)

¹⁷²¹ **THE NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN**

(قومی اسمبلی پاکستان)

**PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE.**

OFFICIAL REPORT

Wednesday, the 28th August, 1974.

(کل ایوان کی خصوصی کمیٹی بند کمرے کی کارروائی)

(۲۸ اگست ۱۹۷۴ء، بروز بدھ)

The Special Committee of the Whole House met in Camera in the Assembly Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at ten of the clock, in the morning. Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

(مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس اسمبلی چیمبر (سٹیٹ بینک بلڈنگ) اسلام آباد

صبح دس بجے جناب چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) کی زیر صدارت منعقد ہوا)

(Recitation from the Holy Quran)

(تلاوت قرآن شریف)

Mr. Chairman: Should we call them? They may be called. (جناب چیئرمین: کیا انہیں بلا لیں؟ انہیں بلا لیں)

(The Delegation entered the Chamber)

(دفد ہال میں داخل ہوا)

Mr. Chairman: Yes Mr. Attorney- General

(مسٹر چیئرمین: جی انارنی جنرل صاحب)

CROSS- EXAMINATION OF THE LAHORI GROUP DELEGATION

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریحی نبی تھے یا غیر تشریحی؟)

جناب یحییٰ بختیار (انارنی جنرل پاکستان): صاحبزادہ صاحب اکل کئی چیزوں کا آپ نے ہمیں بتایا۔ مگر میں یہ محسوس کرتا ہوں اور اسمبلی کے بھی اکثر ممبر یہ محسوس کرتے ہیں کہ پوزیشن کئی چیزوں پر واضح نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ ذرا مختصراً بعض چیزوں پر اگر پوزیشن واضح ہو سکے، کیونکہ ہمارے سامنے کچھ ایسی گواہی پہلے آ چکی ہے کہ بعض چیزوں کا ان سے تضاد ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا پوزیشن ہے؟ وہ شرعی نبی ہیں یا غیر شرعی نبی ہیں؟

1722 جناب عبدالمنان عمر (گواہ، جماعت احمدیہ، لاہور): حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ ان کو کتاب بھی دی گئی ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کئے بغیر براہ راست نبی تھے۔ لیکن اس اصطلاحی طور پر ان کو ایک کامل، جدید، مکمل شریعت دی گئی ہو۔ ہم ان کو ایسا نبی نہیں سمجھتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ غیر شرعی نبی تھے۔ مگر اس کے علاوہ ان کو یہ بھی اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کچھ تبدیلیاں کریں اس شرع میں؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ پوزیشن یہ ہوگئی، ویسے ہیں وہ غیر شرعی۔ مگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرع تھی۔ اس میں ترمیم، منسوخ یا کچھ Addition (اضافہ) کرنے کی ان کو.....

جناب عبدالمنان عمر: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (عربی)

تاکہ میں بعض وہ چیزیں.....

جناب یحییٰ بختیار: یعنی وہ اختیار دیا گیا تھا ان کو۔ اب یہ فرمائیے کہ ایک شخص جو محدث کا دعویٰ کرے اور وہ دعویٰ کو آپ صحیح سمجھے۔ میں ”نہی“ کا لفظ نہیں استعمال کر رہا ہوں۔ کیونکہ آپ کہہ رہے ہیں، اور اس پر بھی ایسی وحی نازل ہو جیسی کہ انبیاء پر آتی رہی ہیں اللہ کی طرف سے، اور ایسی ہی پاک ہو اور اس پر وہ ویسے ہی ایمان لاتا ہو اور اس وحی کے بعد وہ اگر ایسے احکام جاری کرے۔ جس سے ملت میں تفریق پیدا ہو جائے۔ تو آپ ان احکام کو منظور کریں گے؟ یہ نیا قانون ہوگا کہ نہیں، جیسے عیسیٰ علیہ السلام نیا قانون لے آیا ہو؟

جناب عبدالمنان عمر: جناب عالی! شرعی طور پر بالکل ایسا قانون نافذ نہیں ہو سکتا۔¹⁷²³ لیکن کوئی شخص اگر شریعت کی تفسیر کرتا ہے، توضیح کرتا ہے، تشریح کرتا ہے۔ تو اس کو اس کا حق حاصل ہے اور اس کا حق تمام علمائے امت نے، تمام مفسرین نے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔ (pause)

جناب یحییٰ بختیار: اگر وہ مسلمانوں کے جو علماء ہیں۔ جو ان کے بزرگ اور اولیاء ہیں۔ انہوں نے اس کی تشریح کی اور جس پر ان کی ایک رائے ہو اور اگر یہ محدث ان سے مختلف تشریح کرے۔ مرزا صاحب کی بات کر رہا ہوں میں تاکہ وہ نہ آئے۔ تو آپ مرزا صاحب کے اس کو binding سمجھیں گے؟ یہ تشریح جو ہے، یہ صحیح ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: اگر اس کے مقابلے میں پیش کرنے والا شخص جو ہے۔ اس کی حیثیت محض ایک عالم کی ہو.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں سارے علماء کا کہہ رہا ہوں کہ تیرہ سو سال تک اگر یہ..... جناب عبدالمنان عمر: میرے علم میں، میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں۔ جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اگر تیرہ سو سال سے اگر یہ.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ theoretical question (نظری سوال) ہے۔

میرے نزدیک یہ ایک مفروضہ ہے۔ میرے نزدیک کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تیرہ سو سال سے علماء متفق چلے آتے ہوں۔ میں اس کے لئے حضرت احمد بن حنبل کا ایک قول پیش کروں گا کہ ”جو شخص اجماع کا دعویٰ کرتا ہے، وہ غلط بات کہتا ہے۔“ یہ حضرت امام احمد بن حنبل کی بات میں نے پیش کی ہے اور کوئی واقعہ میرے علم میں کم از کم نہیں ہے کہ پورے تیرہ سو سال امت کسی ایسے مسئلے پر اجماع رکھتی ہو۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اگر یہ ایک ان کا خیال ہو کہ ”خاتم النبیین“ کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اور کسی قسم کا نبی نہیں آ سکتا۔ اس میں بھی کوئی شک تھا پہلے؟ مرزا صاحب سے پہلے کہ.....

1724 جناب عبدالمنان عمر: میرا خیال ہے کہ اگر میں آپ کا تھوڑا سا وقت اس سلسلے میں لوں کہ ہمیں لفظی نزاع میں نہیں الجھنا چاہئے۔ کیونکہ لفظ جو ہوتے ہیں۔ ایک زبان میں ایک لفظ ہوتا ہے۔ اسی کا مضمون دوسری زبان میں دوسرے لفظ سے ادا ہو جاتا ہے۔ تو اگر ہم پہلے تعین کر لیں کہ اس لفظ ”نبی“ سے مراد کیا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: مراد وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے کہا ہے کہ ”لانی بعدی“..... جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار:..... وہی مراد میں کہہ رہا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ اس کو.....

جناب یحییٰ بختیار:..... یہ شاعروں کی باتیں نہیں کر رہا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: یعنی میں، عربی لفظ ہے ناں، تو ہم ذرا اردو میں.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو میں عربی میں کہتا ہوں کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔“

جناب عبدالمنان عمر: ”نبی“ کس کو کہتے ہیں؟

جناب یحییٰ بختیار: جو انہوں نے، ان کا مطلب تھا۔

جناب عبدالمنان عمر: وہی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کے نزدیک..... نبی

کریم ﷺ کی مراد کیا ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: جو وہ دعویٰ کرے کہ، وہ شخص جو دعویٰ کرے کہ ”میں اللہ کی

طرف سے آیا ہوا ہوں، اللہ نے مجھے مامور کیا ہے۔ اللہ نے مجھے وحی دی ہے۔ وہ وحی دہی ہی

پاک ہے، جو انبیاء پر آتی رہی ہیں۔“ پھر بار بار کہے کہ ”میں نبی ہوں، رسول ہوں، نبی ہوں،

رسول ہوں۔“

1725 جناب عبدالمنان عمر: یہ تشریح میرے علم میں کہیں بھی نہیں تھی۔ کسی امت، فرد

نے ”نبی“ کے یہ معنی نہیں کئے جو آپ نے بیان فرمائے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ بتائیے، کیا ان کے معنی ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: ”نبی“ کے معنی، ”نبی“ کا لفظ اسلام کے لٹریچر میں دو معنوں

میں استعمال ہوتا رہا ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: نہیں، آنحضرت ﷺ نے جب کہا کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ مختیار: کس مطلب میں کہا؟ آپ وہ بتا دیجئے۔

جناب عبدالمنان عمر: نبی کریم ﷺ نے جب یہ لفظ استعمال کیا، اس کی تشریح وہاں نہیں ملتی ہے۔ اس کی تشریح امت کے لوگوں نے کی ہے۔ اس لئے میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ کیا کی گئی ہے؟

تو ”نبی“ کا ایک استعمال حقیقی استعمال ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں ایک ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک جدید شریعت لے کر آتا ہے اور اس کو یا پہلے احکام شریعت کو، اس سے پہلے کی جو شریعت ہے۔ اس کے بعض حصوں کو منسوخ کرتا ہے۔ یا پہلی شریعت والے نبی کا امتی نہیں ہوتا اور اس کو یہ فیضان اس نبی کی متابعت میں نہیں حاصل ہوتا۔ یہ ایک تشریح ہے۔ جو اس لفظ کی کی گئی ہے۔ یہ اس لفظ ”نبی“ کے حقیقی معنی ہیں۔

لیکن عربی زبان میں ”نبی“ کا لفظ ”نباء“ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہوتے ہیں ”خبر دینا“ تو اگر کوئی شخص خدا سے علم پا کر کوئی خبر دیتا ہے تو لغوی طور پر نہ کہ حقیقی طور پر¹⁷²⁶، نہ کہ اصطلاحی طور پر، محض لغوی طور پر اور figurative (تمثیلی طور پر) رنگ میں، مجازی رنگ میں، اس غیر نبی پر، جو حقیقی نبی نہیں ہوتا، لفظ ”نبی“ کا استعمال ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے میں نے کل بھی عرض کیا تھا۔ مولانا روم اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

اونہی وقت خویش است اے مرید

کہ وہ نبی جو ہے:

اونہی وقت خویش است اے مرید

وہ پیر جو ہے، جو ارشاد کا کام کرتا ہے۔ جو راہبری کا کام کرتا ہے۔ جو خدا اور رسول کی طرف بلاتا ہے۔ جو امتی ہوتا ہے۔ اس کو بھی انہوں نے اس لغوی معنوں میں اس مجازی معنوں میں اس غیر حقیقی معنوں میں ”نبی“ کا لفظ استعمال کیا ہے اور وہ کافر نہیں تھے۔ وہ نہایت ہی متقی انسان تھا اور اس نے ختم نبوت سے انکار نہیں کیا۔ وہ ختم نبوت کا قائل تھا۔ پھر فرماتے ہیں، اپنے مرید کے لئے کہتے ہیں کہ تمہیں کوشش کرنی چاہئے:

تانبوت یا بد اندر ملے
امت کے اندر رہ کر تاکہ تمہیں نبوت حاصل ہو جائے۔ یہ نبوت حقیقی نبوت نہیں ہے۔
یہ وہی لغوی معنی ہیں۔ یہ وہی مجازی معنی ہیں۔ وہی اس کے غیر حقیقی معنی ہیں.....
جناب یحییٰ بختیار: بس یہ، یہ کافی ہو گیا۔ مرزا صاحب! میں نے صرف یہ کہا تھا کہ
بہت سے سوال پوچھے ہیں آپ سے اور آج ہمارا آخری دن ہے اور ٹائم نہیں ہے اس کے بعد۔

Mr. Chairman: I would request the Attorney-General to put definite questions.

(جناب چیئر مین: میں اٹارنی جنرل صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ مخصوص سوال کریں)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, I have put definite questions.

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا! میں نے مخصوص سوال ہی پوچھا ہے)

Mr. Chairman: And I will also request the witness to make short and definite answers.

(جناب چیئر مین: میں گواہ سے التماس کروں گا کہ وہ مختصر اور مخصوص جواب دیں)

¹⁷²⁷
Mr. Yahya Bakhtiar: He is not in position to answer any question definitely. That I am sure.

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا! وہ کوئی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں)

Mr. Chairman: No. no. we have to confine ourselves to questions.

(جناب چیئر مین: ہمیں اپنے آپ کو سوال کے دائرے کی حدود کے اندر رکھنا پڑے گا)

Mr. Yahya Bakhtiar: I will ask him again.

(گواہ سے) تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب غیر حقیقی امتی نبی تھے؟

(لغت کی کاپی جیب میں؟)

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میں نے عرض کیا، ”امتی نبی“ مرزا صاحب نے کبھی استعمال نہیں کیا۔ ”امتی اور نبی“ کا لفظ استعمال ضرور کیا ہے انہوں نے۔

Mr. Chairman: I think question is answered, because what the witness has stated, every Musalman must keep a copy of in his pocket. This is what he says Lughat.

کہ ایک لغت کی کاپی ضرور اس کی جیب میں ہونی چاہئے۔
(جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ سوال کا جواب دے دیا گیا ہے۔ گواہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو جیب میں لغت رکھنی چاہئے)
جناب یحییٰ بختیار: انہوں نے کہا کہ ”ایک پہلو سے میں نبی ہوں، ایک پہلو سے امتی“ کہا۔

جناب عبدالمنان عمر: اس کی تشریح خود انہی کے الفاظ میں ہے۔
جناب یحییٰ بختیار: ہاں، بس یہ مطلب، یہ کہ آپ اس معنی میں ان کو نبی مانتے ہیں کہ ایک پہلو سے نبی ہو اور ایک پہلو سے امتی ہو۔
جناب عبدالمنان عمر: اور اس کی تشریح کیا ہے؟
جناب یحییٰ بختیار: تشریح کو چھوڑ دیجئے۔
جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں۔
جناب یحییٰ بختیار: پہلے اس بات کا جواب دیجئے ناں۔

(مرزا قادیانی ایک پہلو سے نبی ایک پہلو سے امتی)
¹⁷²⁸ جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض کیا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہو، وہ تسلیم کرتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ بات آپ مانتے ہیں۔ آپ بھی تسلیم کرتے ہیں؟
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔
جناب یحییٰ بختیار: پھر اس کے بعد آپ کہیے کہ کیا اس کو ہوا۔ دیکھئے ناں، پہلے سوال کا جواب آ جائے۔ پھر اس کے بعد بیشک آپ تشریح کریں کہ کیا تشریح ہے۔
جناب عبدالمنان عمر: تو اس کی تشریح کیا ہے؟ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

۱۔ مرزا قادیانی ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی تھے۔ آج تسلیم کر لیا۔ پہلے اس کے خلاف کہتے تھے اور اس کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔

”سنو یہ بات کہ اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی.....“

وہی لفظ ہیں ”امتی بھی اور نبی بھی.....“

..... اس کو امتی بھی کہا اور نبی بھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں شانیں امتیعت اور نبوت کی اس میں پائی جائیں گی۔ جیسا کہ محدث میں ان دونوں شانوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ لیکن صاحب نبوت تامہ تو صرف ایک ہی شان نبوت رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں میں رنگی ہوتی ہے۔ اس لئے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا یہ نام رکھا ہے۔“
تو تشریح یہ ہوئی کہ ”امتی اور نبی“ کے معنی ہیں ”محدث“۔ ”امتی اور نبی“ حقیقی نبی نہیں ہوتا۔ وہ نبوت کی کسی قسم کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ یہ چیز نہیں ہوتی کہ ”اس قسم کا تو میں ہوں نبی اور اس قسم کا نہیں ہوں۔“ امتی اور نبی کے معنی ہیں غیر نبی، اس کے معنی ہیں محدث۔ مرزا صاحب کی عبارت میں نے آپ کے سامنے پیش کی۔

جناب یحییٰ بختیار: میں بھی ذرا آپ کو ایک اور عبارت پڑھ کے سنا دیتا ہوں:
”اگر خدا تعالیٰ سے غائب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر تلاؤ کس نام سے اس کا پکارا جائے۔ اگر کہو (کہ) اس کا نام محدث رکھنا ¹⁷²⁹ چاہئے تو میں کہتا ہوں (کہ) تحدیث کے معنی کسی لخت کی کتاب میں اظہار غائب نہیں ہے۔ مگر نبوت کے معنی اظہار امر غیب ہے۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۹)

”ایک غلطی کا ازالہ“ میں آپ نے پڑھا ہو گا کئی دفعہ یہ۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، میں نے پڑھا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا۔

جناب عبدالمنان عمر: یہ کل ہو چکا ہے۔ میں پھر عرض کر دیتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ پوزیشن نہیں Clear (واضح) ہوتی۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، بالکل، دیکھیں جی، میں، اگر مجھے موقع دیں تو میں اس پوزیشن کا بالکل آپ کے سامنے..... (مداخلت)

Mr. Chairman: I will request.....

(جناب چیئرمین: میں التماس کرتا ہوں.....)

جناب یحییٰ بختیار: آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے۔
جیسے آپ فرما رہے ہیں۔

*Mr. Chairman: I will request let us get out of this
Lughat. This Lughat will not solve the problem.*

(جناب چیئر مین: میں التماس کرتا ہوں کہ ہم لغت سے باہر نکلیں۔ یہ لغت مسئلہ کو
حل نہیں کرے گی)

*Mr. Yahya Bakhtiar: Let him answer again this
point.* (جناب یحییٰ بختیار: گواہ کو ایک دوسرے نقطہ کا جواب دینے دیں)

Mr. Chairman: All right.

(جناب چیئر مین: ٹھیک ہے)

*Ch. Jahangir Ali: A point of explanation. Mr.
chairman.* (چوہدری جہانگیر علی: جناب صدر ایک نقطہ کی وضاحت)

Mr. Chairman: To Attorney-General.

(جناب چیئر مین: اٹارنی جنرل کی دساعت سے)

*Ch. Jahangir Ali: I can address the Chair, Sir, I
cannot address the Attorney-General.*

(چوہدری جہانگیر علی: میں ان (اٹارنی جنرل) کو خطاب نہیں کر سکتا۔ میں جناب
سے مخاطب ہو سکتا ہوں)

¹⁷³⁰*Mr. Chairman: You can talk to Attorney-
General or you can send me a chit. If I find it, then you
can.....*

(جناب چیئر مین: آپ اٹارنی جنرل کو یا مجھے پرچی بھیج سکتے ہیں)

*Ch. Jahangir Ali: No, Sir, my point of
explanation should be known to the members of this House.*

(چوہدری جہانگیر علی: میرے نقطہ وضاحت کا علم ایوان کے اراکین کو ہونا چاہئے)

Mr. Chairman: No, that method we have been

dealing, trying and we have been practising for the last month.

(جناب چیئرمین: اس طریقہ کار پر ہم گزشتہ ایک مہینہ سے عمل پیرا ہیں)
چوہدری جہانگیر علی: سر! میں تو صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: All the points shall be told to me in private.....

(جناب چیئرمین: تمام نقاط مجھے علیحدگی میں بتائے جاتے ہیں)
چوہدری جہانگیر علی: کہ witness کو..... (گواہ)

Mr. Chairman:or we will decide those matters in the absence of the members of the Delegation.

(جناب چیئرمین: اور یا پھر ہم ایسے نقاط کے بارے میں وفد کی غیر موجودگی میں فیصلے کرتے ہیں)
چوہدری جہانگیر علی: نہیں، سر! میں تو ذیلی کمیٹی کی اطلاع کے لئے بھی عرض کرنا چاہتا تھا.....

جناب چیئرمین: نہیں، ان کی اطلاع نہ کریں ناں، میری.....
چوہدری جہانگیر علی: کہ ان کو ایسی زبان میں جواب دینا چاہئے۔ جس طرح سے کہ وہ عوام میں تبلیغ کرتے ہیں.....

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، ایک سیکنڈ.....
چوہدری جہانگیر علی: اگر اس انداز میں وہ عوام میں.....
جناب چیئرمین: چوہدری صاحب! چوہدری صاحب!.....
چوہدری جہانگیر علی: تبلیغ کرتے ہوں تو میں سمجھتا ہوں.....
جناب چیئرمین: چوہدری جہانگیر علی، چوہدری جہانگیر علی!.....
چوہدری جہانگیر علی: کہ کوئی بھی ان کے مذہب کو نہیں سمجھے گا۔

۱۔ قادیانیت واقعی ایک گورکھ دھندہ ہے۔ جس کے سامنے قادیانی کیس آئے گا وہ یہی کہے گا جو ایک غیر جانبدار معزز ذرکن اسبلی فرما رہے ہیں۔

¹⁷³¹ **Mr. Chairman:** *Ch. Jahangir Ali, this is uncalled for.* (جناب چیئر مین: چوہدری جہانگیر علی یہ غیر ضروری ہے)

Ch. Jahangir Ali: *All right, Sir.*

(چوہدری جہانگیر علی: ٹھیک ہے جناب والا)

Mr. Chairman: *This is wrong. You make a point and then say: "All right"*

(جناب چیئر مین: یہ بات غلط ہے۔ یہ ان تو ان کی خلاف ورزی ہے جو آپ نے خود مرتب کئے ہیں)

Mr. Yahya Bakhtiar: *They have the right to reply.* (جناب یحییٰ بختیار: انہیں جواب دینے کا حق حاصل ہے)

Mr. Chairman: *(to Ch. Jahangir Ali) no, this is a violation of your own rules that you have formed* (جناب چیئر مین (چوہدری جہانگیر علی سے): نہیں، یہ آپ کے اپنے بنائے ہوئے ضابطوں کی خلاف ورزی ہوگی)

That's upto you. "All right"

Mr. Yahya Bakhtiar: *They have every right to reply. I would only request them to be as brief as possible.*

(جناب یحییٰ بختیار: ان سے صرف یہ درخواست کروں گا کہ انہیں جواب دینے کا حق حاصل ہے۔ جواب جس حد تک ممکن ہو مختصر طور پر دیں)

Mr. Chairman: *When the Chair has taken notice of it, the entire House..... Chair has remarked it, has the right to say, to put any question.*

(جناب چیئر مین: صدر نے اس بات کا نوٹس لیا ہے اور اس بارے میں رائے بھی دی ہے، تمام ایوان کو کوئی بھی سوال پوچھنے کا حق حاصل ہے)

جناب عبدالمنان عمر: جناب والا! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ ایک لفظ اصطلاحی معنی بھی رکھتا ہے اور لغوی معنی بھی رکھتا ہے۔ مثلاً "صلوٰۃ" کا لفظ ہے۔ یہ اس سے، ہم جب "صلوٰۃ"

کالفاظ بولتے ہیں تو عام مسلمان اس کے معنی وہی سمجھتا ہے جس طرح ہم پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن جب لغت میں آپ اس کو تلاش کریں گے۔ تو اس وقت میں اس کے معنی یہ نہیں ہوں گے کہ ”اللہ اکبر“ کہے اور ہاتھ اٹھائے اور پھر اس کو باندھے سینے پر یا اپنی ناف پر۔ یہ معنی، یا رکوع کرے اور سجدہ کرے اور قیام کرے یا التحیات میں بیٹھے۔ یہ معنی لغت میں ”صلوٰۃ“ کے نہیں ملتے۔ لیکن ”صلوٰۃ“ کا لفظ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ جس سے یہی مراد ہے جو کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی زبان میں بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ اس کے لغوی معنی اور ہوتے ہیں، اصطلاحی معنی اور ہوتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ¹⁷³² یہ، یہ دیکھیں، صاحبزادہ صاحب! یہ بات ہم کل کر چکے ہیں۔ آپ نے تفصیل سے یہ بات بتائی اور میں نے عرض بھی کیا۔ ہم نے ”شیر“ کی بھی بات کی اور حقیقی شیر کی اور وہ شیر جو مثال کے طور پر آتے ہیں۔ ابھی اگر آپ اس اسبلی کے اندر آئے ہیں۔ میں آپ سے یہ سوال پوچھتا ہوں، پاکستان کی پارلیمنٹ ہے، یہاں لوگ پھر رہے ہیں۔ ایک شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پسٹیکر ہے۔ اگر وہ کہے کہ ”میں پسٹیکر ہوں“ تو کوئی شک نہ نہیں رہ جاتا کہ کون ہے، ”لاؤ ڈسٹیکر“ تو مطلب نہیں لیا جائے گا۔ حالانکہ ”لاؤ ڈسٹیکر“ کو بھی ”پسٹیکر“ کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کہتا ہے کہ ”مجھ پہ دوجی آ رہی ہے، پاک ہے، اللہ کی طرف سے ہے۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسے ہی جیسے باقی انبیاء پر“ اور کہتا ہے ”میں نبی ہوں، میں رسول ہوں۔“ تو پھر اس کے بعد کہنا کہ ”جی، یہ مطلب نہیں، ڈکٹری میں جا کے دیکھئے اس کا مطلب کچھ اور تھا“۔ یہ Confusion (الجمہن) جو تھی ناں، اس لئے میں آپ سے عرض کر رہا تھا.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: کہ اس کی Clarification (وضاحت) کی ضرورت ہے۔ جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض کیا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ یہاں ”پسٹیکر“ ایک ہی کو کہتے ہیں، اور یہ بالکل درست ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں ”پسٹیکر“ ان معنوں میں بھی معروف ہو اور دوسرے لفظ میں بھی.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ درست آپ فرما رہے ہیں۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب ایک شخص محدث ہے اور آپ اس کو محدث مانتے ہیں۔ وہ اس کا بڑا Status (مقام) ہے اور ان کے مرید ہیں۔ اس نے اپنی جماعت بنائی ہے۔ ان سے بیعت لے رہا ہے اور یہی کہتا ہے

بار بار کہ ”دیکھو! مجھ پر اتنی وحی نازل ہو رہی ہے اور اتنی پاک وحی نازل ہو رہی“¹⁷³³ ہے اور یہ اس پر میں ایمان لاتا ہوں۔ ایسے ہی جیسے کہ بعض انبیاء پر جو وحی آرہی ہے۔ اس پر ایمان لاتا ہوں“ اور بعض وقت کہتا ہے ”میں رسول ہوں، میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، میں نبی ہوں“۔ تو اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ ”نہیں، یہ جو مولا ناروم نے کہا تھا کہ پیغمبر، یہ وہ والی بات آگئی۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، ہم نہیں کہتے، وہ خود یہ کہتے ہیں، ہم نہیں کہتے ہیں۔ یہ جو میں نے مولا ناروم کا حوالہ پیش کیا۔ یہ میں نے نہیں پیش کیا۔ انہوں نے خود یہ پیش کیا۔ وہ خود یہ فرماتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: میں پھر آپ.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ میں نے.....

جناب یحییٰ بختیار: میں آپ سے پھر ذرا کچھ اور حوالے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد پھر آپ کچھ اس بات پر روشنی ڈال سکیں تو بہتر ہوگا۔ جب وہ فرماتے ہیں:

”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کی کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“

(تذکرہ حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

ایک شخص قسم کھا کے، خدا کی قسم کھاتا ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ وہ ہے بھی صادق، اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ ”نہیں، یہ تو شاعری ہے۔“ اس کا آپ سمجھا دیں ہمیں؟

جناب عبدالمنان عمر: میں نے پہلے.....

جناب یحییٰ بختیار:¹⁷³⁴ وہ کہتا ہے کہ ”مجھے خدا نے بھیجا ہے۔ میرا نام نبی رکھا ہے۔ مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔ میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“ اور پھر آگے یہ بھی فرماتے ہیں:

”میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)

تو اس سے جو Confusion (پریشانی) آجاتی ہے۔ آپ کے بیان سے جو ہمیں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ اس کے لئے آپ سے Request (التماس) کر رہے ہیں کہ اس کو

Clarify (واضح) کرے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں جناب! پھر گزارش کروں گا کہ جب کوئی ایسا حلقہ ہو جس میں ایک لفظ دو معنوں میں استعمال ہو رہا ہو تو ہمیں اس بات پر غور کرنا پڑے گا کہ جب ایک شخص ایک جگہ ایک لفظ کو استعمال کرتا ہے تو کن معنوں میں کرتا ہے اور وہی شخص اسی لفظ کو ایک اور جگہ استعمال کرتا ہے تو کن معنوں میں کرتا ہے۔ کیونکہ دونوں قسم کی چیزیں لٹریچر میں موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ”نبوت کی ایک یہ تعریف ہمارے لٹریچر میں موجود ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو اور یہ ہوا اور وہ ہو.....“

جناب یحییٰ بختیار: انہوں نے کہا ہے کہ ضروری نہیں۔ ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں انہوں نے کہا کہ ”ضروری نہیں کہ صاحب شرع ہو۔“ وہ اس واسطے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو پڑھ کے میں نے سنایا۔ آپ کی Definition ٹھیک ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: جناب! میں ”تفسیر مظہری“ کا حوالہ آپ کی خدمت میں پیش.....

جناب یحییٰ بختیار: ابھی دونوں، یہ بھی مرزا صاحب کی بات کر رہا ہوں۔

1735 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، ”تفسیر مظہری“ مرزا صاحب کی کتاب نہ ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یعنی آپ مرزا صاحب کی بات کریں جن کی.....

جناب عبدالمنان عمر: دیکھئے ناں، میں عرض کر رہا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار:..... جن کی نبوت کا سوال ہے سامنے۔ آپ دیکھئے ناں، یہ

دوسرا تو Irrelevant ہے۔ یا تو خدا کی بات کریں، قرآن کی بات کریں، حدیث کی بات

کریں۔ مولانا روم کو چھوڑ دیجئے۔ ان کو چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ وہی ہم پر Binding (لازمی)

ہے اور کوئی Binding (لازمی) نہیں ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب عالی! میں گزارش یہ نہیں کر رہا ہوں کہ مولانا.....

A Member: Point of order, Sir.

میری عرض یہ ہے کہ جو انہوں نے اب یہ پڑھ کر بتایا ہے.....

Mr. Chairman: This is no point of order.

ایک رکن: ہاں جی۔

Mr. Chairman: This is no point of order.

(جناب چیئرمین: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے)

ایک رکن: اس کی تشریح کر دیں جو.....

جناب چیئر مین: تشریح.....

ایک رکن: انہوں نے، انہوں نے پڑھ کر بتایا ہے۔

جناب چیئر مین: وہ، وہ کر سکتے ہیں۔

ایک رکن: تشریح اور کر دیں۔

جناب چیئر مین: اس، اس موضوع پر وہ کہہ سکتے ہیں Chair کو۔ آپ نے

پروسیجر ایک مہینہ خود Follow (عمل) کیا ہے۔ یہ ان سے پوچھیں۔ (مداخلت)

1736 جناب چیئر مین: یہ ان سے پوچھیں۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ تو وہ خود کہہ رہے ہیں۔ یہ خود ہی بات کر رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب والا! میں نے جب مولانا روم کو پیش کیا یا حضرت سید

عبدالقادر جیلانی کے اقوال آپ کے سامنے پیش کئے۔ تو میں یہ بات واضح کرنے کی کوشش کر رہا

تھا کہ یہ چیزیں اسلام کے یا مسلمانوں کے لٹریچر میں ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: نہیں، وہ تو آپ نے کل کافی تفصیل آپ نے اس سلسلے میں

کہا، فرمایا آپ نے۔ اس پر میں نے عرض کیا تھا اور آپ کو شاید یاد ہو گا کہ جس محفل میں یہ دونوں

الفاظ استعمال ہوتے ہوں۔ جیسے آپ نے ابھی فرمایا کہ اصطلاحی Sense (معنوں) میں اور

اصلی معنوں میں، دونوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ تو اس سے کچھ غلطی نہیں بھی پیدا ہوئی اور آپ

نے خود ہی فرمایا کہ ہاں، مرزا صاحب نے لکھا پھر یہ کہا تھا کہ ”کیونکہ بعض لوگ مجھ سے ناراض ہو

رہے ہیں، ان کو غلط فہمی ہو گئی ہے، اس لئے نبی کا لفظ جہاں جہاں میں نے استعمال کیا ہے، اس کو

منسوخ سمجھا جائے اور اس کی جگہ محدث کا لفظ استعمال ہونا چاہئے اور وہ لکھ دیں آپ، ترمیم کر لیں

میری کتابوں میں۔“ یہ بھی مرزا صاحب نے فرمایا۔ آپ نے کہا ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد

میں نے عرض کیا کہ اس کے باوجود کہ ان کو معلوم تھا کہ غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ دو لفظ ہیں، ایک لفظ

ہے جس کے دو معنی ہیں اور ان کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حقیقی نبی ہیں۔ لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہو گئی۔

انہوں نے کہا کہ ”یہ غلط فہمی کی وجہ سے ان کو ٹھیک کر دیجئے، درست کر دیجئے، یہ مجھ سے غلطی ہوئی

ہے۔“ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ پھر بار بار انہوں نے ”نبی“ کا لفظ استعمال کیا۔ جانتے

ہوئے کہ لوگوں کو غلط فہمی ہو جاتی ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ ان کو اللہ کا حکم آیا تھا، وہ مجبور تھے۔

1737 جناب عبدالمنان عمر: میں اب سے عرض کروں گا کہ نہ میں نے کہا، نہ مرزا

صاحب نے کہا: ”مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے۔“ یہ.....

جناب یحییٰ بختیار: غلطی نہ سہی تو سادگی سہی، یہ کیا وجہ تھی کہ لوگوں میں.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، ہاں، یہ ٹھیک ہے، یہ صحیح ہے، یہ کیوں ہوا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ کہ ”غلطی سے ہوا ہے“ یہ مرزا صاحب نے کبھی نہیں کہا۔

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب نے کبھی نہیں کہا.....

جناب عبدالمنان عمر: اور نہ غلطی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: سادگی سے انہوں نے کہا ہے۔

(مرزا قادیانی کے اقوال میں تضاد ہے)

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، میں عرض کرتا ہوں، میں نے گزارش یہ کیا ہے کہ جب

ایک لفظ دو مختلف معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہو، اور دو مختلف معنی متضاد بھی ہوں۔ جیسے ”شیر“ کے

لفظی معنی، کل آپ نے بھی مثال بیان فرمائی کہ وہ شخص ایک معنوں میں شیر ہوگا بوجہ اپنی بہادری

کے۔ مگر ایک معنی میں وہ شیر نہیں ہوگا بوجہ اپنی درندگی کے نہ ہونے کے۔ یہ دو باتیں بڑی واضح

باتیں ہیں۔ یہی چیز مرزا صاحب کے اقوال میں ہے کہ لفظ ”نبی“ کی دو تشریحیں ہیں۔ دونوں

متضاد تشریحیں ہیں۔ جب ایک تشریح کو مرزا صاحب مد نظر رکھتے ہیں تو اقرار کرتے ہیں۔ جب

دوسری تشریح ان کے سامنے آتی ہے۔ تو انکار کرتے ہیں۔ یہ چیزیں ان کی ساری تحریرات میں

موجود ہیں.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ.....

جناب عبدالمنان عمر: کیونکہ امت میں..... مجھے گزارش کرنے دیں.....

1738 جناب یحییٰ بختیار: آپ کی توجہ میں ایک دو اور حوالوں کی طرف دلاتا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: جناب! مجھے گزارش کرنے دیں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کر لیجئے۔

جناب عبدالمنان عمر: آپ کے.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔

جناب عبدالمنان عمر: تو میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ لفظ ”نبی“ اور لفظ ”محدث“

امت کے اندر، مرزا صاحب کے نہیں صرف۔ امت کے اندر دو بالکل متضاد معنوں میں، استعمال

ہوئے ہیں یہ لفظ۔ جس طرح میں نے ابھی ”شیر“ کی مثال دی ہے۔ اسی طرح ”نبی“ کا لفظ جو ہے۔ امت میں دو معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایک اس کے معنی وہی ہیں جو حقیقی ہیں اور دوسرے ہیں ”جس پر اظہار غیب ہو یعنی خدا تعالیٰ اس پر نزول کلام کرے۔“

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ نے درست فرمایا۔ تو پھر آپ کیوں اس بات سے احتجاج کرتے ہیں۔ Hesitate (ٹال مٹول) کرتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے۔ وہ دوسرے معنی میں، جیسے ربوہ والے کہتے ہیں۔ آپ بھی کہہ دیا کریں۔ آپ کیوں اس پر Insist (اصرار) کرتے ہیں کہ ”ہم اس کو کسی رنگ میں بھی نبی نہیں کہتے ہیں؟“

جناب عبدالمنان عمر: اگر آپ مجھے جواب ختم کرنے دیں۔ پھر آپ جو ارشاد فرمائیں، ٹھیک ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: تو میرا..... کیونکہ بیچ میں گفتگو ہوتی ہے، یکے بعد دیگرے حوالے پیش ہوتے ہیں..... ان کا اعتراض بڑا سوزوں تھا کہ جناب! اس کی تشریح ہو جانی چاہئے۔ اس بات کی، وہ ابھی تشریح ختم نہیں ہوتی کہ ایک اگلی بات آتی ہے۔

(آپ کا لیکچر؟)

جناب یحییٰ بختیار: ¹⁷³⁹ آپ اس کی تشریح تو کسی بات کی نہیں کرتے۔ آپ تو لیکچر دیتے ہیں۔ جو مصیبت بن جاتی ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میں لیکچر نہیں دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ.....

جناب یحییٰ بختیار: آپ اس کی تشریح کر دیں۔

جناب عبدالمنان عمر: بات یہ ہے کہ تنگ وقت میں زیادہ سے زیادہ باتیں کرنی ہوتی ہیں۔ تو میری گزارش یہ تھی کہ آپ نے جو ابھن ہمارے سامنے رکھی ہے۔ وہ یہ ابھن ہے کہ کہیں مرزا صاحب کی تحریروں میں نبوت کا اقرار ہے اور کہیں مرزا صاحب کی تحریروں میں نبوت کا انکار ہے۔ اس ابھن کا کیا جواب ہے؟ یہ میں سمجھا ہوں جناب کی گفتگو سے۔ میں نے اس کا جواب یہ عرض کیا ہے کہ یہ لفظ حقیقتاً جماعت کے، امت کے، مسلمانوں کے لٹریچر میں، دو مختلف، متضاد معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایک اس کا لغوی استعمال ہے۔ ایک اس کا حقیقی استعمال ہے اور اسی طرح ”محدث“ کا لفظ جو ہے۔ وہ بھی دو معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ ایک اس کا لغوی استعمال ہے۔ ایک اس کا اصطلاحی استعمال ہے۔ مرزا صاحب نے جس جگہ کہا ہے کہ میں

نہی ہوں“ وہ ان معنوں میں کہا جو محدثیت کے معنی ہیں اور جہاں انہوں نے کہا کہ ”میں نبی نہیں ہوں“ وہ ”نبی“ کے اصطلاحی اور حقیقی معنوں کی رو سے انکار کیا ہے۔

اور جب کیفیت بدل جاتی ہے، وجہ بدل جاتی ہے، پہلو بدل جاتا ہے، تو دوسرا لفظ استعمال کرنا ممنوع نہیں ہوتا۔ اسی طرح میں نے اس کے لئے بتایا تھا کہ یہ وہ چیز ہے جو مرزا صاحب اکیلے نہیں ہیں۔ اس میں، امت کے لٹریچر میں یہ چیز موجود ہے اور امت کے دوسرے افراد اس کو استعمال کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح ”محدث“ کے لفظ کے لغوی معنی ”اظہار غیب“ نہیں ہوتا۔ اظہار غیب ”نبی“ کے لفظ میں ہوتا ہے۔ تو جب وہ لغت کی بات کہتے ہیں تو کہتے ہیں ”میں لغوی طور پر نبی ہوں مگر اصطلاحی طور پر نبی نہیں ہوں۔“ اور جب ”محدث“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ”میں لغوی طور پر تو محدث نہیں ہوں مگر میں اس اصطلاح کی رو سے محدث ہوں جو کہ امت میں رائج ہے۔“ یہ ہے جناب اس مشکل کا حل کہ کہیں اقرار ہے، کہیں انکار ہے۔ یہ اقرار اور یہ انکار ان معنوں میں متضاد نہیں کہ ایک شخص متضاد باتیں کر رہا ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد یہ ہے کہ امت میں دو اصطلاحیں ہیں اور دو قسم کے الفاظ رائج ہیں اور وہ Context (سیاق و سباق) اس کا الگ الگ ہوتا ہے.....

Mr. Chairman: Next. (جناب چیئرمین: اگلا.....)

جناب عبدالمنان عمر: تو.....

جناب یحییٰ بختیار: پھر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جب وہ قسم کھا کے کہتے ہیں: ”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا۔“ (تمہ حقیقت الوبی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۲)

یہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام جو نبی رکھا، ان کو بھیجا، یہ لغوی معنی میں ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، جی ہاں، لغوی معنوں میں ہے، Figurative

(تمثیلی طور پر)

جناب یحییٰ بختیار: یہ ان کا.....

جناب عبدالمنان عمر: بالکل، انہی معنوں میں..... کہ تو نبی وقت باشد یہ انہی

معنوں میں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اللہ تعالیٰ کا مطلب نہیں تھا ان کو نبی بنانے کا؟

جناب عبدالمنان عمر: ”نبی“ آیا، یہ انہی معنوں میں ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: اور جب ان کو سچ..... ”اور مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا“ وہ بھی یہی مطلب تھا کہ نبی نہیں ہیں وہ؟

1741 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، بالکل۔

جناب یحییٰ مختیار: تو کل جب آپ نے کہا کہ جہاں جہاں مرزا صاحب کہتے ہیں ”نبی“ اس کا مطلب ہوتا ہے ”غیر نبی۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، غیر نبی۔

جناب یحییٰ مختیار: آپ نے یعنی Brief طریقے سے.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، حقیقی معنوں کی رو سے، اصطلاحی معنوں کی رو سے غیر نبی ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: اچھا، اب یہ آپ فرمائیے..... (Pause)

جناب عبدالمنان عمر: واضح کر دیں گے، وہ ہے.....

Mr. Chairman: No, the witness cannot reply

unless a question is put.

(جناب چیئرمین: نہیں، گواہ جواب نہیں دے سکتا جب تک اس سے سوال نہ

پوچھا جائے۔)

جناب یحییٰ مختیار: یہ مجھے مولانا نے مرزا صاحب کا ایک حوالہ دیا ہے۔ جسے وہ آپ کو پڑھ کر سنائیں گے۔ عربی میں ہے۔ میں نہیں جانتا اور وہ کہتے ہیں: ”جہاں جہاں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کوئی بات، تو پھر اس میں کوئی شاعری کی بات نہیں ہوتی، اصلی بات ہوتی ہے۔“ یہ مولانا نے مجھے سمجھایا ہے۔

مولوی مفتی محمود: حوالہ یہ ہے جی، وہ لکھتے ہیں کہ:

” (حلمۃ البشری ص ۱۴، خزائن ج ۷ ص ۱۹۲) مرزا نے لکھا ”والقسم یدل علی ان الخیر

محمول علی الظاہر لاتاویل فیہ ولا استثناء“

کہتے ہیں کہ جو کلام قسم کے ساتھ تاکید کیا جاتا ہے، قسم دلالت کرتا ہے۔ اس پر کہ یہ بات محمول ہے، ظاہر پر اس میں کوئی تاویل نہیں ہوگی اور تاویل کی گنجائش اگر ہو تو فائدہ کیا ہے قسم کے کھانے میں، قسم کھانے میں کیا فائدہ ہے؟ تو.....

1742 جناب عبدالمنان عمر: جناب والا! یہ حوالہ کہاں سے آپ نے پڑھا؟

مولوی مفتی محمود: حملۃ البشری.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، ہاں جی۔ تو گزارش یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود اس جگہ اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ..... ”بھائی! جب میں قسم کھا کر ایک بات کہتا ہوں تو اس قسم کو میرے اس الفاظ پر جو ظاہر ہو جو میں بات، میں الفاظ میں پیش کر رہا ہوں، اس پر اعتماد کرو اور اس کو مانو۔“ وہ کیا ہیں مرزا صاحب کی قسمیں؟ دو دفعہ مرزا صاحب نے قسم کھائی ہے، مسجد میں جا کر۔ وہ قسم یہ ہے کہ: ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے نبوت حقیقی کا دعویٰ نہیں ہے۔“ یہ ہے ان کی قسم۔ یہ ہر رنگ میں صحیح ہے۔ اس حوالے کے مطابق صحیح ہے اور اس میں ہم کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں کرتے۔ حضرت صاحب کا، مرزا صاحب کا میں آپ کو ایک حوالہ سنا ہوں، بات بالکل کھل جائے گی۔ (عربی)

کہ ”جن معنوں میں پہلے انبیاء نبی کہلاتے تھے۔ جب میرے لئے کہیں لفظ ”نبی“ دیکھو تو ان معنوں میں نہ سمجھ لو۔ تمام انبیاء، زمرۃ انبیاء کا ہر فرد جن معنوں میں نبی ہوتا تھا۔ میرے لئے اگر لفظ نبی کہیں استعمال ہوا ہے تو ان معنوں میں نبی نہیں ہوں۔“ یہ مرزا صاحب کی عبارت ہے، اور میں عرض کر دوں۔

جناب یحییٰ بختیار: صاحبزادہ صاحب! یہاں آپ اپنی.....

جناب عبدالمنان عمر:..... کہ ان کی آخری زمانے کی کتاب ہے ”حقیقت الوحی“ جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ آپ سے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ نے کہا کہ انہوں نے قسم کھا کے کہا کہ ”میں نبی نہیں ہوں۔“.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔¹⁷⁴³

جناب یحییٰ بختیار:..... پھر انہوں نے قسم کھا کے کہا کہ..... ”میں نبی ہوں۔“ تو اس پر ہم کہہ رہے ہیں۔ ناں جی کہ مرزا صاحب تو اگر بغیر قسم کے بھی بات کہیں تو ہم مانتے ہیں ان کی بات۔ مگر یہ بتائیں کہ وہ کہتے کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: دونوں باتیں صحیح کہہ رہے ناں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے۔ اس نے میرا نام نبی رکھا ہے.....“

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، تو وہی ہونا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ ایک اس کے حقیقی معنی ہیں۔ ان معنوں میں نہیں ہے یہ قسم۔ یہ جناب! بتایا ہے کہ ”میں ان معنوں میں ہوں،

مجھے خدا نے بھیجا ہے۔“

جناب یحییٰ بختیار: وہ خود یہ کہتے ہیں: ”جب میں قسم کھاتا ہوں، تاویل کی بات نہیں ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: تاویل ہے نہیں، نہیں جی، وہ خود کہہ رہے ہیں۔ قسم میں لفظ موجود ہے۔ میں اپنے پاس سے تو نہیں کہہ رہا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہاں کہتے ہیں کہ ”میرا نام نبی ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ”مجھے خدا نے بھیجا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، خدا نے بھیجا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہو۔

وہ مجدد بھی.....

جناب یحییٰ بختیار: وہ نبی۔

1744 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، نبی نہیں ہوتا۔

جناب یحییٰ بختیار: مجدد نہیں، کہتے جی۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، خدا کی طرف سے جو بھیجا گیا ہو وہ نبی، ضروری نہیں

کہ وہ نبی ہو۔ دیکھئے میں عرض کرتا ہوں ”تفسیر مظہری“ میں سے: ”صرف ایسے نبی کو رسول کہتے

ہیں.....“

جناب یحییٰ بختیار: نہیں میں، ان کو چھوڑ دیجئے، ان کا ترجمہ کر کے بتادیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب! ان کا Context (سیاق و سباق) میں ترجمہ ہوگا۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے، Context (سیاق و سباق) میں یہی ہے، ایک ان

کا بیان ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، بالکل صحیح بیان ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے ناں، اور اس میں یہ ہے:

”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے

مجھے بھیجا ہے۔ اس نے میرا نام نبی رکھا ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”..... اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے.....“

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ”..... اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں، جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔“ (تمہ حقیقت الوقی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

جناب عبدالمنان عمر: (عربی)

کہ ”مجھے خدا تعالیٰ نے جو لفظ نبی، نام میرا نبی رکھا ہے، یہ مجازی نام ہے، مجازی لفظ ہے یہ۔“

1745 جناب یحییٰ بختیار: یہ تاویل آپ کر رہے ہیں ناں جی، یہ تو تاویل کر رہے ہیں۔ یہاں یہ نہیں ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، مرزا صاحب خود کہہ رہے ہیں۔ میں تو نہیں کہہ رہا۔

جناب یحییٰ بختیار: یہاں تو نہیں کہہ رہے، کہیں۔ سوال یہ ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: آپ ہر چیز وہیں ڈھونڈیں گے یا اس شخص کی پوری کتاب کو دیکھیں گے؟

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، بات یہ ہے ناں جی کہ ایک جگہ مرزا صاحب کہتے ہیں ”جب میں قسم کھا کے بات کہتا ہوں۔ اس میں پھر کوئی تاویل کی بات نہیں ہوتی۔“

جناب عبدالمنان عمر: تاویل ہے نہیں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں تو آپ کہتے ہیں: ”تاویل کے لئے ہم جائیں گے کسی اور جگہ۔“

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، کہیں نہیں جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو

ماہور ہو.....

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی، آپ اس کو چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کو کچھ اور حوالے

دیتا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ ان پر ذرا غور کیجئے تاکہ شاید ہم کسی

Clarification (وضاحت) پر پہنچ سکیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا ہے ایک جگہ:

”کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم اور صاحب فضل نے ہماری نبی ﷺ کا بغیر کسی

استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا اور ہمارے نبی نے اہل طلب کے لئے اس کی تفسیر“ 1746 اپنے قول لا

نبی بعدی میں واضح طور پر فرمائی ہے اور ہم اپنے نبی کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم

باب وحی بند ہو جانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے اور یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے اور ہمارے رسول کے مابعد نبی کیونکر آ سکتا ہے۔ درآں حالانکہ آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہم پر نبیوں کا خاتمہ فرمادیا۔“ (حملۃ البشری ص ۲۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۰)

جناب عبدالمنان عمر: بالکل ٹھیک ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: بالکل ٹھیک ہے۔ ابھی میں آپ کو پھر آگے پڑھ کے سناتا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لانی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا.....“

جب میں نے کہا کہ Consensus (اجماع) مسلمانوں کا یہی تھا کہ اور کوئی نبی نہیں آ سکتا: ”کہ کسی کو اس کی صحت پر کلام نہ تھا اور قرآن شریف کا ہر لفظ قطعی ہے۔ اپنی آیت خاتم النبیین سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔“

یہ بھی مرزا صاحب کا ہی قول ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: بالکل جی۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر وہ آگے فرماتے ہیں:

”ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین پر وعدہ کیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے۔ اب جبرائیل بعد وفات¹⁷⁴⁷ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں صحیح اور صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی مخلص بحیثیت رسالت ہماری نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔“ (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۷۰)

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: آگے وہ فرماتے ہیں: ”ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں (مدعی نبوت پر) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷)

یہ ہیں اس زمانہ کے ان کے قول، جب انہوں نے مہدی مسیح کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

اب میں آتا ہوں، بعد میں فرماتے ہیں:

”تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعے وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔ لہذا یہ ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً فوقتاً آتے رہیں اور جن سے

تم نعمتیں پاؤ۔ اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔“
(لیکچر سیریا لکٹس ص ۳۲، جزائن ج ۲۰ ص ۲۲۶)

جناب عبدالمنان عمر: انبیاء کی نعمتیں تو ملتی ہیں، وہ حدیث میں آتا ہے.....
جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں یہ کہہ رہا ہوں.....
جناب عبدالمنان عمر: آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں.....
جناب یحییٰ بختیار: ہاں، دیکھیں، سب باتیں صحیح فرما رہے ہیں کہ کوئی نبی نہیں آئے گا کوئی، راستہ بند ہو گیا، کوئی وحی نہیں آئے گی۔
جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، یہ نہیں کہا۔ ”وحی رسالت“ ہے، پھر لفظ دیکھ لیجئے۔
جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔
جناب عبدالمنان عمر: ”کوئی وحی“ نہیں کہا۔
1748 جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ صاحب! میں مانتا ہوں۔ جی ہاں، پھر بیان فرماتے ہیں:

”تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے.....“ یہ تو انہوں نے کہہ دیا کہ نبی نہیں آئیں گے.....
جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔
جناب یحییٰ بختیار:..... رسول نہیں آئیں گے۔
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔
جناب یحییٰ بختیار: پھر فرماتے ہیں کہ:
”تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ، وہ نعمت کیونکر پاسکتے ہو.....“
جناب عبدالمنان عمر: ہاں، نعمت پانا نبیوں کی، علماء کے متعلق آتا ہے:
”در معیت الانبیاء“ کہ ان کی نعمتوں کے وارث وہ ہوتے ہیں.....
جناب یحییٰ بختیار: نہیں آگے دیکھیں: ”لہذا.....“
جناب عبدالمنان عمر:..... ان علوم کے وارث وہ ہوتے ہیں۔
جناب یحییٰ بختیار: ”لہذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء و مفاوفا آتے رہیں۔“
جناب عبدالمنان عمر: ٹھیک ہے جی۔
جناب یحییٰ بختیار: یعنی ختم نبوت کے بعد بھی انبیاء آتے رہیں گے؟

جناب عبدالمنان عمر: بروزی رنگ میں، ظلی رنگ میں.....

جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے۔

1749 جناب عبدالمنان عمر: غیر حقیقی رنگ میں، ورختہ الانبیاء کے رنگ میں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی:

”جن سے تم نعمتیں پاؤ گے۔ اب تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے۔“

یعنی اس کے لئے تو کوئی مقابلے کی بات نہیں آئی۔ بروزی رنگ میں آتے رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: نہ جی، لوگ نہیں مانے بعضے، بعضے لوگ تو وحی.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، لوگ.....

جناب عبدالمنان عمر: اور الہام کے نزول کو نہیں مانتے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، لوگ تو کہتے ہیں کہ جو ”خاتم النبیین“ کی آیت ہے۔ اس

کے بعد نبی نہیں آ سکتے اور کوئی کہے کہ آتا ہے۔ تو پھر کہتے ہیں ”تم اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہو۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، یہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ انبیاء کی

جو نعمتیں ہیں۔ ان کے وارث دنیا میں آتے رہیں گے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا خود ارشاد ہے، پیش فرما

رہے ہیں۔ مگر یہ کہتے ہیں: ”دیکھو! اس سے ظلی نہ کھالینا کہ تم یہ سمجھو کہ جس طرح پہلے انبیاء آیا

کرتے تھے۔ وہی انبیاء کا سلسلہ پھر بھی جاری ہے۔ محمد رسول ﷺ کے بعد ختم نبوت۔“

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی، آگے فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں، جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی و بکثرت نازل

ہو، جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔“

(تجلیات الہیہ ص ۲۶، خزائن ج ۲۰ ص ۴۱۲)

جناب عبدالمنان عمر: یہ اس کا مجازی استعمال ہے، یہ اس کا لغوی.....

جناب یحییٰ بختیار: ”بغیر شریعت کے۔“ دیکھئے، صاحبزادہ صاحب! ہم نے پہلے

کہا کہ نبی دو قسم کے ہو سکتے ہیں..... شرعی اور غیر شرعی۔

1750 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میں نے نہیں یہ کہا، کبھی نہیں میں نے کہا۔ یہ

آپ کے ذہن میں وہ دس دن کی بحث غالباً ہوگی۔

جناب یحییٰ بختیار: میں نے، نہیں، میں نے ابھی آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے بارے میں پوچھا کہ وہ شرعی اور غیر شرعی۔ آپ نے کہا.....

جناب عبدالمنان عمر: میں نے چار شرطیں بتائیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ابھی جو میں نے آپ سے پوچھا، کل کی بات آپ چھوڑ دیجئے۔ اس کو بیک آپ Clarify (واضح) کر دیجئے۔ ممکن ہے میں غلط سمجھا ہوں۔ یہ تو نہیں کہ ابھی یہاں ہم نے کوئی فیصلہ کرنے ہیں۔ ممکن ہے میں غلط سمجھا ہوں۔ آپ کو میں سمجھا نہیں سکا۔ میں نے یہ عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرعی نبی تھے یا غیر شرعی نبی تھے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ غیر شرعی نبی تھے۔ مگر ان کو یہ اختیار تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرع میں ترمیم کر سکیں۔ تو یہ میں نے پوچھا کہ یہاں جو آپ کہتے ہیں کہ ”غیر شریعت کے۔“ یہ کہتے ہیں ”میں اس قسم کا نبی ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: یہ نہیں کہا۔

جناب یحییٰ بختیار: باقی یہ انہوں نے نہیں کہا کہ ”میں ترمیم کروں گا“ فی الحال مگر یہ انہوں نے کہا کہ ”میں غیر شرعی نبی ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، یہ نہیں کہا ”میں غیر شرعی نبی ہوں“ یہ نہیں، مرزا صاحب کے میں آپ کو الفاظ دکھا دوں گا۔

جناب یحییٰ بختیار: میں، پھر میں یہ پڑھ دوں: ”میرے نزدیک نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی و بکثرت نازل ہوا ہو.....“

1751 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یہ ایک اس کے لغوی معنی کئے ہیں لفظ ”نبی“ کے۔

جناب یحییٰ بختیار: اور پھر: ”جو عائب پر مشتمل ہو۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یہ وہی.....

جناب یحییٰ بختیار: ”اس لئے میرا نام نبی رکھا۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، ان معنوں میں نبی رکھا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ”اس لئے.....“

جناب عبدالمنان عمر: ان معنوں میں ہیں، یہ خیال رکھیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ان معنوں میں سہی۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ان معنوں میں یہ ہے نا کہ:

”نبی ان کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی اور قطعی طور پر بکثرت نازل ہوا ہو.....“

جناب عبدالمنان عمر: یہ شریعت نہیں ہے۔ یہ پہلی شریعت کی تفسیر نہیں ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: ”..... جو علم غائب پر مشتمل ہو، مگر بغیر شریعت کے۔“
 جناب عبدالمنان عمر: ہاں، یعنی کلام ہو، خدا کا ہو، بکثرت ہو اور شریعت نہ ہو۔ یہ
 شرطیں ہیں تین۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر آگے فرماتے ہیں..... میں ذرا حوالے پورے کر لوں پھر
 آپ اس کے بعد..... پھر فرماتے ہیں:
 ”میں کوئی نیا نبی نہیں ہوں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔“

(ملفوظات احمدیہ ج ۱۰ ص ۲۱۷، بحوالہ احکم ج ۱۲ نمبر ۲۶، مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء)

تو یہ مطلب یہ ہوا مجازی؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، جی ہاں۔ ہم تو مانتے ہیں ناں کہ یہ امت میں
 مجددین، اولیاء، یہ سب اس ٹیکری کے لوگ ہیں۔ یہ صحیح بات لکھی ہے.....
 جناب یحییٰ بختیار: پھر آگے کہتے ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: اور یہی ہمارا Stand (موقف) ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: پھر فرماتے ہیں:

”خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ
 ایک پہلو سے وہ اٹھی ہے اور ایک پہلو سے نی۔“ (حقیقت الوحی ص ۹۷، خزائن ج ۳۲ ص ۹۹ ماثیہ)
 یہ بھی اسی مطلب میں کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، وہی محدث۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر آگے فرماتے ہیں کہ:

”جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو حصہ
 کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں
 اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۳۲ ص ۴۰۶)
 جب مجازی ہو تو پھر تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ باقی مستحق نہ ہوں۔ یہ آپ
 Explain (واضح) کر دیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، میں عرض کرتا ہوں، گزارش یہ ہے جی کہ مرزا
 صاحب اوپر بیان کر چکے ہیں کہ میرے نزدیک لفظ ”نبی“ جو میں یہاں استعمال کر رہا ہوں۔ یہ

تین لفظ، تین مفہوم اس میں شامل ہیں۔ خدا تعالیٰ کی وحی اس پر نازل ہو۔ بکثرت نازل ہو، اور خدا اس کا نام نبی رکھے۔ یہ تین شرطیں انہوں نے فرمائی ہیں۔ یہ تینوں شرطیں غیر حقیقی نبی میں ہوتی ہیں۔ لغوی لفظ، لفظ کے لغوی استعمال کی رو سے ہوتی ہیں۔ اس کا ¹⁷⁵³ یہ *Figurative* (تمثیلی) استعمال ہوتا ہے، مجازی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد اب دیکھئے کہ علماء امت جو ہیں یا ربانی علماء ہیں یا مجددین ہیں، یا محدثین ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ نبی کریم فرماتے ہیں: (عربی)

”خدا تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا۔ جو امت محمدیہ میں تجدید دین کا کام سرانجام دے گا۔ اب یہ نبی کریم..... خدا کی طرف سے مامور ہے وہ شخص۔ لیکن ان باتوں کے باوجود کہ ہر صدی کے سر پر آنے والے کی آپ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ لیکن تمام احادیث کا ذخیرہ آپ کھگال ڈالئے۔ ہر قسم کی حدیثیں پڑھ ڈالئے۔ صرف، بر صرف مسیح موعود کے لئے نبی کریم ﷺ نے لفظ ”نبی“ استعمال کیا ہے۔ *Figurative* (تمثیلی) معنوں میں پیچک، مگر دوسروں کے لئے یہ لفظ تمثیلی معنوں میں بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ اس کے معنی ہیں کہ ”نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔“ یہ ایک حدیث کا ترجمہ آپ نے کیا ہے۔ اپنے پاس سے بات نہیں کہی ہے۔ یہ اس حوالے کا مطلب ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اب وہ آگے فرماتے ہیں:

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے.....“

یہ ”ایک غلطی کا ازالہ“ اسے میں پھر پڑھ رہا ہوں:

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا

ہے کہ میں مستقل طور پر شریعت لانے والا نہیں ہوں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)

جناب عبدالمنان عمر: ”مستقل طور پر شریعت.....“

جناب یحییٰ بختیار: ”..... لانے والا نہیں ہوں۔“ ¹⁷⁵⁴ یعنی ہم تو پہلے کہہ چکے ہیں

کہ نبی بغیر شریعت کے بھی ہو سکتا ہے۔ بغیر شریعت کے بھی نبی ہو سکتا۔ یہ بات تو آپ.....

جناب عبدالمنان عمر: مگر مستقل، وہ شرطیں.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں عیسیٰ علیہ السلام، مستقل نبیوں میں نہیں شمار ہوتے؟

جناب عبدالمنان عمر: مستقل میں ہوتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ دیکھئے ناں، میں کہتا ہوں کہ بغیر شریعت اور مستقل۔

جناب عبدالمنان عمر: مستقل، مرزا صاحب نے مستقل ہونے کا نہیں دعویٰ کیا۔

جناب یحییٰ مختیار: وہ کہتے ہیں کہ:

”..... جس جس جگہ میں نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ ان معنوں میں کیا ہے کہ میں

مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اپنے لئے اسی کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں.....“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)

جناب عبدالمنان عمر: یہ جناب! وہی حوالہ ہے.....

جناب یحییٰ مختیار: میں ذرا، ذرا اپنی طرف سے آپ کو پورا کر دوں حوالہ، پھر میں

کچھ آپ سے سوال پوچھوں گا:

”..... نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے..... اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے

کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سواب بھی

میں ان معنوں میں نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۱)

¹⁷⁵⁵ کہ ”بغیر شریعت کے نبی ہونے سے انکار نہیں کرتا۔“ باقی وہ کہتے ہیں کہ:

”میں Officiating (قائم مقام) ہوں یا Temporary (عارضی)

ہوں۔“ اس کا سوال نہیں۔ اگر آپ یہ کہہ دیں جی کہ یہ Permanent Government

Servant (مستقل سرکاری ملازم) نہیں ہے۔ یہ Officiating (قائم مقام) ہے۔ اگر

”مستقل“ سے یہ مراد لیتے ہیں آپ.....

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی.....

جناب یحییٰ مختیار:..... مستقل تو کوئی نہیں ہوتا، ہر انسان کی وفات ہوتی ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی ”مستقل“ کے یہ معنی نہیں ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: ”مستقل“ کے کیا معنی ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: ”مستقل“ کے معنی یہ ہیں کہ اس کو یہ جو عہدہ یا جو مقام

حاصل ہوا ہے۔ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے بغیر حاصل ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ تو (ڈائریکٹ) ہو گیا ناں جی۔

جناب عبدالمنان عمر: اسی کو کہتے ہیں ”مستقل“۔

جناب یحییٰ بختیار: اس کو؟

جناب عبدالمنان عمر: اسی کو۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو یہ ان کا مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ذریعے ان کو

ملی ہے یہ نبوت؟

جناب عبدالمنان عمر: جو کچھ ملا ہے، جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اور یہ دوسری بات وہ یہ فرماتے ہیں کہ:

”میں بغیر شریعت کے نبی ہوں۔ اس معنی میں بات کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے

جوانکار کیا ہے۔ وہ اس Sense (معنی) میں انکار کیا ہے کہ میں شرع لانے والا ڈائریکٹ نبی

نہیں ہوں۔“ اس سے یہ ¹⁷⁵⁶ مطلب نکلتا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کچھ اور مطلب اس کا نکلتا

ہے؟ تو وہ آپ مختصر آیتا دیں۔

جناب عبدالمنان عمر: عرض کروں؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔

جناب عبدالمنان عمر: یہی وہ حوالہ ہے جس کی طرف میں نے کئی دفعہ کوشش کی کہ

آپ کو متوجہ کروں کہ یہ Key point (مرکزی نقطہ) ہے۔ اس سے آپ مرزا صاحب کی تمام

تحریرات نبوت کے بارے میں ایک فیصلہ کن نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟ کہ ”نبی“ کے دو معنی

ہیں۔ ”نبی“ کا استعمال دو طرح ہوتا ہے۔ ایک اس طرح ہوتا ہے جو میں نے پہلے عرض کیا ہے۔

دوسرا اس طرح ہوتا ہے جو میں نے بتایا ہے کہ لغوی ہیں اور یہ اب مرزا صاحب فرماتے ہیں:

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ وہ پہلے معنوں کی رو سے

ہے، حقیقی معنوں کی رو سے ہے اور جہاں میں اقرار کرتا ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ محمد ﷺ کی

پیروی کے نتیجے میں خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔“ بس اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو اب

کوئی اختلاف نہیں رہا مرزا صاحب کی تحریر میں۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا، اب انہوں نے ”بغیر شریعت کے“ بات تو کہہ دی کہ ”بغیر

شریعت کے، اور ان کے تابع ہیں نبی ﷺ کے۔“

جناب عبدالمنان عمر: اسی کو محدث کہتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، ”محدث“ آپ کہہ دیجئے۔ وہ تو کہتے ہیں ”میں نبی ہوں“

آپ *Insist* (اصرار) کرتے ہیں کہ محدث ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، نہیں، جناب! مرزا صاحب کہتے ہیں۔ میں تو مرزا

صاحب کا حوالہ دیتا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: ¹⁷⁵⁷ دیکھئے جی، میں نے آپ سے عرض کیا کہ مرزا صاحب کی

توجہ دلائی گئی اس بات کی طرف۔ انہوں نے کہا ”ہاں، غلطی نہیں پیدا ہو رہی ہے، آئندہ لفظ ”محدث“ سمجھا جائے۔“ مگر.....

جناب عبدالمنان عمر: اور آخر میں بھی یہ کہا.....

جناب یحییٰ بختیار: اور اس کے باوجود انہوں نے خود پھر ”نبی“ کا لفظ استعمال کیا۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، وہ دوسرے معنوں میں۔

جناب یحییٰ بختیار: دوسرے کیوں؟ سوال ہی زیادہ یہاں معنی کا تھا۔ پہلے بھی تو کسی

اور معنی میں انہوں نے لفظ ”نبی“ کا استعمال نہیں تھا کیا.....

جناب عبدالمنان عمر: انہوں نے نہیں کیا۔

جناب یحییٰ بختیار: انہوں نے تو ہمیشہ ”یہ مجازی تھا، لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ

صاحب آپ چونکہ مجازی.....“

جناب عبدالمنان عمر: آپ لوگوں کو ہوئی۔

جناب یحییٰ بختیار: ”آپ جب مجازی طور پر بھی استعمال.....“

جناب عبدالمنان عمر: آپ لوگوں کو ہوئی ہے جی۔

جناب یحییٰ بختیار: میں بعض لوگوں کا کہہ رہا ہوں جی۔ مجھے ہو گئی ہے۔ آپ کو کب

میں کہہ رہا ہوں؟ آپ تو سمجھتے ہیں کہ شرعی تھے وہ۔ نہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا.....

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، شرعی.....

جناب یحییٰ بختیار: تو پھر غلط فہمی کس بات کی؟ آپ کو بھی ہوئی، مجھے بھی ہوئی۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، سب کو نہیں ہوئی ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ¹⁷⁵⁸ سب کو نہیں جی، جس کو بھی ہوئی.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ مختیار: میں ان کا ذکر کر رہا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ مختیار: انہوں نے ان سے عرض کیا کہ ”مرزا صاحب! یہ آپ لفظ لغوی

معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ مجازی معنوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ مگر لوگوں میں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ بعض لوگوں میں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس کو آپ دور کیجئے۔ تو انہوں نے کہا کہ ”ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ میری سادگی سے ہوئی ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ میں اصلی معنوں میں نبی ہوں۔ اس لئے آئندہ جہاں بھی لفظ ”نبی“ ہو۔ اس کی جگہ آپ ”محدث“ کا لفظ استعمال کریں اور میری کتابوں میں لفظ ”نبی“ کو منسوخ سمجھیں اور اس کی جگہ پر ”محدث“ کا لفظ پڑھا جائے۔“

بالکل ٹھیک بات تھی۔ واضح ہو گئی بات۔ مگر اس کے بعد مرزا صاحب نے پھر ”نبی“ کا لفظ استعمال کرنا شروع کیا۔ لکھنا شروع کیا اور کہتے رہے۔ تو جب لفظی جھگڑا تھا اور لوگوں کو غلط فہمی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے پھر اس کو کہا کہ ”میں یہ لفظ پھر بھی استعمال کروں گا۔“ تو آپ نے کل یہ فرمایا کہ ”ان کے لئے کوئی، کوئی چارہ نہ تھا، اللہ کی طرف سے حکم تھا۔“

جناب عبدالمنان عمر: میں گزارش یہ کرتا ہوں، جی، کہ اس حوالے نے مرزا صاحب کی پوزیشن کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ان کا اعتراض جو میں سمجھا ہوں، وہ یہ ہے کہ جب لفظ نبی سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوتی تھی تو ان کی غلط فہمی کا دور کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے ان کی غلط فہمی دور کر دی۔ اب ایک اور طبقہ مرزا صاحب کا مخاطب ہے۔ اب ایک اور طبقہ ہے جو مرزا صاحب کا مخاطب ہے۔¹⁷⁵⁹ وہ طبقہ وہ ہے جو محض وحی اور محض مکالمہ مخاطبہ الہیہ کو بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وحی نازل ہی نہیں ہو سکتی اور اس قسم کی نبوت کبھی دنیا میں جاری نہیں ہے۔ ان کو مرزا صاحب نے بتایا کہ ”دیکھو! نبوت پیشک بند ہے، ہر قسم کی نبوت بند ہے۔ لیکن مکالمہ، مخاطبہ الہیہ جو ہے، وہ بند نہیں ہوا، وہ جاری ہے اور اس قسم کے الفاظ میرے استعمال کرنے جو ہیں، وہ صرف یہ مضمون بتانے کے لئے ہیں کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔“

میں ان کی بالکل آخری زمانے کی تحریر، جس کے دو دن کے بعد آپ کی وفات ہوئی ہے، وہ پیش کرتا ہوں تاکہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے کہ کسی زمانے میں تو مرزا صاحب یہ باتیں کہتے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے چھوڑ دیا اس کو۔ یہ پوزیشن نہیں ہے۔ ان کی وفات سے دو دن پہلے کی تحریر ہے، جو شائع ہوئی تھی ان کی وفات والے دن، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام میں، اس میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: ”میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعے سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں

اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں.....“ کوئی ترمیم نہیں ہے۔ ”جو شروع سے کہا وہ اب بھی ظاہر کرتا ہوں۔“

”کہ یہ الزام جو میرے ذمے لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کی اتباع اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

یہ وفات والے دن شائع ہوئی.....

1760 جناب یحییٰ بختیار: یہ کتنی صاف بات انہوں نے کہہ دی ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: بلکہ.....

جناب یحییٰ بختیار: کہ ”میں نبی ہوں، مگر اس قسم کا نبی نہیں، کسی اور قسم کا نبی ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، ”قسم“ تو کہیں نہیں فرمایا جی، ”قسم“ کا لفظ ہی

نہیں ہے یہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ کیا ہے پھر؟ کیا کہہ رہے ہیں وہ؟

جناب عبدالمنان عمر: میں نے بتایا دو استعمال ہیں اس کے، اس لفظ کو دو معنوں

میں استعمال کیا ہے۔ آگے سنئے خود واضح کیا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: یعنی میں یہی تو آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ لوگوں نے کہا کہ

غلط فہمی نہ پیدا کیجئے۔ خدا را آپ اس کو ختم کر دیجئے.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، اس طبقے کی غلط فہمی دور کر دی۔ مگر ایک اور طبقہ ہے

اس کو یہ غلط فہمی نہیں ہے۔ جب دونوں استعمال دنیا میں رائج ہیں۔ ایک طبقے میں وہ چیز جی۔ اس کو

کہا ”بھئی ایہ معنی مت سمجھنا میرے قول کے۔“ دوسرے طبقے کو وہ غلط فہمی نہیں ہے۔ اس میں وہ

”نبوت“ کے لفظی معنی.....

Mr. Chairman: That's all. Next question. Next

question. That's all. (جناب چیئر مین: یہ کافی ہے، اگلا سوال کریں)

جناب یحییٰ بختیار: پھر یہ بات تو ظاہر ہوتی ہے کہ جن کو غلط فہمی تھی۔ ان کو یہ انہوں

نے کہہ دیا کہ ”آپ میرے آئندہ کے بیانات نہ پڑھیں، میری تحریریں نہ پڑھیں، میں پھر نبی کا

لفظ استعمال کروں گا؟“

1761 جناب عبدالمنان عمر: انہوں نے تو کہا کہ ”میں اس کو مخفی نہیں رکھ سکتا۔“ وہی کہا، وہیں کہا۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، یہ میں، یعنی ”اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔“
جناب عبدالمنان عمر: ہاں، بالکل کہا کہ ”مخفی نہیں رکھوں گا۔ میں تو استعمال کروں گا۔۔۔۔۔“
جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: ”تم اس کے وہ معنی نہ سمجھ لینا۔۔۔۔۔“
جناب یحییٰ بختیار: ”تم اس کو تو تمیم کرتے رہو۔ تم اس کو۔۔۔۔۔“
جناب عبدالمنان عمر: ”تم اس کو۔۔۔۔۔“

(میں نبی کہوں گا، تم محدث سمجھو)

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، نہیں، ”تم اس کو کتاب سے کاٹ کے محدث لکھتے رہو میں نبی لکھتا رہوں گا۔“ یہ کہا انہوں نے کہ ”جہاں جہاں میری کتابوں میں ہے یہ لفظ، اس کو کاٹ کر، منسوخ کر کے ادھر ”محدث“ لکھیں اور اس کے بعد میں پھر جو ہے نبی لکھتا رہوں گا آپ منسوخ کرتے جائیے۔“

جناب عبدالمنان عمر: میں عرض کروں۔۔۔۔۔

جناب یحییٰ بختیار: ۔۔۔۔۔ مطلب ایسا نکلتا ہے اس سے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض کیا یہ کہ ایک یہ حوالہ میرا سن لیجئے۔ مجھے یہی

دقت محسوس ہوتی ہے اپنے بیان میں کہ بات میری سچ میں ہوتی ہے تو ایک اور Question (سوال) آ جاتا ہے۔ اگر بالترتیب ہو تو کوئی شاید مشکل حل ہو جائے گی ہماری۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

”۔۔۔۔۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں۔۔۔۔۔“

1761 Mr. Abdul Aziz Bhatti: point of order Sir. It's

just waste of time. It's extremely irrelevant, Sir.

(جناب عبدالعزیز بھٹی: یہ محض تضياع اوقات ہے اور وہ (گواہ) بالکل غیر متعلقہ

باتیں کر رہا ہے)

جناب چیئر مین: ہاں، ان.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، انہوں نے کہہ دیا کہ کسی اور طبقے سے وہ کہہ رہے تھے۔
جو پہلا طبقہ تھا۔ ان کو دیاسی Confused (غلط ملط) چھوڑ دیا۔

جناب عبدالمنان عمر: ”..... بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں میں ہمیشہ یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس طرح کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر.....“

جناب یحییٰ بختیار: کس قسم کی نبوت؟ یہی صاحب زادہ صاحب! میں کہہ رہا ہوں کہ کس قسم کی نبوت کا دعویٰ تھا؟

جناب عبدالمنان عمر: مکالمہ، مخاطبہ۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی؟

جناب عبدالمنان عمر: مکالمہ، مخاطبہ۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ”نبوت“ کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: لغوی معنوں میں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، لغوی معنوں میں آپ کو کیا اعتراض ہے جو ان کو نبی کہیں؟ میں یہ پوچھتا ہوں لاہوری پارٹی کو۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، مجھے ختم لر لینے دیجئے بات تو.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں نے ایک سوال پوچھا تھا کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: میری بات ختم ہو جائے تو میں عرض کروں۔¹⁷⁶³

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی۔

جناب عبدالمنان عمر: ”جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں، وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ وہ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غائب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے دور از میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کا اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

یہ ہے جناب امیری گزارش.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں نے یہ عرض.....

جناب عبدالمنان عمر: کہ آپ کا اعتراض یہ تھا.....

Mr. Chairman: That, that's all. That's All. Next question. (جناب چیئرمین: یہ کافی ہے۔ کوئی اور سوال کریں)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, I have got to ask him one more Hawalah (حوالہ). But before that, I want this position to be clarified.

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا! مجھے اس سے ایک اور حوالہ پوچھنا ہے۔ لیکن میں اس پوزیشن کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں)

میں نے صاحبزادہ صاحب! یہ عرض کی کہ مرزا صاحب نے بار بار کہا کہ ”میں نبی ہوں۔“ آپ کہتے ہیں کہ ہر حالت میں ان کا مطلب تھا مجازی، لغوی معنی میں، حقیقی معنوں میں نہیں تھا۔ مگر وہ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ ”میں نبی ہوں، میں رسول ہوں۔“ آپ کہتے ہیں کہ ہر دفعہ وہ یہی کہتے ہیں کہ ”میں لغوی معنوں میں نبی اور رسول ہوں۔“ آپ، لاہوری پارٹی کو کیا اعتراض ہے کہ ان کا یہ لفظ ”نبی“ استعمال نہیں کرتے، جب وہ استعمال اپنے لئے کرتے ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: میں عرض کروں جی؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔¹⁷⁶⁴

جناب عبدالمنان عمر: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت جو ہمارے سامنے طبقہ ہے، ان کے ہاں لفظ ”نبی“ کے بھی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت ہوتا ہے۔ وہ براہ راست ہوتا ہے۔ وہ کسی جھوٹے منسوب کرتا ہے، وغیرہ۔ اس وجہ سے اور یہ چیز ہم خود نہیں کرتے ہیں، یہ ہماری تشریح نہیں ہے۔ یہ ہمارا اپنا خیال نہیں ہے کہ ہم نے سوچا کہ ہم یہ چھوڑ دیں۔ مرزا صاحب نے خود فرمایا کہ ”میں پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کی عام بول چال میں میرے لئے ”نبی“ کا لفظ استعمال لیا جائے۔ کیونکہ اس کے بعض لوگوں کو دھوکہ لگنے کا اندیشہ ہے اور اس کے بد نتائج نکلتے ہیں.....“

جناب یحییٰ بختیار: اور پھر اس کے بعد.....

جناب عبدالمنان عمر: تو یہ مرزا صاحب.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں یہی عرض کرتا ہوں۔ پھر خود استعمال کرنا شروع کر دیا۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے بتایا ناں جی! کہ عام استعمال مت کرو۔ مگر چونکہ لغت میں اور اس امت کی اصطلاحات میں، اس کے لٹریچر میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں

اور مکالمہ مخاطبہ الہیہ، جس پر ان کا سب سے بڑا زور تھا.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے، دیکھئے۔ صاحبزادہ صاحب آپ درست فرما رہے ہیں۔ ان کا آخری خط جو ہے۔ جو آپ نے پڑھ کے سنایا۔ جوان کی وفات کے دن شائع ہوا تھا۔ اس میں بھی وہ نبوت کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنے نبی ہونے کا اور کس قسم کے نبی ہونے کا۔ تو اس کے باوجود..... اس کے بعد تو ان لوگوں کا کوئی اور Statement (بیان) آیا نہیں ریکارڈ پر۔ گویا تحریر آئی نہیں ہے۔ اس میں وہ جب کہتے ہیں کہ ”میں نبی ہوں مگر غیر شرعی۔“ وہ¹⁷⁶⁵ میں نے دعویٰ نہیں کیا کہ میرا اپنا علیحدہ کلمہ ہے، میرا علیحدہ کعبہ ہے، میرا علیحدہ مذہب ہے۔“ اس لغوی معنی میں جب وہ کہتے ہیں کہ ”مجھے نبی کہو“ تو پھر کیوں نہیں کہتے آپ؟

جناب عبدالمنان عمر: ان لغوی معنوں میں ہم نے عرض کیا ہے۔ انہوں نے خود کہا ہے کہ.....

جناب یحییٰ بختیار: اس کے بعد نہیں کہا۔ یہ آخری بات ہے اس کی۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، اسی میں کہا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اس میں یہی کہا ہے کہ ”میں نبی ہوں، اس قسم کا نبی ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: ان معنوں میں۔

جناب یحییٰ بختیار: کوئی حدیث..... محدث کا کوئی ذکر نہیں کیا اس میں۔

جناب عبدالمنان عمر: نہ جی، ہے۔ ”اور یہ مجھے ایک عزت کا خطاب دیا گیا ہے.....“

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو آپ عزت.....

جناب عبدالمنان عمر: ”..... تاکہ ان میں اور مجھ میں فرق ظاہر ہو جائے۔“

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو یہ عزت کیوں نہیں دیتے آپ ان کو؟

جناب عبدالمنان عمر: عزت دیتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ نبی نہیں کہتے۔

جناب عبدالمنان عمر: ہم یہ کہتے ہیں کہ مکالمہ، مخاطبہ الہیہ ان کو حاصل تھا.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر:..... مگر کیونکہ بعض اس لفظ سے چلتے ہیں، گھبراتے ہیں۔

اس کے لغوی استعمال کا ان کو علم نہیں ہے، ان لوگوں.....

جناب یحییٰ بختیار: اچھا! یہ¹⁷⁶⁶

جناب عبدالمنان عمر: کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اس کو استعمال کرتے ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ Expediency ہے! (یعنی بر مصلحت ہے)

جناب عبدالمنان عمر: یہ حقیقتیں دونوں اپنی جگہ قائم ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، دونوں حقیقتیں ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: کہ وہ غیر نبی کے معنوں میں لفظ ”نبی“ محدث کے

معنوں میں، لفظ ”نبی“ مکالمہ مخاطب الہیہ کے معنوں میں، لفظ ”نبی“ استعمال ہو جاتا ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: ظلی، بروزی تو ہیں وہ؟

جناب عبدالمنان عمر: ظلی، بروزی ”نبی“ کی قسم نہیں ہیں، جناب!

جناب یحییٰ مختیار: نہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، یہ عرض کرتا ہوں کہ ظلی اور بروزی کے معنی یہ ہیں کہ غیر نبی۔

جناب یحییٰ مختیار: اچھا، اچھا، یہ آپ مطلب یہ کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: ”ظلی“ کے معنی ہوتے ہیں جناب اسادہ سالفہ ہے

”ظلی“ کے معنی ہوتے ہیں سایہ۔ ایک اصل چیز ہے، ایک اس کا سایہ ہے۔ اس کو ”ظلی“ عربی

میں کہتے ہیں۔

جناب یحییٰ مختیار: نہیں، یہ Clear (واضح) ہو گئی۔

1767 جناب عبدالمنان عمر: ایک نبوت ہے، ایک اس نبوت کا سایہ ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ صاحبزادہ صاحب! Clear (واضح) ہو گئی پوزیشن۔

جناب عبدالمنان عمر: اچھا جی۔

جناب یحییٰ مختیار: کیونکہ یہ انہوں نے صاف کہا کہ ”میں شریعی نہیں ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، ”مستقل“ بھی کہا ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: ”مستقل“ بھی نہیں ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: اور صرف یہ ہے کہ ”میں مکالمہ مخاطب الہیہ کے معنوں میں.....“

جناب یحییٰ مختیار: ہاں، بس یہ۔ اب مجھے یہ فرمائیے، جب یہ کہتے ہیں وہ:

”ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند

امرونی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مرتب کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔“
(اربعین نمبر ۳۷، ۶، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵)

ابھی تو صاحب شریعت بھی ہو گئے۔

جناب عبدالمنان عمر: شاید ایک لفظ کی طرف توجہ نہیں رہی جناب کی: ”صاحب شریعت جدیدہ۔“ جدید شریعت یہ قرآن مجید کی شریعت ہے۔ قرآن مجید ہی کی.....! جناب یحییٰ بختیار: پہلے تو یہ ہم.....

جناب عبدالمنان عمر:..... قرآن مجید کے الفاظ ہیں، قرآن مجید کی آیتیں ہیں۔ جناب یحییٰ بختیار: نہیں، پہلے تو یہ ہم اس نتیجے پر پہلے پہنچ جائیں کہ وہ قدیم شریعت والے تھے۔ تب تو اس کے بعد جدید کا سوال آئے گا۔

جناب عبدالمنان عمر: ¹⁷⁶⁸ نہ جی نہ، وہ کہتے ہیں کہ نبی کون ہوتا ہے؟ جو ایک جدید شریعت لائے۔ یہ ”نبی“ کی تعریف ہم پہلے کر چکے ہیں۔ جناب یحییٰ بختیار: یہاں یہ.....

جناب عبدالمنان عمر:..... یہ جدید شریعت نہیں ہے، بلکہ.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، دیکھئے ناں.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ کیا ہے؟ یہ میں آپ کو عرض کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں یہ پھر آپ کو پڑھ کے سنا دیتا ہوں، شاید میں نہیں سمجھا: ”ما سوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امرونی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا.....“ امت تو بنا چکے تھے۔ بیعت لے کر شروع کر دیا۔ Directions (احکامات) ہو چکی تھیں۔ آپ کی علیحدہ پارٹی ہے:

”..... وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔“

جناب عبدالمنان عمر: میں اگر اپنی طرف سے اس کا کچھ جواب دوں تو شاید سمجھنے میں وقت ہو.....

جناب یحییٰ بختیار: مولانا روم کی طرف سے دے دیجئے آپ!

جناب عبدالمنان عمر: جناب میں مولانا محمد حسین صاحب ٹالوی کی طرف سے دیتا

ہوں جو کہ مرزا صاحب کے شدید ترین مخالف تھے۔ یہ چیز ہے جس کو کہتے ہیں ”جادوہ جو سرچڑھ کے بولتا ہے۔“ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب یہی بات، یہی اعتراض پیش کر کے فرماتے ہیں:

¹⁷⁶⁹ ”مؤلف، ”براہین احمدیہ“ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا مورد نزول و مخاطب میں ہوں۔ اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا دعویٰ سے ان کی مراد، جس کو صریح الفاظ میں وہ خود ظاہر کر چکے ہیں۔ ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے۔ یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید یا پہلی کتابوں میں انبیاء کو مخاطب فرمایا ہے۔ انہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے شرف خطاب بخشا ہے۔ پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں اور وہ معنی قرآن کے معنی کے اسرار اور آثار ہیں۔“

پھر عرض کرتا ہوں.....

Mr. Chairman: Next question.

(جناب چیئر مین: اگلا سوال کریں)

جناب عبدالمنان عمر: حضرت امام جعفر صادق کے متعلق میں.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، بہت ٹائم کم ہے۔ آپ نے تفسیر کر دی۔

Mr. Chairman: That's all. Only the views of the witness and his Jamaat are needed, not what the others have said. The reply should be confined to the views of the Jamaat.

(جناب چیئر مین: یہ کافی ہے۔ صرف گواہ اور اس کی جماعت کے نظریات آنے

چاہئیں نہ کہ دوسرے لوگوں نے کیا کہا۔ جواب کو صرف جماعت کے نظریات تک محدود رکھا جائے)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, I will draw attention of...

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا میں آپ کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں.....)

Mr. Chairman: Yes, Only to Jammat, no other references.....

(جناب چیئر مین: صرف جماعت اور کوئی دوسرے حوالہ جات نہ دیئے جائیں)

Mr. Yahya Bakhtiar: I will draw the attention of the witness.....

(جناب یحییٰ بختیار: میں گواہ کی توجہ اس طرف دلاتا ہوں.....)

Mr. Chairman:not what one honourable member has said and what the other has said. Yes, Mr. Attorney-General.

(جناب چیئر مین: نہ یہ کہ کسی معزز ممبر نے کیا کہا ہے اور دوسرے لوگوں نے کیا کہا ہے۔ جی مسٹر انارنی جنرل صاحب)

جناب یحییٰ بختیار: یہ ایک حوالہ، اس کی طرف سے آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ یہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول فرماتے ہیں کہ:

¹⁷⁷⁰ ”جن لوگوں نے مسیح موعود کو دیکھا ہے اور اس کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ نبی میں ایک خاص کشش ہوتی ہے اور اس وقت کھل کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر صریح حکم نہ آتا.....“

یہ حکیم نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی محفل میں، نبی کی محفل، خاص کشش ہوتی ہے اور مرزا صاحب کی محفل میں جو بیٹھے تھے، کہتے ہیں جی، آدی کھل کے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ مشکل ہوتا تھا۔ تو یہ نبی جو ہے، یہ وہ بروزی یا مجازی Sense (معنی) میں استعمال کر رہے ہیں یہاں؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، محدث کے متوں میں۔
جناب یحییٰ بختیار: ابھی اگر میں کہوں جی کہ ”شیر کے ساتھ جنگل میں آدی بڑا ڈر جاتا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔
جناب یحییٰ بختیار:تو وہ شیر تو اصلی ہوتا ہے، کہ وہ بازاری شیر یا نقلی شیر؟
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، اور اگر وہ کہے کہ ”شیر کے ساتھ میری محفل جوتھی، وہاں بہت سے لوگ تھے۔“ تو وہاں کون سا شیر مراد ہوگا؟

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں ایسے کہہ رہا ہوں۔ دیکھیں، ایک آدی ہوتا ہے۔ سیاست دان ہوتا ہے۔ اس نے خدمت کی ہوتی ہے۔ اس کی خدمت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جی کہ یہ شیر و خنجاں ہے یا شیر سرحد ہے۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہوتا ہے۔ وہ کسی کو کاٹا نہیں، نہ پنچے مارتا ہے۔ تو اس کی محفل میں تو میں نہیں کہوں گا جی کہ جیسے جنگل میں کوئی آدی چلا جائے اور شیر سامنے آجائے تو ڈر جاتا ہے اس سے۔ کہ ڈر لگتا ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، بہادر آدمی تو بعض وقت ڈر جاتا ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: 1771 نہیں، بہادر آدمی سے۔ وہ تو بڑا سوکھا پتلا، قاندا اعظم جو تھا

ان سے کون ڈرتا تھا؟

جناب عبدالمنان عمر: ان کا دماغ جو تھا۔ وہ بڑے بڑے بہادروں سے افضل تھا۔
 جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، شیر نہیں، یہاں جو کہتے ہیں ناں کہ شیر کی محفل سے،
 ”نبی کی محفل سے آدمی جو ہے.....“ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ نبی تھے۔ ”نبی میں خاص کشش ہوتی
 ہے اور اس وقت مکمل کر بیٹھنا بہت مشکل ہوتا ہے۔“ یہ کس مطلب میں انہوں نے استعمال کیا ہے؟
 جناب عبدالمنان عمر: ہاں یہ، یہ سوال بڑا ہی اعلیٰ درجے کا ہے کہ یہ انہوں نے کن معنوں
 میں استعمال کیا ہے؟ اس کے لئے میں بجائے اس کے کہ اپنی طرف سے اس کا جواب دوں.....

جناب یحییٰ بختیار: آپ اپنی طرف سے اس کا جواب دے دیں تو وہ.....
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں، جناب! میں مرزا صاحب..... وہ مولانا نور الدین کی
 طرف سے جواب دوں گا جن کا وہ حوالہ ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، یہی صحیح بات بھی ہے۔ نہیں، جناب! وہ اردو ہی
 ہے، خط ہے، اردو میں ہے، Simple (آسان) سا خط ہے:

”دل چیر کر دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ قسم پر اگر کوئی اعتبار کرے تو واللہ العظیم
 کے برابر کوئی قسم مجھے نظر نہیں آتی۔ نہ آپ میرے ساتھ موت کے بعد ہوں گے اور نہ کوئی اور
 میرے ساتھ سوائے میرے ایمان اور اعمال کے ہوگا۔ پس یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش
 ہونے والا ہے۔“ 1772 واللہ العظیم (عربی)، میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا تعین کرتا ہوں۔
 میں ان کو راست باز مانتا ہوں۔“ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء۔

جناب یحییٰ بختیار: آگے کوئی نبی تو نہیں لکھا ہے اس میں؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں؟

جناب یحییٰ بختیار: آگے کوئی نبی تو.....

مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب صدر صاحب! ایک عرض کروں؟

جناب عبدالمنان عمر: آپ پھر پورا خط اگر پڑھنا چاہیں.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں آپ سے صرف اتنا پوچھ رہا ہوں.....

مولانا غلام غوث ہزاروی: یہ گواہ ”واللہ اعظیم“ کی جگہ ”واللہ اعظیم“ پڑھے تو اچھا ہے۔
(مداخلت)

جناب عبدالمنان عمر: میں لفظ پڑھ لیتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یعنی آگے نبی.....

جناب عبدالمنان عمر: میں نے کہا جی میں عطی پڑھ دیتا ہوں آپ کو.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں آپ سے پوچھ رہا ہوں تاکہ ٹائم Save (محفوظ) ہو۔

جناب عبدالمنان عمر: ٹائم تب ہی Save (محفوظ) ہوگا تاں جی کہ میں شاید کچھ

اور جواب دے دوں اور یہاں کچھ اور ہو۔ اچھا جی: ”میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین

کرتا ہوں۔ میں ان کو راست باز مانتا ہوں۔ نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع

پاکر خبر دینے والا، ہم لوگ یقین کرتے ہیں، نہ شریعت لانے والا۔ مرزا صاحب اور میں خود۔ جو

نفس¹⁷⁷³ ایک نقطہ بھی قرآن کا اور شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کا نہ مانے میں اسے کافر اور لعنتی

اعتقاد کرتا ہوں۔ یہی میرا اعتقاد ہے اور یہی میرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب کا تھا۔ کوئی رد

کرے یا نہ مانے یا منافق کہے تو اس کا معاملہ حوالہ خدا ہے۔“

(قادیانیوں اور لاہوریوں میں کوئی فرق نہیں)

جناب یحییٰ بختیار: تو اب تو بالکل بات صاف ہو گئی۔ صاحبزادہ صاحب! آپ

میں اور ربوہ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ غیر شرعی نبی تھا، شریعت والا نہیں تھا۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب! میں گزارش کرتا ہوں، مجھے علم نہیں کہ انہوں نے

آپ کے سامنے کیا بیان دیا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ کہ غیر شرعی، امتی۔

جناب عبدالمنان عمر: دیکھو جی، میں عرض کرتا ہوں کہ میرے سامنے ان کا پچھلا

پچاس سال کا لٹریچر ہے۔ میں اس کی روشنی میں عرض کرتا ہوں، وہ غیر شرعی نبی بمعنی محدث نہیں

مانتے۔ میں نہیں جانتا یہاں ان کا کیا Stand (موقف) ہے۔ جو ان کا گزشتہ پچاس سال کا

Stand (موقف).....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اس معنی میں جیسے حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا.....

جناب عبدالمنان عمر: مجدد۔

جناب یحییٰ بختیار: ”مجدد“ تو کہا.....

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، مجدد۔

جناب یحییٰ مختیار: ساتھ ہی کہا ”بغیر شریعت کے، بغیر شریعت کے نبی۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، بغیر..... لغت کے لحاظ سے، لغوی معنوں میں۔

پورے لفظ لہجے ناں ان کے۔

1774 جناب یحییٰ مختیار: لغوی معنی، وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی

امت سے تھے۔ ان کے قدموں میں بیٹھے۔“.....

Mr. Chairman: Let us get out of this lughat (We have please, نہیں، نہیں got so many lughats in our library. (Interruption) confine yourself. No further question, no further answers about the lughat or the double meaning or three meanings or four meanings.

(جناب چیئرمین: ہم لغت سے باہر آ جائیں۔ ہماری لائبریری میں کئی ایک لغات

ہیں۔ آپ موضوع کے اندر رہیں لغت کے بارے میں یا الفاظ کے دو معانی، تین معانی یا چار

معانی کے بارے میں کوئی مزید سوال وجواب نہیں ہوگا)

جناب یحییٰ مختیار: اچھا جی، یہ آگے بھرا ایک اور حوالہ ہے کہ:

”مولوی صاحب، حکیم نور الدین صاحب، خلیفہ اول قادیان، فرمایا کرتے تھے کہ یہ تو

صرف نبوت کی بات ہے۔ میرا تو ایمان ہے کہ حضرت مسیح (علام احمد قادیانی صاحب) صاحب

شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو۔ کیونکہ

جب ہم نے ان کو واقعی صادق اور من جانب اللہ پایا ہے۔ تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے، وہی حق

(سیرت الہدی ج ۱ ص ۹۹، روایت نمبر ۱۰۹)

ہوگا۔“

جناب عبدالمنان عمر: یہ کہاں فرمایا جی؟

جناب یحییٰ مختیار: یہ، آپ کو اس کا علم نہیں ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: جناب! میں ان کی گیارہ کتابوں کو جانتا ہوں۔ میرے علم

میں ان کی گیارہ کی گیارہ کتابوں میں سے کسی جگہ یہ لفظ نہیں ہے۔

جناب یحییٰ مختیار: کسی خط میں؟ کتاب نہ سہی کسی اور.....

جناب عبدالمنان عمر: میرے سامنے خط پیش کیا جائے کیونکہ خط ایک پرائیویٹ

جیز ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ خط.....
 جناب یحییٰ بختیار: کسی اور تحریر میں؟ نہیں، نہیں، کسی اور تحریر میں؟ آپ کے علم میں نہیں یہ بات؟

1775 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، بالکل۔ اگر کوئی خط ایسا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، بس ٹھیک ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جب، بالکل۔

جناب یحییٰ بختیار: اب آپ.....

جناب عبدالمنان عمر: *Forged* (جعلی) بھی چیزیں ہوتی ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ٹھیک ہیں ناں، اسی واسطے میں پوچھتا ہوں کہ آپ

اتھارٹی ہیں اس پر، آپ جانتے ہیں۔

اب یہ ایک حوالہ ہے ”الفرقان“ ربوہ سے، کوئی اتھارٹی نہیں ہے۔ مگر انہوں نے *Quote* (پیش) کئے ہیں۔ آپ کے کچھ، جو پارٹی ہے، ان کے خیالات۔ وہ کہتے ہیں کہ:

”ہم ذیل میں فریق لاہور کے اکابر کے وہ حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ سب خلافت ثانیہ سے اپنی علیحدگی یعنی ۱۹۱۴ء تک سیدنا حضرت مسیح موعود کی نبوت پر اسی طرح اعتقاد رکھتے تھے، جس طرح جماعت احمدیہ رکھتی ہے.....“

اور پھر وہ کہتے ہیں کہ ”جناب مولوی مودودی صاحب نے تحریر کیا..... میں *Quote* (پیش) کرتا ہوں:

”ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی، خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا، آ نہیں سکتا کہ اس کو بدوں وساطت آنحضرت ﷺ کے نبوت ملی ہو۔“
 پھر مولوی صاحب آگے بیان کرتے ہیں:

”مخالف کوئی ہی معنی کرے، مگر ہم تو اس پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کرتا ہے۔ صدیق بنا سکتا ہے اور شہداء کو صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہئے مانگنے والا۔“ 1776 ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔“

یہ ہے ۱۹۰۸ء کا ”الحکم“ پہلے ۱۰ مارچ ۱۹۰۶ء کا ”الحکم“۔ پھر ہے ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء کا ”الحکم۔“

پھر آگے مولوی کرم الدین آف بھیس کے مقدمہ میں بطور گواہی مولوی صاحب نے یہ حلفیہ بیان دیا.....

جناب عبدالمنان عمر: (نا قابل سماعت)
 جناب چیئرمین: ابھی، ابھی نہیں، وہ ختم کر لیں۔
 جناب یحییٰ مختیار: مجھے یہ حوالے پڑھنے دیجئے۔ پھر آپ پھر دیکھیں کہ..... انہوں نے اس زمانے کے اخبارات سے دیئے ہوئے ہیں، ”الحکم“ سے:

"There is another view of the matter according to Mohammadan theology. One who beleives a person claiming to be a Prophet is Kazzab. And this has been admitted by prosecution evidence. Now the complainant knew perfectly well that the first accused claimed that position"

First accused was Mirza Sahib there:

".....that positoin and notwithstanding that he believed the accused- notwithstanding that he believed the accused. Consequently, in religions terminology, the complainant was a Kazzab."

ترجمہ: ”اسلامی علم الکلام کے مطابق اس معاملہ کا ایک اور بھی پہلو ہے، اور وہ یہ کہ جو شخص کسی مدعی نبوت و رسالت پر ایمان لاتا ہے، کذاب ہے۔ یہ بات شہادت استغاثہ¹⁷⁷⁷ میں تسلیم کی گئی۔ اب مستفیث مولوی کرم الدین نہایت اچھی طرح جانتا ہے کہ ملزم (یعنی مرزا، حضرت مرزا صاحب) نے اس حیثیت (یعنی نبوت و رسالت) کا دعویٰ کیا ہے۔ بہ ایں ہمہ مستفیث نے اس کی تکذیب کی ہے۔ پس مذہب اسلام کی اصطلاح کی رو سے بھی مستفیث کذاب ہے۔“

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں..... خواہ وہ دعویٰ عدالت میں اس کا جھوٹا ہو..... کہ مرزا صاحب نے..... یہ ابھی کوئی مجازی بات نہیں ہے..... ایسے ہی کہتے ہیں کہ:

”مستغنیث (مولوی کرم الدین) نہایت اچھی طرح جانتا ہے کہ طرم (یعنی مرزا صاحب) نے اس حیثیت (یعنی نبوت و رسالت) کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ اس ہمہ مستغنیث نے اس کی تکذیب کی ہے۔ پس مذہب اسلام کی اصطلاح کی رو سے بھی مستغنیث کذاب ہے۔“

کیونکہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے اور وہ ان کو سچا سمجھتے ہیں تو یہ جو ہے۔

پھر ایک اور حوالہ ہے ”Review of Religions“ ۱۹۰۴ء میں مولانا محمد علی صاحب نے اخبار ”Pioneer“ الہ آباد کے ایڈیٹر کو جواب دیا:

”جس طرح اس نے ہندوستان کے متعلق یہ لکھا کہ ہندوستان کو اس وقت کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی.....“

”Pioneer“ نے یہ لکھا تھا مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق ان کو کہ ”ہندوستان کو کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی۔“ تو اس کے جواب میں کہتے ہیں:

”جس طرح اس نے ہندوستان کے متعلق یہ لکھا کہ ہندوستان کو اس وقت کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح یہ بھی کسی اخبار میں شائع کرے کہ اس سے ¹⁷⁷⁸ ۱۹۰۰ء سال پہلے ملک شام کو کسی اور نبی کی ضرورت نہ تھی۔“ (”Review of Religions“ مارچ ۱۹۰۴ء ص ۳۶)

پھر آگے، مولوی محمد علی صاحب آگے فرماتے ہیں، ہندوؤں کو مخاطب کر کے:

”ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار کے ظہور کے متعلق جو وعدہ انہیں دیا گیا تھا۔ وہ خدا کی طرف سے تھا اور اس کو ہندوستان کے مقدس نبی..... مرزا غلام احمد قادیانی کے وجود میں خدا تعالیٰ نے پورا کر دکھایا ہے۔“

(”Review of Religions“ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۴۱)

پھر آگے لکھا ہے کہ:

”مولوی کرم الدین نے حضرت مسیح موعود اور حکیم فضل الدین صاحب پر مقدمہ ازالہ حیثیت عری کیا تھا۔ کیونکہ حضرت نے اپنی کتاب میں مولوی صاحب.....“ یہ اس کا میں ذکر کر چکا ہوں، جو انہوں نے اس کو کذاب کہا تھا۔ آگے جی میں اور کچھ حوالے چھوڑ دیتا ہوں۔

پھر بعد میں خواجہ کمال الدین صاحب کی اس تقریر کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ جو ایڈیٹر ”الحکم“ کو لکھتے ہیں۔ یہ ہے جی ”الحکم“ ۱۴ مئی ۱۹۱۱ء

”بنالوی نے اپنے روزنامہ ”پیہ اخبار“ والے مضمون میں ذکر کیا تھا کہ خواجہ صاحب نے پھر بریکٹ میں نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود کے نبی یا رسول ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر بنالوی

کے لئے یہ خبر جانفرسا ہوگی کہ ان کے گھر بٹالہ ہی میں خواجہ صاحب نے اپنے لیکچر میں صاف طور پر بیان کیا اور بٹالہ والوں کو خطاب کر کے کہا کہ تمہارے ہمسایہ میں ایک نبی اور رسول آیا ہے، تم خواہ مانو یا نہ مانو۔“

یہ ان کی تقریر کا حوالہ دے رہے ہیں ”الحکم ۱۹۱۱ء میں۔“¹⁷⁷⁹

پھر اسی طرح آپ کے، کئی اور اکابرین کے بار بار یہ حوالے انہوں نے دیئے ہیں۔ جن کو یہاں دے کر میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا کہ وہ مرزا صاحب کو نبی اور رسول سمجھتے تھے.....

Mr. Chairman: What is the question?

(جناب چیئرمین: کیا سوال ہے؟)

جناب یحییٰ بختیار: اب ایک حلفیہ شہادت ہے، اس کی طرف بھی آپ کی توجہ دلاتا ہوں: ”نبوت حضرت مسیح کے متعلق جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ۔ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری لاہوری کی حلفیہ شہادت۔“

ہم ذیل میں خود شیخ عبدالرزاق صاحب کی دستخطی حلفیہ گواہی درج کرتے ہیں جو ۲۴ اگست ۱۹۳۵ء کو شیخ صاحب مذکور نے حضرت ناظر صاحب تالیف و تصنیف کے جواب میں تحریر کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”میں حضرت صاحب (یعنی مسیح موعود علیہ السلام) کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس طرح کا نبی یقین کرتا تھا اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفس نبوت میں، میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا اور نہ اب کرتا ہوں۔ لفظ استعارہ اور مجاز اس وقت میرے کانوں میں کبھی نہیں پڑے تھے۔ بعد میں حضور علیہ السلام کی کتب میں یہ الفاظ جس معنی میں میں نے استعمال ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ وہ میرے عقیدے کے منافی نہیں۔ ان ہی معنوں میں اب بھی حضور علیہ السلام (مرزا) کو..... صحیح مجازی نبی¹⁷⁸⁰ ہوں۔ یعنی شریعت جدید کے بغیر نبی، اور نبی ﷺ کا اتباع کی بدولت، حضور کی اطاعت میں فنا ہو کر، حضور کا کامل بروز ہو کر مقام نبوت کا حاصل کرنے والا نبی ہے۔ میرے اس عقیدے کی بنیاد حضرت مسیح کی تقاریر اور تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ ہے۔“

تو یہ میں عرض کر رہا تھا کہ آپ کا اور ربوہ کا بالکل ایک ہی عقیدہ ہے۔

Mr. Chairman: What is the question? These are

the references and on these references, what question Mr. Attorney-General bares

(جناب چیئر مین: سوال کیا ہے؟ یہ حوالہ جات ہیں اور اثباتی جنرل صاحب! ان حوالہ جات پر کیا سوال پوچھنا چاہتے ہیں؟)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir?

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا؟)

Mr. Chairman: These are the references, What is the definite question out of these?

Mr. Yahya Bakhtiar: I say, does he deny these allegations, these statements?

(جناب یحییٰ بختیار: میں کہتا ہوں کہ کیا گواہ ان الزامات سے انکاری ہے۔ ان بیانات سے انکاری ہے)

Mr. Chairman: Yes, the first question.

(جناب چیئر مین: جی ہاں، پہلا سوال تو یہ ہے)

Mr. Yahya Bakhtiar: I will give these copies to them. They will verify and, after the break, they can.....

(جناب یحییٰ بختیار: میں ان کی نقول انہیں دے دوں گا۔ وہ ان کی تصدیق کر لیں اور چائے کے وقفے کے بعد.....)

Mr. Chairman: Yes, No. (1) I will ask the witness, whether these are admitted? If they are admitted.....

(جناب چیئر مین: جی ہاں، پہلی بات تو یہ ہے کہ گواہ اسے تسلیم کرتے ہیں؟ اگر تسلیم کرتے ہیں.....)

Mr. Yahya Bakhtiar: They have their "Review of religions."

(جناب یحییٰ بختیار: وہ یہاں ریویو آف ریلیجیون رکھتے ہیں)

Mr. Chairman:Then the explanation, And if

they are not admitted, that's all right, We will be going for a.....

(جناب چیئرمین: تو پھر وضاحت کریں اور اگر تسلیم نہیں کرتے تو پھر ٹھیک ہے.....)
 جناب یحییٰ مختیار: (گواہ سے) آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف مجازی Sense (معنوں) میں انہوں نے کہا ہے؟

¹⁷⁸¹ Mr. Chairman: The Delegation.....just minute, just a minute.....

(جناب چیئرمین: وہ صرف ایک منٹ، صرف ایک منٹ.....)
 جناب یحییٰ مختیار: یہ دیکھئے ناں.....

Mr. Chairman: The Delegation can look into all these references, We will break for fifteen minutes, Then they will reply about it, Yes.

(جناب چیئرمین: وفد ان تمام حوالہ جات کو ملاحظہ کر سکتا ہے۔ ہم اجلاس پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کریں گے اور اس کے بعد وہ ان کا جواب دیں گے)
 جناب یحییٰ مختیار: آپ ان کو دیکھ لیجئے! پندرہ منٹ کے بعد.....

جناب چیئرمین: آپ ان کو دیکھ لیجئے! اس پندرہ حوالہ جات ہیں۔ You can look into them.... (آپ ان کو دیکھ لیجئے.....)

جناب یحییٰ مختیار: یہ کس Sense (معنوں) میں انہوں نے کہا ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟

Mr. Chairman:then you can explain, the Delegation can explain.

(جناب چیئرمین:جب آپ وضاحت کر سکتے ہیں وفد وضاحت کر سکتا ہے)
 جناب عبدالمنان عمر: (ناقابل سماعت)
 جناب چیئرمین: ہاں، آپ دیکھ لیجئے اسے۔

Mr. Chairman: The Delegation will keep sitting while the House is adjourned.

(جناب چیئر مین: وفد تشریف رکھے، اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے)

Mr. Yahya Bakhtiar: Let them have a cup of tea also, They can discuss it there.

(جناب یحییٰ بختیار: وہ (وفد) چائے نوش کریں اور وہیں پر مشورہ بھی کر لیں)

Mr. Chairman: They can discuss, yes, they can discuss in the room.

(جناب چیئر مین: ٹھیک ہے۔ وہ کمرے میں مشورہ کر سکتے ہیں)
 جناب یحییٰ بختیار: ہاں، آپ بھی چائے پی لیجئے۔ وہاں ڈسکس کر لیجئے۔ اس پر غور کیجئے۔

Mr. Chairman: Yes. At 12:15.

(جناب چیئر مین: ہاں جی، 12:15 پر)

¹⁷⁸² (The Delegation left the Chamber)

(وفد ہال سے چلا گیا)

Mr. Chairman: The House is also adjourned to meet again at 12:15.

(جناب چیئر مین: ایوان کا اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔ دوبارہ 12:15 بجے ہوگا)

[The special Committee adjourned for tea break re-assemble at 12:15 p.m.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفہ کرنے کے لئے ملتوی ہوا پھر 12:15 پر شروع ہوگا)

[The special Committee re-assembled after tea break, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفہ کے بعد مسٹر چیئر مین (صاحبزادہ فاروق علی)

کی صدارت میں ہوا)

جناب چیئرمین: بلائیں ان کو۔ (Pause)
میرا خیال ہے کہ ایک گھنٹے میں ختم ہو جائے گا۔
جناب یحییٰ بختیار: پونے دو تک.....

Mr. Chairman: *We should try to.*

(جناب چیئرمین: ہمیں کوشش کرنی چاہئے)
جناب یحییٰ بختیار: یا شاید دو بجے، زیادہ سے زیادہ۔
جناب چیئرمین: وہ لفت..... ایک منٹ، ابھی نہ بلائیں..... وہ لفت سے باہر تو نکلے نہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، نہیں، میں ابھی ان کو چھوڑ رہا ہوں۔

Mr. Chairman: *And he has clearly said "two meanings".*

SUBMISSION OF WRITTEN REPLIES TO QUESTIONS

Mr. Yahya Bakhtiar: *I will tell them whatever reply they have got to give.....*

¹⁷⁸³ **Mr. Chairman:** *Yes.* (جناب چیئرمین: جی ہاں)

Mr. Yahya Bakhtiar: *.....they may send it to you in writing. To some of these question, they want time.*

(جناب یحییٰ بختیار: وہ اسے تحریری طور پر بھجوا سکتے ہیں۔ وہ وقت چاہتے ہیں)

Mr. Chairman: *Yes.* (جناب چیئرمین: جی ہاں)

NODDING BY THE WITNESS IN REPLY TO QUESTION

(زبان ہلائیں، سر نہ ہلائیں)

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب والا ایک بات میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گواہ جو

ہیں۔ یعنی اتارنی جزل صاحب جب سوال پوچھتا ہے تو اثبات کی صورت میں سر ہلاتے ہیں۔ تو سر ہلانا تو ریکارڈ پر بھی نہیں آتا۔ لی وی کیمرہ بھی ہمارے ساتھ نہیں ہے۔

(نوے سال کسی کی نہیں مانی)

جناب چیئر مین: اگر وہ کسی کی بات مانتے تو نوے سال میں نہیں مان گئے ہوتے؟
صاحبزادہ مفتی اللہ: نہیں، ہمیشہ وہ سر ہلاتا ہے۔

جناب چیئر مین: وہ نوے سال وہ انہوں نے کسی کی بات نہیں مانی۔ آپ کا خیال ہے کہ آپ دو منٹ میں منوالیں گے؟

(اپنے نمی کی بات نہیں مانی)

ایک رکن: نمی کو نہیں مانا تو پھر کس کی بات مانیں گے؟
جناب چیئر مین: آپ تیار ہیں اس کے لئے بھی؟ (تہقیق)
جناب چیئر مین: ان کی ہاری بھی آئے گی۔

(قرآن وحدیث کو نہیں مانا)

جناب صاحبزادہ مفتی اللہ: اس نے تو قرآن اور حدیث کے ساتھ ہی کیا، تو مولانا کے لٹریچر کا کیا؟

(چڑیا گھر؟)

جناب چیئر مین: نہیں، جو جس میں آپ نے ”چڑیا گھر“ جو لکھا ہوا ہے۔

GENERAL DEBATE AFTER THE CROSS- EXAMINATION

(جرح کے بعد عمومی بحث)

چوہدری جہانگیر علی: مسٹر چیئر مین ایہ لاہوری جماعت کو Examine کرنے

کے بعد کیا.....

1764 جناب چیئر مین: ہاں، اس کے بعد we will open the debate in

the closed session of the House Committee, Maulana Mufti

Mahmood will start. (ہاں اس کے بعد ایوان کی کمیٹی میں بحث شروع کریں گے۔
مفتی محمود آغاز کریں گے)

چوہدری جہانگیر علی: میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا۔

Mr. Chairman: Next session, it may be tomorrow.

(جناب چیئر مین: اگلے اجلاس میں، وہ کل ہو سکتا ہے)

SAMADANI TRIBUNAL'S REPORT

چوہدری جہانگیر علی: اخبارات میں یہ آیا تھا کہ صمدانی ٹریبونل کی رپورٹ ممبرز کو دی جائے گی۔

جناب چیئر مین: جی۔

چوہدری جہانگیر علی: یہ اخبارات میں آیا تھا کہ صمدانی ٹریبونل کی رپورٹ ممبرز میں سرکولٹ کی جائے گی۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا،
Before this question is debated in the special committee,
جائیں۔ we could prepare our case better, Sir۔

(چوہدری جہانگیر علی: جناب والا! اس مسئلہ پر بحث سے قبل..... تو ہم بہتر طور پر تیاری کر سکتے ہیں)

جناب چیئر مین: اخبارات میں جو آیا ہے اس کی تو میں گارنٹی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ.....

چوہدری جہانگیر علی: وہ بھی گورنمنٹ Sources سے آئی ہوگی اخبارات میں۔

جناب چیئر مین: اس میں یہ ہے کہ صمدانی رپورٹ جو ہے وہ Law Minister

Because of death will be coming of his father's fall کر گئی

(جناب چیئر مین: وزیر قانون تشریف لانے والے ہیں۔ کیونکہ ان کے والد کی ذمہ داری تھی)

چوہدری جہانگیر علی: جی، ہاں جی۔

Mr. Chairman: He was in a better position to tell the House. He will be coming day after tomorrow morning.

(جناب چیئرمین: وہ پرسوں تشریف لائیں گے اور ایوان کو اس بارے میں کچھ بتائیں گے)
 چوہدری جہانگیر علی: ٹھیک ہے جی۔¹⁷⁸⁵

Mr. Chairman: And, from tomorrow, we will be going to open this general debate and Maulana Mufti Mahmood will start with all the books and pamphlets on behalf of, I would not say, Opposition and the Government because all are the same in this House.

(مفتی صاحب کی بحث، حکومت و حزب اختلاف دونوں کی جانب سے)
 (جناب چیئرمین: اور کل سے ہم ایک عام بحث شروع کریں گے۔ مولانا مفتی محمود صاحب حکومت اور حزب اختلاف کی جانب سے جملہ کتب/رسالہ جات کے ساتھ ایوان کے اندر بحث کا آغاز کریں گے)

One Member: It will be closed door?

Mr. Chairman: Yes, closed door. And then any honourable member can participate. But we will regulate.

Anything else the honourable members want to say?
 (جناب چیئرمین: جی ہاں بند کرے میں اور پھر ہر معزز رکن اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ لیکن ہم کنٹرول کریں گے۔ کسی چیز کے بارے میں معزز ممبران کچھ کہنا چاہتے ہیں؟)
 جناب نیکی بختیار: سرادیر ہوگئی ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں جی، بلا لیں جی۔ One hour, Sir then you know we have to (ایک گھنٹہ، جناب اور پھر آپ کو پتہ ہے کہ ہمیں.....)

WRITTEN STATEMENTS BY THE MEMBERS

(اراکین کے تحریری بیانات)

مولانا عبدالحق: وہ جو بیان، بیان جو دیا گیا ہے۔ ہمارا موقف، اس کو تو حضرت مفتی

صاحب سائیں گے؟

جناب چیئرمین: جی.....

مولانا عبدالحق: یہ جو.....

جناب چیئرمین: یہ آپ کے اپنے مشورے کی بات ہے۔

مولانا عبدالحق: سنا تو چاہئے جی، ریکارڈ پر آ جائے گا۔

جناب چیئرمین: جو آپ، جیسے مناسب سمجھیں۔ میں نے ویسے پڑھ لیا ہے سارا۔

مولانا عبدالحق: نہیں، خیر.....

جناب چیئرمین: فیصلے بھی پڑھ لئے ہیں سارے۔

¹⁷⁸⁶ مولانا عبدالحق: اجماعی۔

CONDOLENCE ON MURDER OF AMIR MUHAMMAD KHAN

(امیر محمد خان کے قتل پر تعزیت)

چوہدری ظہور الہی: جناب سپیکر ایشتر اس کے کہ یہ کارروائی شروع کریں، میں..... آپ کو اطلاع تو مل چکی ہوگی امیر محمد خان والے معاملے کی۔ میں چاہتا تھا کہ اس پر اظہار افسوس ہو جاتا۔

جناب چیئرمین: ذرا ٹھہر جائیں۔ وہ ابھی سب بات ہوئی ہے۔ آپ نہیں تھے..... Just wait for۔ چوہدری صاحب ذرا انتظار کریں۔ ابھی ذرا انتظار کریں۔ چوہدری ظہور الہی: ٹھیک ہے جی۔

Mr. Chairman: We all were to together when we have decided that after an hour. because I am also getting some information. I will pass on the infromation, entire, everything.

(جناب چیئرمین: ہم سب اکٹھے تھے جب ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک گھنٹے بعد..... میں بھی معلومات حاصل کر رہا ہوں جو کہ میں آپ تک پہنچا دوں گا)

(The Delegation entered the Chamber)

(دُندہال میں داخل ہوا)

CROSS EXAMINATION OF THE LAHORI GROUP DELEGATION

(لاہوری گروہ پر جرح)

Mr. Chairman: Yes, the Attorney-General:

before Mr. Attorney-General puts his question.

جناب چیئر مین: جی ہاں، اٹارنی جنرل صاحب، خوشتر اس کے کہ اٹارنی جنرل صاحب اپنا سوال کریں.....) کل ایک آیت مولانا عبدالحق صاحب نے پڑھی تھی، ”مرتد“ کے متعلق، جہاں تک مجھے یاد ہے.....

جناب یحییٰ مختیار: وہ حدیث، حدیث پڑھی تھی انہوں نے۔
جناب چیئر مین: حدیث مولانا مفتی محمود صاحب نے پڑھی تھی۔ قرآن مجید کی آیت مولانا عبدالحق نے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ”مرتد“ کا لفظ نہیں استعمال ہوا قرآن پاک میں، جس پر وہ دو حدیثیں بھی اور آیت بھی پڑھی تھی۔ اس کا جواب انہوں نے دینا ہے۔

If they like.

جناب یحییٰ مختیار: وہ مرتد کے بارے میں وہ کہتے ہیں.....

¹⁷⁸⁷ **Mr. Chairman:** It can be repeated.

جناب یحییٰ مختیار: (گواہ سے) وہ حدیث اور آیات، وہ کل سنا تھا آپ نے، آپ نے کہا ہے کہ مرتد کی کوئی سزا نہیں ہے؟
جناب چیئر مین: نہیں، انہوں نے یہ کہا تھا کہ مرتد کا نام ہی نہیں آیا کلام پاک میں، انہوں نے یہ جواب دیا۔

جناب یحییٰ مختیار: ہاں، اس کا وہ جواب پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ایک آیت پڑھ کے سنائی آپ کو، اور حدیث سنائی۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب ا پہلے وہ آپ کے پہلے سوال آپ کو لینا ہیں یا.....؟

جناب چیئر مین: چلو، پہلے وہ، پہلے.....

جناب یحییٰ مختیار: (نا قابل فہم)..... یہ آپ پہلے لے لیں۔

جناب چیئر مین: انارنی جزل صاحب کے سوال کا جواب دے دیں گی۔
 جناب عبدالمنان عمر: پہلے آپ کے سوال کا جواب؟
 جناب چیئر مین: پہلے آپ کے سوال کا جواب۔ لیکن اس کے بعد یہ پھر ان کا،
 مولانا عبدالحق کا۔

(قادیانی رسالہ فرقان غیر ذمہ دار ہے)

جناب عبدالمنان عمر: یہ ہمیں کچھ فوٹو سنٹ دیئے گئے تھے کہ اس بارے میں ہم اپنے خیال کا اظہار کریں۔ آپ معزز ممبران بڑے اہم مسئلے کے فیصلے کے لئے یہاں جمع ہیں۔ میں بڑے افسوس سے اس کا اظہار کروں گا۔ میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی کہ ”فرقان“ ایک غیر ذمہ دار پرچہ ہے۔ اس کی تحریرات کو اچھے اہم مسئلے کے فیصلے کے لئے پیش نہیں کرنا چاہئے۔ یہاں میرے ہاتھ میں.....

Mr. Chairman: I must say the witness cannot guide the procedure of this committee. The witness can say.....

(جناب چیئر مین: مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ گواہ ضابطہ کے بارے میں کمیٹی کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔ گواہ کہہ سکتا ہے کہ.....)
 جناب یحییٰ بختیار: آپ کو میں نے اتنی Request کی کہ دیکھیں۔¹⁷⁸⁸

جناب چیئر مین: ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”فرقان“ کو بھول جائیے.....

جناب چیئر مین: ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اس میں جس ”Review“ کے جو حوالے دئے ہیں۔ ۶ جولائی ۱۹۰۳ء کے، وہ آپ دیکھ لیجئے۔ اگر آپ ابھی Verify (تصدیق) نہیں کر سکتے۔ تو آپ ان کو Verify (تصدیق) کر کے بعد میں لکھ کے بھیج دیجئے۔ یہ کوئی جلدی کی بات نہیں ہے بڑا اہم مسئلہ ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، جناب! مجھے یہ فوٹو سنٹ دیا گیا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ بھی آپ دیکھ لیجئے کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، میں نے دیکھ لیا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اگر آپ کہتے ہیں، یہ ٹھیک ہے، غلط.....؟

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، اس کو میں.....

جناب یحییٰ بختیار: اگر آپ کہتے ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: میری گزارش یہ ہے کہ یہ طفلی بیان ایک جعلی چیز پیش کی گئی ہے۔

Mr. Chairman: That's all. That's all.

(جناب چیئرمین: کافی ہے، کافی ہے۔)

جناب یحییٰ بختیار: بس ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: That's all. Finish it.

(جناب چیئرمین: کافی ہے، اب ختم)

آپ، جو حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ آپ کہیں صحیح ہیں یا درست ہیں؟

جناب یحییٰ بختیار: باقی جو حوالہ جات ہیں، مولوی محمد علی صاحب کے.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ تو Compare کر کے تقابلی عرض.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو اس واسطے آپ اگر سمجھتے ہیں کہ اس وقت جواب نہیں

دے سکتے تو آپ Compare کر کے دو چار دن کے بعد یہاں بھیج دیجئے سیکرٹری اسبلی

صاحب کے، سیکرٹری صاحب کے پاس اور پھر وہ ممبران.....

جناب چیئرمین: (ڈپٹی سیکرٹری سے) جاویدا یہ نوٹ کر لیں۔ جو جو چیز ہے ناں،

جوان کے.....

جناب یحییٰ بختیار:..... ممبران میں سرکولٹ کر دیں گے آپ کا جواب۔

جناب عبدالمنان عمر: میں اس کے متعلق ایک اصولی جواب آپ کو عرض کر دیتا

ہوں، اگر اس سے بات طے ہو جائے.....

جناب چیئرمین: نہ، نہ.....

جناب عبدالمنان عمر:..... تو مولانا محمد علی صاحب نے اس کا جواب دیا ہے۔

Mr. Chairman: No, no, just a minute. The

Hawalajat (حوالہ جات) Which have been put to the Delegation should be either accepted or rejected.

(جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، صرف ایک منٹ۔ جو حوالہ جات پیش کئے گئے

ہیں۔ وفد یا تو انہیں تسلیم کرے یا ان کی تردید کرے)

جناب یحییٰ بختیار: پہلا سوال یہ تھا کہ یہ غلط ہیں یا صحیح؟ اگر حوالہ جات غلط ہیں تو پھر.....

جناب چیئر مین: غلط ہیں یا صحیح؟ اگر صحیح ہیں تو پھر آپ

(وضاحت) دے سکتے ہیں۔ Otherwise not.

جناب یحییٰ بختیار: اور اگر آپ کہتے ہیں کہ درست ہیں وہ تو پھر اس کے بعد آپ

کہیں گے کہ کیا ان کا مطلب تھا۔

1790

Mr. Chairman: And the Delegation can send written reply after getting it verified and with any explanation, if they like.

(جناب چیئر مین: تصدیق کرنے کے بعد وفد تحریری جواب اور وضاحت بھیج سکتا ہے)

Mr. Yahya Bakhtiar: And explanation.

(جناب یحییٰ بختیار: اور وضاحت)

Mr. Chairman: And whatever they like, they can write it. Next question.

(جناب چیئر مین: اور اگر وہ ایسا کرنا چاہیں تو ٹھیک ہے۔ اگلا سوال کریں)

وہ مولانا عبدالحق صاحب نے جو آیت کلام پاک پڑھی تھی اور مولانا مفتی محمود صاحب

نے جو حدیث شریف کا حوالہ دیا تھا۔

(قتل مرتد کا مسئلہ؟)

جناب یحییٰ بختیار: وہ ”مرتد“ کے بارے میں کچھ آپ کہیں گے یا بعد میں کہیں گے؟

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی! میں ابھی عرض کرتا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں اٹھیک ہے۔

جناب عبدالمنان: قتل مرتد کے بارے میں میری گزارش یہ ہے کہ ہماری اردو

زبان میں اس بارے میں جو سب سے اہم لٹریچر شائع ہوا وہ ۱۹۲۵ء میں اخبار ”زمیندار“ میں ایک

سلسلہ مضمون تھا۔ جتنے حوالے پیش ہو رہے ہیں یا یہ جو بحث ہو رہی ہے، یہ سب اس کے بارے

میں ہے۔ اس کے متعلق میں اتنی سی عرض کروں گا کہ اس وقت مولانا محمد علی جوہر نے ایک سلسلہ

مضامین اپنے اخبار ”ہمدرد“ دہلی میں اس کے جواب میں شائع کیا اور انہوں نے یہ ثابت کیا کہ

مرتد کے قتل کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت نہیں ہے۔ چنانچہ خود ”زمیندار“ کے مضمون نے یہ تسلیم کیا۔ ”بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ.....“

Mr. Chairman: I, I had already said that the witness should give his own view-point, his Jamaat's view-point, not what "Zamindar" had written. We are least concerned with what "Zamindar" had written in 1925.

(جناب چیئرمین: میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ گواہ اپنا اور اپنی جماعت کا نقطہ نظر بیان کرے، نہ کہ زمیندار نے کیا لکھا۔ ہمیں اس سے قطعاً سروکار نہیں کہ ۱۹۲۵ء میں زمیندار نے کیا لکھا تھا)

Mr. Yahya Bakhtiar: No, Sir, he says that "Zamindar" is confirming his view.

(جناب یحییٰ بختیار: وہ (گواہ) کہہ رہا ہے کہ زمیندار نے اس کے نقطہ نظر کی تائید کی ہے)
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

Mr. Chairman: No, no, his own view should come. (جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ اس کے اپنے نظریات آنے چاہئیں)

Mr. Yahya Bakhtiar: ہاں. He said that.....

Mr. Chairman: His views are more important. We are here to get his views.

(جناب چیئرمین: اس کے نظریات زیادہ اہم ہیں۔ ہم یہاں پر گواہ کے نظریات معلوم کرنے کے لئے بیٹھے ہیں)

Mr. Yahya Bakhtiar: Sir, he has recorded his views that there is no punishment for Murtad (مرتد) in Quran. (جناب یحییٰ بختیار: اس نے اپنے نظریات ریکارڈ کر دئے ہیں کہ قرآن میں مرتد کی سزا نہیں ہے)

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

Mr. Yahya Bakhtiar: Now he is confirming that.

(جناب یحییٰ بختیار: وہ اب اس کی تائید کر رہے ہیں)

Mr. Chairman: No, we need no confirmation. We will believe whatever the witness says, we will believe his views. We don't need any support.

(جناب چیئرمین: ہمیں تائید کی ضرورت نہیں۔ جو گواہ نے کہا ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ ہم اس کے نظریات بھی مانتے ہیں۔ ہمیں کسی تائید کی ضرورت نہیں)
 جناب یحییٰ بختیار: وہ کہتے ہیں کہ آپ کے Views (نظریات) ریکارڈ ہو چکے ہیں کہ نہیں۔ وہ تو ریکارڈ کرا چکے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔ نہیں، ہمارا نقطہ نگاہ یہ نہیں ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: بس ٹھیک ہے۔
 جناب چیئرمین: آیت کے متعلق انہوں نے جواب نہیں دیا۔
 جناب مفتی محمود: آیت.....

جناب چیئرمین: اور حدیث کے متعلق۔
 جناب عبدالمنان عمر: ہاں، حدیث کا عرض کرتا ہوں۔
 جناب مفتی محمود: ¹⁷⁹² آیت میں، ایک سوال یہ تھا اس وقت.....
 جناب چیئرمین: جی۔

جناب مفتی محمود: کہ آیت جو ہے:

”ومن یرتد منکم عن دینہ فیمت وهو کافر فاولک حبطت اعمالہم فی الدنیا والآخرة واولک اصحاب النار ہم فیہا خالدون“

اس آیت کو امام بخاری نے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۲) پر باب ”حکم المرتد والمرتدہ“ میں مرتد کے قتل کے سلسلے میں اس کو پیش کیا۔ اس پر ہمارا اعتراض یہ ہے کہ امام بخاری اس آیت کو مرتد کے بارے میں سمجھتے ہیں کہ یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا جواب اگر عنایت فرمادیں۔

جناب چیئرمین: اس میں کیا Views (نظریات) ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: بخاری میں، اگر وہ پوری حدیث پڑھ دی جاتی، تو یہ مسئلہ اتنا

صاف ہو جاتا کہ شاید اس میں بحث کی ضرورت نہ ہوتی۔ بخاری میں یہ مضمون موجود ہے کہ وہاں حربی کافر یا حربی مرتد کا ذکر، یعنی ایسا شخص جو حکومت وقت کا باغی ہو کر دوسروں سے جاملتا ہے، اور اس کی سزا یقیناً یہی ہے۔ مگر وہ سزا بغاوت کے ساتھ شامل ہے۔ اگر ایک شخص بغاوت نہیں کرتا۔ محض اپنا دین بدلتا ہے۔ اس کے لئے قرآن مجید میں کوئی سزا نہیں۔ اس کے لئے حضرت امام بخاری نے کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی ہے۔ وہ حربی کافر کے علاوہ کی کوئی حدیث اگر مجھے دکھائیں تو میں کچھ عرض کر سکتا ہوں۔

Mr. Chairman: Next question.

(جناب چیئرمین: اگلا سوال کریں)

مولانا مفتی محمود: وہ بھی صحیح بخاری کی روایت ہے:

”مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ“ ﴿جواب دین کو بدل دے، اس کو قتل کر دو﴾

(یہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳، باب حکم المرتد والمرتدہ) کی روایت ہے۔

¹⁷⁹³ جناب عبدالمنان عمر: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (عربی)

سورة النساء کی آیت (۱۳۷) ہے کہ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں۔ ”تم کفر“ پھر وہ

کافر ہو جاتے ہیں۔ وہ اس ایمان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمان کا مذہب چھوڑ دیتے ہیں۔ ”تم امنوا“ پھر ایمان لے آتے ہیں۔ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ ”تم کفر“ پھر کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ”تم.....“ (عربی) پھر وہ اس کفر میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اب اگر مرتد ہونے کی سزا قتل ہے تو یہ سارا process تو ہو نہیں سکتا کہ پہلے مسلمان ہوئے، پھر کافر ہو گئے، پھر مسلمان ہوئے، پھر کافر ہو گئے۔ پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے اگر ارتداد کی سزا محض ارتداد کے نتیجے میں اس کو مار ڈالنا ہے تو وہ تو پہلے ارتداد کے بعد مر جائے گا۔ قتل ہو جائے گا۔ تو یہ کہنا کہ ارتداد کی سزا قرآن نے قتل قرار دی ہے۔ یہ تو خود قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔

جناب چیئرمین: یہ تو مناظرے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ چھوڑیں اسے۔ It's

(یہ تو تعبیر کا سوال ہے) a question of interpretation

جناب یحییٰ مختیار: ہم اپنی بحث میں کر سکتے ہیں۔

Mr. Chairman: It's a question of interpretation.

ہاں Yes. Attorney-General, next question.

(جناب چیئر مین: یہ تو تعبیر کا سوال ہے جی۔ انار جی جنرل صاحب! اگلا سوال کریں)

Sardar Maula Bakhsh Soomro: (In audible)

جناب بیگم! مختیار: وہ حدیث کا جواب فرمائیں۔

جناب چیئر مین: دوسری حدیث جو مولانا مفتی محمود.....

Sardar Maula Bakhsh Soomro: (In-audible)

Sir, Because.....some reply should come from there that you

1794

can.....some reply should come from there.....

(سردار مولانا بخش سومرو: اس طرف سے کوئی جواب آنا چاہئے.....)

جناب چیئر مین: نہیں، یہ سوال جو ہے (مداخلت) دوسری حدیث کے بارے میں.....

جناب عبدالمنان عمر: جناب والا! جناب والا! میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اگر یہ حدیث انہی لفظوں میں ہے کہ ”جس شخص نے اپنا دین بدل دیا اس کو قتل کر دو۔“ تو میرا سوال یہ ہے کہ جو شخص عیسائیت سے اپنا دین بدل کر مسلمان ہو جاتا ہے، ”من بدل دینہ“ اپنے دین کو بدل دیتا ہے۔ اس کا دین عیسویت ہے۔ وہ اپنے دین کو بدل کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا؟ یہ بات ہی غلط ہے۔

مولانا مفتی محمود: ”من“ سے مراد مسلمان۔

جناب عبدالمنان عمر: یہ ”من“ کے معنی مسلمان تو کسی جگہ نہیں ہیں۔ ”من“ کے

ساری عربی زبان میں کہیں یہ معنی نہیں کہ..... ”من“ معنی، ”من“ کے ”معنی کون۔“

Mr. Chairman: Next question by Attorney-

General. That's all.

(جناب چیئر مین: انار جی جنرل صاحب! اگلا سوال کریں۔ یہ کافی ہے)

جناب بیگم! مختیار: مولانا کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئر مین: نہیں، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی ضرورت نہیں۔

۱۔ یہاں پر مولانا مفتی محمود صاحب کا موقف تھا کہ قرآن مجید میں ”دین“ سے مراد

اسلام ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اس آیت کی رو سے حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ”من بدل دینہ“ جو شخص اپنے دین یعنی اسلام کو چھوڑ دے۔

(انبیاء کی توہین)

جناب یحییٰ بختیار: اب آپ صاحبزادہ صاحب! کچھ اور سوال..... میں کسی اور طرف آرہا ہوں۔ آپ فرماتے رہے ہیں کہ مرزا صاحب صرف محدث تھے اور وہ صادق تھے اور وہ امتی تھے محمد ﷺ کے اور ان پر سب کچھ پابندی تھی قرآن کی، شرع کی۔ تو کیا یہ قرآن اور شرع اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم انبیاء کی توہین کریں۔ جو پہلے گزر چکے ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر:¹⁷⁹⁵ نہ قرآن مجید اجازت دیتا ہے، نہ حدیث اجازت دیتی ہے۔ نہ انسان کا اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے کہ توہین کریں۔

جناب یحییٰ بختیار: میں ابھی آپ سے یہ پوچھوں گا اور آپ کو علم بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انہوں نے بعض ایسی باتیں کہی ہیں جو کہ توہین آمیز خیال کی جائیں گی۔ یہ ”دادیاں اور نانیاں زنا کار تھیں، کبھی تھیں، یہ وہ شرابی، کباہی تھا، یا وہ موٹے دماغ کا تھا۔“ آپ کے علم میں یہ ہے؟ یہ چیزیں کئی جگہ پڑھی جاتی ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں سنا دیتا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میرے علم میں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کے علم میں ہے تو اس کا آپ کیا مطلب لیں گے؟

جناب عبدالمنان عمر: میری گزارش یہ ہے کہ جب مناظرہ ہوتا ہے تو اس کو اصطلاح میں کہتے ہیں ”الزام محکم“، یعنی مقابل کا فریق جو ہے۔ اس کے کچھ معتقدات ہیں، وہ کچھ چیزیں مانتا ہے۔ جس طرح آپ ہم پر کوئی سوال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا یہ عقیدہ ہے اور آپ مرزا صاحب کو کیونکہ مانتے ہیں۔ آپ کے یہی عقائد ہیں اور یہ بالکل صحیح بات ہوتی ہے۔ ہم اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ عیسائیوں سے مرزا صاحب کے، آپ کو پتہ ہے، مناظرے ہوئے۔

انہوں نے عیسائیت کا ناطقہ بند کیا۔ ان لوگوں کو لیڈر ائے پادریوں کو اس برصغیر سے بھاگادیا۔ اس کے کچھ ذرائع تھے ان کے پاس۔ وہ ذرائع کیا تھے؟ کہ ان کی جو موجودہ محرف و مبدل ”عہد نامہ جدید“ ہے۔ جس کو لوگ غلطی سے وہی انجیل سمجھتے ہیں جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی۔ حالانکہ یہ ان کی انجیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو متی کی انجیل ہے۔ یہ لوقا کی انجیل ہے۔ یہ مرقس کی انجیل ہے۔ یہ یوحنا کی انجیل ہے۔ یہ مسیح کی انجیل نہیں ہے۔ یہ عہد نامہ جدید ہے۔ اس میں..... مگر ہم تو نہیں اس کو مانتے کہ یہ صحیح ہے۔ ہم تو اس کو محرف و مبدل مانتے ہیں۔ مگر موجودہ عیسائی لوگ اس کو صحیح سمجھتے

ہیں۔ مرزا صاحب نے ان کو کہا کہ ”تم لوگ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں گستاخیاں کرتے ہو، اسلام پر اعتراض کرتے ہو، قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہو، ہمارے رسول مقبول ﷺ کی توہین

کرتے ہو۔ اپنے گریبان میں بھی منہ ڈالو۔ تمہاری اپنی مسئلہ کتاب مسیح کے متعلق کیا کہتی ہے؟ وہ یہ کہتی ہے کہ ان کی بعض نانیاں، دادیاں ایسی تھیں اور ویسی تھیں۔“ وہ تمام کے تمام بیانات مرزا صاحب کے اپنے نہیں ہیں۔ بلکہ عیسائیوں کے مسئلہ، ان کی اپنی الہامی کتابوں کے اندر درج ہیں۔ تو اس لئے جس کو میں نے شروع میں، پھر وہ لفظ بولوں گا، ”الزام محکم“ یعنی مقابل فریق کی مسئلہ بات اسی کے سامنے رکھ کے اس کو لا جواب کر دینا، اور عیسائی اس پر لا جواب ہو۔ یہ مرزا صاحب کا اپنا بیان ان کے متعلق نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: میں نے یہ عرض کیا کہ مرزا صاحب نے ان کتابوں میں تو، عیسائیوں کی کتابوں میں بھی یہ لکھا کہ ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو“ اس سے بہتر غلام احمد ہے؟ میں بھی کہتا ہوں کہ آپ ملائیں ان کے.....

جناب عبدالمنان عمر: میں نے پہلے آپ کے اس اعتراض کا جواب دے دیا.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ان کے ساتھ ملا کے آپ جواب دیجئے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، میں اب دوسرے، جو آپ نے دوسری بات فرمائی ہے۔ میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔ اس کے متعلق جناب اکل بھی تھوڑا سا ذکر ہو گیا تھا کہ مرزا صاحب نے نہ اپنی کوئی عظمت بیان کی ہے۔ نہ حضرت مسیح کی کوئی توہین کی ہے۔ بلکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی عزت کا ایک بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو“¹⁷⁹⁷ تم جو کہتے ہو کہ مسیح ابن مریم خود.....

جناب یحییٰ بختیار: اگر وہی ہے جواب تو میں سمجھ گیا ہوں کہ وہ کل آپ دے چکے

ہیں۔ پھر ضرورت نہیں ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اب آپ یہ فرمائیے کہ جب وہ یہ کہتے ہیں مرزا صاحب:

”یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکتا.....“

اب یہ کسی انجیل کا حوالہ نہیں ہے۔ یہ ان کا اپنا Conclusion (نتیجہ) ہے، مرزا صاحب کا کہ: ”لوگ جانتے ہیں کہ وہ شخص شرابی کہا جاتا ہے اور خراب چال چلن، نہ خدا کی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے..... چنانچہ خدا کی کا دعویٰ شراب خوری کا بد نتیجہ ہے۔“

(ست بجن ص ۷۲، انجرائن ج ۱۰ ص ۲۹۶)

یہ مرزا صاحب کا اپنا Conclusion (نتیجہ) ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں عرض کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: تو یہ تو عیسائیوں کی کتاب کی بات نہیں ہوئی۔ یہ تو مرزا صاحب خود ان کی کتابوں کو صحیح سمجھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شرابی تھا اور شراب خوری کی وجہ سے اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔

جناب عبدالمنان عمر: میری گزارش نہیں کہ میں اگر خود مرزا صاحب کی تشریح اس بارے میں آپ کے سامنے رکھوں تو بات واضح ہو جائے گی کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کی کوئی توہین کی ہے یا نہیں اور وہ اس بارے میں اپنے کیا خیالات رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

”موسیٰ کے سلسلے میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی ﷺ سلسلہ میں، میں مسیح موعود ہوں۔“ سو میں اس کی عزت کرتا ہوں، جس کا ہم نام ہوں اور مقصد اور مقصدی ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔“ (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۹ ص ۱۷۱، ۱۸۱)

فرماتے ہیں: ”ہم اس کے لئے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راست باز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لائیں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔“ (اشہار اندرون پاکستان یام الصلح ص ۲، خزائن ج ۱۳ ص ۲۲۸)

جناب یحییٰ بختیار: یہ نہیں، دیکھیں.....

جناب عبدالمنان عمر: ”سو.....“ میں ختم کر لوں: ”سو ہم نے اپنے کلام میں.....“ جو آپ نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا اپنا کلام ہے: ”سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی مسیح مراد لیا ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ وہ ہماری درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں کھا کر اختیار کیا ہے۔“

(اشہار ناظرین کے لئے ضروری اطلاع لمحہ نور القرآن نمبر ۲، اندرون پاکستان ص ۲، خزائن ج ۹ ص ۳۷۵)

اور اس طرز کا، یہ طرز کلام، جس کو میں نے کہا ہے، ”الزام محکم“ اس قسم کا طرز کلام حضرات علماء اہل سنت نے بھی اختیار کیا ہے۔ مولوی آل حسن صاحب فرماتے ہیں: ”اور ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو معاذ اللہ!“

جناب یحییٰ بختیار: میں سمجھ گیا۔

1799 جناب عبدالمنان عمر: ”..... حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ ماوری میں دو جگہ تم آپ ہی.....“

جناب یحییٰ بختیار: ابھی دیکھیں، آپ نے..... دیکھیں، صاحبزادہ صاحب! آپ نے لمبے جواب لکھ کے تیار کئے ہوئے ہیں، پڑھ رہے ہیں آپ، اور اس کی بالکل اجازت نہیں ہے اسہلی میں۔ آپ اپنا جواب دیں گے۔ اگر کوئی حوالہ ہو، *Relevant* ہو تو.....

جناب عبدالمنان عمر: جی، میں حوالہ.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ کل بیان کر چکے ہیں۔ میں تو یہ پوچھتا ہوں جو اپنے *Conclusions* (نتیجہ) ان کے ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، میں نے انہی کے، یہ الفاظ میں نے ان کے پڑھے ہیں سارے آپ کے سامنے جناب! جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یعنی ان کے، وہ ایک طرف یہ کہتے ہیں اور ساتھ ہی اپنا *Conclusions* (نتیجہ) دے رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، *Conclusions* (نتیجہ) ان کی باتوں..... جناب یحییٰ بختیار: ایک طرف تو داویاں، نانیاں آپ نے *Discover* کر دیا کہ وہ انہوں نے.....

جناب عبدالمنان عمر: اسی میں لکھا ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اسی سے نکالی تھیں؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

[At this stage Mr. Chairman vacated the chair which was occupied by Madam Deputy Speaker (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)]

(اس موقع پر جناب چیئر مین نے کرسی صدارت چھوڑ دی۔ جوڈیٹری سپیکر (ڈاکٹر مسز

اشرف خاتون عباسی) نے سنبھال لی)

1800 جناب یحییٰ بختیار: پھر آگے خود کیا کہتے ہیں:

”آپ کا میلان کنجریوں سے..... ان کی محبت ہی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: کیونکہ اس میں لکھا ہے ناں، بائبل میں۔

جناب یحییٰ بختیار: کیا لکھا ہوا ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: یہ کہ حضرت مسیح نے..... ایک سنجی آئی اور اس نے اپنے بالوں کو حضرت مسیح کے قدموں پر ملا اور عطر کی ماش ہو گئی۔ یہ سنجی کی کیفیت ہے۔ یہ بائبل میں لکھا ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، وہ ایک چیز.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ مرزا صاحب نے خود نہیں.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں ناں، اس کا، اس سے یہ Conclusion (نتیجہ)

نکالنا، دیکھیں آپ ذرا پھر سنیں: ”کہ آپ کا میلان کنجریوں سے..... ان کی صحبت بھی شاید اسی وجہ سے..... شاید اسی وجہ سے.....“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، Conclusion (نتیجہ) ہے۔ کیونکہ اس میں

لکھا ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، یہ Conclusion (نتیجہ) وہ خود Draw (اخذ)

کر رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”..... شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان تھی۔“

کہ ”دادیاں ان کی زانیہ تھیں، کبھی تھیں، اس واسطے وہ ان سے میلان رکھتے تھے۔“

¹⁸⁰¹ جناب عبدالمنان عمر: ”الزامی جواب“ اس کو کہتے ہیں، اس کو ”الزامی

جواب“ کہتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ مرزا صاحب نے Conclusion (نتیجہ) خود Draw

(اخذ) کیا ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: ان کی تحریروں سے۔

جناب یحییٰ بختیار: ان کی تحریروں سے اور ہماری تحریروں میں بھی ان کی کوئی

دادیاں نانیاں وہی تھیں یا کہ کوئی اور تھیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی، ہم نہیں مانتے، بالکل نہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: بغیر نانیوں، دادیوں کے پیدا ہوئے؟

جناب عبدالمنان عمر: بالکل نہیں، تو بہ، تو بہ، ہم تو حضرت مسیح کے سارے نسب نامہ

کو پاک ہار لوگوں کا نسب نامہ تصور کرتے ہیں۔
جناب یحییٰ بختیار: نہیں، تو میں یہ کہتا ہوں کہ دادیاں تو وہی تھیں جن پہ یہ الزام لگا رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی، وہ غلط کہتے ہیں۔ ہم نہیں مانتے اس کو۔
جناب یحییٰ بختیار: لیکن مرزا صاحب اس کو لکھتے کیوں ہیں؟
جناب عبدالمنان عمر: مرزا صاحب ان کو کہتے ہیں کہ تمہاری کتابوں میں ان کی دادیوں، نانوں کو ایسا کہا گیا ہے۔

(اہل بیت کی توہین)

جناب یحییٰ بختیار: اچھا، یہ بتائیے، یہ تو ہے حضرت یسوع مسیح کے بارے میں کہا۔
یہ اہل بیت کے بارے میں بھی مرزا صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ نہیں کہہ رہے ہیں؟ حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں وہ؟

جناب عبدالمنان عمر: میں عرض کرتا ہوں.....
جناب یحییٰ بختیار: ¹⁸⁰² امام حسینؑ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں وہ؟
جناب عبدالمنان عمر: مجھے فرمائیے تو میں ایک ایک کا جواب دوں۔
جناب یحییٰ بختیار: ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علیؑ تم میں موجود ہے اور اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؑ کو تلاش کرتے ہو۔“ (خطوط ج ۲ ص ۱۳۲)
جناب عبدالمنان عمر: اس میں بھی حضرت مرزا صاحب نے یہ پوائنٹ اٹھایا ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے متعلق فرماتے ہیں، حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ ہیں:
”حاکم ثار کو چار آل محمد است“ کہ ”میری تو خاک بھی آل محمد کے کوپے میں نثار ہونے کے لئے ہے۔“ یہ بات جو کہی جا رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بعض لوگ، اہل تشیع میں سے حضرت علیؑ کا ایک بیولا سا ان کے ذہن میں ہے۔ سب کا نہیں میں کہتا ہوں۔ چند لوگ۔ کچھ لوگ، وہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے متعلق یہ تصور رکھتے ہیں کہ اصل وحی جو ہے وہ حضرت جبرائیلؑ نے لائی تھی حضرت علیؑ پر اور یہ لے آئے محمد رسول اللہ ﷺ پر۔

(مردہ علیؑ)

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، اس کا کوئی تعلق یہاں نہیں ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ”علیؑ

سے میں بہتر ہوں، وہ مردہ ہیں، میں زندہ ہوں۔“

جناب عبدالمنان عمر: وہ علی جوان کے ذہن میں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: جو بھی ہو، وہ علی بھی سہی۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، وہ علی۔ تو پھر وہ علی کی تو آپ بھی نہیں کریں گے۔

کوئی بھی نہیں کرے گا۔ کوئی اہل تفریح بھی نہیں کرے گا۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ، نہیں، اس، نہیں اس سے یہ ان کی دلی بہتر ہے، کیا ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: ¹⁸⁰³ اس علی سے۔

جناب یحییٰ بختیار: یعنی اس علی سے بھی آپ ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، وہ علی کون ہیں؟ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہیں ہیں۔

وہ ایک تصور ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر:..... ایک خیالی علی ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، تو.....

جناب عبدالمنان عمر:..... جس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ افضل ہے محمد رسول

اللہ ﷺ سے۔

جناب یحییٰ بختیار: اس خیالی علی سے یہ خیالی محدث جو ہے، یہ بہتر ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ مطلب ہوا؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

(سیدنا حسینؑ)

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی۔ اب جو امام حسینؑ کے بارے میں وہ کہتے ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: جی۔ (Pause)

جناب یحییٰ بختیار: ”اے شیعہ قوم.....“

Ch. Jahangir Ali: Madam Chairman, a point of information, Sir, with your permission.

(چوہدری جہانگیر علی: محترمہ صدر عہاسہ، آپ کی اجازت سے ایک اطلاعی نقطہ)

میڈم چیئرمین: بعض دفعہ،

the honourable Beg your pardon.....

1804

Mr. Yahya Bakhtiar: Please let me continue.

Please let me continue.

(جناب یحییٰ بختیار: مہربانی کر کے مجھے آگے چلنے دیں)

Madam Chairman: Procedure.

چوہدری جہانگیر علی: ایک سوال میں یہ عرض کر رہا تھا.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے ناں، *the whole thing is disturbed*

Madam Chairman: You write it and give it to the

Attorney-General.

(محترمہ چیئرمین: آپ لکھ کر اٹارنی جنرل صاحب کو دے دیں)

چوہدری جہانگیر علی: میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ بعض سوال کے جواب میں یہ نمبر آف دی ڈیلی کیٹن صرف سر ہلا دیتے ہیں اور رپورٹر کو پتہ نہیں چلتا کہ ان کا سر ”ہاں“ میں ہلا ہے یا ”نہ“ میں ہلا ہے۔ اس لئے ان کو الفاظ میں جواب دینا چاہئے۔ میں تو صرف یہ گزارش کرنا چاہتا تھا۔ محترمہ چیئرمین: اچھا۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی، یہ فرمائیے آپ کہ جب وہ کہتے ہیں کہ:

”اے شیعہ قوم!.....“ بعض کو نہیں، تمام شیعہ قوم کو ایڈریس کر رہے ہیں:

”..... اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں

ایک (اپنا مرزا صاحب) ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب

کے الفاظ میں آپ کو سنا دیتا ہوں:

”کوئی انسان حسین جیسے راست باز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا

اور..... (عربی)..... دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔“ (اعجاز احمدی ص ۲۸، جزائن ج ۱۹ ص ۱۳۹)

جو کلمات حضرت مرزا صاحب نے حضرت امام حسینؑ کے متعلق، آپ فرماتے

ہیں، لکھے ہیں، اس کو اس Context میں پڑھنا ہوگا کہ ایک شخص ان کی عزت کرتا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ مطلب یہ کہ ہر جگہ مرزا صاحب نے جو بھی دنیا میں بات کہی ہے.....
جناب عبدالمنان عمر: الزام خصم۔

(ہر چیز دو قسم ہے)

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، دو قسم کی باتیں کی ہیں، ہر ایک چیز کی دو قسم ہے؟
جناب عبدالمنان عمر: مثلاً انہوں نے خدا کے متعلق.....
جناب یحییٰ بختیار: ”میں نبی ہوں“ میں نبی نہیں۔.....
جناب عبدالمنان عمر: بڑی لمبی بحث کی۔ وہ بھی دو قسم ہے۔ انہوں نے.....
جناب یحییٰ بختیار: پھر یسوع کی تعریف ہے۔ پھر ”عیسیٰ کجا است کہ تائبند پابمعرم“ یہ بھی کہہ دیا۔
جناب عبدالمنان عمر: ہر بات کے متعلق تو اب میرا خیال ہے.....
جناب یحییٰ بختیار:..... پھر یہاں جو ہے حضرت علیؑ کے بارے میں بھی یہ ہے.....
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

(مرزا قادیانی کا مخالف جہمی)

جناب یحییٰ بختیار:..... پھر حضرت امام حسینؑ کے بارے میں بھی یہ ہے۔ اب آپ ان کو بھی چھوڑ دیجئے۔ ابھی میں آپ سے یہ پوچھوں گا کہ مرزا صاحب جب اپنے مخالفوں کا ذکر کرتے ہیں۔ مرزا صاحب جب اپنے مخالفوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ان سے ان کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ غیر احمدی یا صرف ہندو، عیسائی؟ میں نے آپ سے پوچھا کہ مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ: ”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔“ (تذکرہ ص ۳۳۶ طبع سوم) 1806
یہ مخالف سے کیا مطلب ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: جو بدزبانی کرتا ہے۔
جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ”بدزبانی“ نہیں کہا۔ ”جو شخص.....“
جناب عبدالمنان عمر: ”مخالف“ آپ نے معنی پوچھے ہیں ناں؟
جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں پھر پڑھ کے سنا تا ہوں، آپ نے سنا نہیں شاید:
”جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے“

کا..... اور تیرا مخالف رہے گا.....“

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ”..... وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جنہی ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: آپ نے پوچھا ہے کہ ان سے کون کون مراد ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، ”مخالف“ سے کیا مراد ہے؟ ”جنہی“.....

جناب عبدالمنان عمر: ”کیس کلامنا ہذا فی اخبار ہم بل فی

اشرار ہم“ کہ:

”ہماری اس قسم کی تحریروں کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو برے ہیں۔ اشرار میں سے

ہیں۔ جو اخبار ہیں۔ نیک ہیں، اچھے ہیں، دوسری قوموں میں بھی ایسے ہیں، ان کے متعلق ہماری

یہ تحریریں نہیں ہیں۔“

(مخالف کنجریوں کی اولاد)

جناب یحییٰ بختیار: جب مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ:

”کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا۔ میرے دعویٰ کی تصدیق کر لی مگر کنجریوں اور بد

کاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔“ (آئینہ کلمات اسلام ص ۵۴۷)

جناب عبدالمنان عمر: یہ ذرا مجھے دکھا دیجئے مرزا صاحب کی تحریر۔

1807 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں، میں، یہ اردو ترجمہ ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، نہیں، یہ مرزا صاحب کے الفاظ نہیں ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ اردو ترجمہ ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: ترجمہ۔

مولوی مفتی محمود: عربی میں ہے، وہ میں سنا دیتا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، عربی پڑھئے۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، عربی میں جو لفظ ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

مولوی مفتی محمود: عربی میں الفاظ اس کے یہ ہیں: ”تلك كسب ينظر اليها كل

مسلم بعين المحبة والمودة ويتنفع من معارفها ويقبطني ويصدق دعوتي الا خربة

البغايا“ یہ ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: آگے ہی اس کا ترجمہ ہے کہ ”وہ لوگ جن پر قرآن مجید کی یہ

آیت منطقی ہوتی ہے، ”حتم اللہ علی قلوبہم“ یعنی باوجود صداقت کو دیکھ لینے کے، باوجود صداقت کو سمجھ لینے کے، باوجود تمام دلائل کو پوری طرح جاننے کے باوجود، وہ لوگ پھر بھی صداقت کو قبول نہیں کرتے۔ یہ خود یہ تحریر بتا رہی ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، تو وہ تجزیوں کی اولاد ہو گئے ناں جی؟

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں۔ وہاں تو ہے نہیں، ”تجزیوں کی اولاد۔“

جناب یحییٰ بختیار: تو پھر میں تو یہ پوچھ رہا ہوں آپ سے کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: وہ تو دیکھئے، میں نے اسی لئے کہا ناں کہ لفظ وہ نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ لفظ جو ہے.....

¹⁸⁰⁸ مولوی مفتی محمود: ”بغایا“۔ (مداخلت)

جناب یحییٰ بختیار: ”بغایا“ کے لئے بار بار وہ ”بدکار عورت“ ”قاحشہ عورت“ خود

غیر استعمال کرتے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: ”ولد بغایہ“ ”ابن المحرام“ اور ولد المحرام ”ابن الحلال“ اور

”بنت الحلال“ وغیرہ سب عرب کا اور ساری دنیا کا محاورہ ہے۔ جو شخص نیکو کاری کو ترک کر کے

برائی کی طرف جاتا ہے اور باوجودیکہ، اس کا حسب و نسب درست ہو، صرف اعمال کی وجہ سے

”ابن المحرام“ اور ”ولد المحرام“ کہتے ہیں۔ ان کے خلاف جو نیکو کار ہوتے ہیں۔ ان کو ”ابن

الحلال“ کہتے ہیں۔ اندریں حالات امام علیہ السلام کا اپنے مخالفین کو ”اولاد بغایہ“ کہنا بھی درست

ہے اور جناب عالی! حضرت امام ہاشم کا میں ایک قول.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، پہلے یہ بتائیں کہ اس کا مطلب کیا؟ اگر ایک ولد المحرام

ہے وہ.....

جناب عبدالمنان عمر: جی، میں نے.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے ناں، آپ پہلے اس کو تو Settle کر دیجئے۔ پھر آگے

جا کے دلیلیں دیتے رہیں آپ۔ جب ایک آدمی بازار میں پھرتا ہے اور آپ اسے کہتے ہیں

”حرامی ہے“ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ واقعی وہ ولد الزنا ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں۔

(مرزا قادیانی نے گالی دی)

جناب یحییٰ بختیار:..... یہ نہیں ہوتا، اور ”حرامی“ کہنے کا مطلب گالی ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: بالکل، بالکل۔

جناب یحییٰ بختیار: تو اس Sense (معنی) میں مرزا صاحب نے کہا؟

1809 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں سختی کے کلام میں۔

جناب یحییٰ بختیار: جی ہاں سختی کا کلام ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، یہ نہیں کہہ کوئی وہ..... یہی میں کہہ رہا تھا کہ ترجمہ نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہی میں کہہ رہا ہوں کہ وہ کج رویوں کی اولاد نہیں۔ وہ مرزا

صاحب کہتے ہیں ان کی نظر میں، کہ جوان کو نہیں مانتا، وہ اس قسم کا جیسے ہم کہتے ہیں کہ ”یہ حرامی ہے، ولد الزنا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: یعنی ”سرکش انسان۔“

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، ”سرکش“ تو ضروری نہیں۔ ابھی لیڈر آف دی.....

جناب عبدالمنان عمر: ”باغی“ کہتے ہیں۔ نہیں جی، ”باغی“ کس کو کہتے ہیں؟

سرکش کو کہتے ہیں ناں۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں جی.....

مولوی مفتی محمود: ”بغایا“ جو ہے ناں.....

جناب یحییٰ بختیار: ”بغایہ“ باغی کی جمع نہیں ہے۔ ”بغایہ“ ہنسی کی جمع ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

مولوی مفتی محمود: اور ”ہنسی“ بمعنی.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، تو ان معنوں میں یہ لفظ لغت میں آتا ہے۔ میں

عرض کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھتے ناں، میں نے مرزا صاحب کی کچھ کتابوں میں دیکھا ہے

کہ اس لفظ کا خود ہی ”بدکار عورت“ ”فاحشہ عورت“ استعمال کرتے رہے ہیں۔

1810 جناب عبدالمنان عمر: جناب! وہ دکھائیے مجھے۔

جناب یحییٰ بختیار: وہ ترجمہ جو ہوا ہے انہی میں.....

جناب عبدالمنان عمر: جناب! وہ ترجمہ ان کا نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: انہی کی کتاب.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ ترجمہ ”ولد البغایہ“ کا ان کا نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، انہی کی کتاب.....

جناب عبدالمنان عمر: دکھائیے۔

جناب یحییٰ بختیار: چھ صفحے میں سات دفعہ وہ.....

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، تو عربی میں ہے، وہ ترجمہ نہیں ہے۔

(”بغایہ“ کا معنی مرزا قادیانی کی کتب سے)

جناب یحییٰ بختیار: ”بغایہ“ کا مطلب وہ یہ لیتے ہیں ”بدکار عورت“۔ یہ آپ،

آپ کو سنا دیتے ہیں۔ آپ ذرا دیکھ لیجئے۔ یہ ذرا سن لیں آپ۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی سائیں۔

مولانا ظفر احمد انصاری: یہ ہے! ”ان نساء داران کن بغایا فیکون رجالها

(جنت النور ص ۹۰، خزائن ج ۱۶ ص ۴۳۲)

دیوثین دجالین“

اب اس کا ترجمہ انہوں نے کیا ہے کہ: ”اگر درخانہ زنان آن فاسقہ باشند پس

مردان آن خانہ دیوث ودجال مے باشند“

اس کے بعد (ص ۹۶، خزائن ج ۱۶ ص ۴۳۷) پر: ”وما اهلکهم الا البغایا“ ترجمہ

فارسی: (وہلاک نہ کرد ایشاں را مگر زنان فاحشہ)

اس کے آگے (جنت النور ص ۹۶، خزائن ج ۱۶ ص ۴۳۸) ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں: ”وقد

کثرت البغایا لشقوة الناس فی هذا الزمان وبراے بدبختی مردم زنان فاحشہ دریں

زمانہ بسیار اند“

اس کے بعد (جنت النور ص ۱۱۸، خزائن ج ۱۶ ص ۴۶۰) پر پھر آگے لکھتے ہیں: ”السی

العواھر والبغایا اوتافه سوئے زنان بدکار“

پھر (جنت النور ص ۹۰، خزائن ج ۱۶ ص ۴۳۲) پر لکھتے ہیں: ”دیوثین ودجالین“

فارسی میں ”دیوث ودجال مے باشند“

اسی طرح اور بھی دوسری کتابوں میں بھی بہت جگہ پر خود انہوں نے لکھا اور ترجمہ کیا۔

۱۔ اس جگہ اصل مطبوعہ مسودہ میں لفظ..... عربی..... لکھ کر خالی چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے

اصل کتاب سے عربی عبارتیں نقل کیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”دیوث و دجال“ اب دیکھیں، اب آپ یہ فرمائیے صاحبزادہ صاحب! کہ جو شخص محدث ہے، وہ کہتا ہے کہ ”میں محدث ہوں، نبی نہیں ہوں“ اس کا انکار کفر نہیں ہے، تو پھر وہ کیوں یہ لوگوں کو کہتا ہے کہ ”یہ ولد الحرام ہیں، یہ دیوث ہیں، یہ دجال ہیں، یہ اس Sense (معنوں) میں نہ ہو کہ ”ولد الحرام“ سے مطلب کہ واقعی وہ زنا کی اولاد ہیں۔ مگر یہ چیزیں، ایسے الفاظ کیوں استعمال کرتے ہیں ان کے لئے۔ یعنی ایک شخص کا اتنا جھڑپ ہو، محدث ہو، کہتا ہے ”جو مجھے نہیں مانتا وہ کجریوں کی اولاد ہے۔“ ”بدکار“ یا ”باغی“ آپ سمجھیں اس کو جس طرح کہ کہتے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: یہ نہیں ہے ”جو نہیں مجھے مانتا۔“ میں نے اس لئے عرض کیا تھا.....
 جناب یحییٰ بختیار: میں پھر پڑھ کے سنا تا ہوں، دیکھیں: ”کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کی.....“

جناب عبدالمنان عمر: جی۔
 1812 جناب یحییٰ بختیار: ”..... مگر کجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانتا۔“
 (آئینہ کلمات اسلام ص ۵۴۷)

یہ جو ترجمہ ہوا ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے گزارش کی تھی کہ حضرت مرزا صاحب کا کلام جو ہے۔ اس Context (سیاق و سباق) میں اگر پڑھا جائے تو.....

جناب یحییٰ بختیار: Context (سیاق و سباق) تو یہی ہے ناں ”مجھے مانو ورنہ تم ولد الحرام ہو جاؤ گے۔“ ابھی اگر آپ کہتے ہیں کہ اس کے بھی کوئی دو معنی ہیں تو وہ بتا دیجئے آپ؟
 جناب عبدالمنان عمر: بات یہ ہے جی کہ مرزا صاحب کا اسلام کے مخالفین سے مقابلہ تھا اور اس وقت کالٹرچر، میں تو پسند نہیں کروں گا کہ آپ لوگوں کی سب خراشی کروں۔ لیکن نقل کفر کفر نہ باشد.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، دیکھیں، صاحبزادہ صاحب! میں بڑے سوچ سمجھ کے آپ کو حوالے پیش کر رہا ہوں۔ میں ”وہ بیابانوں کے خنزیر ہو گئے (نجم الہدیٰ)“ انجام آقلم سے حوالے نہیں لے رہا تھا وہ عیسائیوں سے تعلق رکھتا تھا۔
 جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ کہتے ہیں ”کل مسلمانوں نے“ اور ”مسلمان“ سے ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ”جو دعویٰ کرتے ہیں اسلام کا“، اصلی مسلمان، حقیقی.....
جناب عبدالمنان عمر: جب ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: میں ان سے کہہ رہا ہوں۔ آپ عیسائیوں کی باتوں کو چھوڑ دیجئے۔
جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، میں اسی کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ تو میں نے گزارش کی کہ جب وہ سخت لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کے مقابل میں جو لوگ ہوتے¹⁸¹³ ہیں وہ دیکھنا چاہئے کہ کس کے لئے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ میں نے خود مرزا صاحب کے الفاظ آپ کے سامنے.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ یہاں آپ ذرا تھوڑی سی Clarification (وضاحت) اور کریں.....
جناب عبدالمنان عمر: اچھا جی۔

جناب یحییٰ بختیار:..... جب وہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں تو آپ کو یہ دیکھنا ہے، آپ کہہ رہے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کون ہے۔ کن کے بارے میں استعمال کر رہے ہیں؟
جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: جنہوں نے ان کو قبول نہیں کیا.....
جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی۔

جناب یحییٰ بختیار:..... جنہوں نے ان کی دعوت نہیں مانی۔ اس کی تصدیق نہیں کی، ان کو نہیں مانا۔ ان کو محدث نہیں مانا۔ نبی نہیں مانا یا ان کو جھوٹا کہا، کذاب کہا.....
جناب عبدالمنان عمر: یہ ترجمہ آپ کر رہے ہیں جی۔ اصل عبارت پڑھئے آپ۔ میری گزارش یہ ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: میں نے ترجمہ کیا ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: ترجمہ کیا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار:..... مگر آپ کو ایک لفظ پر اعتراض تھا کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میں نے عرض کیا ہے ناں کہ ترجمہ کیا ہے۔ میں

اب اس کا ترجمہ آپ کو عرض کر دیتا ہوں۔ یہ نہیں ہے کہ ”جو مجھے قبول نہیں کرتا ہے“ بلکہ فرمایا¹⁸¹⁴ ”کل“ ہر وہ شخص جو مجھے آگے جا کے قبول نہیں کرے گا.....“

جناب یحییٰ بختیار: جی ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: ”..... وہ شریعہ لوگوں میں سے ہوگا۔ وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جن پر ”حتم اللہ علی قلوبہم“ کی وعید آتی ہے۔“ یہ وہی لکھا ہوا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: ابھی یہ، یہاں جو آپ کا ترجمہ.....

جناب عبدالمنان عمر: مضارع کا صیغہ ہے جی۔ اس میں آئندہ کے متعلق بتایا ہے اور آپ خود سوچئے، یہ مرزا صاحب کی ابتدائی زمانے کی تحریر ہے۔ اس کے بعد تو ان کو لاکھوں آدمیوں نے مانا۔ تو کیا مرزا صاحب یہ کہتے تھے کہ ”جنتوں نے اب مجھے مان لیا؟“ چند سو اس وقت تھے۔ ”آئندہ مجھے جو شخص بھی مانے گا وہ ایسا ہی ہوگا؟“ یہ تو عقل کے خلاف بات ہے۔

(مجھے مانو، ورنہ ولد الحرام، مرزا قادیانی کا اعلان)

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ان کا یہ مطلب ہے کہ دم کی دے رہے ہیں کہ ”مجھے مان لو ورنہ ولد الحرام ہو جاؤ گے۔“

جناب عبدالمنان عمر: یعنی سختی کی ہے۔ یہ صحیح بات ہے۔ ایک شخص صداقت کو پیش کرتا ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: ”اور جو نہیں مانتا وہ حرامی ہے، ہو جائے گا۔“

جناب عبدالمنان عمر: اور دوسری میں نے عرض کی تھی کہ پہلا یہ تھا کہ ”یقیناً“ یہ مضارع کا صیغہ ہے۔ یعنی ”مجھے قبول کر لے گا۔“ یہ نہیں کہ ”جو مجھے قبول کر چکا ہے۔“ ایک یہ غلطی ہے اس ترجمے میں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ”آپ کو قبول کرنے“ سے کیا مراد ہے؟

مولانا ظفر احمد انصاری: جناب مضارع کا صیغہ جو ہے وہ حال کے لئے بھی آتا ہے۔ مستقبل کے لئے بھی آتا ہے۔ آپ صرف حال کی بات کہہ رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: ¹⁸¹⁵ جی ہاں، تو یہاں مستقبل مراد ہے۔ جی ہاں، بالکل آپ نے صحیح فرمایا۔

مولانا ظفر احمد انصاری: نہیں، یہاں حال مراد ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: یہ آپ کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ یہاں حال ہے؟

مولانا ظفر احمد انصاری: نہیں، وہ جیسے مجھے حق نہیں ہے، آپ کو بھی حق نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ آپ، آپ صرف مستقبل کی بات بتا رہے ہیں، یہ غلط ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے تو عقل کی بات بتائی آپ کو کہ یہاں مضارع کا صیغہ ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: جو یہ کہتے ہیں بات وہ عقل کی ہے؟ بس۔ آپ دیکھیں ناں.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ مضارع کا صیغہ ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ”مجھے قبول کر لیں گے۔“ یہ اس وقت تو چند سو آدمی تھے۔ وہ میں نے اپنی دلیل رکھی تھی آپ کے سامنے کہ یہاں مضارع یا وہ حصہ مراد ہوگا جو مستقبل سے تعلق رکھتا ہے اور اگلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ”دعوتی“ سے مراد جو ہے وہ اس جگہ ”دعوت الی الاسلام“ ہے۔ کیونکہ آپ کس طرف بلاتے تھے لوگوں کو؟ آپ کی دعوت کیا تھی؟ ”دعوت“ کے معنی ہیں بلانا لوگوں کو۔ کدھر بلاتے تھے ”میں اسلام کی طرف بلاتا ہوں، میں محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بلاتا ہوں، میں قرآن کی طرف بلاتا ہوں۔“ تو جو شخص قرآن کی طرف نہیں آتا، جو شخص اسلام کی طرف نہیں آتا، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نہیں آتا، ظاہر ہے وہ شخص کوئی اچھے اخلاق کا آدمی نہیں ہے۔ باقی مخالفوں میں سے، پھر میں کہوں گا ”لیس کلا علم منا هذا.....“

1816 جناب یحییٰ بختیار: یہ دیکھیں، دیکھیں، صاحبزادہ صاحب!.....

Madam Chairman: That's all. This a question of argument. The question was.....

(محترمہ چیئرمین: یہ کافی ہے۔ یہ تو بحث کا سوال ہے.....)

(اسلام سے مراد مرزا قادیانی کا اسلام؟)

جناب یحییٰ بختیار: آپ دیکھیں، آپ کا اسلام صرف مرزا صاحب کو مانتا ہے یا کوئی اور اسلام بھی ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: بالکل اور ہے جی۔

جناب یحییٰ بختیار: تو پھر جب وہ کہتے ہیں کہ ”مجھے نہیں مانتے“ آپ کیوں اسلام

کو بیچ میں لے آ رہے ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: وہ، وہ جو اس کو نہیں مانتے۔ اس کے متعلق تو کہتے ہیں کہ اس

کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ مگر ان کا پیغام کیا ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، حرامی ہو جاتا ہے، کافر نہیں ہو جاتا، ولد لڑنا ہو جاتا ہے،

ولد الحرام ہو جاتا ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: وہ بلاتے ہیں کس طرف؟ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف

نہیں آتا.....

جناب یحییٰ بختیار: وہ تو کافر ہو گیا ناں جی۔
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، محمد رسول اللہ کی طرف نہیں آتا، قرآن کی طرف
 نہیں آتا، آپ اس کو کیا اچھا آدی کہیں گے؟ میں تو نہیں کہوں گا۔
 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ہم تو نہیں کہیں گے، مگر جو.....
 جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، وہی مرزا صاحب کہہ رہے ہیں۔
 جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب کہتے ہیں ”میں اور قرآن ایک ہی ہیں، میں اور.....؟“

(مرزا قادیانی نے واقعی گالی دی)

¹⁸¹⁷ Madam Chairman: That means it is admitted.

That means it is admitted that these words were used.

(محترمہ چیئر مین: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تسلیم شدہ ہے کہ یہ الفاظ استعمال کئے گئے تھے)

(انگریز کی اطاعت ایمان کا حصہ)

جناب یحییٰ بختیار: اچھا جی، ابھی ایک اور طرف آجائیے۔ یہ حکومت برطانیہ کی
 اطاعت، حکومت برطانیہ کی اطاعت بھی آپ کے نزدیک، حکومت برطانیہ کی اطاعت جو ہے، وہ
 بھی ایمان کا ایک حصہ تھا۔ مرزا صاحب کے عقیدے کے مطابق؟
 جناب عبدالمنان عمر: کس چیز کا حصہ تھا؟
 جناب یحییٰ بختیار: ایمان کا حصہ تھا یا اسلام کا ایک اصول تھا آپ کی نظر میں، آپ
 کے دین کا ایک اصول تھا کہ برطانیہ کی اطاعت کرو؟
 جناب عبدالمنان عمر: قرآن مجید میں آنا ہے کہ جب تم میں اختلاف ہو جائے کسی
 بات میں۔ ”وإن تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول واولوالامر منکم“

(جواب سے گریز کا فیصلہ؟)

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، صاحب زادہ صاحب! یہ آپ سے جو بھی میں سوال
 پوچھتا ہوں، آپ نے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ کیا ہے کہ جواب نہیں دیتا۔
 Explanation دینی ہے۔ تو Explanation کے بارے میں یہ بڑی مشہور بات ہے کہ:

"Explanation are no use. Friends don't need them."

Enemies don't believe them."

So, Please give up explanation first. Give me your whether it is part of your faith or not? کہ Answer. First you say than you give some clarification about it.

(جناب یحییٰ بختیار: وضاحتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ دوستوں کو اس کی ضرورت نہیں۔ دشمن اسے مانیں گے نہیں۔ مہربانی فرما کر وضاحتیں کرنا چھوڑ دیں۔ پہلے میرے سوال کا جواب دیں ہمیں یہ بتائیں کہ کیا یہ آپ کا جزو ایمان ہے یا نہیں؟ وضاحت بعد میں کریں۔ کہ کیا برطانیہ حکومت کی اطاعت آپ پر فرض رکھا گیا تھا مرزا صاحب نے کہ نہیں؟)

Madam Chairman: He is coming to that. He has quoted.

(محترمہ چیئرمین: وہ اس پر آ رہا ہے)

اولی الامر منکم

He is coming to that. (وہ اس پر آ رہا ہے)

Mr. Yahya Bakhtiar: No, but, Sir, He is giving the explanation first. I know what he is coming to.

(جناب یحییٰ بختیار: وضاحت کر رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ اسی طرف آ رہا ہے.....)

Madam Chairman: He is justifying through Quran.....

Mr. Yahya Bakhtiar: No, but he should state.....

Madam Chairman:by quoting:

اولی الامر منکم

Let us hear him.

Mr. Yahya Bakhtiar: Yes, for this reason, because.....

تو آپ پہلے کہیں کہ ”ہاں“ اس وجہ سے.....
جناب عبدالمنان عمر: میری طرف سے آپ ہی نے جواب دینا ہے تو.....
میڈم چیئرمین: نہیں، آپ جواب دیں۔
جناب عبدالمنان عمر: مجھے جواب دینا ہے تو مجھے جواب دینے دیجئے۔

میڈم چیئر مین: ہاں۔

جناب بیگم! بختیار: نہیں، دیکھئے ناں، دو باتیں ہوتی ہیں۔ یا تو آپ کہیں کہ ”نہیں ہے۔“ تب تو آگے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

جناب عبدالمنان عمر: دیکھئے ناں، میری گزارش یہ ہے کہ اس قسم کے ہم یہاں کسی مناظرے کے لئے نہیں آئے۔ ایک بڑی صداقت کی طرف.....

میڈم چیئر مین: آپ جواب دیں جی اس کا۔

جناب عبدالمنان عمر:..... اس صداقت کی تلاش میں ہم.....

میڈم چیئر مین: اچھا آپ، آپ Start (شروع) کریں ناں وہ جہاں سے آپ نے چھوڑا ہے۔ وہ ”اولی الامر منکم“ سے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، تو میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ ہم لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جو شخص جس حکومت میں رہے، اس سے اس کو ہزار اختلاف ہو سکتا ہے، وہ اس کے ¹⁸¹⁹ خلاف تجاویز دے سکتا ہے۔ مگر کسی حکومت کے اندر رہتے ہوئے اس حکومت کا باغی نہیں ہو سکتا۔ یہ ہے ہمارا مسلک۔ مرزا صاحب انگریزوں کے زمانے میں تھے۔ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی۔ اس سے پہلے سکھوں کی حکومت تھی۔ سکھوں نے اس قدر مظالم کئے تھے مسلمانوں پر، اذان تک نہیں دینے دیتے تھے۔ کسی غریب نے مدت تک دانے کھاتے ہوئے کبھی کوئی ذبح کر لیا جانور تو اس کو مار ڈالا۔ یعنی بہت ایک آہنی تندور تھا جس میں سے مسلمانوں.....

Madam Chairman: Next question.

(میڈم چیئر مین: اگلا سوال کریں)

جناب بیگم! بختیار: یہ تو آپ نے کہا کہ سکھوں نے ظلم کیا اور انگریزوں نے یہاں ایک اچھی حکومت قائم کی کہ دین کے معاملے میں دخل نہیں دیتے تھے۔ یہ ایک چیز ہوتی ہے کہ جب دین کے معاملے میں دخل نہیں دیتے تو آپ حکومت کے معاملے میں دخل نہ دیں۔ یہ ٹھیک ہے اس حد تک۔ مگر اس حکومت کا پرچار، اس حکومت کا پراپیگنڈہ، اس حکومت کی تائید و ترویج، یہاں تک کہ جن ملکوں میں سکھ نہیں تھے بلکہ مسلمانوں کی حکومت تھی، وہاں بھی اس حکومت کی تائید و ترویج میں مرزا صاحب پروپیگنڈہ کرتے تھے، فی سبیل اللہ۔ میں اس طرح پوچھتا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب! یہ بالکل درست ہے۔ مرزا صاحب لیک احسان شناس انسان تھا۔ اس کے ساتھ اگر کوئی نیکی کرتا تھا تو وہ اس کی نیکی کا اعتراف کرتا تھا۔ اس نے

دیکھا تھا کہ اسلام پر کس قدر ظلم اور ستم ہو رہا ہے۔ اس نے اس ظلم و ستم کے مقابلے میں جب انگریز کے امن کا زمانہ پایا تو اس کا احسان شناس ہوا وہ شخص اس کا شکر گزار ہوا یہ شخص اور یہ اس کی شکر گزاری حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحابہ کے نمونہ پر تھی۔ جب وہ لوگ جنگ ہو کر..... وہی سکھوں والی حکومت تھی..... مکہ کی حکومت سے جنگ آ کر¹⁸²⁰ جب ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تو حبشہ میں عیسائی حکومت تھی۔ جس طرح یہاں انگریزوں کی عیسائی حکومت تھی، وہاں حبشہ میں عیسائی حکومت تھی۔ وہاں کے مسلمانوں پر جب وقت آیا انہوں نے..... جنگ کا وقت آ گیا۔ وہ حضرت جعفر طیارؓ تھے وہاں، حضرت عثمان بن عفانؓ تھے اس میں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تھے، بڑے بڑے صحابہؓ تھے۔ ان لوگوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس حکومت کو، جو عیسائی حکومت تھی، اللہ تعالیٰ کا میاں بنائے۔

جناب یحییٰ بختیار: اب یہ آپ ذرا بتا دیجئے کہ سکھوں کی حکومت میں بڑا ظلم تھا..... جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اس میں کوئی شک نہیں، مسلمانوں پر ظلم کیا، خاص طور پر اذانیں تک بند کر دیں۔ یہ درست نہیں کہ مرزا صاحب کے والد سکھوں کی فوج میں جرنیل تھے؟ جب ہزارے پر حملہ ہوا، جب فرنٹیر پر حملہ ہوا، وہ اس فوج میں تھے۔ یہ درست ہے؟ جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

Madam Chairman: Next question.

(محترمہ چیئر مین: اگلا سوال کریں)

جناب یحییٰ بختیار: آپ ذرا درست..... آپ نے سر بلایا ہے۔ ان کو اعتراض ہوتا ہے کہ ریکارڈ پر نہیں آتا۔

جناب عبدالمنان عمر: میں، اچھا جی، میں.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، اچھا جی، یہ آپ بتائیے کہ مرزا صاحب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے..... یہ بات میں اس واسطے کہہ رہا ہوں کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو آپ کو، صاف بات کہوں تاکہ آپ صاف جواب دیں..... کہ انگریز یہ چاہتا تھا کہ مسلمان ایک ایسی قوم¹⁸²¹ ہے، ان کا ایک ایسا دین ہے کہ ان کو جنگ پر، جہاد پر اکساتا ہے۔ ان کا ایک ایسا عقیدہ ہے کہ وہ ہم کو اس ملک میں چھوڑیں گے نہیں۔ اس لئے ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے، ایک ایسا محدث یا نبی پیدا کیا جائے جو ان کے جہاد کے جذبے کو ذرا ٹھنڈا کرے اور یہ Allegation (الزام) لگایا جاتا ہے،

میں اس واسطے کہ رہا ہوں کہ یہ جماعت ہی انگریز کی بنائی ہوئی تھی اور یہ نئی انگریز کا بنایا ہوا تھا۔ ان کا *Inspire* (تلقین) کیا ہوا تھا۔ ان کا *Encourage* (حوصلہ افزائی) کیا ہوا تھا۔ یہ *Allegation* (الزام) ہے۔ میں نہیں کہتا کہ کوئی دہ ہے۔ یعنی عام طور پر آپ نے دیکھا ہوگا یہ اخباروں میں بھی، رسالوں میں بھی یہ چیزیں بہت ہی زیادہ۔ میرے پاس جو سوالات آئے ہیں۔ یہ پوچھوں آپ سے کہ یہ انگریز کی ایجاد تھی۔ اس کے بارے میں آپ کچھ فرمائیں گے؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔ یہ غلط *Allegation* (الزام) ہے۔ میں، ہم بڑی شدت سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ ہرگز ہرگز ہرگز۔ مرزا صاحب کو نہ انگریز نے قائم کیا اور انگریز سے زیادہ پاگل انسان کوئی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کو کھڑا کرتا جس نے ان کے مذہب کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہاں انگریز جب آیا تو انہوں نے ایک طرف تعلیم کے میدان میں، دوسری طرف تلخ کے میدان میں عیسائیت کو پھیلانے کی کوشش کی.....

Madam Chairman: Next question.

(محترمہ چیئر مین: اگلا سوال کریں)

جناب عبدالمنان عمر: اور اگر عیسائیت پھیل.....

Madam Chairman: Next, That's all. Next

question. (محترمہ چیئر مین: یہ کافی ہے۔ اگلا سوال کریں)

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، دیکھیں، بات یہ ہے مرزا صاحب! کہ سچ موعود کا کیا

مشن تھا؟

1822 جناب عبدالمنان عمر: صلیب کو توڑنا اور خزیروں کو قتل کرنا۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔

جناب عبدالمنان عمر: یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل میں جو مذہب کھڑے

ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: ہاں جی۔

جناب عبدالمنان عمر: ان کو ختم کرنا۔

جناب یحییٰ بختیار: ابھی جو انگریز کا بادشاہ ہے یا ملکہ تھی، اس کو *"Defender*

of faith" کہتے ہیں، صلیب کا *Defender* (دفاع کرنے والا).....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ درست ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: بالکل درست۔

جناب یحییٰ مختیار: اور یہ آپ کہتے ہیں کہ یہ صلیب کا جو Defender (دفاع

کرنے والا) ہے، سو رپالنے والا، کھانے والا.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ مختیار: اس کی اطاعت آپ پر فرض ہے؟ ایک۔ نہ صرف آپ پر

فرض ہے۔ جہاں جہاں دور بھی لوگ ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ مصر میں، شام میں، افغانستان میں، ان پر بھی انہوں نے الماریاں بھر بھر کے کتابیں بھیجیں کہ اس کی جو حکومت ہے، بہت اچھی حکومت ہے۔ تو یہ وہ صلیب توڑنے والا مسیح موعود تھا۔ یہ خنزیر قتل کرنے والا تھا۔ انگریز کا

Propagandist (پروپیگنڈا کرنے والا) تھا؟

جناب عبدالمنان عمر: جناب عالی! اس وقت حکومت جو تھی وہ ملکہ وکٹوریہ کی تھی۔

مرزا صاحب نے، واحد انسان ہے ساری اسلامی دنیا میں جس نے اس بادشاہ کو، ¹⁸²³ انگریزوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے مذہب پر ایسا سخت طعن چلایا۔ اگر وہ شخص ان کا ایجنٹ ہوتا تو آپ جانتے ہیں مذہبی جذبہ انسان میں سب سے زیادہ Powerful ہوتا ہے۔ تو اگر وہ شخص اس کا پیدا کردہ تھا۔ اگر اس نے اس کو کھڑا کیا تھا تو کم سے کم اس کے مذہب کو وہ نہ بھینٹتا۔

جناب یحییٰ مختیار: یہ دیکھیں، پھر آگے یہ سوال آتا ہے کہ جب ان کے مذہب پر

انہوں نے اتنی زیادہ سخت حملہ کیا..... یہ تو ٹھیک ہے کہ مرزا صاحب مناظروں میں جاتے رہے اور بڑے سخت جوابات دیتے رہے ان کو۔ عیسائی حملے کرتے تھے اور یہ ان کا جواب دیتے تھے اور بڑا سخت جواب دیتے تھے۔ تو یہ مرزا صاحب کس جذبے کے تحت کرتے تھے؟ غصے میں آ کے کرتے تھے یا جہاد کے جذبے سے کرتے تھے۔ ایمان کے جذبے سے کرتے تھے؟

جناب عبدالمنان عمر: قرآن مجید میں آتا ہے: (عربی)

قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر معمولی جہاد نہیں، جہاد کبیر کرو۔ یہی مرزا صاحب کا مشن تھا۔ اسی مشن کو لے کر ان کے شاگرد جو تھے، ان کے مرید جو تھے، امریکہ میں گئے۔ انگلستان میں گئے.....

جناب یحییٰ مختیار: بس، بس، سمجھ گیا جی۔ جذبہ جہاد سے تھا، جوش میں، غصے میں نہیں تھا۔

جناب عبدالمنان عمر: جذبہ جہاد وہ جو حقیقی جہاد ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں کہتا ہوں کہ غصے میں نہیں آئے کہ کیونکہ عیسائیوں

نے گالیاں دے دیں، انہوں نے.....

1824 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، نہیں، بالکل بڑے.....

جناب یحییٰ بختیار: سوچ سمجھ کے.....

جناب عبدالمنان عمر: سوچ سمجھ کر کہ یہ اسلام کی تعلیم ہے، قرآن کی تعلیم

ہے۔ اسلام کی تعلیم ہے، محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے۔ اس جذبے کو لے کے گئے۔

جناب یحییٰ بختیار: مگر پھر جب وہ Privately ایک خط لکھتے ہیں، انگریز کو،

کہتا ہے: ”میرا یہ مطلب نہیں تھا کوئی۔ آپ غلط فہمی میں نہ رہیں۔ میں تو یہ وحشی مسلمانوں کا جوش

ٹھنڈا کرنے کے لئے حکمت عملی میں نے اختیار کی۔“

(تریاق القلوب فیروزہ نمبر ۳ ص ۳، خزانہ ج ۱۵ ص ۴۹۱)

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، بڑا صحیح ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے، کہتا ہے: ”میں نے حکمت عملی اختیار کی ان کو ٹھنڈا، یہ

وحشی مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے تاکہ آپ کی حکومت میں بد امنی نہ پیدا ہو۔“ تو یہ تو

جہاد سے بالکل تضاد ہو جاتا ہے کہ برطانیہ کی حکومت، صلیب کے Protector کی حکومت

میں بد امنی نہ پیدا ہو یہ جذبہ تھا۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: اور وحشی مسلمان.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، اگر کوئی وحشی ہو اور وہ فساد پھیلانے تو میرا خیال ہے

کہ ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ بد امنی کو دور کرے۔

جناب یحییٰ بختیار: گویا.....

Madam Chairman: Next question.

(محترمہ چیئر مین: اگلا سوال کریں)

جناب یحییٰ بختیار: اب آگے فرماتے ہیں کہ: ”آپ اس خود کاشتہ پودے پر ذرا

نظر عنایت رکھیں خاص۔“ (اشتہار بخور گورنر ص ۱۳، ملحقہ کتاب البریہ خزانہ ج ۱۳ ص ۳۵۰)

1825 جناب عبدالمنان عمر: اس سے مراد کیا ہے جی؟

جناب یحییٰ بختیار: یہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔

جناب عبدالمنان عمر: ٹھیک ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: خود کاشتہ جو تھا.....

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: اپنا ذکر کرتے ہیں۔ اپنی جماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنے

خاندان کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تین ذکر ہیں۔ اس کے بعد ابھی آپ اس کی اتھارٹی ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: اس سے ان کا خاندان مراد ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اب یہ دیکھیں، یہ مرزا صاحب بڑے مغل خاندان کے فرزند

ہیں۔ شرف سے آئے تھے باہر کے زمانے میں۔ یہاں انگریز نے تو کاشت نہیں کیا تھا ان

کا خاندان، خود کاشتہ پودا تو وہ نہیں تھے۔ یہ تو کوئی بھی عقل مند نہیں مان سکتا۔ اب سوال یہ آتا ہے

کہ مرزا صاحب نمبر ۲ پر آ جاتے ہیں۔ وہ بھی پہلے سے تھے۔ انگریز سے، اور خود کاشتہ کیا کہنا تھا، وہ

تو اللہ کے نبی تھے۔ ان کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جماعت پر نہیں Apply کرتا؟ کہ

”آپ کا خود کاشتہ پودا، اس کی بڑی حفاظت کرو۔“

جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض کیا کہ یہ مرزا صاحب کے خاندان کی تاریخ کو

اگر دیکھا جائے اور خود اس عبارت کو دیکھا جائے جہاں یہ مضمون بیان ہوا ہے تو مرزا صاحب کی

مراد خاندان سے ہے۔ یہ کہنا کہ وہ باہر کے زمانے سے آیا تھا، اس کے بعد کی تاریخ یہ ہے کہ.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، دیکھیں.....

جناب عبدالمنان عمر: ان کو تباہ کر دیا گیا تھا، سکھوں کے عہد میں ختم کر دیا گیا تھا۔

1826 جناب یحییٰ بختیار: صاحبزادہ صاحب!.....

جناب عبدالمنان عمر: ان کی تعمیر نو انگریزوں کے زمانے میں ہوئی۔

جناب یحییٰ بختیار: صاحبزادہ صاحب! جو ان کے بعد، جن کی حفاظت کرو، تو اس

خاندان میں تو کئی ایسے لوگ تھے جو مرزا صاحب کی خود ہی مخالفت کر رہے تھے۔

جناب عبدالمنان عمر: مگر انگریز کے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، دیکھیں ناں، جو لوگ مرزا صاحب کی مخالفت کر رہے

تھے، عیسائی، مسلمان، ہندو، ان میں مرزا صاحب کے اپنے خاندان کے لوگ موجود تھے۔ جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی لسٹ جو دیتے ہیں۔ وہ تین چار سو وہ اپنی جماعت کے ممبروں کی دیتے ہیں۔ (ایضاً، ۱۳ ج ۱۳۵-۳۵۷) ”یہ میری جماعت کے لوگ ہیں جن پر نظر عنایت کرنی ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میرا خیال ہے کہ یہ ذرا غلط بحث ہو گیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ملکہ و کنور یہ کو جو خط لکھا، اس میں یہ لکھا ہے کہ:

”میں ملکہ! تجھے توجہ دلاتا ہوں کہ تو مسلمانوں پر نظر کر کہ.....“

جناب یحییٰ بختیار: یعنی جو.....

جناب عبدالمنان عمر: مرزا صاحب نے، آپ نے کبھی نہیں مانگا، نہ کوئی خطاب، نہ کوئی جاگیر، نہ کوئی مریجہ۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ دیکھیں، دیکھیں، ایک بات چھوٹی سی ہے۔ کیا ایک محدث اس قسم کا خط ایسی شخصیت کو لکھتا ہے جو صلیب کا محافظ ہو؟ اور یہ کہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور اس سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ ”آپ مجھ پہ بڑی مہربانی کریں، حمایت کریں۔“ آپ یہ دیکھتے تضاد؟ کیا کوئی محدث ایسی بات کر سکتا ہے؟ ایسا خط لکھ سکتا ہے؟ یا آپ کی نظر میں ٹھیک ہے جو لکھا ہے؟

1827 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یہ خط ضرور لکھنا چاہئے کیونکہ مسلمان اس قدر معصیت میں مبتلا تھے۔ کانگریس کی تحریک کی وجہ سے انگریزوں کا میلان ہندوؤں کی طرف ہو رہا تھا اور ۱۸۵۷ء کے فسادات کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑے شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور یہ وہی نقطہ نگاہ ہے۔ جو اس زمانے میں تمام بڑے بڑے مسلمانوں کے جولیڈر تھے۔ انہوں نے یہ اختیار کیا۔ چنانچہ سر سید احمد خان جن کی برائی تو بہر حال یہاں کوئی شاید نہیں کرے گا.....

(قادیانی جماعت جائے بھاڑ میں)

جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے، یہ پھر جماعت سے بات ہو گئی ناں جی۔ خاندان سے تو بات نہیں ہوگی۔ یا مرزا صاحب کو صرف فکر اپنے خاندان کی تھی کہ ان کی پرورش ہو، انگریز ان کا خیال کریں۔ باقی جماعت بھاڑ میں جائے۔ مسلمان کھڑے میں جائیں۔ یہ Approach (طریقہ) تھا ان کا کیا؟

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے، میں پھر گزارش کروں گا کہ انہوں نے جو خط لکھا وہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر نظر کرم کریں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ دیکھئے یہ خط اس میں مسلمانوں کا تو وہ سوال ہی نہیں اٹھاتے۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب! ملکہ کنور یہ کے نام خط کو آپ پڑھئے۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، جو خط میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ پہلے

اسے کر لیں۔ اس کے بعد اس پر بھی آجائیں گے۔ یہ تو ایسی بات نہیں ہے۔ ناظم ہوتا تو میں آپ کو ان کے کئی اشارات اور بھی بتا دیتا۔ یہ دیکھیں جی، پہلے جو ہے ناں:

”بھگت پور جناب لیفٹیننٹ گورنر بہادر..... چونکہ مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ جس کا بیٹا اور نام ہی یہ راقم ہے..... تو سوال ہی اپنی جماعت، فرقہ سے شروع ہوتا ہے:

”..... پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدیدار اور نیک نام ریکیں اور تاجر پنجاب اور ہندوستان کے اس فرقے میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے تو تعلیم یافتہ، جیسے بی۔ اے اور ایم۔ اے اس فرقے میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے ہیں۔“

(کتاب البریہ، خزائن ج ۳ ص ۳۳۷)

تو شروع اس سے کرتے ہیں اور ختم اس سے کرتے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، ”خود کاشٹہ پودا“ تک اگر عبارت پڑھیں تو.....

جناب یحییٰ بختیار: میں آجاتا ہوں اس پر بھی جی۔

جناب عبدالمنان عمر: چھوڑیں نہیں اس کو۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں کہتا ہوں کہ اس کی تمہید جو ہے ناں، جو پڑھ کے سنائی

میں نے، سچ میں اپنے خاندان کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یہی میری مراد ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر کہتے ہیں کہ:

”نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی

اطاعت کی طرف جھکایا، بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک

اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکر امن و آرام سے اور آزادی سے، گورنمنٹ انگلشیہ کے ساتھ عافیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔“ (ایضاً خزائن ج ۱۳ ص ۳۴۰)

جناب عبدالمنان عمر: یہ ہے اصل وجہ۔¹⁸²⁹
جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں جی: ”..... اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے پر ہزار ہا روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔“

میں کہتا ہوں کہ اپنی طرف سے پیسہ بھی خرچ کر رہے ہیں وہ۔
جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، بالکل، امن تو قائم کرنا چاہئے ناں۔
جناب یحییٰ بختیار: نہیں جی، بالکل وہ اچھا کیا، وہ تو میں نہیں ہوں اس کے خلاف۔ اب وہ آخر میں، یہ پچاس الماریاں جو انہوں نے بھری تھیں، انگریز کی تعریف میں، یہ الماریاں کوئی..... کا پوائنٹ آیا ہے کہ نہیں آیا؟

جناب عبدالمنان عمر: جی؟
جناب یحییٰ بختیار: انہوں نے لکھا ہے کہ ”اتنی کتابیں میں نے لکھی ہیں۔ اگر ان کو الماریاں میں بھر جائے.....“

جناب عبدالمنان عمر: پڑھ لیجئے ذرا عبارت کو، پھر بات کیجئے۔
جناب یحییٰ بختیار: یعنی پچاس الماریاں بھریں.....
جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، زبانی نہیں.....

(مرزا قادیانی لمبی بات کرتا تھا)

جناب یحییٰ بختیار: ابھی مرزا صاحب بھی کوئی بات مختصر تو کرتے نہیں ہیں۔ پھر یہ کہتے ہیں یہاں: ”غیر ممالک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے سے کیا مدعا تھا؟ گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے (ہر طرح) ہر ایک طور کی بدگوئی اور بداندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا۔“¹⁸³⁰ اس تکفیر اور ایذا کا ایک نقلی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں سے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کے لئے ہزار ہا اشتہارات شائع کئے اور ایسی کتابیں بلا دعب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں اور یہ باتیں بے ثبوت نہیں۔ اگر گورنمنٹ توجہ دے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ میں زور سے کہتا ہوں اور دعویٰ سے کہ گورنمنٹ کی خدمت میں علی الاعلان دیتا ہوں کہ

با اعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجے کا وفادار اور جاں نثار بھی نیا فرقہ ہے۔“ (اشتہار بحضور گورنمنٹ ملحق کتاب البریہ، خزائن ج ۱۳ ص ۳۳۳)

نہیں میں اس واسطے کہہ رہا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: ٹھیک ہے۔ آپ صحیح پڑھ رہے ہیں، جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: جو توجہ آرہی ہے وہ فرقے کی طرف، اور اسی کے لئے

Protection (حفاظت) وہ چاہ رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔ آگے؟

جناب یحییٰ بختیار: جو کہتے ہیں کہ ”خودکاشتہ پودا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: وہ پڑھئے ذرا۔

جناب یحییٰ بختیار: اور ساتھ ہی پھر کہتے ہیں:

”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے ہی مسئلہ جہاد

کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح موعود مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(ایضاً ص ۱۱، خزائن ج ۱۳ ص ۳۳۷)

پھر آگے فرماتے ہیں: ”التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو

پچاس برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار خاندان ثابت کر چکی ہے۔ جس کی نسبت

¹⁸³¹ گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چھٹیاں میں یہ گواہی دی ہے کہ

وہ قدیم سے سرکار انگریز کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خودکاشتہ پودے کی نسبت

(ایضاً ص ۱۳، خزائن ج ۱۳ ص ۳۵۰)

نہایت.....“

(Interruption) (مداخلت)

جناب یحییٰ بختیار: میں پڑھ رہا ہوں جی: ”..... نہایت حزم و احتیاط تحقیق و توجہ سے

کام لے لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری و

اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت..... (ایضاً)

خدمات خاندان نے کی ہیں۔ اس لئے ”میری اور میری جماعت“ پر ”خودکاشتہ پودا“

یہاں میرے خیال میں Apply (لاگو) ہوتا ہے کہ ”خاص عنایت“ کریں۔

جناب عبدالمنان عمر: جناب والا! ایک اردو زبان کی ایک معمولی سی بات ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، ٹھیک ہے آپ دیکھیں آگے.....

جناب عبدالمنان عمر: ایک گفتگو پیچھے سے چلی آ رہی ہے۔ صریح طور پر وہ خاندان کو پیش کر رہے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں، میں پھر پڑھ دیتا ہوں، ذرا پھر، کیونکہ پوائنٹ یہ ہے کہ Clarify ہو جائے یہ۔

جناب عبدالمنان عمر: جی، بالکل، یہی مقصد ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا: ”التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت، جس کو پچاس برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے۔ جس کی نسبت¹⁸³² گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ کی محکمہ رائے سے اپنی چھٹیاں میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے بکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں.....“ (ایضاً) یہاں تک تو آ گیا.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، خاندان۔

جناب یحییٰ بختیار: پھر آگے فرماتے ہیں جی یہاں: ”اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت.....“

جناب عبدالمنان عمر: وہی ہے ناں جی، جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ”نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے..... اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت.....“

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ”ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص معنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں.....“

جناب عبدالمنان عمر: دیکھئے جناب! آپ نے ہر دفعہ یہی پڑھا کہ پیچھے خاندان کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اس کے لفظ ہیں، اس کی طرف اشارہ ہے۔ اشارہ جو اس خاندان کی طرف ہے اور کہیں بھی، میں پھر آپ کو عرض کرتا ہوں، کہیں بھی مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو انگریز کا خود کاشتہ پودا نہیں کہا، Categorically (واضح طور پر) میں انکار کرتا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: تو میں ابھی عرض یہ کر رہا تھا کہ جہاں تک مرزا صاحب کے خاندان کا تعلق تھا، وہ انگریز کا خود کاشتہ پودا نہیں تھا کسی حالت میں بھی۔ مغلوں کے¹⁸³³ زمانے

سے ان کی بڑی پوزیشن رہی ہے۔ ان کے ایک بزرگ کئی گاؤں کے قاضی رہے تھے وہاں۔ یہ سب چیزیں Established (ثابت شدہ) ہیں۔ ریکارڈ پر ہیں، لٹریچر موجود ہے۔ سکھوں نے ان سے کافی چیزیں لیں، ان کی جائیدادیں چھینیں، یہ بھی ٹھیک ہے۔ مگر انہوں نے سکھوں کے ساتھ بھی پوری وفاداری کے ساتھ خدمت کی۔ مسلمانوں پہ جو چڑھائی ہوئی ہزارے میں یا فرنٹیر میں، تو مرزا صاحب کے والد ان کے ساتھ تھے سکھوں کے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ ریکارڈ پہ ہے تو جہاں تک خاندان کا تعلق ہے، انگریز حکومت نے بھی کہا ہے کہ انہوں نے بڑی وفاداری کی ہے، پرانا خاندان تھا۔ خود کاشتہ نہیں تھا یہ۔ خود کاشتہ پودا جو ہے وہ تو اس حالت میں ہوتا ہے کہ انگریز ان کو لفٹ دیتا۔ انگریزوں نے لفٹ نہیں دی ہے۔ یہ تو خود اپنی طرف سے انگریز کی خدمت تھی۔ انہوں نے چٹھیاں دیں کہ ”آپ کی بڑی مہربانی، خدمت کی ہماری۔“

جناب عبدالمنان عمر: جناب اس سے میں جو بات سمجھاؤ یہ ٹکلی کہ گو مرزا صاحب نے اپنے خاندان کو ہی ”خود کاشتہ پودا“ کہا ہے۔ لیکن یہ ان کا بیان صحیح نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں نے یہ نہیں کہا۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، یہ نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ میں نے نہیں کہا۔ میں نے کہا مرزا صاحب کہتے ہیں کہ

”کیونکہ میرے خاندان نے یہ خدمت کی ہے اور وہ خدمت کا ثبوت.....“

جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، اس کی طرف جو اشارہ ہے.....

جناب یحییٰ بختیار: دیکھیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: میرا پوائنٹ سمجھ لیں کہ ”جو میرے خاندان نے خدمت کی“

ہے، پچاس سال سے، اس کا ثبوت موجود ہے۔ اس کا لحاظ کرتے ہوئے میرے اور میری جماعت پر رحم کریں۔ یہ آپ کا خود کاشتہ پودا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: جناب انہیں، دیکھیں.....

جناب یحییٰ بختیار: میں، یعنی یہ مطلب جو ہے، اس پر.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، آپ کا تصور یہ ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کہتے ہیں یہ نہیں ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، میں کہتا ہوں کہ یہ ”خود کاشتہ“ جماعت کے متعلق نہیں ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: یہ جماعت کے متعلق نہیں ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: دوسری بات میں اس سلسلے میں یہ عرض کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ بختیار: یہ ان کے اور خاندان کے متعلق ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: یہ ان کے اور خاندان کے متعلق ہے۔ دوسری بات میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ کہنا کہ انگریز نے ان کی Help (مدد) نہیں کی تھی۔ اصل بات یوں نہیں ہے۔ ان لوگوں، دراصل اس خاندان کو قادیان سے نکال دیا گیا تھا اور یہ لوگ وہاں سے نکل کر ریاست پور حملہ میں چلے گئے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، وہ ٹھیک ہے جی، وہ.....

جناب عبدالمنان عمر:..... اور ان کو انگریز وہاں سے لایا تھا واپس۔ یہ ہے وہ ”خود کاشتہ پودا“ جس کا مرزا صاحب ذکر کر رہے ہیں۔

(مرزا محمود کی بیعت؟)

جناب یحییٰ بختیار: اب یہ فرمائیے کہ یہ جو احمدیہ جماعت ہے..... میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کیونکہ آپ نے کل اپنا تعارف کرایا..... آپ تو مرزا بشیر الدین محمود کے بیعت بھی لائے ہوئے ہیں؟

1835 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یوں تو نہیں ہے میری بیعت کہ کوئی میں نے ان کی بیعت کی ہو۔ میری پیدائش قادیان کی ہے۔ میری پیدائش، میں نے عرض کیا تھا کل بھی.....

Madam Chairman: No, this is, this is not the question. The question is different.

(میڈم چیئر مین: نہیں، سوال یہ نہیں ہے، سوال مختلف ہے)

جناب یحییٰ بختیار: ایک اگر ڈائریکٹ جواب دے کے پھر آپ

Explanation (وضاحت) دے دیں۔

میڈم چیئر مین: ہاں، ہاں، **The question is** (سوال یہ ہے کہ) آپ نے بیعت کی یا نہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض کیا کہ میں نے.....

Madam Chairman: *Nobody has asked the question about the place of birth.*

(میڈم چیئرمین: کسی نے آپ سے جائے پیدائش کے متعلق نہیں پوچھا)
 جناب عبدالمنان عمر: بیعت نہیں کی، میں وہاں پیدا ہوا ہوں۔
 جناب یحییٰ بختیار: پیدا تو بہت سے ایسے لوگ ہوئے ہیں جو احمدی نہ ہوں۔
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، میں احمدی ہوں۔
 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یعنی یہ تو نہیں ہوتا جو احمدی پیدا ہو گیا ہے وہ بیعت لے آئے۔ یہ ضروری تو نہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، میں پیدا ہوا اور احمدی ہوں اور وہیں کا ہوں۔
 جناب یحییٰ بختیار: ہاں آپ نہیں لائے ان پر.....
 جناب عبدالمنان عمر: اس طرح بیعت میں نے کبھی نہیں کی۔
 جناب یحییٰ بختیار: ان پر نہیں کی؟
 جناب عبدالمنان عمر: اس طرح نہیں کی، میں مانتا ہوں۔
 جناب یحییٰ بختیار: کس طرح کی؟
 جناب عبدالمنان عمر: میں مانتا ہوں ان کو، میں ان کو مانتا ہوں۔ یعنی بیعت کرتے ہیں جس طرح.....

جناب یحییٰ بختیار: اچھا ہاں۔
 جناب عبدالمنان عمر: میں چونکہ اس گھر میں پیدا ہوں ہوں۔ میں ان کو مانتا ہوں۔ ہاں، اور ان کے شامل تھا۔ ان کی جماعت میں جز تھا، حصہ تھا، ان کا میں۔ لیکن جس طرح بیعت ہوتی ہے ناں کہ کوئی شخص جا کے بیعت کرے، وہ نہیں کی۔
 جناب یحییٰ بختیار: یعنی آپ کو ہی خیالات تھے ۱۹۴۹ء تک جو باقی جماعت کے تھے۔
 جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں۔ میرے، بہت سے معاملات میں ان سے شدید اختلاف تھا.....

جناب یحییٰ بختیار: مگر آپ نے چھوڑا کب؟
 جناب عبدالمنان عمر: مثلاً.....
 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، آپ نے ان کو چھوڑا کب؟

جناب عبدالمنان عمر: وہ کوئی 1958 Ninteen fifty-eight

جناب یحییٰ بختیار: fifty-eight میں چھوڑا؟

جناب عبدالمنان عمر: 1968 Sixty-eight, sixty-eight

جناب یحییٰ بختیار: sixty-eight میں، یہ مرزا..... 1968

جناب عبدالمنان عمر: 1956 Fifty-six

جناب یحییٰ بختیار: 1956 Fifty-six، یعنی جب مرزا بشیر الدین محمود زندہ تھے؟

¹⁸³⁷ جناب عبدالمنان عمر: جی، جناب ازندہ تھے۔

جناب یحییٰ بختیار: اس وقت چھوڑا، اس زمانے سے چھوڑ دیا؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ ابھی یہاں لوگوں کا یہ خیال تھا.....

جناب عبدالمنان عمر: وہ غلط تھا۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، نہیں، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ.....

میڈم چیئرمین: بات تو سن لیں۔

(مرزا ناصر کے الیکشن میں اختلاف؟)

جناب یحییٰ بختیار:..... مرزا ناصر احمد صاحب کا جب الیکشن ہو رہا تھا تو کہتے ہیں کہ اس موقع پر بعض لوگوں کا یہ خیال تھا جماعت میں کہ وہ آپ کو امیر بنائیں یا امام بنائیں اور بعض کا یہ خیال تھا کہ ان کو بنائیں۔ یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا اس پر کوئی اختلاف ہو گیا تھا.....

جناب عبدالمنان عمر: آپ کے سامنے واقعات ہیں، میں نے عرض کیا.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں جی، ہمیں تو کوئی علم نہیں، لوگ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، یہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے زمانے

میں ان سے الگ ہو گیا۔

جناب یحییٰ بختیار: مگر نہیں، یہ لوگوں کا خیال درست ہے کہ جب مرزا ناصر احمد

صاحب کا الیکشن تھا، اس زمانے میں..... وہ ربوہ کی جماعت کا میں کہہ رہا ہوں۔ لاہوری پارٹی کا

نہیں کہہ رہا..... یہ ان کی جماعت میں بعض لوگ یہ چاہتے تھے کہ آپ ان کی جگہ آئیں، خلیفہ بنیں؟

¹⁸³⁸ جناب عبدالمنان عمر: میں نے تو عرض کیا کہ میں اس سے کئی سال پہلے.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یعنی، یہ چیز غلط ہے بالکل؟

جناب عبدالمنان عمر: جی، میں ان سے کئی سال پہلے الگ ہو چکا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں آپ کا نہیں کہہ رہا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ تو سوال سنتے ہی نہیں اور جواب تیار رکھا ہوتا ہے آپ نے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی، جی۔

جناب یحییٰ بختیار: کہ جب ربوہ جماعت میں خلیفہ کے چناؤ کا وقت آیا مرزا بشیر الدین محمود صاحب کی وفات کے بعد، تو بعض لوگ ربوہ کی جماعت میں یہ رائے رکھتے تھے کہ آپ موزوں خلیفہ ہوں گے تیسرے؟

جناب عبدالمنان عمر: جہاں تک مجھے معلوم ہے، وہاں دو نام پیش ہوئے تھے۔

جناب یحییٰ بختیار: پیش ہونے کا نہیں کہتا ہوں کیونکہ.....

جناب عبدالمنان عمر: پیش ہی سے پتہ لگتا ہے ناں جی، خیال کا تو بھی پتہ چلتا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: لوگ آپس میں خیال رکھتے.....

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، جو میرے علم میں ہے وہ یہ ہے کہ ¹⁸³⁹ جناب یحییٰ بختیار: ویسے ہی کسی نے ذکر بھی نہیں کیا آپ کو کہ آپ کو بھی سوچا جائے، اس میں Consider کیا جائے؟

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، مجھ سے نہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کو نہیں علم؟

جناب عبدالمنان عمر: جی، مجھ سے، مجھ سے کہا ہی نہیں انہوں نے، مجھ سے کہا ہی نہیں کسی نے۔

جناب یحییٰ بختیار: تو آپ کے یہ اختلافات کیوں اتنی دیر سے ہوئے؟

جناب عبدالمنان عمر: وہ میں عرض کرتا ہوں۔

جناب یحییٰ بختیار: اور کس بات پر؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، مجھ سے ان کے اختلافات کی بنیاد جو ہے، وہ چند چیزوں پر مبنی ہے۔ جس میں سے پہلی چیز یہ ہے کہ میں نے اور ہمارے گھر کے جو لوگ تھے، تکفیر المسلمین کے معاملے میں کبھی ان سے اتفاق نہیں کیا۔ کبھی بھی، ابتداء تا انتہاء۔

دوسری اختلاف! کی وجہ، ہم لوگوں نے مرزا صاحب کا جو بھی مقام سمجھا، اس کے نتیجے میں لفظ ”محدث“ استعمال کیجئے۔ ”ظلی نبی“ کیجئے ”بروزی نبی“ کیجئے۔ جو لفظ بھی استعمال کیجئے۔ ہم نے ان کو زمرہ انبیاء کا فرد کبھی نہیں سمجھا۔ مگر وہ لوگ تشریحات کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہہ دیتے ہیں کہ غیر تشریحی نبی مرزا صاحب تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ غیر تشریحی نبی ہونے سے مرزا صاحب صف انبیاء میں کھڑے ہو گئے ہیں کہ نہیں؟ دائرہ انبیاء کے فرد ہو گئے ہیں کہ نہیں؟ ہمارا عقیدہ یہ تھا کہ مرزا صاحب اپنے تمام دعوؤں کے باوجود زمرہ انبیاء کے فرد نہیں ہیں۔

تیسرا اختلاف! اس بارے میں جو ہمیں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ خلافت کے بارے میں ان کے خیالات کو ہم لوگ اسلام کے اور مرزا صاحب کے مسلک کے مطابق نہیں سمجھتے تھے۔¹⁸⁴⁰ لیکن باقی معاملات میں مثلاً خدمت اسلام، اشاعت اسلام، اشاعت قرآن.....

جناب یحییٰ بختیار: بس، ایک ہی اس پر میں نے آپ سے ایک اور سوال پوچھنا تھا، اس پر کہ باقی معاملات میں آپ کا ان سے اتفاق تھا؟

جناب عبدالمنان عمر: لیکن بہت سوں میں نہیں تھا۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، نہیں، وہ آپ نے Explain (واضح) کر دیا۔ میں وہ طرز آ کوئی بات نہیں کہہ رہا۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: کیونکہ احمدی دونوں ہیں۔ صرف بات، چھوٹی بات پر یا بڑی بات، آپ جیسے سمجھیں اس کو، مگر کل میں نے آپ سے ایک سوال پوچھا تھا اور میں نے پڑھ کے سنایا تھا کہ مرزا صاحب بعض دفعہ کہتے ہیں ”دعویٰ اسلام کرنے والے۔“ تحقیق کی بات آگئی اس کی۔ ”دعویٰ اسلام کا کرنے والے۔“ مسلمانوں کے بارے میں انہوں نے، اکثر کہتے ہیں کہ یہ لفظ بھی استعمال کیا: ”جو مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔“ یا ”دعویٰ اسلام کرنے والے ہیں۔“ ان کا کیا مطلب تھا؟

جناب عبدالمنان عمر: کن کا قول پیش فرمایا آپ نے؟
 جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب کا۔ میں نے پڑھ کے سنایا تھا وہ بشیر احمد صاحب کا
 ایک حوالہ۔

جناب عبدالمنان عمر: جی۔
 جناب یحییٰ بختیار: مگر پھر ”تحفہ گولڑویہ“ سے انہوں نے وہ کہا ہے کہ مرزا صاحب
 وہاں پر خود ہی کہتے ہیں کہ ”یہ جو اسلام کا دعویٰ کرنے والے ہیں“ مسلمانوں سے وہ.....
¹⁸⁴¹ جناب عبدالمنان عمر: میرے سامنے حوالہ ہو تو میں کچھ عرض کروں۔
 جناب یحییٰ بختیار: میں نے پڑھ کے سنایا آپ کو اور نوٹ بھی کروایا۔
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں، حوالہ شاید مرزا صاحب محمود احمد.....
 جناب یحییٰ بختیار: نہیں جی، انہوں نے ”تحفہ گولڑویہ“ سے مرزا صاحب.....
 جناب عبدالمنان عمر: ”تحفہ گولڑویہ“ پیش ہونا جی، تب.....
 جناب یحییٰ بختیار: وہ تو آپ کو میں نے نوٹ کروایا۔ اس کا میں نے صفحہ بھی۔
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں، آپ نے ”تحفہ گولڑویہ“ نہیں، وہ ان کا
 Quotation ہی پڑھا۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، میں نے آپ کو.....
 جناب عبدالمنان عمر: وہ کہتے ہیں کہ ”تحفہ گولڑویہ“ میں یہ ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: اچھا، آپ یہ کہیں کہ مرزا صاحب نے کہیں یہ نہیں کہا؟
 جناب عبدالمنان عمر: نہیں، وہ تو سامنے ہو تو مجھے..... میں اتنا حافظ نہیں.....
 جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اگر ہوسا مننے تو کیا مطلب ہے اس کا؟
 جناب عبدالمنان عمر: مجھے، میں، حافظ نہیں ہے میرے پاس اتنا۔ مرزا صاحب کی
 یہ تحریر مجھے دکھائی جائے تو میں اس کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی آپ
 تحریر پیش کریں کہ وہاں مرزا صاحب نے لکھا ہے، تو مجھے ذرا اس میں تاثر ملے گا۔
 جناب یحییٰ بختیار: میں ابھی آپ کو ذرا سناتا ہوں.....

Madam Chairman: How long will.....

(میڈم چیئر مین: وہ کتنا بڑا ہے؟)

Mr. Yahya Bakhtiar: Just five to ten minutes more, Sir. (مسٹر یحییٰ بختیار: جناب والا! صرف پانچ، دس منٹ لگیں گے)

..... جناب یحییٰ بختیار: اب مرزا صاحب کا ایک حوالہ ہے جی.....

جناب عبدالمنان عمر: یہ ”تحفہ گولڈویہ“ میں پیش کر دیتا ہوں جی، اگر اس میں سے مجھے بتا دیا جائے کہاں ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، وہ بتاؤں گا جی آپ کو۔ وہ لارہے ہیں۔

آپ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا کہ:

”غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ کے مخالف ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا۔ جب تک وہ قلعہ عقائد چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے موعود کیا ہے۔“

جناب عبدالمنان عمر: صفحہ اگر فرمادیں تو تلاش کروں یہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: ایک تو ہے جی ”تحفہ گولڈویہ“ صفحہ ۵۶۔ پھر آگے اس میں کچھ اور

جاتا ہے اس پر۔ یہ جو.....

جناب عبدالمنان عمر: صفحہ کون سا فرمایا ہے جی؟

جناب یحییٰ بختیار: میں، ایک صفحہ ۱۸ ہے جی۔ ایک میں نے آپ کو بتایا ہے.....

پتہ نہیں، ایڈیشن میں کچھ فرق ہوگا تو کچھ کہہ نہیں سکتے۔

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، دیکھ لیتے ہیں جی آگے پیچھے دیکھ لیتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں۔ (Pause)

وہ یہ ہے کہ جی: ”جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے

ہیں، ہلکی ترک کرنا پڑے گا۔“ (ضمیمہ تحفہ گولڈویہ ص ۱۸ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۴)

..... جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ الفاظ ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، بل گئے۔

جناب یحییٰ بختیار: مل گئے آپ کو؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: اچھا۔ (Pause)

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں، ”جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں“ وہ.....
جناب یحییٰ بختیار: آپ وہ سارا پڑھ دیجئے تاکہ شاید میں نے..... یہ فقرہ ہے وہ.....

(Pause)

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰ بختیار: تو یہ ”دعویٰ اسلام کرنے والے“ کون ہیں؟ کیا مراد ہے ان کی؟
جناب عبدالمنان عمر: جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: یعنی مسلمان نہیں ہیں، دعویٰ کرتے ہیں صرف؟
جناب عبدالمنان عمر: نہیں جی، دعویٰ سچا بھی ہوتا ہے، جھوٹا بھی ہوتا ہے۔ یہ تو
نہیں کہ جو دعویٰ کرے وہ ضرور غلط کرتا ہے۔ دعویٰ اسلام کرنے والے.....
جناب یحییٰ بختیار: نہیں.....

جناب عبدالمنان عمر: دعویٰ اسلام کرنے والے جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔
صرف دعویٰ یہ نہیں جس کو آپ.....
جناب یحییٰ بختیار: یہ، یہ، جو صاحبزادہ کا مضمون ہے.....

جناب عبدالمنان عمر: جناب! میں نے اسی لئے.....
جناب یحییٰ بختیار: دیکھئے، 1940ء تک یا جب تک تو آپ اس پر ٹھیک تھے.....
جناب عبدالمنان عمر: جناب! انہیں، میں نے عرض کیا، مجھے تو بہت سی باتوں میں
ان سے اختلاف ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: بہت دیر سے آپ نے اس کو چھوڑا۔ اس لئے یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی۔
جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، میں نے تو ان کی زندگی میں ان کو چھوڑا۔
جناب یحییٰ بختیار: میں پھر آپ کو سنا تا ہوں.....

جناب عبدالمنان عمر: ان کی زندگی میں بڑا خطرناک اختلاف، میرا ان سے ہے۔
جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ میں آپ کو سنا تا ہوں کہ انہوں نے اس کا کیا مطلب
لیا، جیسے آپ لے رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: میں ان کے مطلب.....

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، یہ نہیں، کیونکہ.....

جناب عبدالمنان عمر: مجھے آپ نے منع کیا کہ.....

جناب یحییٰ مختیار: نہیں،.....

جناب عبدالمنان عمر:..... آپ دوسروں کو Quote (پیش) مت کیجئے گا.....

جناب یحییٰ مختیار: نہیں، نہیں، میں.....

جناب عبدالمنان عمر:..... اور آپ میرے سامنے ایک میرے دشمن کا Quote

(پیش) کرتے ہیں۔

1845 جناب یحییٰ مختیار: نہیں، مرزا صاحب کے ایک حوالے کا آپ

Interpretation (تعبیر) کرتے ہیں۔ ایک وہ کرتے ہیں۔ اسلی کو ج کرنا ہوگا کہ کون سی

ٹھیک ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: اس کے لئے مرزا صاحب کی کتاب پیش کیجئے۔

جناب یحییٰ مختیار: مرزا صاحب کی کتاب سے اسی حوالے.....

جناب عبدالمنان عمر: جی نہیں، وہ نہیں ہے مرزا صاحب کا۔

جناب یحییٰ مختیار: اسی حوالے کا.....

جناب عبدالمنان عمر: میں اصل کتاب رکھ دیتا ہوں، جناب!

جناب یحییٰ مختیار: اصل کتاب میں ”دعویٰ اسلام کرنے والے“ اور اس کا مطلب

کہتے ہیں ”مسلمان۔“

جناب عبدالمنان عمر: دعویٰ اسلام کرتا ہے جب کہتا ہے ”میں مسلمان ہوں۔“ یہ

دعویٰ ہے ناں میرا۔

جناب یحییٰ مختیار: نہیں،.....

جناب عبدالمنان عمر: میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔

جناب یحییٰ مختیار: جب کہتے ہیں کہ ”مسلمان“.....

جناب عبدالمنان عمر: اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں۔

جناب یحییٰ مختیار: نہیں، دیکھئے ناں، وہ جو یہ کہتے ہیں.....

جناب عبدالمنان عمر:..... ”دعویٰ اسلام کرنے والے“ میں، میں دعویٰ کرتا ہوں.....

جناب یحییٰ مختیار: آپ سن لیجئے Please (براہ کرم)

”صبح موعود کو بعض وقت اس بات کا خیال آیا کہ کہیں میری تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق ”مسلمان“ کا لفظ دیکھ کر لوگ دھوکہ نہ کھا جائیں۔ اس لئے آپ نے¹⁸⁴⁶ کہیں کہیں بطور ازالہ کے غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھ دیئے کہ ”وہ لوگ جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔“

(کلمۃ الفصل ص ۱۲۶)

اب یہ Contention (تکرار) ہے۔ ابھی آپ کہیں گے کہ آپ احمدی ہیں۔ میں کہوں گا کہ نہیں، آپ احمدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ تو بڑا فرق ہوتا ہے۔ وہ دعویٰ نے ثابت ہوتا ہے۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے دوسرا فقرہ عرض کیا اسی قسم کا کہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ میں مسلمان نہیں ہوں؟
جناب یحییٰ بختیار: تو پھر ”مسلمان“ کیوں نہیں کہتے کہ ہم مسلمان یہ کر رہے ہیں؟
جناب عبدالمنان عمر: یہ تو آپ، دیکھئے ناں، ایک مصنف کی عبارت کو آخر مصنف ہی بیان کرتا ہے۔

(آخری بات بھی صاف نہیں کی؟)

جناب یحییٰ بختیار: اچھا آخری بات وہی جو کل آپ نے کی۔ وہ بھی آپ نے Clear (صاف) نہیں کی۔ کیونکہ سینکڑوں صاحب بھی ابھی میرے خیال میں ابھی پانچ منٹ بھی نہیں دینا چاہتے اور آپ نے کل کہا جو ایک شخص کسی نبی کو نہیں مانتا، اللہ کے نبی کو، تو وہ گناہ گار ہو جاتا ہے، کافر نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کے علاوہ۔ میں نہیں کہتا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے جو ہیں، نہیں، ان کا میں نہیں کہہ رہا۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جو ان کو نہیں مانتا۔ کہتا ہے ”میں مسلمان ہوں، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، مگر عیسیٰ علیہ السلام کو بالکل میں نہیں مانتا۔ وہ شرابی کہا بی تھا یا جھوٹا تھا۔“ یا یہ ایسی کوئی بات کہہ جاتا ہے، نعوذ باللہ! تو پھر وہ تو کافر نہیں ہوتا؟ آپ نے کہا کہ وہ کفر سے نیچے ٹیکری میں آ جاتا ہے۔ گناہ گار ہوتا ہے، یہ درست ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض یہ کیا تھا..... میں پھر Repeat (دہراتا) کر دیتا ہوں،¹⁸⁴⁷ شاید بات صاف ہو جائے گی..... کہ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ دو قسم کا کفر ہے۔ ایک کفر یہ ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا انکار کرے۔ یہ میرے نزدیک سب سے بڑا کفر ہے.....

جناب یحییٰٰ بختیار: بڑا کفر ہے، ٹھیک ہے۔ یہ آپ نے درست کہا۔
 جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔ اس کے بعد سینکڑوں مدارج ہیں کفر کے، چھوٹے
 بڑے بہت سے مدارج۔

جناب یحییٰٰ بختیار: میں سمجھ گیا ہوں جی۔ یہی بات میں کر رہا ہوں آپ پھر اسے
 Repeat (دہرا) رہے ہیں۔

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، میں بالکل وہی عرض کر رہا ہوں.....

جناب یحییٰٰ بختیار: ہاں جی۔

جناب عبدالمنان عمر:..... کہ میرے نزدیک ایک کفر جو ہے، حقیقی کفر جس کو میں
 کہتا ہوں.....

جناب یحییٰٰ بختیار: ہاں، یہ دوسرے درجے کا کفر ہو گیا جو کسی نبی کو نہیں مانتا؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں جی، محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ۔

جناب یحییٰٰ بختیار: ہاں جی، اور آپ نے یہ بھی کہا کہ اللہ، رسول کا حکم ہے کہ مسیح
 موعود آئے گا اور جو ان کو نہیں مانتا وہ اللہ رسول کو نہیں مانتا۔ تو جو ان کو نہیں مانتا آپ کے عقیدے
 کے مطابق وہ بھی وہ چھوٹے درجے کے کفر میں آ گیا؟

جناب عبدالمنان عمر: گناہ گار ہو گیا۔

جناب یحییٰٰ بختیار: گناہ گار ہو گیا۔ یعنی کفر کا چھوٹا درجہ جو ہے؟

جناب عبدالمنان عمر: ہاں، گناہ گار کے معنوں میں۔

جناب یحییٰٰ بختیار: ¹⁸⁴⁸یہ، یہ بھی آپ نے تسلیم کر لیا؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔

جناب یحییٰٰ بختیار: پھر میں نے آپ سے پوچھا کہ ”حقیقی مسلمان“ کون ہوتے ہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: جی۔

(آپ نے صحیح جواب نہیں دیا)

جناب یحییٰٰ بختیار:..... آپ نے کہا کہ جو خدا اور رسول کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ نیک

آدھی ہے۔ بڑی لمبی چوڑی اسی میں بحث ہو سکتی ہے۔ وہ جو صحیح مسلمان آپ کے ہیں اس کو۔ میں
 نے کہا جو صحیح مسلمان ہے۔ وہ غیر احمدی ہو سکتا ہے؟ آپ نے اس کا صحیح جواب مجھے نہیں دیا۔

جناب عبدالمنان عمر: میں پھر عرض کر دیتا ہوں، اگر صحیح و غلط تو آپ جج کریں گے۔
جناب یحییٰ بختیار: کیونکہ وہ نہیں مانتا، وہ خدا اور.....

جناب عبدالمنان عمر: جو میں سمجھتا ہوں عرض کر دیتا ہوں۔
جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ دیکھیں کہ خدا اور رسول کا حکم، آپ کے مطابق کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں، ان کو مانو، وہ نہیں مانتا۔ تو ایک طرف سے تو وہ گناہ گار اور کافر ہو گیا۔ پھر وہ حقیقی مسلمان بھی بن سکتا ہے؟ یہ سوال۔

جناب عبدالمنان عمر: میں نے عرض یہ کیا تھا، پھر عرض کرتا ہوں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کا انکار کرتا ہے، وہ اصلی معنوں میں، حقیقی معنوں میں، مکمل معنوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی ایمان کے جزو ہیں، مثلاً الٰہیاء من الایمان کہ حیا بھی ایمان کا جزو ہے.....
جناب یحییٰ بختیار: آپ دیکھیں.....

(تین مرتبہ سوال ہوا، مگر حتمی جواب نہیں آیا)

1849

Mr. Chairman: The witness should give a definite answer to this question. This question has been repeated three times. This should be given a definite answer. And if the witness.....

(جناب چیئرمین: گواہ کو اس سوال کا جواب حتمی دینا چاہئے۔ یہ سوال تین مرتبہ کیا جا چکا ہے۔ اس کا حتمی جواب چاہئے اور اگر گواہ.....)
جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب، آپ کہتے ہیں کہ خدا اور رسول کا حکم ہے مرزا صاحب کا ماننا اور ایک آدمی اس سے انکار کرتا ہے.....

Mr. Chairman: And if.....

(جناب چیئرمین: اور اگر.....)

(مرزا قادیانی کا منکر حقیقی مسلمان نہیں)

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ گناہ گار ہو گیا یا کافر ہو گیا۔ چھوٹی ڈگری کا۔ تو ایک گناہ گار اور چھوٹی ڈگری کا جو کافر ہوتا ہے وہ تو کوئی اچھا مسلمان نہیں ہو سکتا؟

جناب عبدالمنان عمر: جی ہاں۔
 جناب یحییٰ بختیار: یہ دیکھیں ناں.....
 جناب عبدالمنان عمر: یہ صحیح ہے، بالکل صحیح ہے۔
 جناب یحییٰ بختیار: کہ ایک حقیقی مسلمان وہی ہو سکتا ہے۔ جو کسی قسم کا گنہگار یا
 کافر نہ ہو۔

جناب عبدالمنان عمر: بالکل۔
 جناب یحییٰ بختیار: تو بس یہی میں نے.....
 جناب عبدالمنان عمر: مگر ہاں، یہ.....

Mr. Chairman: *That's all?*

(جناب چیئرمین: کافی ہے؟)

Mr. Yahya Bakhtiar: *That's all Sir.*

(جناب یحییٰ بختیار: جناب والا! کافی ہے)

Mr. Abdul Mannan Umar: *Thank you.*

(جناب عبدالمنان عمر: آپ کا شکریہ)

Mr. Chairman: *Thank you very much.*

(جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ)

¹⁸⁵⁰ **Mr. Abdul Mannan Umar:** *Thank you.*

(جناب عبدالمنان عمر: آپ کا شکریہ)

Mr. Chairman: *The Delegation is permitted to withdraw subject to those references.....*

(جناب چیئرمین: وفد کو ان حوالہ جات والی شرط کے ساتھ واپس جانے کی اجازت ہے)

(پاکستان میں احمدیوں کی آبادی؟)

جناب یحییٰ بختیار: ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ جی کہ آپ کا کیا اندازہ ہے کہ
 احمدیوں کی کتنی آبادی ہے پاکستان میں؟ وہ اس واسطے ہم پوچھ رہے ہیں.....
 جناب عبدالمنان عمر: ہمیں اندازہ نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، دیکھیں ناں، کہ آپ کو شاید اندازہ ہو۔ کیونکہ وہاں وزیر رپورٹ میں ایک فگر دی گئی ہے۔ یہاں کچھ اور فگر دی گئی ہے اور Census (مردم شماری) میں کوئی چیز نہیں دی گئی۔ اگر اندازاً آپ کو پتہ ہو کہ آپ کی پارٹی کی کیا تعداد ہے۔ وہ اپنی پارٹی کا کہتے ہوں گے یا آپ کا کہتے ہوں گے، تاکہ ہمیں کچھ آئیڈیا ہو سکے۔

جناب عبدالمنان عمر: جی، ہمیں اندازہ نہیں ہے کوئی، نہ کبھی ہم نے مردم شماری کروائی ہے۔ گورنمنٹ کے ذرائع شاید زیادہ ہوں گے۔ وہ شاید زیادہ صحیح اس کی فگر دے سکے۔

جناب یحییٰ بختیار: آپ کے پاس کوئی نہیں؟

جناب عبدالمنان عمر: نہیں، ہمارے پاس فگر نہیں ہیں۔

Mr. Chairman: The Delegation is permitted to withdraw, subject to the reply of the references which have been given to the Delegation. A written reply may be filed within three days with the explanation. The Delegation can be called before the Committee anytime before the Committee finally concludes its findings, if need be. The Delegation may be asked or requested to give its view on some points which may crop up during the course of arguments, during the discussion. Till the final, till the assembly publishes the report, no proceedings of this Committee shall be communicated to any person.

(جناب چیئرمین: وفد کو جانے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ حوالہ جات کے جوابات تحریری طور پر وضاحتوں کے ساتھ تین دن کے اندر اندر داخل کئے جائیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو وفد کو کسی وقت بھی کمیٹی کے فیصلہ سے قبل بلایا جاسکے گا۔ بحث کے دوران اٹھائے گئے نقاط کے بارے میں وفد کے نظریات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک اسمبلی رپورٹ شائع نہ کرے کمیٹی کی کارروائی سے کسی کو مطلع نہیں کیا جاسکتا)

¹⁸⁵¹ **Mr. Yahya Bakhtiar:** *And one, Sir, one request.*

(جناب یحییٰ بختیار: ایک التماس ہے)

Mr. Chairman: *Yes.*

Mr. Yahya Bakhtiar: *I will request the Delegation that if they want to add anything to whatever they have stated in reply to any of the question, they may kindly do that.*

(جناب یحییٰ بختیار: ایک التماس ہے، وفد نے جو کچھ کہا ہے۔ اس میں اگر وہ کوئی مزید بات کہنا چاہتے ہوں تو کر سکتے ہیں)

Mr. Chairman: *And.....*

Mr. Yahya Bakhtiar: *(To the witness) or if you don't want to do it now, send it in writing.*

(جناب یحییٰ بختیار: (گواہوں کو) یا اگر آپ نہیں چاہتے ہو، اگر ابھی نہیں تو تحریراً بھجوادیں) اگر آپ نے کچھ اور مزید کسی پوائنٹ کو Clarify (واضح) کرنا ہے تو آپ دو تین دن کے اندر سیکرٹری صاحب کو دے دیں تاکہ Clarification (وضاحت))

Mr. Chairman: *Three days, three days. Today is 28th, 29, 30, by 31st.*

(جناب چیئرمین: چنانچہ تین روزہ، آج اٹھائیس تاریخ ہے۔ پھر اٹیس، تیس، اٹیس تاریخ تک)

Mr. Yahya Bakhtiar: *By 31st.*

(جناب یحییٰ بختیار: اٹیس تاریخ تک)

Mr. Chairman: *Yes. (جناب چیئرمین: جی!)*

There is a written request by the secretary of the Delegation that he may kindly be allowed to make a

submission for five minutes. This can also come as written.

And whatever is

(دفعہ کے سیکرٹری کی طرف سے التماس ہے کہ انہیں پانچ منٹ کے لئے بیان دینے کی اجازت دی جائے۔ یہ بھی لکھ کر وفد کی طرف سے آجائے)

Mr. Yahya Bakhtiar: *No, if he wants to make it now, let him make it now.*

(جناب یحییٰ بختیار: نہیں، اگر وہ چاہتا ہے تو ان کو پھر بیان کرنے دیں)

Mr. Chairman: *No.*

(Interruption)

جناب چیئرمین: شکریہ سب کا ادا ہو گیا۔

Any whatever comes in writing, we will circulate it among the members.

(اور جو کوئی تحریر آتی ہے ہم تمام ارکان کو بھجوا دیں گے)

Mr. Yahya Bakhtiar: *No, but if he wants only five minutes to add something.*

(جناب یحییٰ بختیار: نہیں، لیکن اگر وہ چاہتا ہے صرف پانچ منٹ تو کہنے دیں.....)

1852

Mr. Chairman: *Sir, we have to go there also.*

That matter. At 5:00, we have to reach there

(جناب چیئرمین: جناب والا! ہمیں پانچ بجے وہاں پر جانا ہے)

Mr. Yahya Bakhtiar: *I think this should come now. He has requested, Sir.*

جناب چیئرمین: بولیں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: ہاں، بول لیجئے۔

مرزا مسعود بیگ: بہت اچھا، بڑی مہربانی۔ میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس

Request grant (درخواست قبول کرنے) کا۔ میں نے یہ جرأت اس لئے کی کہ ایک

تو آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے، آپ نے بڑی فراخ دلی سے، محل سے ہماری باتوں کو سنا۔
میرے فاضل دوست نے، اٹارنی جنرل صاحب.....

جناب چیئر مین: (لاہوری) آپ کتابیں اکٹھی کر لیں۔
مرزا مسعود بیگ: جناب؟

جناب چیئر مین: ان سے کہہ رہا ہوں، کتابیں، میں نے کہا، اکٹھی کر لیں۔

مرزا مسعود بیگ: میرے فاضل دوست نے، کل دو تین دفعہ اٹارنی جنرل صاحب نے فرمایا تھا کہ ”آپ کو اس لئے بلایا گیا ہے کہ اسمبلی کو صحیح فیصلے پر پہنچنے میں مدد دیں۔“ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی عنایت ہے کہ آپ نے صحیح فیصلے پر پہنچنے کے لئے ہم سے سب کچھ پوچھا۔ تو دو دن کل ہمارے، کل اور آج اور اسے پہلے پندرہ دن مرزا صاحب کے دعاوی وغیرہ پر بہت بحث ہوئی اور آپ کی منشاء یہ ہے کہ ان کی پوزیشن کو سمجھا جائے کہ وہ کیا تھے؟ تو ان کا ایک دعویٰ، جس پر بالکل بحث نہیں ہوئی۔ میں اس کی طرف جناب والا! کی توجہ دلانا چاہتا تھا کہ ایک ان کا اور بھی دعویٰ تھا۔ جو بر بحث نہیں آیا۔ وہ دعویٰ یہ تھا کہ ہمیں خادم اسلام ہونے کے سوا اور کوئی دعویٰ نہیں۔ مرزا صاحب¹⁸⁵³ کی زندگی کا مقصد بجز خدمت اسلام کے اور کچھ نہیں تھا۔ تو اس پہلو سے بھی ان کو جج کرنا چاہئے تھا کہ آیا ان کا کیا Contribution (حصہ) ہے۔ انہوں نے کیا کیا؟ جناب والا! اگر یہ درست ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے، تو مرزا صاحب کے پھل برے نہیں ہیں۔ مرزا صاحب نے خدمت اسلام.....

مولوی مفتی محمود: چیئر مین صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

مولوی مفتی محمود: سوال یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شکریہ تو ادا ہو گیا۔ لیکن یہ

Convince کرنے کی ان کو اجازت نہیں ہونی چاہئے.....

جناب چیئر مین: میں نے تو یہ کہا تھا۔

مولوی مفتی محمود: یہ تو Convince کر رہے ہیں ممبروں کو۔

جناب چیئر مین: ہاں۔

مرزا مسعود بیگ: نہیں، میں تو عرضداشت کر رہا ہوں۔

پروفیسر غفور احمد: یہ Statement (بیان) لکھ کر دیں۔ سرکولیٹ ہو جائے گا۔

جناب چیئر مین: لکھ کے آپ، It would be better۔

پروفیسر غفور احمد: لکھ کر دے دیں۔ سرکولٹ ہو جائے گا۔

Mr. Chairman: ہاں, *It would be better if you send it in writting.* (جناب چیئر مین: اگر آپ لکھ کر بھیج دیں تو یہ بہتر ہوگا)
مرزا مسعود بیگ: بہت اچھا۔

Mr. Chairman: بس, *That would be better, That's why I.....*

مرزا مسعود بیگ: میں نے کہا سر! کہ آپ.....

¹⁸⁵⁴ **Mr. Chairman:** نہیں, *nobody is allowed to speak like this.* (جناب چیئر مین: کسی کو اس طرح بات کرنے کی اجازت نہیں)
Only the questions میں نے اسی واسطے کہا تھا۔ پھر انہوں نے کہا تو.....

مرزا مسعود بیگ: شکریہ، جناب!
جناب چیئر مین: اچھا، آپ لکھ کے جو چیز بھیجیں گے۔ *We will circulate among the Assembly members* (ہم اسے اسمبلی اراکین کو بھیج دیں گے) آپ بیشیں، تشریف رکھیں۔

Now the head of the community.....

(Interruption)

Mr. Chairman: *I request the houourable members, especially Haji Maula Bakhsh Soomro and Saiyad Abbas Hussain Gardezi, Please, for five minutes, Have patience.*

Now I will request the head of the community to testify on oath that whatever has been said by the secretary or by any of the witnesses or any other member of the Delegation, He swears that whatever has been said, he owns it and it is from him.

(جناب چیئرمین: میں حاجی مولا بخش سومر اور مسٹر گردیزی سے التماس کروں گا کہ وہ پانچ منٹ مبر کریں۔ میں جماعت احمدیہ (لاہوری) کے سربراہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس بات کی تصدیق کریں کہ انجمن کے سیکرٹری یا گواہ یا وفد کے کسی اور رکن سے جو کچھ کہا ہے، وہ اسے اپنی طرف سے سمجھتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے) ان سے قسم دلوائیں اور یہ کہلوائیں کہ ”جو کچھ کہا گیا ہے، وہ میری طرف سے کہا گیا ہے۔“ جیسے بھی، جو بھی، *Whatever method* پڑھ دیں۔ آپ آجائیں۔

مولانا صدر الدین: حضرات! میری عرض ہے کہ میرے دوستوں نے جو کچھ بیان دیئے ہیں۔ ان کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ میں ذمہ داری لیتا ہوں اور جو کچھ انہوں نے کہا وہ سچ ہے۔

Mr. Chairman: Thank you.

(جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ!)

The Delegation is permitted to withdraw.

(وفد کو جانے کی اجازت)

The honourable members may keep sitting.

1855

Reporters can also leave. They are free. no tape.

Tomorrow, at 6:00 p.m, we will meet as House Committee, not as National Assembly. And at 3:30 we will start the funeral.

(معزز ارکان بیٹھے رہیں، رپورٹرز بھی جاسکتے ہیں۔ کل شام چھ بجے ہم ایوان کی کمیٹی کے طور پر اجلاس کریں گے، قومی اسمبلی کے طور پر نہیں اور 3 بج کر 30 منٹ پر جمینز ٹینفین کی رسم ہوگی)

[The special Committee of the whole House subsequently adjourned to meet at six of the clock, in the afternoon, on Thursday, the 29th August 1974.]

(پورے ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اجلاس ملتوی ہوا۔ پھر بروز جمعرات 6:00 بجے سہ پہر 29 اگست 1974ء کو ہوگا)



THE
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE

OFFICIAL REPORT

Thursday, the 29th August, 1974

Contains Nos. 1—21

CONTENTS

	<i>Page</i>
1 Report about Ch. Mohammad Iqbal, Ex-MNA's Fatal Accident	1860-1861
2 Procedure for General Discussion on the Qadiani Issue	1861-1874
3 Qadiani Issue: General Discussion— <i>Continued</i>	1874-1924

No. 14



**THE
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN
PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

OFFICIAL REPORT

Thursday, the 29th August, 1974

Contains Nos. 1—21

¹⁸⁵⁹
THE NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN
 (قومی اسمبلی پاکستان)

PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE.
 (کل ایوانی خصوصی کمیٹی، بند کمرے کی کارروائی)

OFFICIAL REPORT

Thursday, the 29th August, 1974.

(۲۹ اگست ۱۹۷۴ء، بروز جمعرات)

The Special Committee of the Whole House met in Camera in the Assembly Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at six of the clock, in the Evening. Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

(مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس اسمبلی چیمبر (سٹیٹ بینک بلڈنگ) اسلام آباد میں شام ۶ بجے چیمبر مین جناب (صاحبزادہ فاروق علی) کی زیر سربراہی منعقد ہوا)

(Recitation from the Holy Quran)

(تلاوت قرآن شریف)

1860

REPORT ABOUT CH. MOHAMMAD IQBAL,

EX- M.N.A's FATAL ACCIDENT

جناب عبدالحمید جتوئی: جناب والا! جہاں تک مجھے یاد ہے، چوہدری اقبال صاحب کا جوائیکسیڈنٹ تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ اس کی پروسیدنگ آئے گی تو میں ہاؤس کو بتاؤں گا۔ جو اطلاع ملی تھی اس کے مطابق ڈرائیور کے پاس لائسنس بھی نہ تھا اور وہ غیر ذمہ داری سے گاڑی چلا رہا تھا۔ میرا خیال ہے، جہاں تک مجھے یاد ہے، اس ہاؤس کو ابھی تک اطلاع نہیں دی گئی۔

جناب چیئر مین: ہمیں انہوں نے اطلاع نہیں دی۔

جناب عبدالحمید جتوئی: آخر وہ بھی اس ہاؤس کے معزز ممبر تھے۔

جناب چیئر مین: میں اس کے متعلق انہیں چٹھی لکھوں گا کہ ہمیں مطلع کیا جائے کہ کیا پروسیدنگ ہوئی اور اس انکوائری کا Ultimate Result (حتمی نتیجہ) کیا ہوا۔ ہمیں ابھی تک کسی نے مطلع نہیں کیا۔

جناب عبدالحمید جتوئی: کیونکہ معزز ممبر تو.....

جناب چیئر مین: کوئی اطلاع نہیں ہے ابھی تک۔

جناب عبدالحمید جتوئی:..... اس ہاؤس کی ڈیوٹی پر تھے اور ڈیوٹی سے واپس جا رہے تھے جس کی بنا پر.....

جناب چیئر مین: Convey (مطلع) کرتے ہیں، ان کو لیٹر لکھتے ہیں کہ کیوں جواب نہیں دیا اور جس وقت اس کا جواب آئے گا میں ہاؤس کو Convey (مطلع) کروں گا۔

مولانا عبدالصطفی الازہری: محترم سپیکر صاحب! اراکین اسمبلی، جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، کہ وہ اکثر سکھر تشریف لے گئے تھے اور ان کے آنے میں کچھ دیر ہوئی ہے اور ابھی تک وہ یہاں نہیں آ سکے ہیں نہ تو نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے تو.....

جناب چیئر مین: ¹⁸⁶¹ ایک منٹ، یہی بات کرنے لگا ہوں۔ مفتی صاحب سے تسلی کر لیں، تو ایک ریزولوشن کی کاپی مرحوم کے لواحقین کو بھیج دی جائے گی اور ہم اپنے طور پر صوبائی حکومت کو لکھ دیں گے کہ اس کی جلد نہ صرف تفتیش مکمل کی جائے بلکہ اسکا پتہ لگایا جائے اور ہمیں اطلاع دی جائے، With these words, I think, (انہی الفاظ کے ساتھ، میرا خیال ہے) اویسے کورم تو پورا ہے۔

PROCEDURE FOR GENERAL DISCUSSION ON THE QADIANI ISSUE

(قادیانی مسئلہ پر عمومی بحث کا طریقہ کار)

ملک محمد اختر: تو پھر ہم کیوں وقت ضائع کریں؟ کام سٹارٹ کر لیں، طریقہ کار طے کر لیں۔ آج نئی بات کرنی ہے تو دس منٹ بعد بریک کر لیں گے۔ کیونکہ بلاوجہ ہم.....
جناب چیئر مین: ویسے بھی مغرب کا ٹائم ہو گیا ہے۔
ملک محمد اختر: اگر ٹائم ہی ہو گیا ہے تو ٹھیک ہے۔
جناب چیئر مین: ان کمزریوں میں بھی فرق ہے، وہ دو منٹ پیچھے ہے۔
ملک محمد اختر: چلے جی! اگر ٹائم ہو گیا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: Then we will meet at 7:30 pm. in the meantime, I will discuss procedure, Maulana Sahib.

(جناب چیئر مین: پھر ساڑھے سات بجے شام دوبارہ ملیں گے۔ عین اس وقت میں طریقہ پر بحث کروں گا۔ مولانا صاحب!) کہ کس طرح سے سٹارٹ کرنا ہے۔
ملک محمد اختر: تو ملتوی کرنے سے پہلے آپ اس چیز پر غور کر لیں کہ کسی نے شاید آپ سے بات کرنی ہو کہ یہ کتاب ہے سیکنڈ ریز ولیوشن کے متعلق اس کا مطلب ہے۔ پہلے ریز ولیوشن کو ڈسکس کئے بغیر ہم سیکنڈ پر جائیں گے یا سیکنڈ کو پہلے لے کر یادوں کو ہم اکٹھا لیں گے؟

Mr. Chairman: This is open. Both can be taken up together. This is open for the members to settle whatever they like.

(جناب چیئر مین: یہ اوپن ہے۔ دونوں پر اکٹھے حصہ لیا جاسکتا ہے۔ یہ ممبران کے لئے اوپن ہے کہ وہ جیسے چاہیں اس کو حل کریں)

ملک محمد اختر: یہ آپ فیصلہ کر لیں جیسے آپ نے کرنا ہے۔

1862 جناب چیئر مین: کیونکہ اس پر ووٹ نہیں اپلائی کریں گے اپنا پروسیجر Adopt

(اختیار) کریں گے۔

مولوی مفتی محمود: میرا خیال یہ ہے اس سلسلے میں کہ اس وقت دو تحریکیں آئی تھیں۔ پہلی تحریک جو جناب پیر زادہ صاحب نے پیش کی تھی وہ قرارداد کی صورت میں نہیں تھی۔ اس میں

صرف یہ تھا کہ ختم نبوت پر یقین نہ رکھنے والوں کی اسلام میں کیا حیثیت ہے، اس پر بحث کی جائے اور دوسری جو ہے وہ قرارداد کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ تو میرے خیال میں یہ ساری ایک ہی بات ہے اور اکٹھے سارے اس پر بحث کر سکتے ہیں۔

جناب چیئر مین: اکٹھی بحث ہو جائے گی۔

ملک محمد اختر: جناب! دونوں اکٹھی زیر بحث آجائیں تو ہمیں اعتراض نہیں، تجریکیں دونوں ہی چلیں گی۔

جناب چیئر مین: ابھی ہم نے Put to vote (رائے دہی کے لئے پیش) تو نہیں کیے۔ مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب چیئر مین صاحب! پہلے ایک قرارداد پیرزادہ صاحب نے پیش کی، پھر اپوزیشن ممبران نے پیش کی ایک قرارداد اور وہاں تو تجویز یا عبارت تھی۔ کوئی ایک تجویز ہم نے پیش کی تھی۔ وہ تجویز نہیں تھی بلکہ بل تھا۔ ہم نے تین ممبران کی طرف سے ایک تجویز پیش کی۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ وہاں داخل ہوئی تو اس چیز کے بارے میں ہمیں بحث کرنے کی باقاعدہ اجازت ہونی چاہئے۔

جناب چیئر مین: باقاعدہ ہوگی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: اور اجازت ایسی ہو کہ جس طرح انہوں نے اپنا بیان سنایا ہے۔ اسی طرح ہم بھی سنائیں۔

جناب چیئر مین: مغرب کے بعد مولانا! ہم یہاں بیٹھیں گے۔ سب سے پہلے طریقہ کار پر بحث کریں گے۔ اس میں جو پہلے طریقہ کار ہم نے ڈسکس کیا تھا۔ اس پر ہم پھر ڈسکس کریں گے جو ممبران زبانی بیان دینا چاہیں، پڑھنا چاہیں یا بحث میں حصہ لینا چاہیں، یہاں آ کر بحیثیت گواہ پیش ہو جائیں۔ جو آپ مناسب سمجھیں گے آپ کو پورا حق ہے۔

¹⁸⁶³ مولوی مفتی محمود: میں اس میں اتنی پوزیشن واضح کر دوں کہ پوزیشن یہ ہے کہ ہم یہاں پر بحیثیت گواہ کے، جیسے کہ وہ دو فریق پیش ہوئے تھے اس طرح ہم پیش نہیں ہوں گے اور ہم اس مسئلے میں ان کے مقابلے میں ایک فریق کی حیثیت اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا موقف تمام مسلمانوں کا موقف ہے۔ اس میں ہم ان کے فریق بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں یہ صورتحال ہے کہ ہم ایک ممبر کی حیثیت سے ہیں اور ممبران کو حقائق واضح کرنے کے لئے اس پر بحث کرنے کا حق ہے اور ایک ممبر کی حیثیت میں ہم بحث کر سکتے ہیں۔

جناب چیئر مین: ٹھیک ہے۔

مولوی مفتی محمود: دلائل دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے وہ دلائل اکٹھے کر لئے ہیں۔ ایک تحریک کی صورت میں تو آپ سے اجازت لے لیں گے۔ وہ ہم پڑھ لیں گے۔
جناب چیئر مین: ٹھیک ہے۔

مولوی مفتی محمود: اور ہماری حیثیت یہ ہوگی کہ اگر ہم بطور گواہ کے پیش ہوتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم جج نہیں رہ سکتے اور ہم اس میں فیصلہ نہیں کر سکتے۔

جناب چیئر مین: کیونکہ وہ گواہ کی حیثیت سے پیش ہو گئے تو پھر وہ ووٹ نہیں دے سکتے۔
مولوی مفتی محمود: ہاں! پھر ووٹ نہیں دے سکتے۔

جناب چیئر مین: لازمی بات ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: یہ مسئلہ شاید رہبر کمیٹی میں پیش ہو۔ اس میں فیصلہ ہو جائے گا طریقہ کار کے متعلق۔

جناب چیئر مین: ہاں جی! یہ ڈسکس ہوگا۔ ہم جب دوبارہ نماز کے بعد شروع کریں گے تو ڈسکس کر لیں گے۔ میری ایک عرض ہوگی کہ آپ لوگ جب بحث میں حصہ لیں تو ساتھ تجاویز بھی دیتے جائیں کہ یہ تجویز صحیح ہے، یہ غلط ہے۔

¹⁸⁶⁴ مولانا غلام غوث ہزاروی: وضاحت اس کی ہم ایں کر سکتے ہیں کہ یا تو بحیثیت ممبر کے ہم کوئی بات کریں۔ یہ یا سبلی فیصلہ کرنے والی ہے، یہ جج کی حیثیت میں ہے۔ یہ ملک کا قانون پاس کرنے کے لئے ہے یا تو اس حیثیت میں بحث کریں اور یہی بحیثیت صحیح ہے کہ نہ ہم حلف اٹھائیں۔

جناب چیئر مین: ٹھیک ہے۔ جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: آگے یہ طریقہ کار رہبر کمیٹی.....

جناب چیئر مین: اس کے بعد ججنی آپ کی پریسڈنٹ ہوگی اس پریسڈنٹ کمیٹی بیٹھ جائے گی اور فائل کر لیں گے۔

مولوی مفتی محمود: میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے یہ بات رہبر کمیٹی میں طے کر لی تھی کہ ہم کس طریقے سے پیش ہوں گے۔ اگر ہم گواہ کی حیثیت سے پیش ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہم جج کی حیثیت میں اپنا ووٹ استعمال نہیں کر سکتے۔

جناب چیئر مین: ہاں! پھر ووٹ نہیں ہو سکے گا۔ منچرل جسٹس بھی یہی ہے، جیسا کہ

مولانا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب وہ گواہ کی حیثیت میں پیش ہوں گے تو پھر ان.....
سردار عنایت الرحمن خان عباسی: میں، جناب! ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا

ہوں اور وہ یہ ہے کہ جیسے مولانا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب وہ گواہ کی حیثیت میں پیش ہوں گے تو پھر ان کی حج کی حیثیت مجروح ہو جائے گی۔ لیکن ایک مسئلہ ہے، اس میں میں چاہتا ہوں کہ اس کی کسی نہ کسی طریقے سے وضاحت ہو جائے۔ وہ یہ ہے، جناب والا! کہ انہوں نے ایک فریق کی حیثیت سے بہت سی باتیں ایسی کی ہیں کہ جن میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہاؤس کے ان اراکین میں سے میں بھی ایک ہوں جن کا علم اس ضمن میں محدود ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے ایسے فتوے پیش کئے ہیں جن میں ایک خیال کے علماء کی طرف سے دوسرے خیال کے علماء کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف بہت سارے نازیبا اور ناروا الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس لئے میں ¹⁸⁶⁵آپ کی وساطت سے جناب مولانا صاحب سے گزارش کروں گا کہ آپ حج بے شک رہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ اگر ایسے دو یا تین علماء صاحبان یہاں جو بیٹھے ہوئے ہیں ان کو اگر یہ موقع فراہم کریں کہ کم از کم ان کے اعتراض اور Charges (الزامات) کا وہ جواب دیں۔

جناب چیئرمین: یہ پرائیویٹ طور پر مشورہ دے دیں ان کو۔

سردار عنایت الرحمن خان عباسی: نہیں جی! مشورے کی بات تو نہیں ہے۔ میں تو چاہتا ہوں، جناب! مجھے تو ایسا فریق چاہئے جو اس ضمن میں تردید کرے یا پھر ہمیں خود اجازت دیں۔ ہم پھر جو کچھ اس ضمن میں درست ہے وہ کہہ دیں۔

مولوی مفتی محمود: میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں.....

جناب چیئرمین: نہیں جی! یہ ڈسکس کر لیں گے۔

The House is adjourned to meet at 7:30 pm.

(ہاؤس کو ساڑھے سات بجے شام تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے)

[The Special Committee adjourned for Maghrib prayers to meet at 7:30 pm.]

(خصوصی کمیٹی کو مغرب کی نماز کے لئے ساڑھے سات بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے)

[The Special Committee re-assembled after Maghrib Prayers, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس مغرب کے بعد دوبارہ شروع ہوا مسٹر چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) کرسی صدارت پر موجود ہیں)

Mr. Chairman: I will request the honourable members to be attentive.

(جناب چیئرمین: میری معزز ممبران سے درخواست ہے کہ وہ متوجہ ہو جائیں)
مولانا عبدالصطفیٰ الازہری: تقریریں بعد میں کریں گے۔ جو کچھ پلٹ پروسیدنگز ہیں، میں آپ کو اس میں سے کچھ پورشن پڑھ کر سنا دیتا ہوں تاکہ یاد دہانی ہو جائے۔ اس کے مطابق اپنا طریق کار طے کر لیں گے سنیرنگ کمیٹی نے فیصلے کئے تھے تیرہ جولائی کو۔ اس میں پہلا *Operative Portion* (قابل عمل حصہ) ہے، اس میں پہلے تو کو کچھ کا پورشن ہے۔

¹⁸⁶⁶
Before the resolutions moved by the various members are considered in the Special Committee, the movers may make statement and explain their view-point before the Steering committee.

(خصوصی کمیٹی میں شامل ممبران کی جانب سے پیش کی گئی قراردادوں سے پہلے عمرکین اپنا بیان دے سکتے ہیں اور سنیرنگ کمیٹی کے سامنے اپنا نقطہ نظر واضح کر سکتے ہیں)

In the House, it was decided that after the statement of Ahmadia Community (this was on 12th July, 1974) has been recorded, and questions have been answered, members of the House will have the right to have their observations and views recorded before the Special Committee in the light of the material that has come before the Special Committee.

(ہاؤس میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ احمدیوں کی جانب سے بیان دینے کے بعد (جو کہ ۱۲ جولائی ۱۹۷۴ء کو دیا گیا) جسے ریکارڈ کیا گیا اور سوالات کے جوابات دیئے گئے تھے۔ ممبران کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مشاہدات اور خیالات خصوصی کمیٹی کے سامنے موجود مواد کی روشنی میں پیش کر سکیں)

Mian Mohammad Attaullah: Lahori Jamaat

Also. (میاں محمد عطاء اللہ: لاہوری جماعت بھی)

Mr. Chairman: Yes. (جناب چیئرمین: جی ہاں!)

Mlik Mohammad Akhtar: It will be a sort of written statement. (ملک محمد اختر: یہ ایک طرح کا تحریری بیان ہوگا)

Mr. Chairman: Yes. They should submit their views in writing and also have liberty to have their written statements recorded on oath.

(جناب چیئرمین: ہاں! انہیں اپنے خیالات تحریری شکل میں جمع کروانے چاہئیں اور انہیں آزادی ہوگی اپنے تحریری بیانات کو حلف نامہ کے ساتھ جمع کروانے کی)

(عام بحث)

جناب چیئرمین: یہ ہاؤس نے Decide (فیصلہ) کیا ہوا ہے۔ اب آئیں ممبرز جو چاہیں کریں۔ چاہے بحث میں حصہ لے لیں، چاہے زبانی کہہ دیں۔ چاہے Written (تحریری) بتادیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی چاہیں تو On Oath حلف اٹھا کر بھی شینڈل دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی Fact (حقائق) ان کے پوچشل ٹالج میں ہوں۔ یہ سب آئیں ممبران کی صوابدید پر ہے۔ جیسے وہ مناسب سمجھیں۔ لیکن ایک بات میں یہ عرض کر دوں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ میں نے مولانا مفتی محمود اور پروفیسر غفور احمد سے دریافت کیا تھا انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ ہم دو دن لیں گے ایک دن مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبدالحکیم لیں گے اور باقی حضرات کے متعلق مجھے پیرزادہ صاحب نے بتایا ہے کہ وہ ایک یا دو دن لیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چار پانچ دن جنرل ڈسکشن ہوگی۔ اس واسطے جنرل ڈسکشن بھی رکھی گئی ہے۔ تاکہ ممبر صاحبان پیش کشی میں Freely (آزادانہ) اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔

(بحث کے ساتھ تجاویز بھی)

¹⁸⁶⁷ اس میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ جب آپ اپنے خیالات کا اظہار کریں، چاہے ان کے بیانات کی روشنی میں کوئی بات اپنی طرف سے پیش کریں یا ان کی تردید کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ لازمی ہے کہ آپ اپنی تجاویز بھی دیتے جائیں کہ اگر اقلیت قرار دے دی جائے تو پھر کیا کیا اس کے فوائد ہوں گے۔ کیا کیا نقصان ہوں گے۔ اس کے علاوہ کیا طریق کار ہونا چاہئے۔ آئین میں ترمیم ہونی چاہئے یا کوئی جمیلیشن ہونی چاہئے یا اقلیت قرار نہیں دینی چاہئے۔

اس میں آپ ان تمام امور کو مد نظر رکھیں گے تو *Finally* (آخر کار) جب ڈسکشن ختم ہو جائے گی تو سٹیرنگ کمیٹی کو آسانی ہوگی۔ کیونکہ سب حضرات کی تجویزیں اس کے سامنے ہوں گی۔ جتنے ریزولوشن موو ہوئے ہیں..... یا ایک ریزولوشن پیرزادہ صاحب نے موو کیا ہے۔ ایک ریزولوشن بائیس ممبر صاحبان نے پیش کیا ہے اور ایک ریزولوشن تین ممبر صاحبان نے پیش کیا ہے۔ ایک ملک محمد جعفر صاحب نے پیش کیا ہے۔ وہ چاروں ریزولوشنز اکٹھے *Consider* (شمار) ہوں گے۔ یہ نہیں کہ پہلے ایک ریزولوشن پر بحث ہو جائے پھر دوسرے پر، پھر تیسرے پر۔ چاروں کے چاروں ریزولوشنز جو ہیں وہ اکٹھے *Consider* (شمار) ہوں گے۔ ایک ریزولوشن سردار شوکت حیات نے بھی پیش کیا تھا۔

جناب نعمت اللہ خان شنواری: سر! ایک ہمارا بھی تھا۔

(سات قراردادیں)

جناب چیئرمین: ہاں! ایک آپ کا بھی ہے۔ سات ریزولوشن ہیں۔ وہ جتنے بھی ریزولوشن ہیں، دوبارہ ایک دفعہ سائیکلو شائل کرا کے تمام ممبر صاحبان کو سرکولیٹ کئے جائیں گے تاکہ: *They can refresh their memory; and in the light of these resolutions,* (وہ اپنی یادداشت کو تازہ کر سکتے ہیں اور ان قراردادوں کی روشنی میں) وہ اپنی *Recommendations* (تجاویز) بھی دے سکتے ہیں اور اس کے علاوہ ممبر صاحبان جو بھی تجاویز پیش کریں، وہ اگر لکھ کر دے دیں تو وہ بھی ساتھ شامل کر لیا جائے گا تو *Automatically* (از خود) ریکارڈ پر آ جائے گا۔ اس کے لئے اگر ممبر صاحبان نے زیادہ ٹائم لینا ہے تو ٹائم پر کوئی بندش نہیں ہے۔ لیکن اس میں بیٹھنا زیادہ پڑے گا۔ اس میں پھر اسی طرح دو، دو سٹیکلو کرنی پڑیں گی اور سنڈے کو بھی بیٹھنا پڑے گا۔

جناب عبدالحمید جتوئی: پوائنٹ آف آرڈر، سر! آپ نے کہا ہے کہ کوئی ممبر اگر اوتھ پر بیان دینا چاہے تو دے سکتا ہے تو اس میں میرا پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ جو اوتھ پر بیان دے گا تو وہ میرے خیال میں گواہ کی حیثیت سے بیان دے گا؟

جناب چیئرمین: جی ہاں!

جناب عبدالحمید جتوئی: اور جو گواہ کی حیثیت سے بیان دے گا اس پر جرح بھی ہو سکتی ہے؟

جناب چیئرمین: لازمی بات ہے، جرح بھی ہو سکتی ہے۔

جناب عبدالحمید جتوئی: ویسے عام طور پر جو بحث ہوگی ایسے ہی کریں گے۔

جناب چیئرمین: ایسے ہی۔
 جناب عبدالحمید جتوئی: اگر کوئی گواہ کی حیثیت سے پیش ہوگا تو پھر اس پر جرح ہوگی، پھر اس میں وہ ووٹ نہیں دے سکے گا۔

جناب چیئرمین: جرح لازماً ہوگی، اور اسے اخلاقی ووٹ نہیں دینا چاہئے۔

Sardar Moula Bakhsh Soomro: Sir, I will request information.

(سردار مولابخش سومرو: جناب عالی! میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں)
 میر دریا خان کھوسو: میری گزارش یہ ہے کہ ممبر حضرات سے گواہی نہیں لینی چاہئے۔
 جناب چیئرمین: یہ آپ کی مرضی ہے۔
 میر دریا خان کھوسو: میں عرض کروں کہ اگر گواہی لینی ہے تو ہمیں بہت سے ہمارے جاننے والے علماء باہر سے میسر آ سکتے ہیں۔ ممبر صاحبان سے اگر آپ گواہی لینا شروع کریں گے اور ممبر صاحبان پر جرح کرنا شروع کریں گے تو یہ کوئی اچھی Tradition (روایت) نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Sir, this is optional.

(جناب چیئرمین: جناب! یہ ایک اختیاری معاملہ ہے)
 میر دریا خان کھوسو: ¹⁸⁶⁹میں عرض کروں گا کہ اس طریقے سے نہ ہو معزز ممبران جنرل ڈسکشن میں حصہ لیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، یہ آپ کی مرضی ہے۔

Sardar Moula Bakhsh Soomro: Sir, my request and submission is that, as you said, there may be many resolutions before the House; there may be, Sir, many things. Therefore, only those resolutions which are not in common should be discussed and those which are in common should not be discussed.

(سردار مولابخش سومرو: جناب عالی! میری درخواست یہ ہے کہ جیسا کہ آپ نے کہا کہ ہاؤس کے سامنے بہت سی قراردادیں ہیں۔ وہ مختلف چیز میں ہو سکتی ہیں۔ لہذا صرف ان

قراردادوں پر بحث کرنی چاہئے جو مشترکہ نہیں ہیں اور ان قراردادوں پر بحث نہیں کرنی چاہئے جو کہ ایک جیسی ہیں)

Mr. Chairman: *The honourable members can point out these things in their arguments that these are common. Let us agree on this proposal. Strictly speaking, we are not following the procedure which is followed normally in legislation.*

(جناب چیئر مین: معزز ممبران اپنے دلائل کے دوران نشاندہی کر سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ایک جیسی ہیں۔ ہمیں اس رائے پر متفق ہو جانا چاہئے۔ زور دیتے ہوئے ہم عام طور پر قانون سازی کے لئے اختیار کئے جانے والے طریقہ کار پر نہیں چل رہے)

جناب عباس حسین گردیزی: میں جناب والا! جناب کھوسو صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں کہ کسی ممبر کو بطور گواہ پیش نہیں ہونا چاہئے۔

جناب چیئر مین: یہ مسئلہ ختم ہو چکا ہے دوسری بات کریں۔

جناب عباس حسین گردیزی: دوسری بات یہ ہے کہ مجھے ۱۵ ارمنٹ دیئے جائیں۔

جناب چیئر مین: آپ ۱۵ ارمنٹ کی بجائے آدھا گھنٹہ لیں۔ مسٹر عبدالعزیز بھٹی!

جناب عبدالعزیز بھٹی: جناب والا! جو بات جو ٹی صاحب نے بتائی ہے میں اس تجویز سے متفق ہوں۔

جناب چیئر مین: میں سردار عبدالعلیم کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ کل تک مجھے لسٹ دے دیں ان ممبروں کی جو بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اندازاً وقت بھی بتادیں۔

List the participants who want to express something. I shall be grateful; as he is the Whip of the Party. Barq Saheb!

لوگوں کی لسٹ فراہم کریں جو کہ اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں۔ میں شکر گزار ہوں گا کیونکہ برق صاحب اپنی پارٹی کے چیف وہپ ہیں)

¹⁸⁷⁰ میاں محمد ابراہیم برق: کب سے شروع کرنا ہے؟

Mr. Chairman: *We do not wait for anything.*

(جناب چیئر مین: ہم کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے)

مفتی صاحب کو فلور دوں گا۔

میاں محمد ابراہیم برق: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: راول محمد ہاشم!

جناب محمد ہاشم خان: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ نیشنل کمیٹی کے بعد جب نیشنل اسمبلی میں اوپن اجلاس ہوگا تو اس میں بھی تقریریں کرنے کا موقع ملے گا؟

جناب چیئرمین: ابھی تو فیصلہ کریں کہ کس سٹیج پر پہنچتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں تاکہ یہ بھی واضح ہو۔ آپ نے ان کی ٹینٹنٹ ریکارڈ کی ہیں۔ دونوں جماعتوں کی، اس کے بعد آپ اپنی رائے دیں گے۔ بحث کریں گے۔ اس کے بعد شیئرنگ کمیٹی بیٹھے گی۔ وہ ایک سفارش کو آخری شکل دے گی۔ مجھے تو امید ہے کہ یہ سفارشات کمیٹی آف دی ہول ہاؤس متفقہ طور پر منظور کر لے گی۔ منظوری کے بعد ان سفارشات کو نیشنل اسمبلی میں پیش کیا جائے گا۔ مثلاً وہ ایک سفارش پیش کرتی ہے کہ اس پرنسپلیشن ہونی چاہئے۔ دستور میں ترمیم ہونی چاہئے۔

Then there is no need of discussion in the National Assembly or debating its recommendations. It is premature at this stage to say whether there will be...

(پھر قومی اسمبلی میں بحث اور ان کی آراء پر گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس موقع پر یہ کہنا قبل از وقت ہوگا کہ آخر کار کیا ہوگا)

میاں مسعود احمد: جناب والا! میری گزارش ہے کہ جن پارٹیوں نے ریزولوشن پیش کئے ہیں ان کے لیڈروں سے پوچھ لیا جائے کہ وہ اس ایویڈنس سے مطمئن ہیں جو انہوں نے دی ہے یا انہی کی تردید میں کوئی ایویڈنس دیں گے۔

¹⁸⁷¹

Mr. Chairman: We don't want to put this condition. Free expression.

(جناب چیئرمین: ہم یہ شرط لاگو نہیں کرنا چاہتے۔ آزادانہ اظہار رائے کریں)

اب میری گزارش ہے..... ملک محمد جعفر!

ملک محمد جعفر: جناب والا! آپ نے فرمایا ہے کہ لسٹ دے دی جائے ممبروں کی جو بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ ایک عام اجلاس ہوتا ہے۔ اس میں ایک خاص بل ہوتا ہے۔ ایک ریزولوشن ہوتا ہے تو اس میں ٹھیک ہے اور کمیٹی میں ۵، ۴، ۳، ۵ ریزولوشن

ہیں۔ ان میں پھر ترمیم ہوگی۔ جس طرح ہم آئینی کمیٹی میں کام کرتے ہیں۔ اس میں آپ اتنا.....

Mr. Chairman: *If it is convenient. Strictly no restriction.* (جناب چیئرمین: اگر یہ آسان ہے، یقیناً کوئی پابندی نہیں ہے)
ملک محمد جعفر: اتنا سٹرکٹ نہ ہوں۔

Mr. Chairman: *No, no. I will not.*

(جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ میں نہیں ہوں)
ملک محمد جعفر: ہو سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی تجویز پیش ہو اس کے متعلق۔
Sir, as far as possible, the National Assembly....

(جناب! جہاں تک ممکن ہے قومی اسمبلی.....)
جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ میں سٹرکٹ نہیں ہوا ہوں۔ میں تو کبھی نیشنل اسمبلی میں بھی سٹرکٹ نہیں ہوا ہوں۔

Just for convenience purpose, so that I could adjust timings. (صرف آسانی کے پیش نظر میں اوقات کار کو ایڈجسٹ کر سکا ہوں)

جناب محمد خان چوہدری: جناب والا! گزارش ہے کہ ہم پبلک کے نمائندے ہیں۔ ہمیں بہت سے خطوط ملے ہیں کہ بحث میں ہم حصہ لیں۔ وہ ساری کارروائی شائع ہونی چاہئے۔
جناب چیئرمین: ¹⁹⁷² یہ ساری پروسیڈنگ پبلش ہوں گی۔ اسی واسطے اس کو ان

کیمرہ رکھا گیا ہے تاکہ *Members should not play to the gallery. The members should come with some realistic approach to the problem. The members should sit without making any comments.* (ممبران کو گیلری میں بیٹھ کر کھیلنا نہ چاہئے۔ ممبران کو خاموشی سے بیٹھنا چاہئے)

یہ لازماً پبلش ہوں گی۔ لیکن مسٹر محمد خان! جو آپ یہاں تقریر کریں گے باہر جا کر نہیں بتائیں گے، بالکل نہیں بتائیں گے۔ مسٹر شنواری!

جناب نعمت اللہ خان شنواری: آج تک ہمیں ۲۳ تاریخ تک کی رپورٹیں ملی ہیں۔ اگر ہمیں باقی رپورٹیں مل سکیں تو ہم تقریریں کس طرح کریں گے؟
جناب چیئرمین: آپ کو باقی بھی مل جائیں گی۔

جناب نعمت اللہ خان شنواری: یہی تو میں نے کہا تھا کہ دو دن کے بعد تقریریں ہونی چاہئیں۔

Mr. Chairman: No adjournment. Take it for granted. (جناب چیئر مین: کوئی التواء نہیں، اس کو معمول کی بات سمجھیں)

مفتی صاحب دو دن لیں گے۔ مفتی صاحب! شروع کر دیں۔
جناب نعمت اللہ خان شنواری: مفتی صاحب کی تقریر ختم ہونے کے بعد تقریریں ختم ہو جائیں گی۔

جناب چیئر مین: مجھے پتہ تھا کہ تکلیفیں راستے میں آئیں گی۔ میں نے مفتی صاحب کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ آپ شارٹ کر دیں۔

جناب نعمت اللہ خان شنواری: ان کی تقریر ہونے تک ہمیں باقی تقریریں مل جائیں گی؟
جناب چیئر مین: ڈاکٹر شفیع!
ڈاکٹر محمد شفیع: پہلے بھی کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔

The Samdani Report is also very relevant. Let us have a copy of that also.

(مددانی رپورٹ بھی اس مسئلے سے متعلقہ ہے۔ اس کا بھی ایک نقل رکھ لیں)

1873

Mr. Chairman: I told the House; let the Law Minister come because it is not in my possession. The Government will release the Report; I cannot release it. I have noted it down. Therefore, when tomorrow Pirzada comes, I will take up this matter.

(جناب چیئر مین: میں نے ہاؤس کو بتا دیا ہے۔ وزیر قانون کو آنے دیں۔ کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ حکومت رپورٹ جاری کرے گی میں نہیں کر سکتا۔ میں نے اس کو نوٹ کر لیا ہے۔ لہذا جب کل پیرزادہ آئیں گے تو میں اس کو دیکھوں گا)
ملک محمد اختر: ان کو سائیکلو سٹائل کروالیں گے۔

جناب چیئر مین: ایک منٹ میں فوٹو سٹیٹ کا پیاں ہو جائیں گی۔
شہزادہ سعید الرشید عباسی: میں یہی بات کرنے والا تھا۔

جناب چیئرمین: اچھا جی! شہادت صاحب! رائے شہادت علی خان: جناب والا! آج جو کارروائی ہوئی ہے اس میں مرزائیوں اور احمدیوں نے اپنا نقطہ نگاہ پیش کیا ہے کہ ان کا نقطہ نگاہ کیا ہے اور کس طرح وہ اسلام کو سمجھتے ہیں۔ جناب چیئرمین: یہی تو بحث کریں گے کہ اس وجہ سے مسلمان نہیں، اس وجہ سے وہ غیر احمدی ہیں۔ اس وجہ سے یہ ہے، اس وجہ سے وہ ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اچھا! کوئی اور صاحب؟

We should start with it? No other proposal?

(ہمیں اس سے آغاز کر دینا چاہئے؟ اور کوئی رائے نہیں؟)

Sardar Moulā Bakhsh Soomro: Sir, as my previous speaker friend told that anybody who wants to speak or express his views, he must express whether he is a Qadiani or Ahmadi.

(سردار مولانا بخش سومرو: جناب! جیسا کہ گزشتہ مقرر دوست نے بتایا کہ جو کوئی بھی بولنا یا اظہار خیال کرنا چاہتا ہے تو اسے پہلے یہ بتانا چاہئے کہ کیا وہ احمدی یا قادیانی ہے)

Mr. Chairman: No, no, rejected.

(جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ مسترد کیا گیا)

بالکل وہ رجیکٹ ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب ہے، اس پر ڈسکشن ہوگی۔

چوہدری ممتاز احمد: اس شرط پر یہ تجویز منظور کی جائے کہ یہ شیعہ ہیں یا سنی یا کیا ہیں۔

Mr. Chairman: I will request the honourable members that now the discussion will be among the members, so I request them not to be hasty and not to leave the House before we finally conclude.

(جناب چیئرمین: میں تمام معزز ممبران سے درخواست کرتا ہوں کہ اب بحث چونکہ ممبران کے درمیان ہوگی۔ لہذا میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ جلد بازی نہ کریں اور جب تک ہم کسی حتمی نتیجہ تک نہ پہنچیں وہ ہاؤس نہ چھوڑیں) بالکل یہ بات غلط ہے۔ مفتی صاحب! تقریر کے لئے انھیں اور تقریر شروع کر دیں۔ (مداخلت)

for Labour and Works): Before him I may be permitted.
(رانا محمد حنیف خان) (وزیر لیبر اینڈ ورکس): ان سے قبل مجھے اجازت مل سکتی ہے)

Mr. Chairman: Sir, I am not talking of walk-out, although they walkd stealthily out of the Door, and leaving ten members here.

(جناب چیئرمین: جناب! میں باہر جانے کی بات نہیں کر رہا۔ اگر چہ وہ چپکے سے دروازہ سے باہر جا رہے ہیں اور یہاں صرف دس ممبران رہ گئے ہیں)
جناب عباس حسین گردیزی: جناب والا! ایک وضاحت طلب پو اٹھ ہے۔
(مداخلت)

Mr. Chairman: I call the House to order.

(جناب چیئرمین: میں ہاؤس کو آرڈر کہتا ہوں)

Rana Mohammad Hanif Khan: After some time I may be permitted because I have to leave.

(رانا محمد حنیف خان: کچھ دیر بعد مجھے اجازت مل سکتی ہے۔ کیونکہ مجھے جانا ہے)

Mr. Chairman: This is not the final session:

(جناب چیئرمین: یہ آخری سیشن نہیں ہے)

جناب عباس حسین گردیزی: جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ کیا لکھی ہوئی تقریریں پڑھ سکتے ہیں؟

جناب چیئرمین: ہاں جی! آپ پڑھ سکتے ہیں۔ شعر بھی پڑھ سکتے ہیں۔
جناب عبدالحمید جتوئی: آپ پڑھے ہوئے کو لکھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ (تہنہ)

QADIANI ISSUE- GENERAL DISCUSSION

جناب چیئرمین: مفتی محمود

(آغاز تقریر مولانا مفتی محمود)

مولوی مفتی محمود: جناب اس تقریر میں جتنے بھی حوالے ہیں، کتابوں کے، اخبارات کے، وہ کتابیں یا اخباریں ہم نے یہاں پہنچا دی ہیں۔ کوئی صاحب بھی چاہیں تو وہ لاہریری میں جا کر وہاں سے یہ حوالے دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی کتاب یا حوالہ ایسا نہیں جو وہاں موجود نہ ہو۔

QADIANI ISSUE-GENERAL DISCUSSION



ملتِ اسلامیہ کا موقف

مرزاہیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلق

قومی اسمبلی پاکستان میں زیر غور قرارداد کی تشریح

برائے مطالعہ مخصوص

پنجاب

اراکین قومی اسمبلی پاکستان

1876
ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا او قال اوحي الی ولم یوح
الیه شیء • (انعام: ۹۳) ترجمہ: ”اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا
کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ حالانکہ اس پر کوئی وحی نہ آئی ہو۔“

انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین
لا نبی بعدی • (ارشاد آنحضرت ﷺ) ترجمہ: ”میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔
ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“
(ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷، باب المعن بر ترمذی ج ۲ ص ۴۵، ابواب المعن)

مصور پاکستان کی فریاد

”میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک
الگ جماعت تسلیم کر لے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی
روداداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۸)
”ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا
جائے۔ اگر حکومت نے مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب
کی ¹⁸⁷⁷ علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے (ہندوؤں سے)
علیحدگی کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبہ کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے؟“
(حرف اقبال ص ۱۳۸)

مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد قادیانی کی رائے

”مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک
مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، دو حالتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نعوذ
باللہ! اپنے دعویٰ میں مجبوثا ہے اور محض افتراء علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے، تو ایسی صورت میں نہ
صرف، وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے، اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا کا بیٹا اس سے
ہم کلام ہوتا تھا، تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنے والے پر پڑے گا۔ پس اب تم کو اختیار
ہے کہ یا مسیح موعود کے منکر دوں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر
اس کے منکر دوں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔“

(کلمۃ الفصل ص ۱۲۳، ہند پور پریس آف ریلیجنس ج ۱۳، ماہ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

امیر جماعت لاہور محمد علی لاہوری صاحب کا ایک قول

The Ahmadiyya Movement stands in the same relation to Islam in which Christianity stood to Judaism.

”تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا“
(اقتباس از مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان ص ۲۳۰)

¹⁸⁸¹ عقیدہ ختم نبوت

اور

مرزائی جماعتیں

¹⁸⁸² ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:

”یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔“

اس کی مکمل تشریح آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے۔۔۔۔۔

¹⁸⁸³ یسوعی اللہ الرحمن! لا الہ الا اللہ

قرارداد

جناب سپیکر،

قومی اسمبلی پاکستان،

محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

ہر گاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہر گاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔ نیز ہر گاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہر گاہ کہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز ہر گاہ ان کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے۔ مسلمانوں کے ساتھ مکمل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تحریکی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز ہر گاہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطہ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ اوز ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفد نے شرکت کی۔ متفقہ طور پر ۱۸۸۴ یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تحریکی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہئے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے، مسلمان نہیں اور یہ کہ قوی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے، تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لئے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لئے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

۱۸۸۵ محرمین قرارداد

.....۱	دستخط مولوی مفتی محمود۲	// مولانا عبدالمعطفی الازہری
.....۳	// مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی۴	// پروفیسر غفور احمد
.....۵	// مولانا سید محمد علی رضوی۶	// مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)
.....۷	// چوہدری ظہور الہی۸	// سردار شیر باز خان مزاری
.....۹	// مولانا محمد ظفر احمد انصاری۱۰	// جناب عبدالحمید جتوئی
.....۱۱	// صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری۱۲	// جناب محمود اعظم فاروقی
.....۱۳	// مولانا صدرا شہید۱۴	// مولوی نعمت اللہ
.....۱۵	// جناب عمرہ خاں۱۶	// مخدوم نور محمد

.....۱۷	// جناب غلام فاروق۱۸	// سردار مولانا بخش سومرو
.....۱۹	// سردار شوکت حیات خان۲۰	// دستخط حاجی علی احمد تالپور
.....۲۱	// راجہ خورشید علی خان۲۲	// ریکس عطاء محمد خان مری
نوٹ: بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کئے۔			
.....۲۳	// نوابزادہ میاں محمد ذاکر قریشی۲۴	// جناب غلام حسن خاں دھاندلا
.....۲۵	// جناب کرم بخش اعوان۲۶	// صاحبزادہ محمد نذیر سلطان
.....۲۷	// مہر غلام حیدر بھروانہ۲۸	// میاں محمد ابراہیم برق
.....۲۹	// صاحبزادہ مفتی اللہ۳۰	// صاحبزادہ نعمت اللہ خان شنواری
.....۳۱	// ملک جہانگیر خان۳۲	// جناب عبدالسبحان خان
.....۳۳	// جناب اکبر خاں مہمند۳۴	// میجر جنرل جمالدار
.....۳۵	// حاجی صالح خاں۳۶	// جناب عبدالملک خان
.....۳۷	// خواجہ جمال محمد کوریچہ		

۱۸۸۶ ہجرت النبویہ !

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسوله خاتم النبيين وعلى آله واصحابه اجمعين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين

اسلام کی بنیاد تو حید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر ہے، وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہو گئی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی پر دئی آ سکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ”ختم نبوت“ کے نام سے معروف ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک پوری امت مسلمہ کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزو ایمان قرار دیتی آئی ہے۔ قرآن کریم کی بلامبالغہ بیسیوں آیات اور آنحضرت ﷺ کی سینکڑوں احادیث اس کی شاہد ہیں۔ یہ مسئلہ قطعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے اور اس موضوع پر بے شمار مفصل کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

یہاں ان تمام آیات اور احادیث کو نقل کرنا غیر ضروری بھی ہے اور موجب تطویل بھی۔ البتہ یہاں جس چیز کی طرف بطور خاص توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے عقیدہ ختم

نبوت کی سینکڑوں مرتبہ توضیح کے ساتھ یہ پہلی خبر بھی دی تھی کہ:

لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريباً من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله . (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴، کتاب الفتن، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۷، کتاب الفتن) ”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے لگ بھگ دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں۔ جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا تھا کہ: انه سيكون في امتي كذابون ثلثون كلهم يزعم انه نبي، وانا خاتم النبيين لا نبي بعدى . (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷، باب الفتن، ترمذی ج ۲ ص ۴۵، ابواب الفتن) ¹⁸⁸⁷ ”قريب ہے میری امت میں تیس جوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبيين ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ (صحیح مسلم) اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے بعد پیدا ہونے والے مدعیان نبوت کے لئے ”دجال“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کے لفظی معنی ہیں، ”شدید دھوکہ باز“ اس لفظ کے ذریعہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے پوری امت کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو مدعیان نبوت پیدا ہوں گے وہ کھلے لفظوں میں اسلام سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بجائے دجل و فریب سے کام لیں گے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے نبوت کا دعویٰ کریں گے اور اس مقصد کے لئے امت کے مسلمہ عقائد میں ایسی کتر بیونت کی کوشش کریں گے جو بعض نادانوں کو دھوکے میں ڈال سکے۔ اس دھوکے سے بچنے کے لئے امت کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ میں خاتم النبيين ہوں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق تاریخ میں آپ ﷺ کے بعد جتنے مدعیان نبوت پیدا ہوئے انہوں نے ہمیشہ اسی دجل و تلکس سے کام لیا اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اپنے دعوائے نبوت کو چکانے کی کوشش کی۔ لیکن چونکہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف سے اس بارے میں مکمل روشنی پا چکی تھی۔ اس لئے تاریخ میں جب کبھی کسی شخص نے اس عقیدے میں زخہ اندازی کر کے نبوت کا دعویٰ کیا تو اسے باجماع امت ہمیشہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ قرونِ اولیٰ کے وقت سے جس کسی اسلامی حکومت یا اسلامی عدالت کے سامنے کسی مذہبی نبوت کا مسئلہ پیش ہوا تو حکومت یا عدالت نے کبھی اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اپنی نبوت پر کیا دلائل و شواہد پیش کرتا ہے؟ اس کے بجائے صرف اس کے دعوائے نبوت کی بناء پر اسے کافر قرار دے کر

محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔“ (نزل المسح ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱ حاشیہ)

”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے

بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔“ (تہ حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

”میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر چشم

خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے، کیونکر

انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کردوں یا اس

کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)

”خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ظہر ایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری

طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں

اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں موسیٰ

ہوں، میں داؤد ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی غلطی طور پر محمد اور احمد

ہوں۔“ (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۷۳، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)

”چند روز ہوئے ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس

سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب شخص انکار کے

الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک۔ وحی جو میرے

پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں سے ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ

بلکہ صد بار بار، پھر کیونکہ یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۸، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶)

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔“

(اخبار بدر مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج ۱ ص ۱۲۷)

”انبیاء مگرچہ بودہ اند بے من بہ عرفان نہ کترم زکے

(نزل المسح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۲۷۷)

یعنی ”انبیاء اگرچہ بہت سے ہوئے ہیں مگر میں معرفت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔“

یہ صرف ایک انتہائی مختصر نمونہ ہے۔ در نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں اس قسم کے

دعوؤں سے بھری پڑی ہیں۔

مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کے لئے مرزا غلام احمد

قادیانی کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں انہوں نے علی الاطلاق دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے۔ لیکن خود مرزا قادیانی نے واضح کر دیا ہے کہ وہ مجدد، محدث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے ”ترقی“ کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں۔ انہوں نے اپنے دعوؤں کی جو تاریخ بیان کی ہے، اسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تاکہ ان کی عبارت کو پورے سابق میں دیکھ کر ان کا پورا مفہوم واضح ہو سکے۔ کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو ”غیر نبی“ لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو ”مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر“ قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب (حقیقت الہی) میں لکھتے ہیں: ”اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہوں، اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگرچہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول ﷺ نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا ¹⁸⁹¹ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارے میں بارش کی طرح وحی الہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صد ہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں۔ ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا..... جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا، مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی..... میں اس کی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں..... میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں، جب تک مجھے اس سے علم نہ ہو میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اس

(حقیقت الوقی ص ۱۳۹-۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴)

کے مخالف کہا۔“

مرزا صاحب کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صریح ہے کہ کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں، اس عبارت کے بعد اگر کوئی شخص ان کی اس زمانے کی عبارتیں پیش کرتا ہے۔ جب وہ ¹⁸⁹² دعوائے نبوت کی نفی کرتے تھے۔ (بزعم خویش) انہیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اسے وجل و فریب کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر ان کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن اخبار عام میں شائع ہوا واضح الفاظ میں لکھا کہ: ”میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں، میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔“ (اخبار عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹، منقول از حقیقت النبوة مرزا محمود ص ۲۷۱، مباحثہ راولپنڈی ص ۱۳۶)

یہ خط ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔

(At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)

(اس موقع پر جناب چیئر مین نے کرسی صدارت چھوڑ دی اور ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے کرسی سنبال لی)
مولوی مفتی محمود:

غیر تشریحی نبوت کا افسانہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے غیر تشریحی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریحی نبوت، عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ لیکن دوسری مرزائی تاویلات کی طرح اس تاویل کے بھی صغریٰ کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ اول تو یہ بات ہی سرے سے درست نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف غیر تشریحی نبوت کا تھا۔

1893 مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت تشریحی

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے روز افزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے جب انہوں نے غیر تشریحی نبوت سے بھی آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور نبوت کو تشریحی قرار دیا ہے اور اسی بناء پر ان کے متبعین میں سے ظہیر الدین اردوپی کا فرقہ انہیں کھلم کھلا تشریحی نبی مانتا تھا۔ اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی چند عبارتیں یہ ہیں۔ اربعین نمبر ۴ میں لکھتے ہیں: ”ما سوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ظلم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلک از کسی لہم یہ برائین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیس برس کی مدت گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان هذا الفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم وموسىٰ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔“ (اربعین نمبر ۴ ص ۶، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵، ۴۳۶)

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریحی وحی قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ دافع البلاء میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۸ ص ۲۳۳)

1894 ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریحی نبی تھے اور جو شخص آپ سے تمام شان میں یعنی ہر اعتبار سے بڑھ کر ہو تو وہ تشریحی نبی کیوں نہیں ہوگا؟ اس لئے یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی اپنی تشریحی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ مرزائی صاحبان عملاً مرزا صاحب، کو تشریحی نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ یعنی ان کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں۔ خواہ وہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام

کے خلاف ہو، چنانچہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ پر لکھا ہے: ”جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے بچانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔“ (اربعین نمبر ۴ ص ۱۳ حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۴۴۳)

حالانکہ نبی کریم ﷺ کا واضح اور صریح ارشاد موجود ہے کہ الجہاد ماضی الی یوم القیامۃ یعنی جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔ مرزائی صاحبان شریعت محمدیہ کے اس صریح اور واضح حکم کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے حکم کی اتباع کرتے ہیں۔ اس طرح شریعت محمدیہ میں جہاں خمس، فنی، جزیہ اور غنائم کے تمام احکام جو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان سب میں مرزا صاحب کے مذکورہ بالا قول کے مطابق تہدیلی کے قائل ہیں۔ اس کے بعد تشریح نبوت میں کون سی کسر ماتی رہ جاتی ہے؟

ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں

اور اگر بالفرض یہ درست ہو کہ مرزا صاحب ہمیشہ غیر تشریحی نبوت ہی کا دعویٰ کرتے رہے ہیں، تب بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت میں یہ تفریق کرنا کہ فلاں قسم کی نبوت ختم ہو گئی ہے اور فلاں قسم کی باقی ہے۔ اسی ”دجل و تلحیس“ کا ایک جزو ہے جس سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے خبردار فرمایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کون سی آیت یا سرکارِ دو عالم ﷺ کے کون سے ارشاد میں یہ بات مذکور ہے کہ ختم نبوت کے جس عقیدے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے سینکڑوں بار دہرایا جا رہا ہے وہ صرف تشریحی نبوت کے لئے ہے اور غیر تشریحی نبوت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اگر غیر تشریحی انبیاء کا سلسلہ آپ ﷺ کے بعد بھی جاری تھا تو قرآن کریم کی اہدی آیات نے، سرکارِ دو عالم ﷺ کی لاکھوں احادیث میں سے کسی ایک حدیث نے، یا صحابہ کرامؓ کے بے شمار اقوال میں سے کسی ایک قول ہی نے یہ بات کیوں بیان نہیں کی؟ بلکہ کھلے لفظوں میں ہمیشہ یہی واضح کیا جاتا رہا کہ ہر قسم کی نبوت بالکل منقطع ہو چکی اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ختم نبوت کی سینکڑوں احادیث میں سے خاص طور پر مندرجہ ذیل احادیث دیکھئے۔

..... ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (رواہ الترمذی قال صحیح ج ۲ ص ۵۳، ابواب الریایا) ”بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی۔ پس نہ میرے بعد

کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔“ یہاں اوّل تو نبی اور رسول کے ساتھ نبوت اور رسالت کے وصف ہی کو بالکل ہی منقطع قرار دیا گیا۔ دوسرے رسول اور نبی دو لفظ استعمال کر کے دونوں کی علیحدہ علیحدہ نفی کی گئی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جہاں یہ دونوں لفظ ساتھ ہوں۔ وہاں رسول سے مراد نبی شریعت لانے والا اور نبی سے مراد پرانی شریعت ہی کا قمع ہونا ہے۔ لہذا اس حدیث نے ”تشریحی اور غیر تشریحی دونوں قسم کی نبوت کو مراحہ ہمیشہ کے لئے منقطع قرار دے دیا۔“

۲..... آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری اوقات حیات میں جو بات بطور وصیت ارشاد فرمائی۔ اس میں حضرت امین عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ الفاظ بھی تھے: یا ایہا الناس لم یبق من مبشرات النبوة الا الرؤیا الصالحة (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۹۱، باب النہی عن قرأۃ القرآن فی الركوع والسجود) اے لوگو! مبشرات نبوت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا۔
۱۸۹۶..... حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى وانه لانيى بعدى وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا افما تمارنا قال فوايبت الاول فالاول اعطوهم حقهم (صحيح بخارى ج ۱ ص ۴۹۱، كتاب الانبياء، مسلم ج ۲ ص ۱۲۶، كتاب الامارة)
”بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، خلفاء کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ یکے بعد دیگرے ان کی بیعت کا حق ادا کرو۔“

اس حدیث میں جن انبیاء بنی اسرائیل کا ذکر ہے وہ کوئی نبی شریعت نہیں لائے تھے۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی شریعت کا اتباع کرتے تھے۔ لہذا غیر تشریحی نبی تھے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے بتا دیا کہ میری امت میں ایسے غیر تشریحی نبی بھی نہیں ہوں گے۔ نیز لا نبی بعدی کہنے کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء تک کا ذکر کدیل۔ لیکن کسی غیر تشریحی یا ظلی بروزی نبی کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مرزائی اعتقاد کے مطابق دنیا میں ایک ایسا عظیم نبی آنے والا تھا۔ جو تمام انبیاء بنی اسرائیل سے افضل تھا۔ اس میں (معاذ اللہ) تمام کمالات محمدیہ دوبارہ جمع ہونے والے تھے اور اس کے تمام انکار کرنے والے کافر، گمراہ، شقی اور عذاب الہی کا نشانہ بننے والے تھے۔ اس کے باوجود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہ صرف یہ کہا کہ آپ ﷺ کے بعد تمام نبوت کا دعویٰ کرنے والے دجال ہوں گے اور

آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی پیدائشیں ہو سکتا۔ اپنے بعد کے خلفاء تک کا ذکر کیا گیا۔ لیکن ایسے عظیم الشان نبی کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا نکلتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے (معاذ اللہ) اپنے بندوں کو جان بوجھ کر ہمیشہ کے لئے ایک گمراہ کن دھوکے میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ علی الاطلاق ہر قسم کی نبوت کو ختم¹⁸⁹⁷ سمجھیں اور آنے والے غیر تشریحی نبی کو جھٹاکر کافر، گمراہ اور مستحق عذاب بننے رہیں؟ کیا کوئی شخص دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اس بات کا تصور بھی کر سکتا ہے؟

عربی صرف و نحو کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان کے قواعد کی رو سے لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نئی نہیں ہوگا) کا جملہ ایسا ہی ہے جیسے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) لہذا اگر اول الذکر جملے میں کسی چھوٹے درجے کے غیر تشریحی یا طفیلی نبی کی گنجائش نکل سکتی ہے تو کوئی شخص یہ کیوں نہیں کہہ سکتا کہ مؤخر الذکر جملے میں ایسے چھوٹے خداؤں کی گنجائش ہے۔ جن کی معبودیت (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا عمل، بروز ہونے کی وجہ سے ہے اور جو مستقل بالذات خدا نہیں۔ ہر باخبر انسان کو معلوم ہے کہ دنیا کی بیشتر مشرک قومیں ایسی ہیں جو مستقل بالذات خدا صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیتی ہیں اور ان کا شرک صرف اس بناء پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ ایسے دیوتاؤں اور معبودوں کی بھی قائل ہیں۔ جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لا الہ الا اللہ کی قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدہ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپ ﷺ کے بعد بالواسطہ یا غیر تشریحی انبیاء کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا دوسرا عقیدہ یعنی ختم نبوت اور نزول کیسے کھپ سکتا ہے؟

(ختم نبوت اور نزول مسیح)

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول غانی کے عقیدے کو عقیدہ ختم نبوت سے متفاد قرار دینا اسی غلط بحث کا شاہکار ہے۔ جسے احادیث میں مدعیان نبوت کے دجل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کی آیات اور احادیث کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھ گا۔ جو پوری امت نے اجماعی طور پر سمجھے ہیں۔ یعنی یہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی پیدائشیں ہو سکتا۔ اس سے یہ نرالا نتیجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ آپ ﷺ کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت چمن گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔¹⁸⁹⁸ اگر کسی شخص کو آخر الاولاد یا خاتم الاولاد یعنی فلاں شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا

کوئی شخص بقائمی حواس اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد ہوئی تھی وہ سب مر چکی؟ پھر آخر خاتم الانبیاء یا آخر الانبیاء کے لفظ کا یہ مطلب کون سی لغت، کون سی عقل اور کون سی شریعت کی روشنی میں لیا جاسکتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پا چکے؟ خود مرزا صاحب خاتم الاولاد کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”سومرور ہوا کہ وہ شخص جس پر یہ کمال و تمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔“

(تریاق القلوب ص ۱۵۶، خزائن ج ۱۵ ص ۴۷۹)

(مداخلت)

ملک محمد اختر: جناب والا! یہ مذہبی بات ہو رہی ہے۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ اس میں کوئی اور بات ہو۔

(اس کے بعد مولوی مفتی محمود صاحب نے پھر بڑھنا شروع کیا)
محترم قاسم مقام چیئر مین: ذرا ٹھہر جائیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اگر کوئی ڈسکشن کرنی ہے تو باہر لابی میں جا کر کریں۔

مولوی عبدالحق: جناب والا! یہ یہاں باتیں کیوں ہو رہی ہیں؟
سردار عبدالعلیم: یہ خواہ مخواہ مولوی صاحب کو غصہ آ رہا ہے۔
مولوی عبدالحق: یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟
محترم قاسم مقام چیئر مین: سردار صاحب! اگر ڈسکشن کرنی ہے تو باہر جا کر کریں۔
سردار عبدالعلیم: مولانا کو غصہ زیادہ آتا ہے۔
محترم قاسم مقام چیئر مین: آرڈر، آرڈر۔

مولوی مفتی محمود: آگے لکھتے ہیں: ”میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔“

(تریاق القلوب ص ۱۵۷، خزائن ج ۱۵ ص ۴۷۹)

خود مرزا صاحب کی اس تشریح کے مطابق بھی خاتم النبیین کے معنی اس کے سوا اور کیا ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ماں کے پیٹ سے نہیں نکلے گا۔ لہذا حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا عقیدہ عقل و فکر کی آخر کون سی منطق سے آیت خاتم النبیین کے منافی ہو سکتا ہے؟

ظلی اور بروزی نبوت کا افسانہ

اس طرح مرزائی صاحبان بعض اوقات یہ بہانہ تراشتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ظلی اور بروزی نبوت تھی جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا پرتو ہونے کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ لیکن درحقیقت اسلامی نقطہ نظر سے ظلی اور بروزی نبوت کا عقیدہ مستقل بالذات نبوت سے بھی کہیں زیادہ سنگین خطرناک اور کافرانہ ہے۔ جس کی وجہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱..... تقابل ادیان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ”ظلی اور بروز“ کا تصور خالصاً ہندوانہ تصور ہے اور اسلام میں اس کی کوئی ادنیٰ جھلک بھی کہیں نہیں پائی جاتی۔

۲..... ظلی اور بروزی نبوت کا جو مفہوم خود مرزا غلام احمد صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس کی رو سے ایسا نبی پچھلے تمام انبیاء سے زیادہ افضل اور بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ (معاذ اللہ) افضل الانبیاء ﷺ کا بروز یعنی (معاذ اللہ) آپ ﷺ ہی کا دوسرا جنم یا دوسرا روپ ہے۔ اسی بناء پر مرزا غلام احمد نے متعدد مرتبہ انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے آپ کو براہ راست سرکارِ دو عالم ﷺ قرار دیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ ہوں:

۱۹۰۰ء آنحضرت ﷺ ہونے کا دعویٰ

”اور آنحضرت ﷺ کے نام کا مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“ (حاشیہ حقیقت الوحی ص ۳، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶) ”میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔“ (نزل المسیح ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱ حاشیہ)

”میں بموجب آیت واخیرین منهم لما یلحقوا بہم بروزی طور پر دینی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہا نہ اور کوئی۔ یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیہ میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔“

(ایک ظلی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے ہر مسلمان کا کلیجہ تھرائے گا۔ لیکن انہیں اس لئے نقل کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ ہے خود مرزا صاحب کے الفاظ ”ظلی“ اور ”بروزی“ نبوت کی تشریح، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے مستقل بالذات نبوت کا دعویٰ لازم نہیں آتا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس ظل اور بروز کے گورکھ دھندے کی آڑ میں مرزا صاحب نے (معاذ اللہ) ”تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدی کے“ اپنے دامن میں سمیٹ لئے تو اب کون سا نبی ایسا رہ گیا جس سے اپنی افضلیت ثابت کرنے کی ضرورت رہ گئی ہو؟ اس کے بعد بھی اگر ظلی بروز نبوت کوئی ہلکے درجے کی نبوت رہتی ہے اور اس کے بعد بھی عقیدہ ختم نبوت نہیں ٹوٹتا تو پھر یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت (معاذ اللہ) ایسا بے معنی عقیدہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دعویٰ نبوت سے بھی نہیں ٹوٹ سکتا۔

مرزا صاحب و پچھلے نبیوں سے افضل

خود مرزائی صاحبان اپنی تحریروں میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب کی ظلی نبوت بہت سے ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے افضل ہے۔ جنہیں بلا واسطہ نبوت ملی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے پچھلے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ قادیانی لکھتے ہیں:

”اور یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ظلی یا بروز نبوت گھنیا قسم کی نبوت ہے۔ یہ محض ایک نفس کا دھوکہ ہے۔ جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ ظلی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان نبی کریم ﷺ کی اتباع میں اس قدر غرق ہو جائے کہ ”من تو شدم تو من شدی“ کے درجہ کو پالے۔ ایسی صورت میں وہ نبی کریم ﷺ کے جمیع کمالات کو عکس کے رنگ میں اپنے اندر اترتا پائے گا۔ حتیٰ کہ ان دونوں میں قرب اتنا بڑھے گا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی چادر بھی اس پر چڑھائی جائے گی۔ تب جا کر ظلی نبی کہلائے گا۔ پس جب ظل کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے اصل کی پوری تصویر ہو اور اس پر تمام انبیاء کا اتفاق ہے تو وہ نادان جو مسیح موعود کی ظلی نبوت کو ایک گھنیا قسم کی نبوت سمجھتا یا اس کے معنی ناقص نبوت کے کرتا ہے۔ وہ ہوش میں آوے اور اپنے اسلام کی فکر کرے۔ کیونکہ اس نے اس نبوت کی شان پر حملہ کیا ہے جو تمام نبوتوں کی سر تاج ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگوں کو کیوں حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ٹھوکر لگتی ہے اور کیوں بعض لوگ آپ کی نبوت کو ناقص نبوت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے بروز ہونے کی وجہ سے ظلی نبی تھے اور اس ظلی نبوت کا پایہ بہت بلند ہے۔ یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے زمانوں میں جو نبی ہوتے تھے ان کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ ان میں وہ تمام کمالات رکھے جاویں جو نبی کریم ﷺ

میں رکھے گئے۔ بلکہ ہر ایک نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے¹⁹⁰² تھے کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کر لیا اور اس قابل ہو گیا کہ ظلی نبی کہلائے، پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔“

(کلمۃ الفصل ص ۱۱۳، ریویو آف ریلیجنسز نمبر ۳، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

آگے مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل قرار دے کر لکھتے ہیں: ”پس مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس تک انبیائے بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔“ (حوالہ بالا ص ۱۱۳)

اور مرزا صاحب کے دوسرے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ، دوئم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ”پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا مسیح موعود کس طرح ایک اسرائیل نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بھتر غلام احمد ہے
(القول الفصل ص ۱۶)

خاتم النبیین ماننے کی حقیقت

یہ ہے خود مرزائی صاحبان کے الفاظ میں اس ظلی اور بروزی نبوت کی پوری حقیقت، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ جس شخص کو بھی عقل و فہم اور دیانت و انصاف کا کوئی ادنیٰ حصہ ملا ہے۔ وہ مذکورہ بالا تحریریں پڑھنے کے بعد اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی نبوت کے عقیدے سے زیادہ کوئی عقیدہ بھی ختم نبوت کے منافی اور اس سے متضاد نہیں ہو سکتا۔ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور ظلی بروزی نبوت کا عقیدہ یہ کہتا ہے کہ نہ صرف آپ ﷺ کے بعد نبی آ سکتا ہے بلکہ ایسا نبی آ سکتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ نبوت کا حامل ہو جو افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ”تمام کمالات“ اپنے اندر رکھتا ہو اور جو تمام انبیاء کے مراتب کمال کو پیچھے چھوڑتا ہو اس سرکارِ دو عالم ﷺ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو سکے۔

آنحضرت ﷺ سے بھی افضل

بلکہ اس عقیدے میں اس بات کی بھی پوری گنجائش موجود ہے کہ کوئی شخص مرزا صاحب کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ سرکار دو عالم ﷺ سے بھی افضل قرار دے۔ کیونکہ جب مرزا صاحب آپ ﷺ کی کاظہور مانی قرار پائے تو آپ ﷺ کا ظہور مانی پہلے ظہور سے اعلیٰ بھی ہو سکتا ہے اور یہ شخص ایک قیاس ہی نہیں ہے۔ بلکہ مرزائی رسالے ”ریو یو آف ریلیجنز“ کے سابق ایڈیٹر قاضی ظہور الدین اکمل کی ایک نظم ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار بدر میں شائع ہوئی تھی۔ جس کے دو شعر یہ ہیں:

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں	غلام احمد ہوا دارالامان میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر	مکان اس کا ہے گویا لامکان میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیاں ہیں

(اخبار بدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء ج ۲ نمبر ۳۳ ص ۱۴)

یہ شخص ”مرید الہی پرانند“ والی شاعری نہیں ہے۔ بلکہ یہ اشعار شاعر نے خود مرزا غلام احمد صاحب کو سنائے اور انہیں لکھ کر پیش کئے اور مرزا صاحب نے ان پر جزاک اللہ کہہ کر داد دی ہے۔ چنانچہ قاضی اکمل صاحب ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کے ”الفضل“ میں لکھتے ہیں: ”وہ اس نظم کا ایک حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔“^{۱۹۰۴} اس وقت کسی نے اس شعر پر اعتراض نہ کیا۔ حالانکہ مولوی محمد علی صاحب (امیر جماعت لاہور) اور احوال نامہ موجود تھے اور جہاں تک حافظہ مدد کرتا ہے بوٹوق کہا جاسکتا ہے کہ سن رہے تھے اور اگر اس سے بوجہ مرد و زمانہ انکار کریں تو یہ نظم ”بدر“ میں چھپی اور شائع ہوئی۔ اس وقت ”بدر“ کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں ”الفضل“ کی ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر سے ان لوگوں کے عہبانہ اور بے تکلفانہ تعلقات تھے۔ وہ خدا کے فضل سے زندہ موجود ہیں۔ ان سے پوچھ لیں اور خود کہہ دیں کہ آیا آپ میں سے کسی نے بھی اس پر ناراضی یا ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاک اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا تھا کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان اور قلت

عرفان کا ثبوت دیتا۔“ (افضل ج ۳۲ نمبر ۱۹۶، مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۴۲ء ص ۶ کالم ۱)

آگے لکھتے ہیں: ”یہ شعر خطبہ الہامیہ کو بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کہا گیا اور ان کو سنا بھی دیا گیا اور چھاپا بھی گیا۔“ (ایضاً ص ۶ کالم ۲)

اس سے واضح ہے کہ یہ شخص شاعرانہ مبالغہ آرائی نہ تھی۔ بلکہ ایک مذہبی عقیدہ تھا اور ظلی بروزی نبوت کے اعتقاد کا وہ لازمی نتیجہ تھا جو مرزا صاحب کے خطبہ الہامیہ سے ماخوذ تھا اور مرزا صاحب نے بذات خود اس کی نہ صرف تصدیق بلکہ تحسین کی تھی۔ خطبہ الہامیہ کی جس عبارت سے شاعر نے یہ شعر اخذ کئے ہیں وہ یہ ہے، مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں، یعنی ان دنوں میں یہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور راشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے اور اس لئے ہم تلو اور لڑنے والے گروہ کے محتاج نہیں اور اس لئے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کی بعثت کے لئے صدیوں¹⁹⁰⁵ کے شمار کو رسول کریم ﷺ کی ہجرت کے بدر کی راتوں کے شمار کی مانند اختیار فرمایا تاکہ وہ شمار اس مرتبہ پر جو ترقیات کے تمام مرتبوں سے کمال تمام رکھتا ہے۔ دلالت کرے۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱، ۱۸۲، خزائن ج ۱ ص ۲۷۱، ۲۷۲)

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کا بروزی طور پر آنحضرت ﷺ سے بڑھ جانا خود مرزا صاحب کا عقیدہ تھا جسے انہوں نے خطبہ الہامیہ کی مذکورہ بالا عبارت میں بیان کیا اسی کی تشریح کرتے ہوئے قاضی اکمل نے وہ اشعار کہے اور مرزا صاحب نے ان کی تصدیق و تحسین کی۔

ہر شخص آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے

پھر بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ مرزائی صاحبان کا عقیدہ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ صرف مرزا صاحب ہی نہیں، بلکہ ہر شخص اپنے روحانی مراتب میں ترقی کرتا ہوا (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ چنانچہ مرزائیوں کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں: ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(افضل قادیان ج ۱۰ نمبر ۵، مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۹، عنوان ”خلیفہ المسیح کی ڈائری“)

یہیں سے یہ حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ مرزائی صاحبان کی طرف سے بعض اوقات مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اس کی اصلیت کیا ہے؟ خود مرزا صاحب اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی، جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ ﷺ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ ﷺ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔“ (حقیقت الوحی ص ۷۷ ماہیہ خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۰)

غل و دوز کے مذکورہ بالا اعتقادات کے ساتھ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس افاضہ کمال کی ایسی مہر تھی جو بالکل اپنے جیسے بلکہ اپنے سے بھی افضل و اعلیٰ نبی تراشی تھی۔ قرآن و حدیث، لغت عرب اور عقل انسانی کے ساتھ اس کھلے مذاق کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے ”معبود واحد“ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم میں وہ تہا ذات ہے، جس کی قوت قدسیہ خدا تراش ہے اور اپنے جیسے خدا پیدا کر سکتی ہے۔ اگر قرآن کریم کی آیات اور امت کے بنیادی عقائد کے ساتھ ایسی گستاخانہ دل لگی کرنے کے بعد بھی کوئی شخص دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے تو پھر روئے زمین کا کوئی انسان کافر نہیں ہو سکتا۔

دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت پچھلے صفحات میں روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے اور قرآن، حدیث، اجماع اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ اور اس کے قبیحین کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

۱۔ یہ اور بات ہے کہ خود مرزا صاحب کے اعتراف کے مطابق اس عظیم الشان مہر سے صرف ایک ہی نبی تراشا گیا اور وہ مرزا غلام احمد صاحب تھے۔ فرماتے ہیں کہ: ”اس حصہ کثیر دینی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال و اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶) یہ لکھتے وقت مرزا صاحب کو یہ خیال بھی نہ آیا کہ خاتم النبیین جمع کا صیغہ ہے۔ لہذا اس مہر سے کم از کم تین نبی تو تراشے جانے چاہئے تھے۔“

یہ صرف اسلام ہی کا نہیں، عقل عام کا بھی فیصلہ ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ جب کبھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو، حق و باطل کی بحث سے قطع نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں وہ فوراً دگرگوں ہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اس شخص کی تصدیق کرتا اور اسے سچا مانتا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق اور پیروی نہیں کرتا۔ ان دونوں گروہوں کو دنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیرو سمجھا گیا ہے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ”ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقتے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔“

(الحکم جلد ۱، مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء، حصول ازخوفاۃ احمدیہ ص ۱۳۳ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان ۱۹۴۵ء)

مذاہب عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دعوائے نبوت کے بانٹے ہوئے یہ دو فریق کبھی ہم مذہب نہیں کہلائے، بلکہ ہمیشہ حریف مذہبوں کی طرح رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے۔ لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہو گئے۔ ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ لیکن یہودیوں نے بھی ان¹⁹⁰⁸ کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے بھی اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے۔ اس طرح جب سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات، زبور اور انجیل نئیوں پر ایمان لائے۔ اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا، اور نہ مسلمانوں نے بھی یہ کوشش کی کہ انہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے، پھر آپ کے بعد جب مسیلہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں امت اسلامیہ سے الگ ایک مستقل مذہب کا حامل

۱۔ یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں انسانوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک شقی یعنی کافر اور دوسری سعید یعنی مسلمان پھر پہلی قسم کو جہنمی اور دوسری کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے فنعنہم شقی وسعید۔ (ہود: ۱۰۰)

قراردے کر ان کے خلاف جہاد کیا۔ حالانکہ مسیلہ کذاب آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا۔ بلکہ اس کے یہاں جواز ان دی جاتی تھی اس میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کا کلمہ شامل تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ: "وكان يوذن للنبي ﷺ ويشهد في الاذان ان محمداً رسول الله وكان الذي يوذن له عبد الله بن النواحة وكان الذي يقيم له حجير بن عمير" (تاريخ طبری ج ۲ ص ۲۷۶ سن ۱۱ ہجری)

”مسیلہ نبی کریم ﷺ کے نام پر اذان دیتا تھا اور اذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا مؤذن عبد اللہ بن نواحہ تھا اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔“

مذہب عالم کی یہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعی نبوت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سائے میں جمع نہیں ہوئے۔ لہذا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کا یہ سو فیصد منطقی نتیجہ ہے کہ جو فریق ان کو سچا اور مامور من اللہ سمجھتا ہے وہ ان لوگوں کے مذہب میں شامل نہیں رہ سکتا جو ان کے دعوؤں کی تکذیب کرتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کو ایک دین کے پرچم تلے جمع کرنا صرف قرآن و سنت اور اجماع امت ہی سے نہیں بلکہ مذہب کی پوری تاریخ سے بعینہ کے حراوف ہے۔

مرزائی صاحبان کی جماعت لاہور کے امیر محمد علی لاہوری صاحب نے ۱۹۰۶ء کے رپورٹ آف ریلیجنس (انگریزی) میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"The Ahmadiyya movement stands in the same

relation to Islam in which Christianity stood to Judaism."

(منقول از مباحثہ راولپنڈی ج ۳، مطبوعہ دار الفضل قادیان و تہذیبی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص ۱۰۲، مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر کراچی)

یعنی ”احمدیت کی تحریک اسلام کے ساتھ وہی نسبت رکھتی ہے جو عیسائیت کو یہودیت کے ساتھ تھی۔“ کیا عیسائیت اور یہودیت کو کوئی انسان ایک مذہب قرار دے سکتا ہے؟

۱۔ یہ مرزائی صاحبان کی دونوں جماعتوں کا باہمی تحریری مباحثہ ہے جو دونوں کے مشترک خرچ پر شائع کیا گیا تھا۔ لہذا اس میں جو عبارتیں منقول ہیں وہ دونوں جماعتوں کے نزدیک مستند ہیں۔

خود مرزائیوں کا عقیدہ کہ وہ الگ ملت ہیں

مرزائی صاحبان کو اپنی یہ پوزیشن خود تسلیم ہے کہ ان کا اور ستر کروڑ مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے۔ وہ اپنی بے شمار تقریروں اور تحریروں میں اپنے اس عقیدے کا برملا اعلان کر چکے ہیں کہ جن مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں میں ان کی تکذیب کی ہے۔ وہ سب دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی مذہبی کتابوں کی تصریحات درج ذیل ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنے خطبہ الہامیہ میں جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ پورے کاپورا بذریعہ الہام نازل ہوا تھا۔ کہتے ہیں: ¹⁹¹⁰ ”واتخذت روحانية نبينا حبيب الرسل مظهراً من امته لتبلغ كمال ظهورها وغلبة نورها كما كان وعد الله في الكتاب المبين فاننا ذلك المظهر الموعود والنور المعهود فامن ولا تكن من الكافرين وان شئت فاقرا قوله تعالى هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليطهره علم الدين كله“ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۸، خزائن ج ۱۶ ص ۲۶۷)

اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا۔ پس میں وہی مظہر ہوں۔ پس ایمان لاؤ اور کافروں سے مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالیٰ کے قول کو پڑھ ہو الذى ارسل رسوله بالهدى ۰ الخ!

اور حقیقت الوحی میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”کافر کا لفظ مومن کے مقابلے پر ہے اور کفر و قسم پر ہے۔ (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے عی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو شخص باوجود شناخت کر لینے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتا۔ وہ بموجب نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کے خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۷۹، ۱۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

¹⁹¹¹ اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتی قرار دیتا ہے۔“

آگے لکھتے ہیں: ”علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔“

مزید لکھتے ہیں: ”خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف و خسوف رمضان میں ہوا۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عدا خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صد ہا نشانوں کے مفتی ٹھہراتا ہے تو وہ مؤمن کیونکر ہو سکتا ہے اور اگر وہ مؤمن ہے تو میں بوجہ افتراء کرنے کے کافر ٹھہرا۔“ (حوالہ بالا ص ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے نام اپنے خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔“ (تذکرہ ص ۶۰۷، طبع سوم)

نیز ”معیار الاختیار“ میں مرزا صاحب اپنا ایک الہام اس طرح بیان کرتے ہیں: ”جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور صرف تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔“ (اشتہار معیار الاختیار ص ۸، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۵)

¹⁹¹² نزول المسح میں لکھتے ہیں: ”جو میرے مخالف تھے ان کا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا۔“ (نزول المسح حاشیہ ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۲)

اور اپنی کتاب الہدیٰ میں اپنے انکار کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے انکار کے مساوی قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بد بخت ہیں اور انس و جن میں ان سا کوئی بھی بد طالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا، دوسرا جو خاتم الخلفاء۔ (یعنی بزم خود مرزا صاحب) پر ایمان نہ لایا۔“ (الہدیٰ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۳۵۰)

اور انجام آتھم میں لکھتے ہیں: ”اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔“ (انجام آتھم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

نیز اخبار بدر مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا ہے کہ: ”مکھنرت مسیح موعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا حرج ہے؟“ اس کا طویل جواب دیتے ہوئے آخر میں مرزا صاحب فرماتے ہیں: ”اور ان کو چاہئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی خلیق کا شبہ نہ پایا جائے اور خدا کے کھلے کھلمے معجزات کے مکذب نہ ہوں، ورنہ اللہ¹⁹¹³ تعالیٰ فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرك الا سفل یعنی منافق دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔“ (اخبار بدر مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء، مقتول از مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج ۱ ص ۳۰۷)

مرزائی خلیفہ اول حکیم نور الدین کے فتوے

مرزائی صاحبان کے پہلے خلیفہ جن کی خلافت پر دونوں مرزائی گروپ متفق تھے، فرماتے ہیں: ”ایمان بالرسول اگر نہ ہو تو کوئی شخص مؤمن مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسول میں کوئی تخصیص نہیں، عام ہے، خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ بتاؤ کہ یہ اختلاف فردی کیونکر ہوا۔“

(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج ۱ ص ۲۷۵، بحوالہ اخبار الحکم ج ۱ ص ۸، مورخہ ۷ مارچ ۱۹۱۱ء)

نیز ایک اور موقع پر کہتے ہیں: ”محمد رسول اللہ ﷺ کے منکر یہود نصاریٰ، اللہ کو مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں کو مانتے ہیں کیا اس انکار پر کافر ہیں یا نہیں؟ کافر ہیں، اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے کہ اس کا منکر کافر ہے تو محمد ﷺ کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں کہ اس کا منکر بھی کافر ہو۔ اگر وہ مسیح ایسا تھا کہ اس کا منکر کافر ہے تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔“ (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج ۱ ص ۳۸۵، بحوالہ الحکم نمبر ۱۹ ج ۱، ۱۸، ۱۷ مئی ۱۹۱۲ء)

خلیفہ دوم مرزا محمود احمد کے فتاویٰ

اور مرزائی صاحبان کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود صاحب کہتے ہیں: ”جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی¹⁹¹⁴ لڑکی دے دے،

ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملہ میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو؟ کیا اس لئے دیتے ہو کہ وہ تمہاری قوم کا ہوتا ہے؟ مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمہاری قوم تو احمدیت ہو گئی۔ شناخت اور امتیاز کے لئے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو۔ ورنہ اب تو تمہاری قوم، گوشت، تمہاری ذات احمدی ہی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں قوم تلاش کرتے ہو۔ مؤمن کا تو یہ کام ہوتا ہے کہ جب حق آ جائے تو باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔“ (ملائکہ اللہ از مرزا بشیر الدین محمود ص ۴۶، ۴۷)

نیز انوار خلافت میں فرماتے ہیں: ”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں، یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔“

(انوار خلافت ص ۹۰، مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

اور آئینہ صداقت میں تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام تک نہیں سنا وہ بھی کافر ہیں، فرماتے ہیں: ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“ (آئینہ صداقت ص ۳۵)

مرزا بشیر احمد، ایم اے کے اقوال

اور مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے مٹھے بیٹے مرزا بشیر احمد، ایم اے لکھتے ہیں: ¹⁹¹⁵ ”ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا محمد ﷺ کو مانتا ہے، پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“

(کلئہ الفصل ص ۱۱۰ ہندو بچہ ریویو آف ریلیجنس ج ۱۳ نمبر ۴، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”مسیح موعود کا یہ دعویٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افتراء علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا کی سچائی اس سے ہم کلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنے والے پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو۔ کیونکہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ اگر مدعی کافر نہیں ہے تو مذب ضرور کافر ہے۔ پس خدا را اپنا اتفاق چھوڑو اور دل میں کوئی فیصلہ کرو۔“

(کلمۃ الفصل ص ۱۲۳، مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ج ۱۲، ماہ مارچ، اپریل ۱۹۱۵ء)

At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali)

(اس موقع پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے مسٹر چیئرمین (ساحزادہ فاروق علی) نے سنبھال لیا)
مولوی مفتی محمود:

محمد علی لاہوری صاحب کے اقوال

محمد علی لاہوری صاحب (امیر جماعت لاہور) انگریزی ریویو آف ریلیجنز میں لکھتے ہیں:

1916

"The Ahmadiyya movement stands in the same

relation to Islam in which Christianity stood to Judaism.

یعنی احمدی تحریک اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔ (منقول از مباحثہ راولپنڈی مطبوعہ قادیان ص ۲۳۰، تبدیلی عقائد مؤلفہ محمد اسماعیل قادیانی ص ۱۲)
اس میں محمد علی لاہوری صاحب نے ”احمدیت“ کو ”اسلام“ سے اسی طرح الگ مذہب قرار دیا ہے جس طرح عیسائیت یہودیت سے بالکل الگ مذہب ہے۔

نیز (ریویو آف ریلیجنز ج ۵ ص ۳۱۸) میں لکھتے ہیں: ”افسوس ان مسلمانوں پر جو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت میں اندھے ہو کر انہی اعتراضات کو دہرا رہے ہیں جو عیسائی آنحضرت ﷺ پر کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح جس طرح عیسائی آنحضرت ﷺ کی مخالفت میں اندھے ہو کر ان اعتراضوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور دہرا رہے ہیں جو یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کرتے تھے۔ سچے نبی کا یہی ایک بڑا بھاری امتیازی نشان ہے کہ جو اعتراض اس پر کیا

جائے گا وہ سارے نبیوں پر پڑے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے مامور من اللہ کو رد کرتا ہے وہ گویا کل سلسلہ نبوت کو رد کرتا ہے۔“ (مقول از تہذیبی مقدمہ مولفہ محمد اسماعیل صاحب قادیانی ص ۴۲)

یہاں یہ واضح رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب یا ان کے قبعین کی عبارتوں میں کہیں کہیں ضمناً اپنے مخالفین کے لئے ”مسلمان“ کا لفظ استعمال ہو گیا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ملک محمد عبداللہ صاحب قادیانی ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ”آپ (مرزا صاحب) نے اپنے منکروں کو ان کے ظاہری نام کی وجہ سے مسلمان لکھا ہے، کیونکہ عرف عام کی وجہ سے جب ایک نام مشہور ہو جائے تو پھر خواہ حقیقت اس میں موجود نہ بھی رہے اسے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔“

(۱۹۱۷ء احمدیت کے امتیازی مسائل مندرجہ ریویو آف ریلیجنز دسمبر ۱۹۱۷ء ج ۲۰ نمبر ۱۲ ص ۳۸)

مسلمانوں سے عملی قطع تعلق

مذکورہ بالا عقائد کی بناء پر مرزائی صاحبان نے خود اپنے آپ کو ایک الگ ملت قرار دے دیا اور جیسا کہ پیچھے عرض کیا جا چکا ہے، ان کا یہ طرز عمل مرزا غلام احمد صاحب کے دعوؤں اور تحریروں کا بالکل منطقی نتیجہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے ان کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلق قائم کرنے اور ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کی بالکل ممانعت کر دی۔

غیر احمدی کے پیچھے نماز

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا کہ: ”تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے اس لئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے؟ پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور کذاب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بلکی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل جہٹ ہو جائیں؟“

(تحدہ گولڈیہ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۴۱۷)

غیر احمدیوں کے ساتھ شادی بیاہ

مرزا بشیر الدین محمود (خلیفہ دوم قادیانی صاحبان) لکھتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ¹⁹¹⁸ نے اس کو بھی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ (اب میں نے اس کی بھی توبہ کچھ کر قبول کر لی ہے)“

آگے لکھتے ہیں: ”میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کرے گا تو میں اس کو جماعت سے نکال دوں گا۔“ (انوار خلافت ص ۹۳)

البتہ مسلمانوں کی لڑکیاں لینے کو قادیانی مذہب میں جائز قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب کے دوسرے صاحبزادے مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ”اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔“ (کلمۃ الفصل ص ۱۶۹ ہندو رجریو یوج ۱۳ ص ۱۳۰)

غیر احمدیوں کی نماز جنازہ

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ”اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے، اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے۔ وہ تو مسیح موعود کا منکر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ اور کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ¹⁹¹⁹ کا مذہب ہوتا ہے۔ شریعت وہی مذہب ان کے بچے کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہی ہوا۔ اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔“

(انوار خلافت ص ۹۳، مکتوبہ امر تر ۱۹۱۶ء)

قائد اعظم کی نماز جنازہ

چنانچہ اپنے مذہب اور خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سابق وزیر خارجہ پاکستان نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں بھی شرکت نہیں کی۔ منیر انکوائری کمیشن کے سامنے تو اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی کہ: ”نماز جنازہ کے امام مولانا شبیر احمد عثمانی احمدیوں کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دے چکے تھے۔ اس لئے میں اس نماز میں شریک ہونے کا فیصلہ نہ کر سکا۔ جس کی امامت مولانا کر رہے تھے۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ص ۲۱۲)

لیکن عدالت سے باہر جب ان سے یہ بات پوچھی گئی کہ آپ نے قائد اعظم کی نماز جنازہ کیوں ادا نہیں کی؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا۔

”آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیں یا مسلمان حکومت کا کافر لوکر۔“

(زمیندار لاہور ۸ مور فروری ۱۹۵۰ء)

جب اخبارات میں یہ واقعہ منظر عام پر آیا تو جماعت ربوہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا کہ: ”جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائد اعظم احمدی نہ تھے۔ لہذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔“ (ٹریک نمبر ۲۲، بعنوان ”احراری علماء کی راست گوئی کا نمونہ“ ناشر: مجتہد شروا شاعت نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ)

¹⁹²⁰ اور قادیانی اخبار ”الفضل“ کا جواب یہ تھا کہ: ”کیا یہ حقیقت نہیں کہ ابوطالب بھی قائد اعظم کی طرح مسلمانوں کے بہت بڑے محسن تھے، مگر نہ مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا اور نہ رسول خدا نے۔“ (الفضل مورعہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء ص ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴)

بعض لوگ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے اس طرز عمل پر اظہار تعجب کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تعجب کا کوئی موقع نہیں۔ انہوں نے جو دین اختیار کیا تھا یہ اس کا لازمی تقاضا تھا۔ ان کا دین، ان کا مذہب، ان کی امت ان کے عقائد ان کے افکار ہر چیز مسلمانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ ان سے بالکل متضاد ہے، ایسی صورت میں وہ قائد اعظم کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے؟

خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ
مذکورہ بالا توضیحات سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ

مرزائی مذہب مسلمانوں سے بالکل الگ مذہب ہے۔ جس کا امت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں اور اپنی یہ پوزیشن خود مرزائیوں کو مسلم ہے کہ ان کا اور مسلمانوں کا مذہب ایک نہیں ہے اور وہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر سے الگ ایک مستقل امت ہیں۔ چنانچہ انہوں نے غیر منقسم ہندوستان میں اپنے آپ کو سیاسی طور پر بھی مسلمانوں سے الگ ایک مستقل اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا تھا۔

مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں: ”میں نے اپنے نمائندے کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کھلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کئے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پاری اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں جس¹⁹²¹ طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کئے گئے ہیں اسی طرح ہمارے بھی کئے جائیں۔ تم ایک پاری پیش کردو۔ اس کے مقابلہ میں دو۔ دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔“

(مرزا بشیر الدین محمود کا بیان مندرجہ الفضل مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء)

کیا اس کے بعد بھی اس مطالبے کی معقولیت میں کسی انصاف پسند انسان کو کوئی ادنیٰ شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ مرزائی امت کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے؟

مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ

یہاں ایک اور اہم حقیقت کی طرف توجہ دلانا از بس ضروری ہے اور وہ یہ کہ مرزائی صاحبان کا نوے ۹۰ سالہ طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ وہ اپنے جماعتی مفادات کی خاطر بسا اوقات صریح غلط بیانی سے بھی نہیں چوکتے۔ پیچھے ان کی وہ واضح اور غیر مبہم تحریریں پیش کی جا چکی ہیں جن میں انہوں نے مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر قرار دیا ہے اور جتنی تحریریں پیچھے پیش کی گئی ہیں اس سے زیادہ مزید پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اپنی تقریر و تحریر میں ان گنت مرتبہ ان صریح اعلانات کے باوجود منیر انکوائری کمیشن کے سوال کے جواب میں ان دونوں جماعتوں نے یہ بیان دیا کہ ہم غیر احمدیوں کو کافر نہیں سمجھتے۔

ان کا یہ بیان ان کے حقیقی عقائد اور سابقہ تحریرات سے اس قدر متضاد تھا کہ منیر انکوائری کمیشن کے جج صاحبان بھی اسے صحیح باور نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں: ”اس مسئلے پر کہ آیا احمدی دوسرے مسلمانوں کو ایسا کافر سمجھتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ احمدیوں نے ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں، اور لفظ کفر جو احمدی

لٹرچر میں ایسے اشخاص کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن ہم نے اس موضوع پر احمدیوں کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان¹⁹²² کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

(پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ اردو ص ۲۱۲)

چنانچہ جب تحقیقات کی بلائیں مچی تو وہی سابقہ تحریریں جن میں مسلمانوں کو بر ملا کافر کہا گیا تھا۔ پھر شائع ہونی شروع ہو گئیں۔ کیونکہ وہ تو ایک وقتی چال تھی جس کا اصل عقیدے سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

یہی حال سرکارِ دو عالم ﷺ کو آخری پیغمبر ماننے کا ہے کہ مرزائی پیشواؤں کی ایسی صریح تحریروں کا ایک انبار موجود ہے جن میں انہوں نے اپنے اس عقیدے کا بر ملا اعلان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبیوں کی آمد بند نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ ﷺ کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ان کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود نے لکھا تھا کہ: ”اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے کہوں گا تو جھوٹا ہے، تو کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔“

(انوار خلافت ص ۶۵)

لیکن حال ہی میں جب پاکستان کے دستور میں صدر اور وزیراعظم کے حلف نامے میں یہ الفاظ بھی تجویز کئے گئے کہ: ”میں آنحضرت ﷺ کے آخری پیغمبر ہونے پر اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“ تو قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا ابصر احمد صاحب نے اعلان فرمایا کہ: ”میں نے اس حلف نامے کے الفاظ پر بڑا غور کیا ہے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک احمدی کے راستے میں اس حلف کو اٹھانے میں کوئی روک نہیں۔“

(افضل ریو مور ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء نمبر ۱۰ ص ۵۰۴)

¹⁹²³ ملاحظہ فرمائیے کہ جو بات خلیفہ دوم کے نزدیک انسان کو جھوٹا اور کذاب بنادیتی تھی اور جس کا اقرار تلواروں کے درمیان بھی جائز نہیں تھا، جب عہدہ صدارت و وزارت عظمیٰ اس پر موقوف ہو گیا تو اس کے حلیفہ اقرار میں بھی کچھ حرج نہیں تھا۔ لہذا مرزائی جھٹا حبان کے بارے

میں حقیقت تک پہنچنے کے لئے وہ بیانات ہمیشہ گمراہ کن ہوں گے جو وہ کوئی پتہ پڑنے کے موقع پر دیا کرتے ہیں۔ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان کی اصلی مذہبی تحریروں اور ان کے نوے سالہ طرز عمل کا مطالعہ ضروری ہے، یا تو وہ اپنے تمام سابقہ عقائد، تحریروں اور بیانات سے کھلم کھلا توبہ کر کے ان سب سے برأت کا برملا اعلان کریں اور اس بات کا عملی ثبوت فراہم کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بددیواری سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ یا پھر جرأت مندی سے اپنے ان عقائد اور بیانات کو قبول کر کے اپنی اس پوزیشن پر راضی ہوں جو ان کی روشنی میں ثابت ہوتی ہے اس کے سوا جو بھی تیسرا راستہ اختیار کیا جائے گا وہ محض دفع الوقتی کی ترکیب ہوگی۔ جس سے کسی ذمہ دار ادارے یا حق کے طلب کار کو دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

پروفیسر غفور احمد: میری گزارش یہ ہے کہ اب آپ اسے ایڈجرن کر دیں کل لے لیں۔
جناب چیئر مین: پانچ منٹ کے لئے وقفہ کریں۔ دس بجے تک چلیں گے۔ ہم صفحہ ۴ تک پہنچ گئے ہیں۔ ۶۰ تک پہنچ جائیں تو ٹھیک ہے۔
پروفیسر غفور احمد: ہم صبح سے وہاں گئے ہوئے تھے۔ چودہ پندرہ گھنٹے ہو چکے ہیں۔ اب صرف کل ایک سنگ میں ختم ہو جائے گی یا آٹھ بجے چلا لیں؟
متعدد اراکین: جی اچھا لیں۔

جناب چیئر مین: میری طرف سے تو صبح پانچ بجے کر لیں، نماز یہاں پڑھ لیں گے۔

1924

The House Committee is adjourned to meet tomorrow at 9:00 a.m. sharp.

(پارلیمنٹری کمیٹی کا اجلاس کل ۹ بجے صبح تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے)

The Special Committee of the Whole House adjourned to meet at nine of the Clock, in the morning, on Friday, the 30th, August, 1974.

(پورے ہاؤس پر مشتمل خصوصی کمیٹی کا اجلاس ۳۰ اگست ۱۹۷۴ء بروز جمعہ صبح ۹ بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے)



**THE
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN**

**PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

OFFICIAL REPORT

Friday, the 30th August, 1974

(Contains Nos. 1—21)

CONTENTS

Pages

1 Qadiani Issue—General Discussion—(Continued).....	1928-2385
---	-----------



THE

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

**PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE**

OFFICIAL REPORT

Friday, the 30th August, 1974

(Contains Nos. 1—21)

¹⁹²⁷ **THE NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN**

(قومی اسمبلی پاکستان)

**PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE
WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA
TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE.**
(مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی، بند کمرے کی کارروائی)

OFFICIAL REPORT

Friday, the 30th August. 1974.

(۳۰ اگست ۱۹۷۴ء، بروز جمعہ)

The Special Committee of the Whole House met in Camera in the Assembly Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at nine of the clock, in the morning. Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

(مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس اسمبلی چیمبر (سٹیٹ بینک بلڈنگ) اسلام آباد
بند کمرے میں صبح ۹ بجے چیئر مین جناب (ماجراؤہ فاروق علی) کی زیر صدارت منعقد ہوا)

(Recitation from the Holy Quran)

(تلاوت قرآن شریف)

1928

QADIANI ISSUE- GENERAL DISCUSSION

جناب چیئر مین: مولوی مفتی محمود
مولوی مفتی محمود:

لاہوری جماعت کی حقیقت

مرزائی صاحبان کی لاہوری جماعت، جس کے بانی محمد علی لاہوری صاحب تھے۔ بکثرت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی۔ بلکہ مسیح موعود مہدی اور مجدد مانتی ہے۔ اس لئے اس پر ختم نبوت کی خلاف ورزی کے الزام میں کفر عائد نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا مختصر سا جواب تو یہ ہے کہ جس شخص کا جھوٹا دعویٰ نبوت ثابت ہو چکا ہو۔ اسے صرف نبی ماننا ہی نہیں، سچا ماننا اور واجب الاطاعت سمجھنا بھی کھلا کفر ہے۔ چہ جائیکہ اسے مسیح موعود، مہدی اور مجدد اور محدث (صاحب الہام) قرار دیا جائے۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ کسی شخص کا دعویٰ نبوت جو دو حریف مذہب پیدا کرتا ہے، وہ اسے سچا ماننے والوں اور جھوٹا ماننے والوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو جماعت اسے سچا قرار دیتی ہے وہ ایک مذہب کی بحر و قرار پاتی ہے اور جو جماعت اس کی تکذیب کرتی ہے وہ دوسرے مذہب میں شامل ہوتی ہے۔ لہذا جب مرزا غلام احمد قادیانی کا مدعی نبوت ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا تو اب اس کو پیشوا ماننے والی تمام جماعتیں ایک ہی مذہب میں داخل ہوں گی، خواہ وہ اسے نبی کا نام دیں، یا مسیح موعود، مہدی معبود اور مجدد کا، لیکن اس مختصر جواب کے ساتھ لاہوری جماعت کی پوری حقیقت واضح کر دینا بھی مناسب ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ عقیدہ و مذہب کے اعتبار سے ان دونوں جماعتوں میں عملاً کوئی فرق نہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین کے انتقال تک جماعت قادیان اور جماعت لاہور کوئی الگ جماعتیں نہ تھیں۔ اس پورے عرصہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام قبیحین غلوہ مرزا بشیر الدین ہوں یا محمد علی لاہوری، پوری آزادی کے ”ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ”نبی“ اور ”رسول“ کہتے اور مانتے رہے۔ محمد علی لاہوری صاحب عرصہ دراز تک مشہور قادیانی رسالے ”رمبو آف ریلیجنز“ کے ایڈیٹر رہے اور اس عرصہ میں انہوں نے بے شمار مضامین میں نہ صرف مرزا صاحب کے لئے ”نبی“ اور ”رسول“ کا لفظ استعمال کیا، بلکہ ان کے لئے نبوت و رسالت کے تمام لوازم کے قائل رہے، ان کے ایسے مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن سکتی ہے۔ تاہم یہاں محض نمونے کے طور پر ان کی چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں:

۱۳ مئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک بیان دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تکذیب کرے وہ ”کذاب“ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مرزا صاحب نے کذاب لکھا تو ٹھیک کہا۔ اس بیان میں وہ لکھتے ہیں: ”مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب طرم مدعی نبوت ہے، اس کے مرید اس کو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔“ (حلیہ شہادت اعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء مقول از ماہنامہ فرقان قادیان، ج ۱ نمبر ۱، ماہ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۱۵)

”آنحضرت ﷺ کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپ ﷺ کے تعین کامل کے لئے جو آپ ﷺ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ ﷺ کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔“

(ریویو آف ریلیجنز ج ۲ ص ۱۸۶، بحوالہ تہذیبی حقائق از محمد اسماعیل قادیانی ص ۲۲)
 ”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں، بلکہ ایک عرصہ دراز تک جب تک اللہ تعالیٰ^{۱۹۳۰} نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت تو بہ لیں۔ آپ کو کسی سے کچھ سروکار نہیں تھا اور سالہا سال تک گوشہ خلوت سے باہر نہیں نکلے۔ یہی سنت قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی چلی آئی ہے۔“

(ریویو ج ۵ ص ۱۳۲)

”مخالف خواہ کوئی ہی معنی کر لے، مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے، صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیے مانگنے والا..... ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔“ (تقریر محمد علی الحکم مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۴ء ج ۱ ص ۱۱)
 یہ اقتباسات تو محض بطور نمونہ محمد علی لاہوری صاحب ہانی جماعت لاہور کی تحریروں سے پیش کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ صرف انہی کا عقیدہ نہ تھا۔ بلکہ پوری جماعت لاہور نے اپنے ایک حلیہ بیان میں انہی حقائق کا اقرار کیا ہے۔

لاہوری جماعت کا حلیہ بیان

”پیغام مسلح“ جماعت لاہور کا مشہور اخبار ہے۔ اس کی ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں پوری جماعت کی طرف سے یہ حلیہ بیان شائع ہوا: ”معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے

غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سید ناوہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود، مہدی معبود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی ¹⁹³¹ صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلا نا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معبود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔“

(پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۲، بحوالہ ماہنامہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۳۲ء ص ۱۴، ۱۳)

اس حلیفہ بیان کے بعد لاہوری جماعت کے اصل عقائد سے ہر پردہ اٹھ جاتا ہے۔ لیکن جب مرزائیوں کے خلیفہ اذل حکیم نور الدین کا انتقال ہوتا ہے اور خلافت کا مسئلہ اٹھتا ہے تو محمد علی لاہوری صاحب مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ بیعت کرنے اور خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر کے قادیان سے لاہور چلے آتے ہیں اور یہاں اپنی الگ جماعت کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو مرزا بشیر الدین خلیفہ دوم مقرر کئے گئے اور ۲۲ مارچ ۱۹۱۳ء کو اس فیصلے سے اختلاف کرنے والی جماعت لاہور کا پہلا جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ یہ تھی: ”صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیر الدین) کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمد کے نام پر بیعت لیں۔ یعنی اپنے سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کر لیں۔ لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق و اختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیئے ہیں اور اس کو اپنا جائزین قرار دیا ہے۔ اس میں کسی قسم کی دست اندازی کرے۔“

(ضمیمہ پیغام صلح ۲۳ مارچ ۱۹۱۳ء بحوالہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۳۲ء ص ۷)

اس قرارداد سے واضح ہے کہ لاہوری جماعت کو اس وقت نہ جماعت قادیان کے عقائد پر اعتراض تھا اور نہ وہ مرزا بشیر الدین کو خلافت کے لئے نااہل قرار دیتے تھے۔ جھگڑا تھا تو اس بات ¹⁹³² پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیئے جائیں نہ کہ خلیفہ کو، لیکن جب مرزا بشیر الدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری نے لکھا: ”خلافت کا سلسلہ صرف چند روزہ ہوتا ہے تو کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ اگر ایک شخص کی بیعت کر لی تو اب آئندہ بھی

کرتے جاؤ۔“ (پیغام صلح ۲ مارچ ۱۹۱۴ء منقول از فرقان حوالہ بالا ص ۷)

یہ تھا قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا اصل اختلاف جس کی بناء پر یہ دونوں پارٹیاں الگ ہوئیں۔ اس سیاسی اختلاف کی بناء پر جب قادیانی جماعت نے لاہوری جماعت پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو لاہوری گروپ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے پر مجبور ہوا۔ چنانچہ جب جماعت لاہور نے اپنا الگ مرکز قائم کیا تو کچھ اپنی علیحدگی کو خوبصورت بنانے کی تدبیر، کچھ قادیانی جماعت کے بغض اور کچھ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی فکر کی وجہ سے اس جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع اور توبہ کا اعلان کئے بغیر، یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتے ہیں۔

قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں

لیکن اگر لاہوری جماعت کے ان عقائد کو بھی دیکھا جائے جن کا اعلان انہوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد کیا ہے۔ تب بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا یہ موقف محض ایک لفظی ہیر پھیر ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ان کے اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ مرزا غلام احمد کے الہام کو حجت اور واجب الاتباع مانتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی اسے حجت اور واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام کفریات کی تصدیق کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی اسے واجب التصدیق قرار دیتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام کتابوں کو اپنے لئے الہامی سند اور مذہبی اتھارٹی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی انہیں مذہبی ماخذ کی حیثیت دیتے ہیں۔¹⁹³³ جس طرح وہ مرزا صاحب کے مخالفین کو کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی مرزا صاحب کو کافر اور جھوٹا قرار دینے والوں کے کفر کے قائل ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کے لئے لفظ نبی استعمال کرنے کو علی الاطلاق جائز سمجھتی ہے اور لاہوری جماعت مرزا صاحب کے لئے اس لفظ کے استعمال کو صرف لغوی یا مجازی حیثیت میں جائز قرار دیتی ہے۔

اس حقیقت کی تشریح اس طرح ہو گئی کہ لاہوری جماعت جن بنیادی عقیدوں میں اپنے آپ کو قادیانی جماعت سے ممتاز قرار دیتی ہے وہ دو عقیدے ہیں:

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے لفظ نبی کا استعمال۔

۲..... غیر احمدیوں کا کافر کہنا۔

لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف مجدد مانتی ہے اور غیر احمدیوں کو کافر کے بجائے صرف فاسق قرار دیتی ہے۔ اب ان دونوں باتوں کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے:

نبی نہ ماننے کی حقیقت

لاہوری جماعت اگر چہ اعلان تو یہی کرتی ہے کہ ہم مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ بلکہ ”مجدد“ مانتے ہیں۔ لیکن ”مجدد“ کا مطلب کیا ہے؟ بعینہ وہ جسے قادیانی جماعت ظلی اور بردوزی نبی کہتی ہے۔ چنانچہ محمد علی لاہوری صاحب اپنی کتاب ”النبوة فی الاسلام“ میں جو جماعت لاہور کی علیحدگی کے بہت بعد کی تصنیف ہے۔ لکھتے ہیں: ”انواع نبوت میں سے وہ نوع جو محدث کو ملتی ہے وہ چونکہ باعث اتباع اور فانی الرسول کے ملتی ہے۔ جیسا توضیح الہرام میں لکھا تھا کہ وہ نوع مبشرات ہے۔ اس لئے وہ تحدید ختم نبوت سے باہر ہے اور یہ حضرت مسیح موعود ہی نہیں کہتے بلکہ حدیثوں نے صاف طور پر ایک طرف محدثوں کا وعدہ دے کر اور دوسری طرف مبشرات کو باقی رکھ کر یہی اصول قرار دیا ہے۔ گویا نبوة تو ختم ہے۔ مگر ایک نوع نبوت باقی ہے اور وہ نوع نبوت مبشرات ہیں۔ وہ ان لوگوں کو ملتی ہے جو کامل طور پر اتباع حضرت نبی کریم ﷺ کا کرتے ہیں اور ننانی الرسول کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب بعینہ اسی اصول کو چشمہ معرفت میں جو آپ (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کی سب سے آخری کتاب ہے۔ بیان کیا ہے، دیکھو ص ۳۲۳۔ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں، یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے، یعنی اس کا مل ہے اور اس کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے۔“ اب دیکھو کہ یہاں بھی نبوت کو تو ختم ہی کہا ہے۔ لیکن ایک قسم کی نبوت باقی بتائی ہے اور وہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ: ”وہ نبوت جس کو ظلی نبوت یا نبوت محمدیہ وہ وہی مبشرات والی نبوت ہے۔“ (النبوة فی الاسلام ص ۱۵۰ مطبوعہ لاہور) آگے مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی عبارتوں کی تشریح کرتے ہوئے اور انہیں درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”در حقیقت جو کچھ فرمایا ہے (یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے) اگر اس کے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو، مگر ماحصل سب کا ایک ہی ہے، یعنی یہ کہ اول فرمایا کہ صاحب خاتم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بجز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا

کہ صاحب خاتم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کی مہر سے ¹⁹³⁵ ایک ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ اب امتی ہونے کے معنی یہی ہیں کہ کامل اطاعت آنحضرت ﷺ کی کی جائے اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کی محبت میں فنا کر دیا جائے تب آپ ﷺ کے فیض سے ایک قسم کی نبوت بھی مل سکتی ہے۔ وہ نبوت کیا ہے؟ اس کو آخر میں جا کر صاف حل کر دیا ہے کہ وہ ایک ظلی نبوت ہے۔ جس کے معنی ہیں فیض محمدی سے وحی پانا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔“ (البدوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صاحب ص ۱۵۳)

محمد علی لاہوری صاحب کی ان عبارتوں کو اہل قادیان اور اہل ربوہ کے ان عقائد سے ملا کر دیکھئے جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں۔ کیا کہیں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ لیکن آگے فرق ظاہر کرنے کے لئے لفظوں کا یہ کھیل بھی ملاحظہ فرمائیں: ”حضرت مسیح موعود نے اپنی پہلی اور پچھلی تحریروں میں ایک ہی اصول باندھا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ باب نبوت تو مسدود ہے۔ مگر ایک نوع کی نبوت مل سکتی ہے۔ یوں نہیں کہیں گے کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بلکہ یہ کہیں گے نبوت کا دروازہ بند ہے۔ مگر ایک نوع کی نبوت باقی رہ گئی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ یوں نہیں کہیں گے کہ ایک شخص اب بھی نبی ہو سکتا ہے۔ یوں کہیں گے کہ ایک نوع کی نبوت اب بھی آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا نام ایک جگہ بشرات، ایک جگہ جزوی نبوت، ایک جگہ محدثیت، ایک جگہ کثرت مکالمہ رکھا ہے۔ مگر نام کوئی بھی رکھا ہو، اس کا بڑا نشان پہ قرار دیا ہے کہ وہ ایک انسان کامل محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے مل سکتی ہے۔ وہ فانی الرسول سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ ¹⁹³⁶ نبوت محمدیہ کی مستفاض ہے، وہ چراغ نبوی کی روشنی ہے، وہ اصلی کوئی چیز نہیں، ظل ہے۔“ (حوالہ بالا ص ۱۵۸)

کیا یہ لفظوں کے معمولی ہیر پھیر سے ظل و بدو کا ہمیدہ وہی فلسفہ نہیں ہے جو مرزا صاحب اور قادیانی جماعت کے الفاظ میں پیچھے بیان کیا جا چکا ہے؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو حقیقت کے لحاظ سے قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں فرق کیا رہ گیا؟ اور یہ صرف محمد علی لاہوری صاحب ہی کا نہیں، پوری لاہوری جماعت کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان جو مباحثہ راولپنڈی میں ہوا اور جسے دونوں جماعتوں نے مشترک خرچ پر شائع کیا، اس میں لاہوری جماعت کے نمائندے نے صراحتاً کہا کہ: ”حضرت (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) آنحضرت ﷺ کے اظلال میں ایک کامل ظل ہیں۔ پس ان کی بیوی اس لئے ام المؤمنین ہے اور یہ بھی ظلی طور پر مرتبہ ہے۔“ (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۹۶)

۱۔ فانی الرسول سے نبوت مل جاتی ہے تو شاید فانی اللہ سے خدائی بھی مل جاتی ہوگی۔

نیز اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ: ”حضرت مسیح موعود نبی نہیں، بلکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ان میں منعکس ہے۔“ (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۵۳)

یہ سب وہ عقائد ہیں جنہیں لاہوری جماعت اب بھی تسلیم کرتی ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مرزا غلام احمد کی نبوت کے مسئلہ میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں صرف لفظی ہیر پھیر کا اختلاف ہے۔ لاہوری جماعت اگرچہ مرزا صاحب کا لقب مسیح موعود اور مجدد رکھتی ہے۔ لیکن ان الفاظ سے ان کی مراد بعینہ وہ ہے جو قادیانی جماعت ظلی، بدوزی یا غیر تشریحی یا امتی نبی کے الفاظ سے مراد لیتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ لاہوری جماعت کا مسلک یہ ہے کہ مسیح^{۱۹۳۷} موعود، مجدد اور مہدی کا یہ مقام جسے مرزا صاحب نے ہزار ہا مرتبہ لفظ نبی سے تعبیر کیا اور جس کے لئے وہ خود ۱۹۱۴ء تک بلا تکلف یہی لفظ استعمال کرتے رہے۔ خلافت کا نزاع پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے ”نبوت“ کا لفظ اور صرف لفظ مجازی یا لغوی قرار پا گیا۔ جسے مرزا صاحب کی عبارتوں کی تشریح کے لئے اب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن عام تحریروں میں اس کا استعمال مصلحتاً ترک کر دیا گیا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے بالکل صحیح بات کہی تھی کہ: ”تحریک احمدیت دو جماعتوں میں منقسم ہے جو قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اول الذکر جماعت بانی احمدیت کو نبی تسلیم کرتی ہے۔ آخر الذکر نے اعتقاداً یا مصلحتاً قادیانیت کی شدت کو کم کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا۔“ (حرف اقبال ص ۱۴۹، السنار اکاڈی مطبوعہ ۱۹۴۷ء)

یہاں یہ حقیقت بھی واضح کر دینا مناسب ہے کہ لاہوری صاحبان نے جو تاویل کی ہے کہ مرزا صاحب نے ہر جگہ اپنے لئے لفظ نبی مجازی یا لغوی طور پر استعمال کیا ہے۔ حقیقت نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس تاویل کے لئے انہوں نے حقیقت نبوت کی ایک مخصوص اصطلاح گھڑی ہے جو شرعی اصطلاح سے بالکل الگ ہے۔ اس حقیقت نبی کے لئے انہوں نے بہت سی شرائط عائد کی ہیں جن میں سے چند یہ بھی ہیں:

۱..... ”حقیقی نبی صرف وہ ہوگا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آئے ہوں۔ نزول جبرائیل کے بغیر کوئی حقیقی نبی نہیں ہو سکتا۔“ (النبوة فی الاسلام از محمد علی لاہوری ص ۲۸، ملخص)

۲..... ”حقیقی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سابقہ شریعت کو منسوخ یا اس میں ترمیم کر سکے۔“ (النبوة فی الاسلام ص ۷۷، ملخص)

۳..... ”حقیقی نبی کی وحی عبادات میں پڑھی جاتی ہے۔“ (النبوة فی الاسلام ص ۵۶)

۱۔ اگرچہ مرزا صاحب کی بے شمار تحریروں میں اس دعویٰ کی بھی تردید کرتی ہیں۔

۱۹۳۸..... ”ہر حقیقی نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کتاب لائے۔“ (النہو فی الاسلام ص ۶۰، طبع) حقیقی نبوت کے لئے اس طرح کی بارہ شرائط عائد کرنے کے بعد انہوں نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ یہ شرائط مرزا صاحب کی نبوت میں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے ان پر حقیقی معنی میں لفظ نبی کا اطلاق درست نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ شریعت کی معروف اصطلاح میں نبی کے لئے نہ کتاب لانا ضروری ہے، نہ یہ ضروری ہے کہ اس کی وحی عبادتوں میں ضرور ہی پڑھی جائے۔ نہ یہ لازمی ہے کہ نبی اپنے سے پہلی شریعت کو ہمیشہ منسوخ ہی کر دے اور نہ نبوت کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ اس میں وحی لانے والے ہمیشہ جبرائیل علیہ السلام ہی ہوں۔ لہذا ”حقیقی نبوت“ صرف اسی نبوت کو قرار دینا جس میں یہ ساری شرائط موجود ہوں۔ محض ایک ایسا حیلہ ہے جس کے ذریعہ کبھی مرزا صاحب کو نبی قرار دینا اور کبھی ان کی نبوت سے انکار کرنا آسان ہو جائے۔ کیونکہ یہ شرائط عائد کر کے تو بہت سے انبیائے بنی اسرائیل کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ ”حقیقی نبی“ نہیں تھے۔ کیونکہ نہ ان پر کتاب اتری نہ ان کی وحی کی تلاوت کی گئی اور نہ وہ کوئی نئی شریعت لے کر آئے لیکن وہ انبیاء تھے۔

مکفیر کا مسئلہ

لاہوری جماعت جس بنیاد پر اپنے آپ کو اہل قادیان سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ اصل میں تو نبوت ہی کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں پیچھے واضح ہو چکا کہ وہ صرف لفظی ہیر پھیر کا فرق ہے۔ ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ دوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جماعت لاہوری کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت قادیان سے مختلف ہے۔ مکفیر کا مسئلہ ہے۔ یعنی لاہوریوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیتی ہے۔ لیکن یہاں بھی بات اتنی سادہ نہیں جتنی بیان کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر امیر جماعت محمد علی لاہوری صاحب نے ایک مستقل کتاب ”رد مکفیر اہل قبلہ“ کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد ان کا جو نقطہ نظر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو کج موعود نہ ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں:

۱..... ”وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے۔ مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے۔ ایسے لوگ ان کے نزدیک بلاشبہ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔“

(النہو فی الاسلام ص ۱۱۵، طبع)

۲..... وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کو کافر یا کاذب کہتے ہیں، ان کے بارے میں ان کا مسلک بھی

یہی ہے کہ وہ ”کافر“ ہیں۔ چنانچہ محمد علی صاحب لکھتے ہیں: ”گویا آپ (یعنی مرزا غلام احمد) کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی مفتری بھی قرار دیتے ہیں، ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے اور دوسرے منکروں کا حکم الگ ہے۔“ (رد تکفیر اہل قبلہ ص ۴۰)

آگے پہلی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعویٰ کا انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا۔ بلکہ وجہ کفر صرف اسی بات کو قرار دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے کافر کہا۔ اس لئے اسی حدیث کے مطابق جو کافر کہنے والے پر کفر لوٹا ہے، اس صورت میں بھی کفر لوٹا۔“ (رد تکفیر اہل قبلہ ص ۴۲)

مزید لکھتے ہیں: ”چونکہ کافر کہنے والا اور کاذب کہنے والا معنایکساں ہیں، یعنی مدعی (مرزا صاحب) کی دونوں تکفیر کرتے ہیں۔ اس لئے دونوں اس حدیث کے ماتحت خود کفر کے نیچے آ جاتے ہیں۔“ (رد تکفیر اہل قبلہ معنف محمد علی لاہوری صاحب ص ۴۲، طبع ۱۹۵۰ء)

۱۹۴۰ نیز لاہوری جماعت کے معروف مناظر اختر حسین گیلانی لکھتے ہیں: ”جو (مرزا صاحب) کی تکذیب کرنے والے ہیں ان کے متعلق ضرور فرمایا کہ ان پر فتویٰ کفر لوٹ کر پڑتا ہے۔ کیونکہ تکذیب کرنے والے حقیقتاً مفتری قرار دے کر کافر ٹھہراتے ہیں۔“

(مباحثہ راولپنڈی ص ۲۵۱، مطبوعہ قادیان)

اس سے صاف واضح ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے دعوؤں میں کاذب (جھوٹا) قرار دیتے ہیں یا انہیں کافر کہتے ہیں۔ ان کو لاہوری جماعت بھی کافر تسلیم کرتی ہے۔ صرف تکفیر کی وجہ کا فرق ہے۔ جو لوگ لاہوریوں کے نزدیک کفر کے فتوے سے مستثنیٰ اور صرف قاسق ہیں وہ صرف ایسے غیر احمدی ہیں جو مرزا صاحب کو کاذب یا کافر نہیں کہتے۔ اب غور فرمائیے کہ عالم اسلام میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب نہیں کرتے؟ ظاہر ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے، وہ سب ان کی تکذیب ہی کرتے ہیں۔ لہذا وہ سب لاہوری جماعت کے نزدیک بھی فتوائے کفر کے تحت آ جاتے ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا عملاً ایک ہی بات ہے خود مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ میں جج صاحبان نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب کو نہ ماننا اور ان کی تکذیب کرنا ایک ہی بات ہے۔ لہذا جو فتویٰ تکذیب کرنے والوں

پر لگے گا، وہ درحقیقت تمام غیر احمدیوں پر عائد ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”نماز جنازہ کے متعلق احمدیوں نے ہمارے سامنے بلا آخر یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا غلام احمد کا ایک فتویٰ حال ہی میں دستیاب ہوا ہے جس میں انہوں نے احمدیوں کو اجازت دی ہے کہ وہ ان مسلمانوں کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں“¹⁹⁴¹ جو مرزا صاحب کے مکذب اور مفتر نہ ہوں لیکن اس کے بعد بھی معاملہ وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ کیونکہ اس فتویٰ کا ضروری مفہوم یہی ہے کہ اس مرحوم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو مرزا صاحب کو نہ ماننا ہو۔ لہذا اس اعتبار سے یہ فتویٰ موجودہ طرز عمل ہی کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت پنجاب ۱۹۵۴ء ص ۲۱۲)

اب غور فرمائیے کہ فتویٰ کفر کے اعتبار سے عملاً لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں کیا فرق رہ گیا؟ قادیانی کہتے ہیں کہ تمام مسلمان غیر احمدی ہونے کی بناء پر کافر ہیں اور لاہوری جماعت والے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کاذب کہنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ فتوئے کفر کے لوٹ کر پڑنے کی وجہ سے کافر ہیں۔ اب اس اندرونی فلسفے کو وہ خود طے کریں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن عملی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کیا فرق پڑا کہ۔

ستم سے ہار آ کر بھی جفا کی
حلافی کی بھی خال میں تو کیا کی

بعض مرحلہ لاہوری جماعت کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم مرزا صاحب کی تکذیب کرنے والوں کو جو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس سے مراد ایسا کفر نہیں جو دائرۂ اسلام سے خارج کر دے۔ بلکہ ایسا کفر ہے جو ”فسق“ کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کفر سے ان کی مراد ”فسق“ ہی ہے تو پھر جو غیر احمدی مرزا صاحب کو کافر یا کاذب نہیں کہتے، ان کے لئے اس لفظ ”کفر“ کا استعمال کیوں درست نہیں؟ جبکہ وہ بھی لاہوریوں کے نزدیک ”فاسق“ ضرور ہیں۔ (المہمونی الاسلام ص ۲۱۵ طبع دوم و مباحثہ راولپنڈی ص ۲۴۷)

¹⁹⁴² لاہوری جماعت کی وجہ کفر

مذکورہ بالا تشریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے درمیان بنیادی عقائد کے اعتبار سے کوئی عملی فرق نہیں۔ فرق اگر ہے تو وہ الفاظ و اصطلاحات اور فلسفیانہ تعبیروں کا فرق ہے اور ان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص

جانتا ہے کہ یہ فرق لاہوری جماعت نے ضرور بنے اور مصلحتاً پیدا کیا ہے۔ اسی لئے ۱۹۱۴ء کے تنازعہ خلافت سے پہلے اس کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ اب متح طور پر ان کے کفر کی وجہ درج ذیل ہیں:

۱..... قرآن وحدیث، اجماع امت، مرزا غلام احمد کے عقائد اور ذاتی حالات کی روشنی میں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ مرزا غلام احمد ہرگز وہ مسیح نہیں جس کا قرب قیامت میں وعدہ کیا گیا ہے اور ان کو مسیح موعود ماننا قرآن کریم، متواتر احادیث اور اجماع امت کی تکذیب ہے۔ لاہوری مرزائی چونکہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس لئے کافر اور دائرۃ اسلام سے اسی طرح خارج ہیں جس طرح قادیانی مرزائی۔

۲..... مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا اس کو کافر کہنے کی بجائے اپنا دینی پیشوا قرار دینے والا مسلمان نہیں ہو سکتا۔

۳..... پیچھے بتایا جا چکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی سینکڑوں کفریات کے باوجود لاہوری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ (معاذ اللہ) وہ آنحضرت ﷺ کا بروز تھا اور آنحضرت ﷺ کی نبوت اس میں منعکس ہو گئی تھی اور اس اعتبار سے اسے نبی کہنا درست ہے، یہ عقیدہ دائرۃ اسلام میں کسی طرح نہیں کھپ سکتا۔

۴..... دعوائے نبوت کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف بے شمار کفریات سے لبریز ہیں (جن کی کچھ تفصیل آگے آرہی ہیں) لاہوری جماعت مرزا صاحب کی تمام تحریروں کو حجت اور واجب الاطاعت قرار دے کر ان تمام کفریات کی تصدیق کرتی ہے۔ محمد علی لاہوری¹⁹⁴³ صاحب لکھتے ہیں: ”اور مسیح موعود کی تحریروں کا انکار درحقیقت غلطی رنگ میں خود مسیح موعود کا انکار ہے۔“

(الہودۃ فی الاسلام ص ۱۱۱، طبع دوم لاہور)

یہاں یہ واضح رہنا بھی ضروری ہے کہ اسلام میں ”مجدد“ کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جب اسلام کی تعلیمات سے روگردانی عام ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ پھر سے لوگوں کو اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ان مجددین کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی۔ نہ ان کی کسی بات کو شرعی حجت سمجھا جاتا ہے۔ نہ وہ اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ انہیں ضرور مجدد مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ لوگ انہیں مجدد کی حیثیت سے پہچان بھی جائیں۔ چنانچہ چودہ سو سالہ تاریخ میں مجددین کے ناموں میں بھی اختلاف رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص انہیں مجدد تسلیم نہ کرے تو شرعاً وہ گنہگار بھی نہیں ہوتا، نہ وہ اپنے تجدیدی کارنامے الہام کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں اور نہ ان کے الہام کی تصدیق شرعاً واجب ہوتی

ہے۔ اس کے بالکل برخلاف لاہوری جماعت مرزا صاحب کے لئے ان تمام باتوں کی قائل ہے۔ لہذا اس کا یہ دعویٰ کہ ”ہم مرزا صاحب کو صرف مجدد مانتے ہیں۔“ مغالطے کے سوا کچھ نہیں۔

1944 مرزائی نبوت کی جھلکیاں ایک نظر میں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ: ”ہر گاہ کہ نبی ہونے کا اس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھلانے کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔“ (آئندہ صفحات میں اس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے)

1945 مرزائیوں کے مزید کفریات اور گستاخیاں

عقیدہ ختم نبوت کی صریح خلاف ورزی کے علاوہ مرزا صاحب کی تحریریں اور بہت سی کفریات سے بھری ہوئی ہیں۔ یہاں تمام کفریات کا ذکر کرنا تو مشکل ہے۔ لیکن نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا بروز تو قرار دیا ہی تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے متعدد مقامات پر اپنے آپ کو خدا کا بروز بھی قرار دیا۔ چنانچہ ۱۵ مارچ ۱۹۰۶ء کے خود ساختہ الہامات میں ایک الہام یہ بھی تھا کہ انت منی بمنزلہ ہروزی یعنی ”تو مجھ سے میرے بروز کے رتبے میں ہے۔“

(تذکرہ ص ۶۰۴، طبع سوم، سوہو آف ریلیجنسز ج ۵، نمبر ۵، ماہ اپریل ۱۹۰۶ء ص ۲۲)

نیز انجام آتھم میں اپنے الہامات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے؟

انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی ”تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔“ (تذکرہ ص ۲۲۰، اربعین نمبر ۳، ۲۳، خزائن ج ۷ ص ۴۱۰، انجام آتھم ص ۵۱، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) نیز لکھتے ہیں: ”میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں۔“

(کتاب البریہ ص ۸۵، خزائن ج ۳ ص ۱۰۳، طبع دوم، قادیان ۱۹۳۲ء، آئینہ کمالات اسلام ص ۶۴، طبع مجددیہ روہ) مزید کہتے ہیں: ”اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور

عبرانی میں لفظی معنی میکانیکل کے ہیں۔ خدا کی مانند، یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے۔ انت منی بمنزلہ توحیدی و تفریدی“

(اربعین نمبر ۳۵، خزائن ج ۷ ص ۴۱۳ حاشیہ)

۱۹۴۶ قرآن کریم کی تحریف اور گستاخیاں

مرزا صاحب نے قرآن کریم میں اس قدر لفظی اور معنوی تحریفات کی ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے یہ جسارت بھی کی ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات جو صراحۃً آنحضرت ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھیں۔ ان کو اپنے حق میں قرار دیا اور جو القاب اور امتیازات قرآن کریم نے سرکارِ دو عالم ﷺ کے لئے بیان فرمائے تھے تقریباً سب کے سب اس نے اپنے لئے مخصوص کر لئے اور یہ کہا کہ مجھے بذریعہ وحی ان القاب سے نوازا گیا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیات قرآنی۔

۱..... ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“ (اربعین نمبر ۳۳، خزائن ج ۷ ص ۴۱۰)

۲..... ”وما ینتقل عن الہوی ان ہو الا وحیً یوحی“

(اربعین نمبر ۳۶، خزائن ج ۷ ص ۴۲۶)

۳..... ”داعیاً الی اللہ باذنه وسراجاً منیراً“ (حقیقت الوحی ص ۷۵، خزائن ج ۲۲ ص ۷۸)

۴..... ”قل ان کتتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبیکم اللہ“

(حقیقت الوحی ص ۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۸۲)

۵..... ”ان الذین یمیعونک انما یمیعون اللہ بد اللہ فوق ابدہم“

(حقیقت الوحی ص ۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۸۳)

۶..... ”انا فتحناک فتحاً مبیناً لیخفرك اللہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر“

(حقیقت الوحی ص ۹۲، خزائن ج ۲۲ ص ۹۷)

۷..... ”یس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین“

(حقیقت الوحی ص ۱۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰)

۸..... ”انا ارسلنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم“

(حقیقت الوحی ص ۱۰۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵)

۹..... ”سورة انا اعطینک الکونثر“ کے بارے میں ہر شخص جانتا ہے کہ یہ سورت بطور

خاص آنحضرت ﷺ کا امتیاز بتانے کے لئے نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ: ”ہم نے آپ ﷺ کو کوش عطاء کی ہے۔“ لیکن مرزا صاحب نے اس سورت کو اپنے حق میں قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ انا شاتک ہو الا بتر (بے شک آپ کا دشمن مقطوع النسل ہے) میں شائی یعنی بدگوار دشمن سے مراد ان کا ایک ”شتی، خبیث، بدطینت، فاسد القلب، ہندو زادہ، بدفطرت“ مخالف یعنی نو مسلم سدا اللہ ہے۔ (انجام آتمم ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵)

1947

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair

which was occupied by (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi.)]

(اس موقع پر جناب چیئر مین صاحب نے صدارت چھوڑ دی۔ جسے ڈاکٹر مرزا شرف

خاتون عباسی نے سنبھال لیا)

مولوی مفتی محمود:

۱۰..... آنحضرت ﷺ کے خصوصی اعزاز یعنی معراج کو بھی مرزا نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا کہ یہ میرے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ”سبحان الذی اسرئ بعدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ“ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئی۔ (حقیقت الوحی ص ۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۸۱)

۱۱..... اسی معراج کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ: ”ثم دنا فقلل فکان قاب قوسین او ادنیٰ“ (حقیقت الوحی ص ۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۷۹)

”پھر قریب ہوا تو بہت قریب ہو گیا، دو کمانوں یا اس سے بھی قریب تر۔“

مرزا غلام احمد نے یہ آیت بھی اپنی طرف منسوب کی ہے۔

۱۲..... قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آنحضرت ﷺ کی تعریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”و مبشراً برسول یاتئ من بعدی اسمہ احمد“ اور میں ایک رسول کی خوشخبری دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔

مرزا غلام احمد نے انتہائی جسارت اور ڈھٹائی سے دعویٰ کیا کہ اس آیت میں میرے آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے اور احمد سے مراد میں ہوں۔ (ازالہ ابہام ص ۶۷، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳)

چنانچہ مرزا کی صاحبان اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس آیت میں احمد سے مراد

آنحضرت ﷺ کے بجائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مرزا غلام احمد ہے۔ قادیانیوں کے خلیفہ دوم مرزا¹⁹⁴⁸ بشیر الدین محمود نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مستقل تقریر کی جو انوار خلافت میں ان کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے۔ اس کے آغاز میں وہ کہتے ہیں: ”پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا۔ یا آنحضرت ﷺ کا، اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا۔ بشارت دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے متعلق؟ میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔ لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ ﷺ کی جھگ ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد) کے متعلق ہی ہے۔“

(انوار خلافت ص ۱۸، مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

یہ شرمناک، اشتعال انگیز جگرسوز اور ناپاک جسارت اس حد تک بڑھی کہ ایک قادیانی مبلغ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ نے ”اسمہ احمد“ کے عنوان سے ۱۹۳۳ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں ایک مفصل تقریر کی جو الگ شائع ہو چکی ہے، اس میں اس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد آنحضرت ﷺ کے بجائے مرزا غلام احمد ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورہ صف میں صحابہ کرام کو فتح و نصرت کی جتنی بشارتیں دی گئی ہیں وہ صحابہ کرام کے لئے نہیں قادیانی جماعت کے لئے تھیں۔ چنانچہ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے: ”پس یہ آخری کتنی بے بہا نعمت ہے جس کی صحابہؓ ہمیں کرتے رہے مگر وہ اسے حاصل نہ کر سکے اور آپ کو مل رہی ہے۔“

(اسمہ احمد ص ۷۲، مطبوعہ قادیان ۱۹۳۳ء)

غور فرمائیے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرامؓ کی یہ توہین اور قرآن کریم کی آیات کے ساتھ یہ گستاخانہ مذاق مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے بغیر ممکن تھا؟

¹⁹⁴⁹ ”مرزائی“ ”وحی“ قرآن کے برابر

پھر یہ جسارت یہیں پر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر نازل ہونے والی نام نہاد وحی (جس میں انتہائی درجے کی کفریات اور بازاری باتیں بھی موجود ہیں) ٹھیک قرآن کے برابر ہے، چنانچہ اپنے ایک فارسی قصیدے میں وہ کہتا ہے۔

لے آیت قرآنی و آخری تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب • (الصف: ۱۳)

آنچه من بشنوم ز وحی خدا بخدا پاک دانش ز خطا
بجو قرآن منزہ اش دامن از خطایا ہمیں ست ایمانم
(نزل اسح ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷۷)

”یعنی خدا کی جو وحی میں سنتا ہوں خدا کی قسم میں اسے ہر غلطی سے پاک سمجھتا ہوں۔
قرآن کی طرح اسے تمام غلطیوں سے پاک یقین کرتا ہوں، یہی میرا ایمان ہے۔“
مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قرآن کی طرح میری وحی بھی حدا عجاز کو پہنچی ہوئی
ہے اور اس کی تائید میں انہوں نے ایک پورا قصیدہ اعجازیہ تصنیف کیا ہے جو ان کی کتاب ”اعجاز
احمدی“ میں شائع ہو گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس کے علاوہ پوری امت مسلمہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم
و تقدیس کو جزو ایمان سمجھتی ہے۔ سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے تمام انبیاء سے
افضل تھے۔ لیکن کبھی آپ ﷺ نے کسی دوسرے نبی کے بارے میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا
جو ان کے شایان شان نہ ہو۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی انسانی پستیوں کے تحت اعرابی میں کھڑے
ہو کر بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں جو گستاخیاں کرتے رہے۔ اس کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے!

۱۹۵۰ ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ
حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ
سے۔“ (کشتی نوح حاشیہ ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

۲ ”مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روزِ پیشاب آتا ہے اور
بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آتا ہے..... ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ
صلاح دی کہ ذیابیطس کے لئے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں.....
میں نے جواب دیا کہ اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ
لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسک تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔“

(تیم دعوت ص ۶۹، خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۳، ۴۳۵)

۳ مرزا غلام احمد ایک نظم میں کہتے ہیں۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)
اور اس کے بعد لکھتے ہیں: ”یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے
خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔“

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱، ۲۳۰)
۴..... ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے اپنی ایک قاری نظم لکھی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں:
ایک منم کہ حسب بشارات آدم عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بمحرم
(ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)
یعنی! ”یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں۔ عیسیٰ کی کیا مجال کہ وہ
میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔“

۵..... ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے تمام شان میں بہت
بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔“

(دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)
۶..... ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم
میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر
ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھانہ سکتا۔“
(حقیقت الوحی ص ۱۴۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

۷..... ”مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں
ہوتی۔ بلکہ بچی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی
فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں
سے اس کے بدن کو چھوا تھا، یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا
نے قرآن میں بچی کا نام حضور (ہاعفت) رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس
نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“
(مقدمہ دافع البلاء ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰ حاشیہ)

۱۔ نا انصافی ہوگی، اگر یہاں خود مرزا صاحب کی ”راست باز“ سیرت کے دو ایک واقع
ذکر نہ کئے جائیں۔ مرزا صاحب کے مرید خاص مفتی محمد صادق صاحب مرزا صاحب کے ”مغض
بہر“ یعنی لکھیں پتھی رکھنے کے بیان میں لکھتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم
دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی، ایک دفعہ اس نے کیا..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۸..... نیز تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کھلی کھلی پیش گوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں۔ جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں، ان کی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت ﷺ کے کسی اور جگہ ان کی مثل نہیں ملے گی۔“ (کشتی نوح ص ۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶)

آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی

پھر تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کر کے بھی انہیں تسلی نہیں ہوئی۔ بلکہ مرزا غلام احمد کی گستاخیوں نے سرکارِ دو عالم، رحمتہ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامنِ عظمت پر بھی دست درازی کی کوشش کی ہے، لکھا ہے کہ: ”خوب توجہ کر کے سن لو کہ اب اسم محمد کی چچا ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں، کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی ۱۹۵۳ کرانوں کی اب برداشت نہیں، اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔“

(اربعین نمبر ۳۷ ص ۱۲، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵، ۴۳۶)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) حرکت کی کہ جس کمرے میں حضرت بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے، وہاں ایک کونے میں کھڑا تھا جس میں پانی کے گڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر تنگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کامِ تحریر میں مصروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔“ (ذکر حبیب مؤلف مفتی محمد صادق ص ۲۸ تا دیاں ۱۹۳۶ء) نیز ایک نوجوان عورت عائشہ نامی مرزا صاحب کے پاؤں دھایا کرتی تھی۔ اس کے شوہر غلام محمد لکھتے ہیں: ”حضور کو مرحومہ کی خدمت پاؤں دھانے کی بہت پسند تھی۔“ (الفضل سورہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء ص ۸) اس کے علاوہ جو اجنبی عورتیں مرزا صاحب کے گھر میں رہتی تھیں اور ان کی مختلف خدمات پر مامور تھیں۔ ان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سیرت الہمدی از مرزا بشیر احمد ایم اے۔ (ص ۳۱ ج ۳ ص ۲۱۳ ج ۳ ص ۲۲۳ ج ۳ ص ۲۸۸ ج ۳، ص ۱۲۶ ج ۳ ص ۳۵ ج ۳ ص ۳ ج ۳ ص ۱۷۹ ج ۱) جب کہ عوام کے لئے فتویٰ یہ تھا کہ ”بوڑھی عورت سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں۔“ (سیرت الہمدی ص ۶، ج ۲ مطبوعہ ۱۹۲۷ء) اور مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں: ”ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیمڑ میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا۔ حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔“ (ذکر حبیب ص ۱۸)

اور خطبہ الہامیہ کی وہ عبارت پیچھے گزر چکی ہے جس میں اس نے اپنے کو سرکارِ دو عالم ﷺ کا بروزِ ثانی قرار دے کر کہا ہے کہ یہ نیا ظہور پہلے سے اشد اقویٰ اور اکمل ہے۔

(دیکھئے خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۲)

نیز اپنے قصیدہٴ اعجازیہ میں (جسے قرآن کی طرح معجز قرار دیا ہے) یہ شعر بھی کہا ہے کہ:

لہ عصف القمر المنیر وان لسی

غسا القمر ان المشرقان اتنکر

اس یعنی آنحضرت ﷺ کے لئے چاند کے خوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے

چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۶ ص ۱۸۳)

سچ ہے کہ: ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔

صحابہؓ کی توہین

جو شخص اس دیدہ دلیری کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کی توہین کر سکتا ہو، وہ صحابہؓ کو تو

کیا خاطر میں لا سکتا ہے؟ چنانچہ مندرجہ ذیل عبارتیں بلا ترمیم و پیش خدمت ہیں۔

.....۱ ”جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، درحقیقت سردارِ خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل

ہوا۔“ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۵۸)

.....۲ ”میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابنِ سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت

ابوبکرؓ کے درجہ پر ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکرؓ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے۔“

(اشہار معیار الاخیار ص ۱۱، مجموعہ اشہارات ج ۳ ص ۲۷۸)

.....۳¹⁹⁵⁴ ”پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس

کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔“ (ملفوظات احمدیہ ج ۱ ص ۱۳۱)

.....۴ ”بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ ابھی اس عقیدے سے بے خبر

تھے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۲۰، خزائن ج ۲۱ ص ۲۸۵)

یہاں ”نادان صحابی“ کا لفظ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۴۹، خزائن ج ۱۶ ص ۲۲۹، حقیقت الوحی ص ۳۳، ۳۴، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶، ۳۵)

اہل بیتؑ کی توہین

.....۱ گستاخی اور جسارت کی انتہاء ہے کہ لکھتے ہیں: ”حضرت فاطمہؑ نے کشتی حالت میں

اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔“

(ایک ظلی کا ازالہ حاشیہ ص ۹، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۳)

۲..... ”میں خدا کا کشتہ ہوں، لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر

ہے۔“ (اعجاز احمدی ص ۸۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳)

۳..... ”تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا، اور تمہارا درد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے؟ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔“

(اعجاز احمدی ص ۸۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۴)

.....۵

کر بلا نیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(نزل المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷)

آنحضرت ﷺ کے اہل بیت کی توہین کے بعد اپنی اولاد کو ”بچ تن“ کے لقب سے مقدس قرار دیتے ہوئے کہا:

1955
.....۶

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں یہی ہیں بچ تن جن پر بنا ہے

(درشین اردو ص ۴۴)

شعائر اسلامی کی توہین

مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں: ”اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے قادیان کو تمام دنیا کی بستیوں کی ام قرار دیا ہے۔ اس لئے اب وہی بستی پورے طور پر روحانی زندگی پائے گی۔ جو اس کی چھاتیوں سے دودھ پیئے گی۔“

(حقیقت الریاس ۳۵ ایڈیشن اول ۱۹۱۸ء)

آگے کہتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ

جو بار بار یہاں نہیں آتے، مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے، پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ

کانا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کانا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا، آخر ماؤں کا

دودھ سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔“

(حقیقت الریاس ۴۶، مطبوعہ قادیان ۱۳۳۶ھ)

”آج جلسہ کا پہلا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے..... حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے، جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔“
(برکات خلافت ص ۵، طبع قادیان ۱۹۱۴ء)
۱۹۵۶ء..... اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں۔

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درعین اردو ص ۵۰)

اسلام اور مسلمانوں کی مکرم ترین شخصیات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؑ کی شان میں ایسی کھلم کھلا گستاخیوں کے بعد مرزا غلام احمد جیسے شخص کو نبی، رسول اللہ کا بروز، خاتم انبیاء اور محمد مصطفیٰ ﷺ، جیسے خطابات دیئے گئے۔ اس کے مریدوں کو صحابہ کرام کہا گیا اور ان کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھا گیا۔ مرزا غلام احمد کی بیوی کو ام المؤمنین قرار دیا گیا۔ مرزا کے جانشینوں کو خلفاء اور صدیقین کے لقب عطا ہوئے۔ قادیان ارض حرم اور ”ام القریٰ“ کہلایا اور اپنے سالانہ جلسے کو ”حج“ کہا گیا۔ اس کے باوجود یہ اصرار ہے کہ مسلمان ہیں تو بس یہی، اور اسلام ہے تو صرف قادیانیوں کے مذہب میں۔

تقویر تو اے چرخ گردوں تقو

مرزا صاحب کے چند الہامات

معزز ارکان اسمبلی کی معلومات اور دلچسپی کے لئے مرزا صاحب کے چند خاص الہامات اور ان کی زندگی کے چند اہم گوشے پیش کرتے ہیں تاکہ وہ یہ اندازہ کر سکیں کہ مرزائی صاحبان جس شخص کو نبی اور رسول کہتے ہیں، وہ کیا تھا؟ اور عقیدہ ختم نبوت سے قطع نظر، اس مزاج اور اس انداز کے انسان میں کہیں دور دور نبوت کے مقدس منصب کی کوئی بو نظر آتی ہے! پہلے الہامات کو لہجے جو بلا تبصرہ حاضر ہیں۔

”زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔“

(نزدول المس ص ۵۷، خزائن ج ۱ ص ۳۳۵)

حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان

قومہ لیسین لہم (ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ مگر اپنی قوم ہی کی زبان میں تاکہ انہیں کھول کر بتا دے)
اس طرح خود مرزا صاحب نے بھی (چشمہ معرفت ص ۲۰۹، خزائن ج ۲۳ ص ۲۱۸) میں تحریر کیا ہے: ”بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام کسی اور زبان میں جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہو۔“

اب مرزا صاحب کے ایسے الہامات اور مکاشفات ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن حکیم اور اپنے فیصلے کے خلاف مرزا صاحب کو ان زبانوں میں بھی الہامات ہوئے ہیں جن کو وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ہم بطور نمونہ مرزا صاحب کے چند الہامات درج ذیل کرتے ہیں۔

۱..... ایلی ایلی لما سبقتی ایلی اوس ”اے میرے خدا، اے میرے خدا، مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“ آخری فقرہ اسی الہام کا یعنی ایلی اوس باعث سرعت و رد و مستبہر ہوا اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے۔“

(البشری ج ۱ ص ۳۶، تذکرہ ص ۹۱ طبع سوم)

۲..... ”اس (خدا تعالیٰ) نے اس الہام میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔ دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو و نما پاتا رہا۔ پھر جب اس پردہ برس گزر گئے..... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ بس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“

(کشتی نوح ص ۳۶، ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

”مریم کو (اس عاجز) دروازہ جہ بھور کی طرف لے آئی۔“

(کشتی نوح ص ۴۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۱)

۳..... ”یریدون ان یروا طمٹک..... یعنی باہوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بخیر لہ اطفال اللہ ہے۔“ (تحریر حقیقت الوحی ص ۱۴۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

۴..... ”رہنا عاج ہمارا رب عاجی ہے۔ عاج کے معنی ابھی تک نہیں کھلے۔“

(براہین احمدیہ ہر چار جلد اول ص ۵۵۶، خزائن ج ۱ ص ۶۶۲، ۶۶۳ حاشیہ)

۱۹۵۸..... ”ایک دفعہ ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی۔ کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم اس لئے دعا کی گئی ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔“

میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں، میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا اس نے کہا میرا نام ہے ٹیپی ٹیپی۔“

(حقیقت الہی ص ۲۲، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(متحدہ دارا کیمن نے ”ٹیپی ٹیپی“ کا مطلب پوچھا)

مولوی مفتی محمود: ”ٹیپی“ شاید ”ٹیچنگ“ سے ہے، یعنی پڑھانے والا۔

ڈاکٹر ایلین محمود عباس بخاری: مولانا صاحب! ”ٹیپی کا مطلب ہے ”ٹیچ ٹائم“ تے

آن والا“ (یعنی عین وقت پر آنے والا) اس کی تفسیر انہوں نے کی ہے۔ ”ٹیچ ٹائم پر آنے والا۔“

مولوی مفتی محمود: مرزا جی کے فرشتہ نے یا پہلے جھوٹ بولا یا پھر، جس نبی کا فرشتہ

جھوٹ بولا ہے وہ نبی کیسے سچا ہو سکتا ہے؟

۶..... ”۲۳ فروری ۱۹۰۵ء حالت کشفی میں جب کہ حضرت کی طبیعت ناساز تھی، ایک شیشی

دکھائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا۔ خاکسار پیہ منٹ۔“ (مکاشفات مرزا ص ۳۸، تذکرہ ص ۵۲، طبع سوم)

۷..... مرزا صاحب کے ایک خاص مرید قاضی یار محمد صاحب بی او ایل پلیڈر اپنے مرتبہ ٹریکٹ

نمبر ۳۳ موسوم اسلامی قربانی ص ۱۲ میں تحریر کرتے ہیں۔ ”جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر

اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں

اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔“

۸..... ”پھر بعد اس کے خدا نے فرمایا۔ فتناء، نعسا دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے

معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ پھر بعد اس کے دو فقرے انگریزی میں جن کے الفاظ کی

۱۹۵۹ صحت باعث سرعت الہام ابھی تک معلوم نہیں اور وہ یہ ہیں۔ آئی بو، بو، آئی شیل گویو، لارج

پارٹی آف اسلام۔“ (براہین احمدیہ ص ۵۵۴، خزائن ج ۱ ص ۶۶۳ حاشیہ)

۹..... ”ایک دفعہ کی حالت یاد آئی ہے کہ انگریزی میں اول یہ الہام ہوا آئی بو، بو۔ آئی ایم

و دیو۔ آئی شیل، ہیلپ بو، آئی کین وہٹ آئی ول ڈو۔ پھر بعد اس کے بہت زور سے جس سے بدن

کانپ گیا یہ الہام ہوا۔ وی کین وٹ دی ول ڈو اور اس وقت ایک ایسا لہجہ اور تلفظ معلوم ہوا کہ گویا

کہ ایک انگریز ہے جو سر پر کھڑا بول رہا ہے اور ہاوجود پر دہشت ہونے کے پھر اس میں ایک لذت

تھی جس سے روح کو معنی معلوم کرنے سے پہلے ہی ایک تسلی اور تشفی ملتی تھی اور یہ انگریزی زبان کا

الہام اکثر ہوتا رہتا ہے۔“ (تذکرہ ص ۶۳، ۶۴، طبع سوم)

۱۰..... ”کشفی طور پر ایک مرتبہ ایک شخص دکھایا گیا اور مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ہے رودر کو پال تیری استغیت گیتا میں لکھی ہے۔“ (تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا ص ۲۸۰ طبع سوم)

۱۱..... ”مجھے منجملہ اور الہاموں کے اپنی نسبت ایک یہ بھی الہام ہوا۔ ”ہے کرشن رودر کو پال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے۔“ (تذکرہ ص ۲۸۰ طبع سوم)

۱۲..... ”جب کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے ہار بار میرے پر ظاہر کیا ہے۔ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔“

(تذکرہ ص ۲۸۱ طبع سوم)

۱۳..... مرزا صاحب کا ایک نام خدا تعالیٰ نے بقول مرزا بشیر الدین حسب ذیل رکھا، دیکھو الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۴۷ء۔

امین الملک جے سنگھ بہادر، (تذکرہ ص ۶۷۲ طبع سوم)

۱۹۶۰ مرزا صاحب کی پیشین گوئیاں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”بد خیال لوگوں کو واضح رہے کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکم امتحان نہیں ہو سکتا۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸، خزائن ج ۵ ایضاً)

اب ہم یہاں مرزا غلام احمد صاحب کی صرف دو پیش گوئیاں بطور نمونہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ جنہیں پورا کرنے کے لئے جناب مرزا صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ حیلے حوالے کے ٹوٹکے استعمال کئے اور یہاں تک کہ رشوت تک دینے کی بھی پیش کش کی۔ مگر وہ پوری نہ ہو سکیں۔ -

محمدی بیگم سے نکاح

مرزا صاحب کی چچا زاد بہن کی ایک لڑکی تھی جس کا نام محمدی بیگم تھا۔ والد اس لڑکی کا اپنے کسی ضروری کام کے لئے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ پہلے تو مرزا صاحب نے شخص کو روک کر حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا اور اس کا اصرار بڑھا تو مرزا صاحب نے الہام الہی کا نام لے کر ایک عدد پیش گوئی کر دی کہ: ”خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو

الہام ہوا ہے کہ تمہارا یہ کام اس شرط پر ہو سکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۶، بخش جزائن ج ۵ ص ایضاً)

وہ شخص غیرت کا پتلا تھا۔ یہ بات سن کر واپس چلا گیا۔ مرزا صاحب نے بعد ازاں ہر چند کوشش کی، نرمی، سختی، دھمکیاں، لالچ، غرض ہر طریقہ کو استعمال کیا، مگر وہ شخص کسی طرح بھی رام نہ ہو سکا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب نے چیخ کر دیا کہ: ¹⁹⁶¹ ”میں اس پیش گوئی کو اپنے صدق و کذب کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ خدا سے خبر پانے کے بعد کہہ رہا ہوں۔“

(انجام آقہ ص ۲۲۳، جزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

اور فرمایا کہ: ”ہر روک دور کرنے کے بعد اس لڑکی کو خدا تعالیٰ اس عاجز کے نکاح میں

لاوے گا۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۸)

آخر کار مرزا صاحب کی ہزار کوششوں کے باوجود محمدی بیگم کا نکاح ان سے نہ ہو سکا اور سلطان محمد نامی ایک صاحب سے اس کی شادی ہو گئی۔ اس موقع پر مرزا صاحب نے پھر پیش گوئی کی کہ: ”نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح نکل نہیں سکتی۔“

آگے اپنا الہام ان الفاظ میں بیان کیا: ”میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۳)

اور ایک موقع پر یہ دعا کی کہ: ”اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخرا اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو..... اور اگر اے خداوند! یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۱۶)

لیکن محمدی بیگم بدستور اپنے شوہر کے گھر میں رہی اور مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آتا تھا۔ نہ آئی اور ”مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔“

(حیات نامہ ص ۱۳)

¹⁹⁶² اس کے بعد کیا ہوا؟ مرزا صاحب کے بھیلے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے رفقہ طراز ہیں: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم! بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے

ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کر دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیار پور کے درمیان یکے (تالکے) میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب (مرزا قادیانی) سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے یہ شخص اس معاملہ میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اس کے دوسرے ساتھی اس لڑکی کے دوسری جگہ بیاہ جانے کا موجب ہوئے۔“

(سیرت الہدی ج ۱ ص ۱۹۲، ۱۹۳، روایت نمبر ۱۷۹)

حالانکہ جناب مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ: ”ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیش گوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے، اپنے گھر سے، اپنے فریب سے ان کے پورا ہونے کی کوشش کرے اور کرادے۔“

اور محمدی بیگم اپنے خاوند مرزا سلطان محمد کے گھر تقریباً چالیس سال بخیر و خوبی آباد رہی اور ¹⁹⁶³ اب لاہور میں اپنے جواں سال ہونہار مسلمان بیٹوں کے ہاں ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

(ہفتہ وار الاعتصام لاہور اشاعت ۲۵ نومبر ۱۹۶۶ء)

آ تھم کی موت کی پیشین گوئی

مرزا صاحب نے عبداللہ آ تھم پادری سے امرتسر میں چندرہ دن تحریری مناظرہ کیا۔ جب مباحثہ بے نتیجہ رہا تو مرزا صاحب نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ایک عدد پیش گوئی صادر فرمادی۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے: ”مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی چندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ (فریق مخالف) ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جاوے، روسیہ کیا جاوے، میرے گلے میں رس ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔“

(جگ مقدس ص ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۲، ۲۹۳)

غرض مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق عبداللہ آ تھم کی موت کا آخری دن ۵ ستمبر

۱۸۹۳ء بننا تھا۔ اس دن کی کیفیت مرزا صاحب کے فرزند ارجمند جناب مرزا محمود احمد خلیفہ قادریانی کی زبانی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

قادیان میں ماتم

”آتم کے متعلق پیش گوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ ساڑھے پانچ سال کی تھی۔ مگر مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتم کی پیش گوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی کبھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری^{۱۹۶۴} طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں برا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اولیٰ مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں، وہاں اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں۔ اس طرح انہوں نے بین ڈالنے شروع کر دیے۔ ان کی چیخیں سو سو گز تک سنی جاتی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی زبان پر یہ دعا جاری تھی کہ یا اللہ! آتم مر جائے، یا اللہ! آتم مر جائے۔ مگر اس کہرام اور آہ و زاری کے نتیجے میں آتم تو نہ مرا۔“

اور اس قادیانی اضطراب پر مزید روشنی مرزا صاحب کے بیٹے صاحبزادے بشیر احمد ایم اے کی روایت سے پڑتی ہے کہ ابا جان نے آتم کی موت کے لئے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں اور کون کون سے ٹوکے استعمال کئے۔ چنانچہ تحریر کرتے ہیں: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم! بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود نے مجھ سے اور میاں حامد علی سے فرمایا کہ اسنے چنے (مجھے تعداد یاد نہیں رہی کہ کتنے چنے آپ نے بتائے تھے) لے لو اور ان پر فلاں سورۃ کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو (مجھے وظیفہ کی تعداد بھی یاد نہیں رہی) میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے وہ سورۃ یاد نہیں رہی مگر اتنا یاد ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سی سورۃ تھی جیسے السم تبرکف فعل ربک باصحاب الفیل، الخ اور ہم نے یہ وظیفہ قریب ساری رات صرف کر کے ختم کیا تھا۔ وظیفہ ختم کرنے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب (مرزا قادیانی) کے پاس لے گئے۔ کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا۔ اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غائبناں کی طرف لے گئے اور فرمایا دانے کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈالے جائیں گے اور فرمایا کہ جب میں

وانے کنوئیں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس¹⁹⁶⁵ لوٹ آنا چاہئے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنوئیں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔“

(سیرت المہدی جلد اول طبع دوم ص ۱۷۸، روایت نمبر ۱۶۰)

مگر دشمن ایسا سخت جان نکلا کہ بجائے ۵ کے ۶ ستمبر کا سورج بھی غروب ہو گیا مگر وہ نہ مرا اور یہ پیش گوئی بھی جھوٹی نکلی۔

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali)]

(اس موقع پر ڈاکٹر منزا شرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت چھوڑ دی۔ جسے جناب حمیرا مین صاحبزادہ فاروق علی نے سنبھال لیا)
مولوی مفتی محمود:

تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دشنام طرازی کبھی نہیں کرتے، انہوں نے کبھی گالیوں کے جواب میں بھی گالیاں نہیں دیں۔ اس معیار کے مطابق مرزا صاحب، کی مندرجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

علماء کو گالیاں

.....۱ ”اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیہ یا نہ خصلت کو چھوڑو گے، اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیا لہ پیا، وہی عوام کا لالہ نام کو بھی پلوادیا۔“ (انجام آتم ص ۲۱ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

.....۲ ”بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ۔“

(ضمیمہ انجام آتم ص ۱۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۲ حاشیہ)

¹⁹⁶⁶.....۳ ”مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔“ (ضمیمہ انجام آتم ص ۲۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۹)

- ۴..... ”ہمارے دعویٰ پر آسان نے گواہی دی۔ مگر اس زمانہ کے ظالم مولوی اس سے بھی منکر ہیں، خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کے تمام گروہ، علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۰)
- ۵..... ”اے بد ذات، خبیث..... نابکار“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۳)
- ۶..... ”اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۶، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۰)
- ۷..... ”نامعلوم کہ یہ جاہل اور وحشی فرقہ اب تک کیوں شرم اور حیا سے کام نہیں لیتا۔ مخالف مولویوں کا منہ کالا کیا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۲)

مسلمانوں کو گالیاں

- ۸..... ”تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة والمودة ويتنفع من معارفها ويقبلني ويصدق دعوتي الاذرية البغايا الذين غتم الله على قلوبهم فهم لا يقبلون“ (آئینہ کمالات ص ۵۴۷، ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً)
- ترجمہ: ”ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر ریڑیوں (زنا کاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔“
- ۹..... ”ان العلای صارو اختا زیر الفلا ونساہم من دونهن الا کلب“ (نجم الہدی ص ۱۰، خزائن ج ۱۳ ص ۵۳)
- ترجمہ: ¹⁹⁶⁷ ”میرے دشمن جنگلوں کے سؤر ہو گئے ہیں اور ان کی عورتیں کتوں سے بڑھ گئی ہیں۔“
- ۱۰..... ”جو فحش..... اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی) اور کچھ شرم و حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے، انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔“ (انوار الاسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۳۱)

یعنی ان پر ہزار ہزار بار لعنت کے جوتے پڑیں۔

یہ شیریں زبانی ملاحظہ فرمائیے اور مرزائیوں سے پوچھئے:
 محمدؐ بھی تیرا، جبریلؑ بھی، قرآن بھی تیرا
 مگر یہ حرف شیریں تر جہاں تیرا ہے یا میرا

لن نجتبع امتی علی الضلالة

ترجمہ: ”میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی۔“ (ابن ماجہ ص ۲۳۱، ابواب المغن)

۱۹۶۹ء عالم اسلام کا فیصلہ

گزشتہ صفحات میں جو ناقابل انکار دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی وجہ سے اس بات پر پوری امت اسلامیہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ مرزائی مذہب کے متبعین کا فر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم اپنی اس یادداشت کے ساتھ علماء کرام کے ان فتاویٰ اور عدالتی مقدمات کے فیصلوں کی مطبوعہ نقول بطور ضمیمہ منسلک کر رہے ہیں۔ جو عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر، مختلف حلقوں اور اداروں نے شائع کئے ہیں۔ لیکن ان کا خلاصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

فتاویٰ

مرزائیوں کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے پر عالم اسلام میں جو فتوے دیئے گئے۔ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ تاہم چند اہم مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ درج ذیل ہے:

۱..... رجب ۱۳۳۶ھ میں ایک استفتاء بر مصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء سے کیا گیا تھا، جو ”فتویٰ تکفیر قادیان“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں دیوبند، سہارنپور، تھانہ، بھون، رائے پور، دہلی، کلکتہ، بنارس، لکھنؤ، آگرہ، مراد آباد، لاہور، امرتسر، لدھیانہ، پشاور، راولپنڈی، ملتان، ہوشیار پور، گورداسپور، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، حیدرآباد دکن، بھوپال اور رام پور کے تمام مکاتب فکر اور تمام دینی مراکز کے علماء نے با اتفاق مرزائیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتویٰ تکفیر قادیان شائع کردہ کتب خانہ اعجازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

۲..... اسی قسم کا ایک فتویٰ ۱۹۶۵ء میں دفتر اہل حدیث امرتسر کی طرف سے ”فتح نکاح مرزائیاں“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اس میں بر مصغیر کے مکاتب فکر کے علماء کے دستخط موجود ہیں۔

۳..... مقدمہ بہاد پور میں جو فتاویٰ پیش ہوئے، ان میں بر مصغیر کے علاوہ بلا دعر بیہ کے فتاویٰ بھی شامل تھے۔ (دیکھئے فتاویٰ مندرجہ ”حجت شرعیہ“ شائع کردہ مجلس تحفظ ختم نبوت، لاہور، ملتان)

1970ء..... ایک فتویٰ ”مؤسسة مكة للطباعة والاعلام“ کی طرف سے سعودی عرب میں شائع ہوا جس میں حرمین شریفین، بلاد حجاز و شام کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا فیصلہ درج ہے۔ اس کے چند جملے یہ ہیں: ”لا شك ان اذنا به من القادبانية والاهورية كلها كفرون“ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا غلام احمد کے تمام قبیحین خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری سب کافر ہیں۔ (القادیانیہ فی نظر علماء الامت الاسلامیہ ص ۱۱ طبع مکہ مکرمہ)

پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبہ ترمیم

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے دستور پر غور کرنے کے لئے تمام مکاتب فکر کے مسلمہ نمائندہ علماء کا جو مشہور اجتماع ہوا اس میں ایک ترمیم یہ بھی تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب اسمبلی میں ان کے لئے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لئے کھڑے ہونے اور ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے: ”یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے۔ جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بناء پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورتحال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو 1971ء اس وقت تک محسوس کر کے ہی نہ دیا جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلودہ نہ ہو گیا۔ جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے، جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں اور نہ ہی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا۔

(جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔“

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک بلکہ مسلم آبادیوں کی ۴۴ تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا۔ اس میں مرزائیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی، وہ مرزائیت کے کفر ہونے پر تازہ ترین اجماع امت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے:

القادیانیۃ نحلة هدامة تتخذ من اسم الاسلام شعاراً لسترا غراضها الخبيثة وابرز مخالفتها للاسلام ادعاء زعميها النبوة وتحريف النصوص القرآنية وابطالهم للجهاد القاديانية ربيبة استعمار البريطاني ولا تفهر الافى ظل حماية تخون القاديانية قضايها الامة الاسلامية وتقف موالية للاستعمار والصهيونية تتعاون مع القوى الناهضة للاسلام وتتخذ هذه القوى واجهت لتحطيم لاعتقيدة الاسلامية وتحريفها وذلك بمائاتي

الف..... انشاء معاہدات تحملها القوى المعادية ويتم فيها التضليل بالكفر القاديانى المنحرف۔

ب..... فتح مدارس ومعاهدو ملاجى، للایتام وفيها جميعا تمارس القاديانية نشاطها التحريبي لحساب القوى المعادية للاسلام وتقوم القاديانية بنشر ترجمات محرفة لمعانى القرآن الكريم بمختلف اللغات العالمية ولمقاومة عطرها قرر المؤتمر:

- ۱..... تقوم كل هيئة اسلامية بحصر النشاط القاديانى فى معاہدہم ومدارسہم وملاجئہم وكل الامكنة التى يمارسون فيها نشاطہم الهدام . فى منطقتہا وكشف القاديانيين والتعريف بہم للعالم الاسلامى تفاديا للوقوع فى حبالہم۔
- ۲..... اعلان كفر هذه الطائفة وعروجها على الاسلام۔

۳..... عدم التعامل مع القاديانيين او الاحمديين ومقاطعتهم اقتصاديا واجتماعيا وثقافيا وعدم التزوج منهم وعدم دفنهم في مقابر المسلمين ومعاملتهم باعتبارهم كفارا۔

۴..... مطالبة الحكومات الاسلامية بمنع كل نشاط لا يتبع ميرزا غلام احمد مدعي النبوة واعتبارهم اقلية مسلمة ومنعون من تولي الوظائف الحساسة للدولة۔

۵..... نشر مصورات لكل التحريفات القاديانية في القرآن الكريم مع حصر الترجمات القاديانية لمعاني القرآن والتغية عليها ومنع تداول هذه الترجمات۔

ترجمہ قرارداد

قادیانیت ایک باطل فرقہ ہے جو اپنی اغراض خبیثہ کی تکمیل کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادوں کو ڈھانسا چاہتا ہے۔ اسلام کے قطعی اصولوں سے اس کی مخالفت ان باتوں سے واضح ہے۔

الف..... اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا۔

ب..... قرآنی آیات میں تحریف۔

ج..... جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت کی داغ بیل برطانوی سامراج نے رکھی اور اسی نے اسے پروان چڑھایا۔ وہ سامراج کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔ قادیانی اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے مفادات سے غداری کرتے ہیں اور ان طاقتوں کی مدد سے اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریف و تبدیلی اور بیخ کنی کے لئے کئی ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً:

الف..... دنیا میں مساجد کے نام پر اسلام دشمن طاقتوں کی کفالت سے ارتداد کے اڈے قائم کرنا۔

ب..... ۱۹۷۴ء مدارس، سکولوں، یتیم خانوں اور امدادی کمیٹیوں کے نام پر غیر مسلم قوتوں کی مدد سے ان ہی کے مقاصد کی تکمیل۔

ج..... دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ نسخوں کی اشاعت وغیرہ ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس میں طے کیا گیا کہ:

دنیا بھر کی ہر اسلامی تنظیم اور جماعتوں کا فریضہ ہے کہ وہ قادیانیت اور اس کی ہر قسم اسلام دشمن سرگرمیوں کی ان کے معابد، مراکز، یتیم خانوں وغیرہ میں کڑی نگرانی کریں اور ان کے

تمام درپردہ سیاسی سرگرمیوں کا محاسبہ کریں اور اس کے بعد ان کے پھیلائے ہوئے جال، منصوبوں، سازشوں سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے انہیں پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔ نیز:

الف..... اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے اور یہ کہ اس وجہ سے انہیں مقامات مقدسہ حرمین وغیرہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جاسکے گی۔ مسلمان احمدیوں سے کسی قسم کا معاملہ نہیں کریں گے اور اقتصادی، معاشرتی، اجتماعی، عائلی وغیرہ ہر میدان میں ان کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔

د..... کانفرنس تمام اسلامی ملکوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں۔ ان کے تمام وسائل اور ذرائع کو ضبط کیا جائے اور کسی قادیانی کو کسی اسلامی ملک میں کسی قسم کا بھی ذمہ دارانہ عہدہ نہ دیا جائے۔

ہ..... قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات سے لوگوں کو خبردار کیا جائے، اور ان کے تمام تراجم قرآن اشار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا انسداد کیا جائے۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! دس پندرہ منٹ کے لئے رسٹ کر لیں۔

1975

The House is adjourned for 15 minutes. We will

start at 11:15 am.

(ہاؤس کو پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ ہم سوا گیارہ بجے دوبارہ اجلاس شروع کریں گے)

The Special Committee adjourned for tea break to re-assemble at 11:15 am.

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفہ کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ دوبارہ اجلاس سوا گیارہ بجے شروع ہوگا)

[The Special Committee re-assembled after tea break, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس چائے کے وقفہ کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ جناب چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں)

جناب چیئرمین: مفتی صاحب کو بلائیں جی۔ (مفتی صاحب اندر داخل ہوئے)
 جناب چیئرمین: دو منٹ انتظار کر لیں۔ (وقفہ) مولانا مفتی محمود!
 مولوی مفتی محمود:

عدالتوں کے فیصلے

اب ان عدالتی فیصلوں کا خلاصہ پیش خدمت ہے جن میں مرزائیوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

فیصلہ مقدمہ بہاول پور

باجلاس جناب فاضل محمد اکبر خاں صاحب، بی۔ اے، ایل۔ ایل، بی۔ ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول پور بمقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش سکند احمد پور شرقیہ، ریاست بہاول پور، بنام عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد سکند موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور۔ دعویٰ دلا پانے ڈگری استقراریہ مشعر تنبیخ نکاح فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ تارخ فیصلہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء۔

1976

Sheikh Muhammad Rashid: (Minister for

Health and Social Welfare) I may only point out that all important parts of the judgments of different courts should be read out.

(شیخ محمد رشید: (صحت و سماجی بہبود کے وفاقی وزیر) میں اس بات کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ مختلف عدالتوں کے فیصلہ جات کے اہم حصے پڑھے جانے چاہئیں)

Mr. Chairman: The judgments of the courts run into hundred of pages and their operative parts are many. The details are given in the judgments.

He is giving operative portions to support thier claim.

(جناب چیئرمین: عدالتوں کے فیصلے سو صفحات پر محیط ہیں اور ان میں بہت سارے اہم حصے ہیں۔ فیصلوں میں تفصیلات دی گئی ہیں۔ یہ صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صرف عملی حصے پیش کر رہے ہیں)

مولوی مفتی محمود: عدالت مذکورہ نے مقدمہ کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ ذیل الفاظ میں تحریر کیا اور سنایا۔

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ہاں معنی نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ، مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی مانتا ہے اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جاوے گا اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے ہلکی انحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیر سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

1977
علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ شرع محمدی پر مستزاد ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً چند ماہواری کا دینا جیسا کہ اوپر دکھایا گیا ہے۔ زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا۔ کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے، کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے۔ لیکن یہ توجیہیں اس لئے کارآمد نہیں کہ

یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لئے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلہ وغیرہ کا ذب مدعیان نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٰ نبوت کا ذب بہ ارتداد ہے اور کا ذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا ذب مدعی نبوت ہیں۔ اس لئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہذا ابتدائی تحقیقات جو ۳۲ نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے منقطع ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے اذعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہو سکتا اور یہ کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی ۱۹۷۸ء طرف منسوب کئے ہیں۔ وہ گوعام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنی کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اور یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور امت آج تک لیتی آئی اس لئے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح جو ارتداد سے منقطع ہو جاتا ہے۔ لہذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی وجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حقدار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لئے بھی مدعیہ کا نکاح منقطع قرار نہیں دینا چاہئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد کہتے ہیں تو ان کے اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی ان کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے نہ کہ مردوں سے بھی۔ مدعیہ کے دعویٰ کی رو

سے چونکہ مدعاعلیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لئے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہذا اس بناء پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے۔

مدرسہ ہائیکورٹ وغیرہ کے فیصلے کا جواب

مرزا نیوں کی طرف سے مدرسہ ہائیکورٹ کے فیصلے کا حوالہ بڑے زور و شور سے دیا جاتا ہے۔ فاضل جج نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

”مدعاعلیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائیکورٹ کے فیصلہ جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حاوی نہیں سمجھا اور مدرسہ ہائیکورٹ کے فیصلے کو عدالت مغلے اجلاس خاص نے قابل پیروی قرار نہیں دیا۔¹⁹⁷⁹ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور کا فیصلہ بمقدمہ مسات چندوڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اودھو داس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا اور اس مقدمے کا صاحب موصوف نے مدرسہ ہائیکورٹ کے فیصلے پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا اور خود ان اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا اس لئے صاحب موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرض تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باتباع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار مغلے نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا۔ جس فیصلہ کی بناء پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا، اس لئے فیصلہ زیر بحث بھی قابل پابندی نہیں رہتا۔“

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے اسے حکم سنایا گیا۔ مدعاعلیہ کا ردوائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جب کہ مقدمہ زیر غور تھا فوت ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مثل داخل دفتر ہو۔

مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳۳ یقعدہ ۱۳۵۳ھ

بمقام بہاول پور

دستخط: محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول نگر

ریاست بہاول پور (بحروف انگریزی)

۱۹۸۰ فیصلہ مقدمہ راولپنڈی

باجلاس جناب شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی سول اپیل ۱۹۵۵ء
امت الکریم بنت کرم الہی راجپوت جنجوعہ، مکان نمبر ۵۰۰/B، محلہ ٹرنک بازار راولپنڈی (مرزائی)

بنام

لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک خلف ماسٹر محمد دین اعوان، محلہ کرشن پورہ راولپنڈی (مسلمان)

تاریخ فیصلہ ۳ جون ۱۹۵۵ء

عدالت مذکورہ نے مقدمہ کی تفصیلات پر بحث کرنے کے بعد آخر میں اپنا فیصلہ مندرجہ
ذیل الفاظ میں تحریر کیا اور فیصلہ سنایا۔

مندرجہ بالا صورت میں، میں حسب ذیل نتائج پر پہنچا ہوں۔

۱..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ پیغمبر اسلام خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد
کسی اور نبی کو نہیں آتا ہے۔

۲..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ جسے ہمارے نبی کے آخری ہونے پر ایمان نہ ہو وہ
مسلمان نہیں ہے۔

۳..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

۴..... مرزا غلام احمد نے خود اپنے اعلانات کے مطابق یہ دعویٰ کیا کہ ان پر ایسی وحی آتی ہے
جو وحی نبوت کے برابر ہے۔

۵..... خود مرزا غلام احمد نے اپنی پہلی کتابوں میں معیار رکھے ہیں وہ خود ان کے دعویٰ نبوت
کی تکذیب کرتے ہیں۔

۶..... انہوں نے اپنے مکمل پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ غل اور ہر دوز کا سارا قصہ محض ڈھونگ ہے۔¹⁹⁸¹

۷..... نبی کریم ﷺ کے بعد کسی پر وحی نبوت نہیں آ سکتی اور جو ایسا دعویٰ کرتا ہے اسلام کے
دائرہ سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا استدلال اور نتائج کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ابتدائی سماعت کرنے والی
عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلے کی توثیق کرتا ہوں۔ مسات الکریم کی اپیل میں
کوئی وزن نہیں اور میں اپیل خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹیننٹ نذیر الدین کی اپیل کا تعلق ہے، اس کے متعلق مسٹر ظفر محمود ایڈووکیٹ

نے مجھے بہت کم باتیں بتائیں۔ امت الکریم کے جہیز کا سامان ان کے قبضے میں پایا گیا۔ اس کی قیمت لگائی جا چکی ہے۔ ان کی اپیل میں بھی کوئی وزن نہیں ہے۔ اس لئے اسے بھی خارج کرتا ہوں۔ چونکہ دونوں فریقوں کی اپیل خارج ہو گئی۔ اس لئے میں خرچہ کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتا۔
 دستخط: شیخ محمد اکبر (سیشن جج برہما راولپنڈی)
 ۳ جون ۱۹۵۵ء

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by (Dr. Mrs Ashraf Khatoon Abbasi)]
 (اس موقع پر مسٹر چیئر مین نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے سنبھال لیا)

1982 مولوی مفتی محمود:

مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

فیملی سوٹ نمبر ۹/۱۹۶۹ء مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان مدعیہ

بنام

حکیم نذیر احمد برق مدعا علیہ

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح خود غیر مسلم قرار پایا، غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تفنیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعا علیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار نہ دے، مدعیہ اس مقدمے کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حقدار ہے۔

یہ فیصلہ ۱۳ جولائی کو شیخ محمد رفیق گوریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی نے جوان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں مکمل عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

مارشس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ

”مسجد روزمل کے مقدمہ“ کو تاریخ مارشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور پہلی مرتبہ یہ فیصلہ دیا کہ: ”مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ۔“

یہ مقدمہ ¹⁹⁸³ لڑنے کے لئے مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں نے دوسرے ممالک سے مشہور و کلام منگوائے۔ قادیانیوں سے مسجد واپس لینے کے سلسلے میں روزمل کے جن مسلمانوں نے کام کیا۔ ان میں محمود اسحاق جی، اسماعیل حسن جی، ابراہیم حسن جی قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ وہاں کے تجارتی حلقوں میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے جو مقدمہ دائر کیا اس کی بنیاد یہ تھی۔

دعویٰ

روزمل کی مسجد جہاں مسلمانوں کے حنفی (سنی) فرقہ کے لوگ نماز پڑھتے تھے۔ یہ مسجد انہوں نے تعمیر کروائی تھی اور مسلسل قابض چلے آ رہے تھے۔ اس پر قادیانیوں نے قبضہ کر لیا ہے جن کا تعلق امت اسلامیہ سے نہیں ہے، قادیانی ہم مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے، ہمارے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں ان کو مسجد سے باہر نکالا جائے۔

چنانچہ ۲۶ فروری ۱۹۱۹ء کو یہ مقدمہ دائر ہوا۔ قادیانیوں کے خلاف ۲۱ شہادتیں پیش کی گئیں۔ ان شہادتوں میں مولانا عبداللہ رشید نواب کی شہادت خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ آپ نے عدالت عالیہ میں نہایت جرأت دے باکی سے قادیانیوں کو بے نقاب کیا اور سینکڑوں کتب، اخبارات، رسائل و جرائد پیش کر کے عدالت کو یہ باور کرانے کی یہ کامیاب کوشش کی کہ قادیانی اور مسلمان الگ الگ امتیں ہیں۔ مرزا غلام احمد کی کتب اور حوالے مولانا رشید نے پیش کئے۔

قادیانیوں کی طرف سے مولوی غلام محمد بی. اے نے وکلاء کی مدد کی اور جواب دعویٰ تیار کیا۔ مولوی غلام محمد اس مقصد کے لئے خاص طور سے قادیان گیا تھا۔ مسلمانوں کے وکلاء میں مسٹر رولڈ کے سی. ای سویزا کے سی. ای اسنوف اور ای نیاریک تھے۔ جب کہ قادیانیوں کا وکیل مسٹر آر پرائی تھا۔

عدالت عالیہ کی کارروائی کے دوران ہزاروں مسلمان موجود ہوتے اور ملک میں پہلی مرتبہ یہ علم ہوا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے بھیس میں اپنا مقصد حاصل کرتے ہیں۔ ¹⁹⁸⁴ چنانچہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز ڈورنے یوں فیصلہ پڑھ کر سنایا۔

فیصلہ

”عدالت عالیہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مدعا علیہ (قادیانی) کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ روزمل مسجد میں اپنی پسند کے امام کے پیچھے نماز ادا کریں، اس مسجد میں صرف مدعی (مسلمان) ہی نماز ادا کر سکیں گے، اپنے اعتقادات کی روشنی میں۔“

اسی عدالت کے ایک دوسرے جج جناب ٹی، ای روزلی نے بھی اس فیصلہ سے اتفاق کیا۔

مصور پاکستان علامہ اقبال کی رائے

آخر میں شاعر مشرق، مصور پاکستان علامہ اقبال صاحب کے کچھ ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے مرزائیت کی اسلام دشمنی محسوس کر کے ساری امت کو اس خطرے سے خبردار کرنے کے لئے بے شمار مضامین لکھے ہیں، ان تمام مضامین کو یہاں پیش کرنا مشکل ہے۔ البتہ چند ضروری اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

دہ اسٹیٹ مین کی ۱۰ ارجون کی اشاعت میں فرماتے ہیں: ”اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کی حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ ایک حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس¹⁹⁸⁵ امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟ مثلاً برہمہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایمان میں بہانیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ وہ ایک الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں..... میری رائے میں تو قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں، یا وہ بہانیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کریں ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو، تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔“

(حرف اقبال ص ۱۳۶، ۱۳۷)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ”نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوائے اسے حفظ نفس کے جذبے سے بھی عاری کر دیا ہے۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۴)

آگے ہندوستان کی غیر مسلم حکومت سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”حکومت کو موجودہ صورت حالات پر غور کرنا چاہئے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عالم مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر ¹⁹⁸⁶ کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے..... سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت میں جس شخص کو تلعب بالذین، دین کے ساتھ کھیل، کرتے پائے اس کے دعادی کو تقریر و تحریر کے ذریعے سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔“

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطہ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۶)

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے بعض لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان کے فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے شاعر مشرق تحریر فرماتے ہیں: ”اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن کے مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۷)

پھر شاعر مشرق قادیانی مسئلہ کا حل تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ¹⁹⁸⁷ ”میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کر لے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۸، ۱۲۹)

یہ وہ مطالبہ ہے کہ جو اکثر اقبال مرحوم نے انگریز کی حکومت سے کیا تھا۔ اب جو مملکت شاعر مشرق کے خوابوں کی تعبیر کی حیثیت سے انہی کا نام لے کر وجود میں آئی ہے یہ اس کا پہلا فریضہ ہے کہ وہ شاعر مشرق کی اس آرزو کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

1988ء ضمیمہ بعض مرزائی مغالطے

1989ء خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

1990ء چند شبہات کا ازالہ

جب مسلمانوں کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو مرزائی صاحبان طرح طرح سے مغالطے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں مختصراً ان مغالطوں کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ

مرزائیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کلمہ گو ہو، اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہو، کسی بھی شخص کو اسے کافر قرار دینے کا حق نہیں پہنچتا۔ یہاں سب سے پہلے تو یہ بواجبی ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بات ان لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے جو دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہتے ہیں اور جو کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پر اور اس کے تمام ضروری تقاضوں پر صحیح معنی میں ایمان رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج، شقی، بدطینت، یہاں تک کہ ”کنجریوں کی اولاد“ قرار دینے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ گویا ہر ”کلمہ گو“ کو مسلمان کہنا صرف ایک طرفہ حکم ہے جو صرف غیر احمدیوں پر عائد ہوتا ہے اور خود مرزائی صاحبان کو کھلی چھٹی ہے کہ خواہ وہ مسلمانوں کو کتنی شد و مد سے کافر کہیں، خواہ انہیں بازاری گالیاں دیں۔ خواہ ان کے اکابر

۱۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”میری کتابوں کو ہر شخص محبت کی نگاہ سے دیکھ کر ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے۔ سوائے ”بنغایا“ (فاحشاؤں، کنجریوں) کی اولاد کے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی، وہ انہیں نہیں مانتے۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

اور مقدس ترین شخصیات کی ناموس پر حملہ آور ہوں۔ ان کے ”اسلام“ میں کبھی کوئی فرق نہیں آ سکتا اور نہ ان پر کلمہ گو کو کافر کہنے کا الزام لگ سکتا ہے۔ یہ ہے اس مرزائی مذہب کا انصاف جو شرم و حیا اور دیانت و اخلاق کا منہ نوچ کر اپنے آپ کو ردِ حانیت ”محمد ﷺ“ کا ظہور ثانی قرار دیتا ہے۔

¹⁹⁹¹ پھر خدا جانے یہ اصول کہاں سے گھڑا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو وہ مسلمان ہے اور اسے کوئی شخص کافر قرار نہیں دے سکتا؟ سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانہ کذاب کلمہ شہادت نہیں پڑھتا تھا؟ پھر خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اسے کافر قرار دے کر اس کے خلاف جہاد کیوں کیا؟ اور خود مرزا غلام احمد نے جا بجا نہ صرف مسلمانہ کذاب کلمہ آپ ﷺ کے بعد اپنے سوامہی نبوت کو کافر اور کذاب کیوں کہا؟ اگر آج کوئی نیامہی نبوت کلمہ پڑھتا ہوا اٹھے اور آنحضرت ﷺ کے سوا تمام انبیاء کو جھٹلائے۔ آخرت کے عقیدے کا مذاق اڑائے، قرآن کریم کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کرے، اپنے آپ کو افضل الانبیاء قرار دے، نماز روزے کو منسوخ کر دے۔ جھوٹ، شراب، زنا، سود اور قمار کو جائز کہے اور کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے سوا اسلام کے ہر حکم کی تکذیب کر دے تو کیا اسے پھر بھی ”کلمہ گو“ ہونے کی بنا پر مسلمان ہی سمجھا جائے گا؟ اگر اسلام ایسا ہی ڈھیلا ڈھالا جامہ ہے۔ جس میں کلمہ پڑھنے کے بعد دنیا کا ہر برے سے برا عقیدہ اور برے سے برا عمل ساسکتا ہے تو پھر فضول ہی اسلام کے بارے میں یہ دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب میں سب سے زیادہ بہتر، معکم، منظم اور باقاعدہ مذہب ہے۔

جو لوگ ہر ”کلمہ گو“ کو مسلمان کہنے پر اصرار کرتے ہیں۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کلمہ (معاذ اللہ) کوئی منتر یا ٹوٹا ٹوکا ہے جسے ایک مرتبہ پڑھ لینے کے بعد انسان ہمیشہ کے لئے ”کفر“ پر فہم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد برے سے برا عقیدہ بھی اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتا؟ اگر عقل و خرد اور انصاف و دیانت دنیا سے بالکل اٹھ ہی نہیں گئی تو اسلام جیسے علمی اور عقلی دین کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جاسکتا ہے کہ محض چند الفاظ کو زبان سے ادا کرنے کے بعد انسان جہنمی سے جنتی اور کافر سے مسلمان بن جاتا ہے۔ خواہ اس کے عقائد اللہ اور رسول کی مرضی کے بالکل خلاف ہوں؟

واقعہ یہ ہے کہ کلمہ ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ (معاذ اللہ) کوئی جادو یا طلسم نہیں ہے یہ ایک معاہدہ اور اقرار نامہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کو معبود واحد قرار دینے اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کا مطلب یہ معاہدہ کرنا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ

کی ہر بات کی تصدیق کروں گا۔ لہذا اللہ یا اس کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہم تک تو اتر اور قطعیت کے ساتھ پہنچی ہیں ان سب کو درست تسلیم کرنا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پر ایمان کا لازمی جز اور اس کا ناگزیر تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص ان متواتر قطعیات میں سے کسی ایک چیز کو بھی درست ماننے سے انکار کر دے تو درحقیقت وہ کلمہ توحید پر ایمان نہیں رکھتا، خواہ زبان سے ”لا الہ الا اللہ“ پڑھتا ہو۔ اس لئے اس کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ عقیدہ ختم نبوت چونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے سینکڑوں ارشادات سے بطریق تواتر ثابت ہے۔ اس لئے باجماعت امت وہ انہی قطعیات میں سے ہے جن پر ایمان لانا کلمہ طیبہ کا لازمی جز ہے اور جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اس سلسلے میں بعض ان احادیث سے استدلال کی کوشش کی جاتی ہے جن میں سے آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی علامتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھائے وہ مسلمان ہے۔“ لیکن جس شخص کو بھی بات سمجھنے کا سلیقہ ہو وہ حدیث کے اسلوب و انداز سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان کی کوئی قانونی اور جامع و مانع تعریف نہیں کی جارہی۔ بلکہ مسلمانوں کی وہ معاشرتی علامتیں بیان کی جارہی ہیں جن کے ذریعہ مسلم معاشرہ دوسرے مذاہب اور معاشروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس شخص کی ظاہری علامتیں اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیتی ہوں اس پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنا یا بلاوجہ اس کی عیب جوئی کرنا درست نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اگر وہ خود مسلمانوں کے سامنے اعلانیہ کفریات کا اقرار کرتا پھرے، بلکہ ساری دنیا کو ان کفریات کی دعوت دے کر اپنے قبیحین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے تب بھی وہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ خواہ ”لا الہ الا اللہ“ اور اس کے تقاضوں کا بھی قائل نہ ہو۔

درحقیقت اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ اس کی ظاہری علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمان کی پوری تعریف درحقیقت آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں بیان کی گئی ہے۔
 ”امرت ان اقاتل الناس حتی يشهدوا ان لا اله الا الله ويؤمنوا بي وبما جئت به“ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ ج ۳ ص ۳۷ باب الامر بقتال الناس حتی يقولوا لا اله الا الله)
 مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں۔ یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور مجھ پر ایمان لائیں اور ہر اس بات پر جو میں نے لے کر آیا ہوں۔

اس میں مسلمان کی پوری حقیقت بیان کر دی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہر تعلیم کو ماننا "اشہد ان محمداً رسول اللہ" کا لازمی جز ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً" (النساء: ۶۵) "پس نہیں، تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مؤمن نہ ہوں گے جب تک یہ تمہیں اپنے ہر متنازعہ معاملے میں حکم نہ مان لیں۔ پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے خوشی سے تسلیم نہ کریں۔"

یہ ہے کلمہ گو کی حقیقت اور اس کے برخلاف محض کلمہ پڑھ لینے کے بعد ہمیشہ کے لئے کفر سے محفوظ ہو جانے کا تصور، ان دشمنان اسلام کا پیدا کردہ ہے جو یہ چاہتے تھے کہ اسلام اور کفر کی درمیانی حد قائل کو مٹا کر اسے ایک ایسا مجنوں مرکب بنا دیا جائے جس میں اپنے سیاسی اور مذہبی مفادات کے مطابق ہر برے سے برے عقیدے کی ملاوٹ کی جاسکے۔

انہاء یہ ہے کہ بعض لوگ مسلمان کی تعریف کے سلسلے میں اس آیت قرآنی کو بھی پیش کرنے¹⁹⁹⁴ سے نہیں چوکتے۔ جس میں ارشاد ہے: "لا تقولوا لمن القى اليكم السلام لست مؤمناً" (النساء: ۹۴) "یعنی جو شخص تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔" چلے پہلے تو مسلمان ہونے کے لئے کم از کم کلمہ پڑھنا ضروری تھا۔ اس آیت کو مسلمان کی تعریف میں پیش کرنے کے بعد اس سے بھی چمٹی ہو گئی۔ اب مسلمان ہونے کے لئے صرف "السلام علیکم" بلکہ صرف "سلام" کہہ دینا بھی کافی ہو گیا اور ہر وہ ہندو، پارسی، بدھست اور عیسائی، یہودی بھی مسلمان بننے کے قابل ہو گیا جو مسلمان کو "سلام" کہہ کر خطاب کر لے۔ والعیاذ باللہ العظیم!

مسلمانوں کی باہم تکفیر کے فتوے اور ان کی حقیقت

اصل مسئلہ سے توجہ ہٹانے کے لئے دوسرا مغالطہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے آئے ہیں۔ لہذا ان کے فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ لیکن اس "دلیل" کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ چونکہ بعض عطائیوں اور ڈاکٹروں نے کچھ لوگوں کا غلط علاج کیا ہے۔ اس لئے اب کوئی ڈاکٹر مستند نہیں رہا اور اب پوری میڈیکل سائنس ہی ناکارہ ہو گئی ہے اور وہ طبی مسئلے بھی قابل بقدر نہیں رہے جن پر تمام دنیا کے ڈاکٹر متفق ہیں۔

حال ہی میں مرزا کی جماعت کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ”ہم غیر احمدیوں کے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔“ اور اس میں مسلمان مکاتب فکر کے باہمی اختلافات اور ان فتاویٰ کو انتہائی مبالغہ آمیز انداز میں پیش کیا گیا ہے جن میں ایک دوسرے کی تکفیر کی گئی ہے۔ لیکن اول تو اس کتابچے میں بعض ایسے فتوؤں کا حوالہ ہے جن کے بارے میں پوری ذمہ داری سے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے کہنے والوں کی طرف بالکل غلط منسوب کئے گئے ہیں۔ دوسرے اس کتابچے میں اگرچہ کافی محنت سے وہ تمام تشدد آمیز مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی ¹⁹⁹⁵ گئی ہے جو باہمی اختلافات کے دوران منظر عام پر آیا ہے۔ لیکن ان بیسیوں اقتباسات میں مسلمان مکاتب فکر کے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے کل پانچ ہیں۔ باقی فتوے نہیں بلکہ وہ عبارتیں ہیں جو ان کے افسوسناک باہمی جھگڑوں کے درمیان ان کے قلم باز ہاں سے نکلیں۔ ان میں ایک دوسرے کے خلاف سخت زبان تو بے شک استعمال کی گئی ہے۔ لیکن انہیں کفر کے فتوے قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔

تیسرے یہ پانچ فتوے بھی اپنے اپنے مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ جن مکاتب فکر سے وہ تعلق رکھتے ہیں وہ پورا مکتب فکر ان فتوؤں سے متفق ہو۔ اس کے بجائے ہر مسلمان مکتب فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے جو اس قسم کے فتوؤں میں رہا رکھی گئی ہے۔ لہذا ان چند فتاویٰ کو پیش کر کے یہ تاثر دینا بالکل غلط ہے بنیاد اور گمراہ کن ہے کہ یہ سارے مکاتب فکر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ ہر مکتب فکر میں ایک عنصر ایسا رہا ہے جس نے دوسرے کی مخالفت میں اتنا تشدد کیا کہ وہ تکفیر کی حد تک پہنچ جائے۔ لیکن اسی مکتب فکر میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جنہوں نے فروعی اختلافات کو ہمیشہ اپنی حدود میں رکھا اور ان حد و دسے نہ صرف یہ کہ تجاوز نہیں کیا۔ بلکہ اس کی مذمت کی ہے اور عملاً یہی محتاط اور اعتدال پسند عنصر غالب رہا ہے۔ جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کوئی مشترک مسئلہ پیدا ہوتا ہے ان تمام مکاتب فکر کے مل بیٹھنے میں بعض حضرات کے فتوے کبھی رکاوٹ نہیں بنتے۔

یہ مسلمان فرقے جن کی فرقہ بندیوں کا پروپیگنڈہ دنیا بھر میں گلا بھاڑ بھاڑ کر کیا گیا ہے اور جن کے اختلافات کا شور مچا کر لوگوں نے اپنے باطل نظریات کی دکانیں چمکائی ہیں۔ وہی تو ہیں جو ۱۹۵۱ء میں پاکستان کی دستوری بنیادیں طے کرنے کے لئے جمع ہوئے اور کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اسلامی دستور کے اساسی اصول طے کر کے اٹھے جب کہ پروپیگنڈہ یہ تھا اس قسم کا

1996 اتفاق ایک امر محال ہے۔ ۱۹۵۳ء کے موقع پر جب مجوزہ دستور میں متعین اسلامی ترمیمات طے کرنے کا مرحلہ آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر متفقہ سفارشات پیش کیں۔ جب کہ یہ کام پہلے کام سے زیادہ غیر متوقع سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۵۳ء ہی میں انہوں نے قادیانیت کے مسئلہ پر اجتماعی طریقے سے ایک مشترکہ موقف اختیار کیا۔ ۱۹۷۲ء میں دستور سازی کے دوران شیر و شکر رہ کر اس بنیادی کام میں شریک رہے۔ دنیا بھر میں شور تھا کہ یہ لوگ مل کر مسلمان کی متفقہ تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں انہوں نے ہی کامل اتفاق و اتحاد سے اس پروپیگنڈے کی قلمی کھولی اور اب پھر یہ مرزائیت کے کھلے کفر کے مقابلے میں شانہ بشانہ موجود ہیں۔ غرضیکہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں کا کوئی مشترکہ مذہبی مسئلہ سامنے آیا تو ان کے باہمی مذہبی اختلافات اجتماعی موقف اختیار کرنے میں کبھی سدراہ ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ اس قسم کے اجتماعات میں کسی مرزائی کو بھی دعوت دی گئی ہو؟

اس طرف عمل پر غور کرنے سے چند باتیں کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔

اول ایہ کہ باہم ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی مکتب فکر کی نمائندہ حیثیت نہیں۔ ورنہ یہ مکاتب فکر کبھی بحیثیت مسلمان جمع نہ ہوتے۔

دوسرے ایہ کہ ہر مکتب فکر میں غالب عنصر وہی ہے جو فروعات کو فروعات ہی کے دائرے میں رکھتا ہے اور آپس کے اختلاف کو تکفیر کا ذریعہ نہیں بناتا۔ ورنہ اس قسم کے اجتماعات کو قبول عام حاصل نہ ہوتا۔

تیسرے ایہ کہ اسلام کے وہ بنیادی عقائد جو واقعتاً ایمان اور کفر میں حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔

لہذا اگر کچھ حضرات نے تکفیر کے سلسلہ میں غلو اور تشدد کی روش اختیار کی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جاسکتا ہے کہ اب دنیا میں کوئی شخص کافر ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ سب لوگ مل کر بھی کسی کو کافر کہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

1997 کیا دنیا میں عطائی قسم کے لوگ علاج کر کے انسانوں پر مشق ستم نہیں کرتے؟ بلکہ کیا ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے بھی غلطی نہیں ہوتی؟ لیکن کیا کبھی کوئی انسان جو عقل سے بالکل ہی معذور نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی سزا کے طور پر ڈاکٹروں کے طبقے کی کوئی بات قابل تسلیم نہیں ہونی چاہئے۔ کیا عدالتوں کے فیصلوں میں ججوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟ لیکن کیا کسی نے سوچا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی وجہ سے عدالتوں میں تالے ڈال دیئے جائیں۔ یا

جہوں کا کوئی فیصلہ مانا ہی نہ جائے؟ کیا مکانات، سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر میں انجینئر غلطی نہیں کرتے؟ لیکن کبھی کسی ڈی ہوش نے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ ان غلطیوں کی بناء پر تعمیر کا ٹھیکہ انجینئروں کی بجائے گورکنوں کو دے دیا جائے؟ پھر یہ اگر چند جزوی نوعیت کے فتوؤں میں بے احتیاطیاں یا غلطیاں ہوئی ہیں تو اس کا مطلب یہ کیسے نکل آیا کہ اب اسلام اور کفر کے فیصلے قرآن و سنت کی بجائے مرزائی تحریفات کی بنیاد پر کرنے چاہئیں؟

شاعر مشرق مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے بالکل صحیح بات کہی تھی: ”مسلمانوں کے بیشمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۷، مطبوعہ النصار کا دلی لاہور ۱۹۴۷ء)

دور وایتیں

مرزائی صاحبان نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے میں سے دو ضعیف و سقیم روایتیں نکال کر اور انہیں من مانا مفہوم پہنا کر ان سے اپنی خود ساختہ نبوت کے لئے سہارا لینے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے یہاں ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب¹⁹⁹⁸ ہوگا۔ قولوا عاتسم النبین ولا تقولوا لا نبی بعدہ!

پہلی مجہول الاسناد روایت ”در منشور“ سے لی گئی ہے اور وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ (آنحضرت ﷺ کو) خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

پہلے تو اس بات پر غور فرمائیے کہ یہ روایت کہاں سے لائی گئی ہے۔ اگر آپ حدیث کی کسی معروف کتاب میں اسے تلاش کرنا چاہیں گے تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ کیونکہ یہ روایت بخاری، مسلم تو کھانسانی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد، غرض حدیث کی کسی دستیاب کتاب میں موجود نہیں۔ اسے لایا کہاں سے گیا ہے؟ علامہ سیوطیؒ کی در منشور سے، جس کے بارے میں ادنیٰ طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس ضعیف اور موضوع روایات بھی بغیر کسی چھان بچک کے صرف جمع کردی گئی ہیں۔ پھر حدیث میں سارا مدار اس کی سند پر ہوتا ہے اور اس روایت کی کوئی سند معلوم نہیں۔ اب یہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے الفاظ میں مدعیان نبوت کا دجل نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک طرف تو مرزائی صاحبان کی نگاہ میں قرآن کریم کی صاف اور صریح آیات اور آنحضرت ﷺ کی سینکڑوں متواتر اور صحیح احادیث ناقابل التفات ہیں اور دوسری

طرف یہ مجہول الاسناد روایت جس کا علم حدیث کی رو سے کچھ بھی اعتبار نہیں۔ ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ اسے ختم نبوت جیسے متواتر قطعی اور اجماعی عقیدے کو توڑنے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا کسی نبی کی نبوت ایسی ہی روایت سے ثابت ہوا کرتی ہے؟ لیکن یہ بات اس شخص سے کہی جائے جو کسی علمی یا عقلی قاعدے اور ضابطے کا پابند ہو اور جہاں عقل، علم اور اخلاق پر مبنی ہر بات کا جواب سوائے خود ساختہ الہام کے اور کچھ نہ ہو، وہاں دلائل و براہین کا کتنا انبار لگا دیجئے۔ مرزا صاحب کے الفاظ میں اس کا جواب بھی ملے گا کہ ”خدا نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرے میں سے جس انبار کو چاہے¹⁹⁹⁹ خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔“ (اربعین نمبر ۳ ص ۱۵، خزائن ج ۱ ص ۴۰۱ حاشیہ (وقفہ))

مولوی مفتی محمود: جناب والا! مجھے یہ شکایت ہے کہ وہ حضرات جو یہاں آئے تھے اور دودو، تین تین جفتے یہاں گزارے، ان کے لئے تو پانی کے گلاس بھر بھر کے آئے تھے اور میں تین گھنٹے سے کھڑا ہوں، یہ اتنی تفریق کیوں ہے؟

محترم قائم مقام چیئرمین (ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی): آپ نے مانگا نہیں۔
مولوی مفتی محمود: ان کے بغیر مانگے بھر بھر کے لاتے تھے۔ میرے لئے کربلا ہے پتہ نہیں۔
محترم قائم مقام چیئرمین: معاف کیجئے، مولانا! ابھی لاتے ہیں، ابھی خیال آیا۔
مولوی مفتی محمود: ویسے میں نے بطور مذاح یہ بات کہی ہے۔
ایک رکن: مولانا! آپ تو گھر کے آدمی ہیں، آپ مانگ سکتے ہیں۔
مولوی مفتی محمود: اسی لئے تو مانگ لیا۔ (وقفہ)

مولوی مفتی محمود: پھر اس روایت میں جو بات بیان کی گئی ہے اس کا مرزائی اعتقادات سے دور دور کوئی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ روایت تو نزول صلی علیہ السلام کے عقیدے میں مرزائی نظریہ کی صریح تردید کر رہی ہے۔ اس کا مقصد محض اتنا ہے کہ اگر صرف یہ جملہ بولا جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو ایک ناواقف آدمی اسے مسیح علیہ السلام کے نزول جانی کے عقیدے کے خلاف سمجھ سکتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بھی تشریف نہیں لائیں گے۔ لہذا جو مقصد ”انہام النبیین“ کہنے سے مکمل طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو نادانوں کے

2000 لئے کسی غلط فہمی کا سبب بن سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ”لا نبی بعدی“ فرمایا تو ساتھ ساتھ ایک دوسرے نہیں سینکڑوں مرتبہ اس کی تشریح بھی فرمادی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں پہلے ہی سے نبوت حاصل ہے اور جو بہت پہلے پیدا ہو چکے ہیں۔ وہ دوبارہ نزول فرمائیں گے اس کے برخلاف اگر کوئی دوسرا شخص صرف اتنا جملہ کہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو صرف اتنی بات سننے والا کوئی نادان انسان کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب اس قول کی یہ تشریح خود ”درمنثور“ ہی میں موجود ہے:

”عن الشعبي قال قال رجل عند المغيرة بن شعبة صلى الله على محمد خاتم الانبياء لا نبى بعده فقال المغيرة بن شعبة حسبك اذا قلت خاتم الانبياء فانا كنا نحدث ان عيسى عليه السلام خارج فان هو خرج فقد كان قبله وبعده“

حضرت شعیبؓ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ جناب محمد ﷺ پر رحمت نازل فرمائے جو خاتم الانبیاء ہیں اور جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا کہ ”خاتم الانبیاء“ کہہ دینا کافی تھا۔ کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں۔ جب وہ نازل ہوں گے تو وہ آپ ﷺ سے پہلے بھی آئے اور آپ ﷺ کے بعد بھی آئیں گے۔ (درمنثور ج ۵ ص ۲۰۴)

لہذا حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ ہدایت، اگر بالفرض سنداً ثابت ہو حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ: ”حدثوا الناس بما يعرفون“ لوگوں سے وہ باتیں کرو جن کو وہ سمجھ سکیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۲ باب من خصص بالعلم)

اور اس روایت سے مرزائی اعتقادات کو نہ صرف یہ کہ کوئی سہارا نہیں ملتا ہے۔ بلکہ یہ صراحتاً 2001 ان کی تردید کرتی ہے۔ ورنہ جہاں تک حضرت عائشہؓ کا تعلق ہے امام احمد بن حنبلؓ کی مسند میں خود ان کی یہ روایت موجود ہے۔ ”عن عائشة عن النبي ﷺ انه قال لا يبقی بعدی من النبوة شیء الا المبشرات قالوا یا رسول الله وما المبشرات قال الرؤيا الصالحة يراها المسلم او ترى له“

(مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۹، کنز العمال)

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت کا کوئی جز باقی نہیں رہے گا۔ سوائے مبشرات کے..... صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

کیا اس کے بعد بھی اس بات میں کوئی شک و شبہ رہ سکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک نبوت کی ہر قسم اور سوائے اچھے خواہوں کے اس کا ہر جزء آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا اور اب کسی بھی شخص کو کسی بھی صورت میں یہ منصب عطا نہیں کیا جاسکتا۔

۲..... دوسری ضعیف روایت سنن ابن ماجہ سے نقل کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے ابراہیمؑ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”لو عاش لکان صدیقاً نبیاً“ اگر یہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔

اس حدیث کا حال بھی یہ ہے کہ حدیث کے ناقدانہ نے اسے ضعیف بلکہ باطل قرار دیا ہے۔ امام نوویؒ جیسے بلند پایہ محدث فرماتے ہیں: ”هذا الحديث باطل“ یہ حدیث باطل ہے۔

(موضوعات کبیر ص ۵۸)

اس حدیث کے ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ”ثقة نہیں ہے۔“ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ”منکر الحدیث ہے۔“ امام نسائیؒ لکھتے ہیں ”کہ متروک الحدیث ہے۔“ امام جوز جانیؒ کہتے ہیں کہ ”اس کا اعتبار نہیں۔“ امام ابو حاتمؒ کا ارشاد ہے کہ یہ ”ضعیف الحدیث ہے۔“ (ملاحظہ ہو المعجم ص ۹۵ نمبر ۲۵۷ ج ۱) البتہ اس روایت کے الفاظ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کے اثر کے طور پر اس طرح مروی ہیں۔ ”لو قضی ان یکون بعد محمد نبی لعاش ابنہ ولكن لا نبی بعده“ اگر محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ ﷺ کے صاحبزادے زندہ رہتے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان الفاظ نے ابن ماجہ کی ضعیف روایت کی حقیقت بھی واضح کر دی ہے کہ اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور وہ ختم نبوت کے خلاف تو کیا ہوتی درحقیقت اس سے یہ عقیدہ اور زیادہ پختہ مؤکد اور ناقابل تردید ہو جاتا ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صحیح بخاری قرآن کریم کے بعد تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ لہذا اگر کوئی ضعیف روایت کہیں اور آئی ہو یا اس کی تشریح صحیح بخاری کے الفاظ سے بھی جانی جائے اور اگر تفتیش ممکن نہ ہو تو ضعیف روایت کو چھوڑ کر صحیح بخاری کی روایت کو اختیار کیا جائے گا۔ مرزا صاحب کا حال تو یہ ہے کہ وہ صحیح مسلمؒ کی ایک حدیث کو محض اس بناء پر ترک کر دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اسے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: ”یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس الحدیث ابن ماجہ نے امام محمد اسماعیل

بخاریؒ نے چھوڑ دیا ہے۔“ (ازالہ ابہام ص ۲۲۰، خزائن ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰)

حالانکہ صحیح مسلمؒ خود نہایت معتبر ہے اور امام بخاریؒ کا محض کسی روایت کو چھوڑ دینا اس کے ضعف کی دلیل نہیں۔ اس کے برخلاف ابن ماجہؒ کی یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں اس کی واضح تشریح موجود ہے۔ مگر مرزائی صاحبان ہیں کہ اسے بار بار اپنی دلیل کے طور پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ کوئی صحیح دلیل ہو تو پیش کی جائے۔ اگر ایسی روایت میں صراحۃً عقیدہ ختم²⁰⁰³ نبوت کی تردید کی گئی ہوتی۔ تب بھی وہ ایک متواتر عقیدہ کے معاملے میں قطعاً قابل اعتبار نہ ہوتی اور یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ اگر اسے صحیح مان لیا جائے۔ تب بھی اس میں محض ایک ایسے مفروضے کا بیان ہے جس کے وجود میں آنے کا کوئی امکان نہیں۔ اگر حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں یہ بات کہی جاتی تب تو اس سے کسی درجے میں یہ بات نکل سکتی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کی زندگی ہی میں آپ ﷺ نے اسی جیسی بات ارشاد فرمائی تھی۔ وہاں چونکہ نبوت کے جاری رہنے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے وہاں بالکل دوسری تعبیر اختیار فرمائی اور اس شبہ کو ہمیشہ کے لئے ختم فرمادیا۔ ارشاد فرمایا کہ: ”لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب“ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطابؓ ہوتے۔ (رواہ الترمذی ج ۳ ص ۲۰۹، مناقب عمرؓ)

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہیں بن سکتے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”امّا ترى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبوة بعدى“

(رواہ البخاریؒ ومسلم واللفظ لمسلم ج ۲ ص ۲۷۸، باب فضائل علیؓ بن طالب)

”کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام (کہ وہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں نائب بنا کر گئے تھے) لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔“ یہاں آپ نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ محض نائب بنا کر جانے میں دی تھی۔ لیکن چونکہ اس سے ختم نبوت کے خلاف غلط فہمی کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آپ نے فوراً ”الا انه لا نبوة بعدى“ (مگر میرے بعد کوئی نبوت باقی نہیں) فرما کر اس اندیشے کا خاتمہ فرمادیا۔

البتہ حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہ بات چونکہ ان کی وفات کے بعد کہی جا رہی تھی

اور ان کے زندہ رہنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے الفاظ یہ استعمال کئے گئے کہ:
 2004ء ”اگر وہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے۔“ لیکن چونکہ زندہ نہیں رہے۔ اس لئے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے کہ ”لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا“ (اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کچھ معبود ہوتے تو زمین و آسمان میں فساد مچ جاتا) ظاہر ہے کہ یہ محض ایک مفروضہ ہے اور اگر کوئی شخص اس سے یہ استدلال کرنے بیٹھ جائے کہ معاذ اللہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا معبودوں کا وجود ممکن ہے تو یہ زبردستی نہیں تو اور کیا ہے؟
 یہ بھی لاکھوں احادیث نبویؐ کے ذخیرے میں سے مرزائی ”استدلال“ کی کل کائنات جس کی بنیاد پر اصرار کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات کو، آنحضرت ﷺ کی سنکڑوں صریح اور متواتر احادیث کو، اور امت مسلمہ کے قطعی اجماع کو چھوڑ کر مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرو، ورنہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قرآن کریم کی ایک آیت

مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ مرزا صاحب کی ”نبوت“ کے لئے قرآن کریم سے بھی کوئی تائید تلاش کی جاتی، تاکہ کم از کم کہنے کو یہ کہا جاسکے کہ قرآن سے بھی ”استدلال“ کیا گیا ہے اس مقصد کے لئے قرآن کریم کی جو آیت مرزائی صاحبان کی طرف سے تلاش کر کے لائی گئی ہے وہ یہ ہے۔

”وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء: ۶۹)“

”اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی نبیوں کے ساتھ اور صدیقیوں کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ، اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔“

اس آیت کو بار بار پڑھ کر دیکھئے، کیا اس میں خوردبین لگا کر بھی کہیں یہ بات نظر آتی ہے کہ نبوت کا 2005ء سلسلہ جاری ہے اور کوئی شخص اب بھی نبی بن سکتا ہے؟ لیکن جو مذہب ”مشرق سے قادیان“ مراد لے سکتا ہو۔ جسے قرآن میں بھی ”قادیان“ کا ذکر دکھائی دیتا ہو اور جو ”خاتم النبیین“ کا ایسا مطلب نکال سکتا ہو، جس سے تمام ”نبوتوں کا سر تاج“ نبوت کا دروازہ کھلا رہے وہ اس آیت سے بھی نبوت کے جاری رہنے پر استدلال کر لے تو کون سی تعجب کی بات ہے؟

اس آیت میں صاف طور سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا۔ لیکن مرزائی صاحبان اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ خود نبی بن جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں لفظ ”مع“ (ساتھ) استعمال ہوا ہے۔ جو اس معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے کہ اس دن انبیاء وغیرہ کے گروہ کے محض ساتھ ہی نہیں ہوگا، بلکہ ان میں شامل ہو جائے گا۔

لیکن جو شخص مذکورہ بالا آیت کے الفاظ سے بالکل ہی آنکھیں بند کر کے نہیں بیٹھ گیا وہ دیکھ سکتا ہے کہ اسی آیت کے آخریہ ارشاد فرمایا گیا ہے: ”حسن اولئک رفیقاً“ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آخری جملے میں لفظ رفیق نے یہ بات واضح کر دی کہ اگر بالفرض کہیں ”مع“ کے معنی کچھ اور ہو بھی سکتے ہیں تو یہاں سوائے ساتھی بننے کے کوئی اور مطلب نہیں کیونکہ آگے اس کی تشریح کے لئے صراحۃً لفظ ”رفیق“ آ رہا ہے۔

پھر اگر (معاذ اللہ) مطلب یہی تھا کہ ہر شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے نبی بن سکتا ہے تو کیا پوری امت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا ایک مرزا غلام احمد ہی پیدا ہوا ہے اور کسی نے اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کی؟ حالانکہ قرآن (معاذ اللہ) یہ کہہ رہا ہے کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، وہ نبیوں کے زمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اگر اسی کا نام ”استدلال“ ہے تو نہ جانے قرآن کی معنوی تحریف کیا چیز ہوگی؟

2006 بعض صوفیاء کے غلط حوالے

مرزائی صاحبان بعض صوفیاء کے نام تمام اور مبہم حوالے ڈھونڈ کر انہیں اپنی خود ساختہ نبوت کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے پیش کئے ہوئے ایسے غلط حوالوں کا مسلمانوں کی طرف سے انتہائی مدلل اور اطمینان بخش جواب دیا جا چکا ہے اور بار بار دیا جا چکا ہے۔ یہاں اس کو بالتفصیل دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ چند اصولی حقائق کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

دین میں اقوال سلف کی حقیقت

سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ دین کا اصل سرچشمہ قرآن کریم، سرکار

دو عالم عالم کی احادیث اور اجماع امت ہے اور اکا دکا افراد کی ذاتی آراء اس مسئلے پر کبھی اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ جو دین کے ان بنیادی سرچشموں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہو۔ خاص طور سے نبوت و رسالت جیسا بنیادی عقیدہ تو خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اسے کسی انفرادی تحریر سے ثابت کیا جائے۔ اس لئے اس مسئلے میں قرآن و حدیث کی متواتر تصریحات اور اجماع امت کے خلاف اگر کچھ انفرادی تحریریں ثابت ہو بھی جائیں تو وہ قطعی طور پر خارج از بحث ہیں اور انہیں بطور استدلال پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا جن صوفیاء کے مبہم جملوں سے مرزائی صاحبان سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں ان کی تشریح و توضیح سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اگر بالفرض ان کی تحریروں کا مفہوم عقیدہ ختم نبوت سے متضاد ثابت ہو جائے تو اس مستحکم اور مسلمہ عقیدے کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ بلکہ جس کسی نے ان کے کلام کی صحیح تشریح پیش کی ہے اس کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ ان پر ایک غلط الزام لگایا گیا ہے۔ جسے انصاف اور دیانت کی رو سے رفع کرنا ضروری ہے۔ یہ الفاظ دیگران حضرات کی تحریروں کو ختم نبوت سے متضاد بنا کر پیش کرنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ بلکہ ان بزرگوں پر یہ الزام عائد ہوتا ہے۔²⁰⁰⁷ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے بنیادی مسائل، عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے۔ وہ نہ علم تصوف کا موضوع ہیں اور نہ علمائے امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی مآخذ یا حجت قرار دیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحیثیت علم کلام میں اور عملی احکام و قوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہی علوم کی کتابیں اس معاملے میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیائے کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو۔ اس کے لئے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ اس قسم کی عبارتوں کو ”خطبات“ کہا جاتا ہے۔ اس لئے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلہ میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اصول کو خود اکابر صوفیاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی تصوف کے بھی امام ہیں۔ لیکن وہ تحریر فرماتے ہیں: ”پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکام شرعیہ کتاب و سنت است و قیاس مجتہدان و اجماع امت نیز مثبت احکام است۔ بعد ازیں چہار اولہ شرعیہ چچ دلیلے

ثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد۔ الہام مثبت حل و حرمت نہ بود و کشف از باب باطن اثبات فرض و سنت نہ نماید۔“ (کتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم ص ۱۵۔ مکتوب نمبر ۵۵)

ایک اور جگہ صوفیاء کی ”شطیحات“ سے کلامی مسائل مستہبط کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قائل آن سخنان شیخ کبیر یعنی باشد با شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی و علی آلہ“

²⁰⁰⁸ نیز مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”ومن تفوه بکلمۃ لیس لہ اصل صحیح فی الشرع ملہماً کان او محتہداً فیہ الشیاطین متلعبۃ“

یعنی ”اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات زبان سے نکال دے۔ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو وہ صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو تو درحقیقت وہ شیاطین کا کھلونا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

لہذا مرزائی صاحبان کے لئے قرآن کریم کی صریح آیات اور متواتر احادیث کو چھوڑ کر چند صوفیاء کے اقوال سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟

صوفیاء کرام کا اسلوب

تیسری اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمہ اصول کے مطابق ہر علم و فن کا موضوع، اس کی غرض و غایت اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہر علم و فن کا اسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی علم و فن کا ماہر اور تجربہ کار نہ ہو۔ بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا وظیفہ، اس کی اصطلاحات اور اس کی اسلوب بالکل الگ ہے اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کے بجائے ان باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہے جو صوفیائے کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہیں اور معروف الفاظ کے ذریعے ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔

²⁰⁰⁹ لہذا ان حضرات کے کلام کی تشریح میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع

نہیں۔ بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے۔ لہذا وہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali)]

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے صدارت چھوڑی جسے جناب چیمبرمین صاحبزادہ فاروق علی نے سنبھال لیا)
مولوی مفتی محمود:

مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت

دوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحبان کو تو اپنے مذہب کے مطابق کسی بھی درجے میں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان بزرگوں کے اقوال سے استدلال کریں۔ کیونکہ کتنے ہی معاملات ایسے ہیں جن میں انہوں نے اجماع امت کو بھی درست قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے حجت شرعیہ ماننے سے ہی انکار کیا ہے۔ چنانچہ عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام کی تردید کرتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں: ”جب کہ پیش گوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود انبیاء سے امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورا نہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟“ (ازالہ اوہام ص ۱۴۱، خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)
اور آگے لکھتے ہیں: ”میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں عام خیال مسلمانوں کا، گوان میں اولیاء بھی داخل ہوں، اجماع کے نام سے معصوم نہیں ہو سکتا۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۴۳، خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)
اور جب اجماع کا یہ حال ہے تو سلف کے انفرادی اقوال کی حیثیت تو خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”اور اقوال سلف و خلف در حقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گردہ حق پر ہوگا۔ جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۵۳۸، خزائن ج ۳ ص ۳۸۹)

²⁰¹⁰ ”الصلوة والسلام“ درکاراست، نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدرالدین قونیوی و عبدالرزاق کاشی۔ بارابہ نص کا راست نہ بعض، فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔
”یہ باتیں خواہ شیخ کبیر یمنی نے کہی ہوں، یا شیخ اکبر شامی نے، ہمیں محمد عربی ﷺ کا

سے اس قسم کا کلام کسی کے ساتھ بکثرت ہونے لگے تو اسے محدث کہا جاتا ہے۔

(مکتوبات جلد دوم ص ۱۹۹ نمبر ۵۱)

ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت مجدد صاحبؒ کی عبارت میں ”محدث“ کے لفظ کو مرزا صاحب نے کس طرح ”نبی“ کے لفظ سے بدل دیا۔ محمد علی لاہوری صاحب اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”جب ہم مجدد صاحب سرہندیؒ کے مکتوبات کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ نہیں پاتے کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ پانے والا نبی کہلاتا ہے۔ بلکہ وہاں لفظ محدث ہے۔“

(المہود فی الاسلام ص ۲۳۸، لاہور طبع دوم)

پھر آگے اس صریح خیانت کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ درحقیقت مرزا صاحب نے یہاں لفظ ”نبی“ کو محدث ہی کے معنی میں استعمال کیا ہے اور: ²⁰¹² ”اگر اس توجیہ کو قبول نہ کیا جائے تو حضرت مسیح موعود پر یہ الزام عائد ہوگا کہ آپ نے نعوذ باللہ اپنی مطلب براری کے لئے مجدد صاحب کی عبارت میں تحریف کی ہے۔“

(المہود فی الاسلام از محمد علی لاہوری ص ۲۳۸)

حالانکہ مرزا صاحب خود لفظ نبی کو اپنے کلام میں محدث کے معنی میں استعمال کرتے تو ایک بات بھی تھی، حضرت مجدد صاحبؒ کی طرف زبردستی لفظ ”نبی“ منسوب کر کے اسے ”محدث“ کے معنی میں قرار دینا کون سی شریعت، کون سے دین اور کون سی عقل کی رو سے جائز ہے؟ حیرت ہے ان لوگوں کی عقلوں پر جو مرزا صاحب کے کلام میں ایسی ایسی صریح خیانتیں دیکھتے ہیں اور پھر بھی انہیں نبی، مسیح موعود اور مجدد قرار دینے پر مصر ہیں۔

ملا علی قاریؒ

دوسرے بزرگ جن کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ وہ ختم نبوت کے خلاف نبوت کی کسی قسم کو جائز سمجھتے ہیں۔ ملا علی قاریؒ ہیں۔ لیکن ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

”التحدی فرع دعوی النبوة ودعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع“

”اس قسم کا چیلنج دعوی نبوت کی ایک شاخ ہے اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بہ اجماع کفر ہے۔“

(مطالعات شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

یہ عبارت ملا علی قاریؒ نے اس شخص کے بارے میں لکھی ہے جو محض معجزے میں دوسرے کے مقابلے پر غلبہ پانے کا دعوی کر رہا ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں محض غیر تشریحی نبوت میں ہے اور اس کا دعوی بھی ملا علی قاریؒ نے کفر قرار دیا ہے۔

2013 شیخ ابن عربی اور شیخ شعرائی

شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف خاص طور سے یہ بات زور شور سے منسوب کی جاتی ہے کہ وہ غیر تشریحی نبوت کے قائل ہیں، مگر ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو: ”فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالهیة والنهی فمن ادعاها بعد محمد ﷺ فهو مدع شریعة اوحی بها الیه سواء وافق بها شرعنا او خالف“

”پس نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء اللہ کے لئے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی امر (کسی چیز کا حکم) یا نہی (کسی چیز سے منع کرنا) کے دروازے بند ہو چکے۔ اب ہر وہ شخص جو اس کا دعویٰ کرے وہ درحقیقت شریعت کا مدعی ہے۔ خواہ اس کا الہام ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔“ (فتوحات مکیہ ج ۳ ص ۳۹)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ:

۱..... شیخ اکبر کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہ نہیں ہے جو شریعت محمدیہ کے بعد نئے احکام لائے۔ بلکہ وہ مدعی نبوت بھی ان کے نزدیک مدعی شریعت ہے۔ جس کی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہی ہو۔

۲..... آنحضرت ﷺ کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے۔ شریعت محمدیہ کی موافق وحی کا دعویٰ بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔

۳..... شیخ اکبر کے نزدیک تشریحی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے، خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے۔ پس غیر تشریحی نبوت سے مراد وہ کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت²⁰¹⁴ نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتی۔

عارف باللہ امام شعرائی نے ”الیواقیت والجواهر“ میں شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں: ”فان كان مكلفا ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحا“ (الیواقیت ج ۲ ص ۲۸)

”اگر وہ شخص مکلف یعنی عاقل بالغ ہو تو ہم پر اس کا قتل واجب ہے۔ ورنہ اس سے اعراض کیا جائے گا۔“

ایک رکن: جناب والا! آج جمعہ ہے۔
 جناب چیئرمین: ایک چھوٹر (باب) ”مرزائیت کی اسلام دشمنی“ پڑھ لیں، جو چھ
 صفحے کا ہے۔

ایک رکن: ساڑھے بارہ بج گئے ہیں۔
 جناب چیئرمین: صرف دس منٹ لگیں گے۔
 ایک رکن: شام کو کر لیں۔
 جناب چیئرمین: شام کو آپ کہتے ہیں کہ صبح، اور صبح کو کہتے ہیں کہ شام کو کریں۔
 کوئی وقت مجھے بھی دیں۔
 مولوی مفتی محمود: جلد کر لیتے ہیں۔
 جناب چیئرمین: ہاں اچھے صفحے ہیں۔ سات تاریخ کو پھر آپ باہر نکل جائیں گے۔
 2015 مولوی مفتی محمود:

مرزائیت کی اسلام دشمنی

- ❖ استعماری اور سامراجی کردار۔
 - ❖ جہاد کی تنبیہ۔
 - ❖ عالم اسلام سے غداری۔
 - ❖ اکھنڈ بھارت۔
 - ❖ سیاسی عزائم، منصوبے اور سرگرمیاں۔
- 2016 ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ: ”جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے
 بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔ نیز یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مشن
 مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔ نیز ان کے پیروکار، چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا
 جائے۔ مسلمانوں کے ساتھ مکمل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی
 طور پر تحریکی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔“
- آئندہ صفحات میں اس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! ²⁰¹⁷

سیاسی پس منظر

۳۰ جون (۱۹۷۴ء) کو قومی اسمبلی میں پیش کی گئی ہماری قرارداد میں مرزا غلام احمد کے جہاد کو ختم کرنے کی کوششوں کا بھی ذکر ہے اور یہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا تھا اور یہ کہ مرزائی خواہ انہیں کوئی بھی نام دیا جائے اسلام کے فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ہم ان حسب ذیل چار باتوں کا جائزہ مرزائی تحریرات اور ان کی سرگرمیوں اور عزائم کی روشنی میں لیتے ہیں۔

- الف مرزائیت سامراجی اور استعماری مقاصد اور ارادوں کی پیداوار ہے۔
 ب ان مقاصد کے حصول کے لئے جہاد کو نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں قطعی حرام ناجائز اور منسوخ کرنا۔
 ج ملت مسلمہ کے شیرازہ اتحاد اور وحدت ملت کو منتشر اور تباہ کرنا۔
 د پورے عالم اسلام اور پاکستان میں تخریبی اور جاسوسی سرگرمیاں۔

یورپی استعمار اور مرزائیت

پہلی بات کہ مرزا صاحب اور اس کے پیروکار یورپی استعمار کے آلہ کار ہیں۔ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جس کا نہ صرف مرزا قادیانی کو اعتراف ہے بلکہ وہ فخر و مباہات کے ساتھ بائبل و دل ان باتوں کا اپنی ہر تحریر اور تصنیف میں اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ وہ بلا جھجک اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا، اور خاندانی وفادار اور سلطنت انگلیشیہ کو آقائے ولی نعمت اور رحمت ²⁰¹⁸ خداوندی اور انگریزوں کی اطاعت کو مقدس دینی فریضہ قرار دیتے ہیں۔ ادھر انگریزی حکام اور سامراج بھی دل کھول کر ان کی وقاشعار یوں کو سراہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ مرزا کو اپنے استعماری اور اسلام دشمن مقاصد کے لئے کن طریقوں سے استعمال کرتے رہے۔

اٹھارہویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار

اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر ہی میں یورپی سامراج دنیا کے بیشتر حصوں پر اپنے نوآبادیاتی عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا۔

اطالوی، فرانسیسی اور پرنگالی براعظم افریقہ کو اطالوی سومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ، پرنگالی مشرقی افریقہ، جرمی مشرقی افریقہ اور برطانوی مشرقی افریقہ میں منقسم کرنے کے بعد مشرق وسطیٰ کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اٹلی نے اریٹریا، فرانس نے جزیرہ مدیگا سکر اور برطانیہ نے رےوڈیشیا اور یوگنڈا کو نوآبادیوں میں تقسیم کر دیا۔ نام نہاد خود مختار علاقوں میں یونین آف ساؤتھ افریقہ کے علاوہ مصر، حبشہ اور لائبیریا کا شمار ہوتا تھا۔ یورپی سامراج نے اس زمانے میں ہندوستان، برما اور لنکا کو زیر نگین لانے کے لئے کفکش کا آغاز کر دیا تھا اور بحر ہند کو اپنی استعماری سرگرمیوں کی آماجگاہ بنالیا۔ مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بحری اڈہ تھا جس کو بنیاد بنا کر بحر ہند، بحر الکاہل، ڈچ ایسٹ انڈیز اور جنوبی آسٹریلیا کو جدا جدا کیا جاسکتا تھا۔ استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل میں اس وقت زیادہ آسانی ہوگئی۔ جب ۱۷۹۹ء میں نہروویز کی تعمیر کا مرحلہ اختتام پذیر ہوا اس کی وجہ سے اس امید کا لمبا چکر لگانے کی بجائے بحیرہ قلزم اور بحیرہ احمر کا آسان راستہ اختیار کیا جانے لگا۔ ۱۸۷۸ء تک برطانیہ جبرالٹر اور مالٹا کو زیر اثر کر قبرص پر تسلط جمایا تھا۔ ۱۸۳۹ء میں محکوم بنایا جا چکا تھا۔ اب پورے جنوب مغربی ایشیاء پر قبضہ کرنا باقی تھا۔

۲۰۱۹ انگریز اور برصغیر

انگریز نے جب برصغیر اور عالم اسلام میں اپنا بیجہ استبداد جمانا شروع کیا تو اس کی راہ میں دو باتیں رکاوٹ بننے لگیں۔ ایک تو مسلمانوں کی نظریاتی وحدت دینی معتقدات سے غیر متزلزل وابستگی اور مسلمانوں کا وہ تصور اخوت جس نے مغرب و مشرق کو جسد واحد بنا کے رکھ دیا تھا۔ دوسری بات مسلمانوں کا لافانی جذبہ جہاد جو بالخصوص عیسائی یورپ کے لئے صلیبی جنگوں کے بعد وہال جان بنا ہوا تھا اور آج ان کے سامراجی منصوبوں کے لئے قدم قدم پر سد راہ ثابت ہو رہا تھا اور یہی جذبہ جہاد تھا جو مسلمانوں کی ملی بقاء اور سلامتی کے لئے گویا حصار اور قلعہ کا کام دے رہا تھا۔ انگریزی سامراج ان چیزوں سے بے خبر نہ تھی۔ اس لئے اپنی معروف ایلیمیسی سیاست لڑا اور حکومت کرو (Divide and Rule) سے عالم اسلام کی جغرافیائی اور نظریاتی وحدت کو کٹڑے کرنا چاہا۔ دوسری طرف عالم اسلام بالخصوص برصغیر میں نہایت عیاری سے مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم کر کے مسلمانوں میں فکری انتشار اور تذبذب پیدا کرنا چاہا اور اس کے ساتھ ہی انگریزوں پر سلطان ٹیپو شہید، سید احمد شاہ شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے بعد جماعت

مجاہدین کی مجاہدانہ سرگرمیاں علماء و حق کا ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر جہاد کا فتویٰ دینا اور بالآخر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی نہ صرف ہندوستان بلکہ باہر عالم اسلام میں مغربی استعمار کے خلاف مجاہدانہ تحریکات سے یہ حقیقت اور بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ جب تک مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد قائم ہے، سامراج کبھی بھی اور کہیں بھی اپنا قدم مضبوطی سے نہیں جما سکے گا۔ مسلمانوں کی یہ چیز نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں یورپ کے لئے وبال جان بنی ہوئی تھی۔

²⁰⁰ مرزا صاحب کے نشوونما کا دور اور عالم اسلام کی حالت

انیسویں صدی کا نصف آخر جو مرزا صاحب کے نشوونما کا دور ہے۔ اکثر ممالک اسلامیہ جہاد اسلامی اور جذبہ آزادی کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ برصغیر کے حالات تو مختصر معلوم ہو چکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہی زمانہ ہے جب برصغیر کے باہر پڑوسی ممالک افغانستان میں ۱۸۷۸ء، ۱۸۷۹ء میں برطانوی افواج کو افغانوں کے جذبہ جہاد سر فروشی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جو بالآخر انگریزوں کی شکست اور پسپائی پر ختم ہو جاتا ہے۔

ترکی میں ۱۸۷۶ء سے لے کر ۱۸۷۸ء تک انگریزوں کی خفیہ سازشوں اور درپردہ معاہدوں کو دیکھ کر جذبہ جہاد بھڑکتا ہے۔ طرابلس الغرب میں شیخ سنوسی، الجزائر میں امیر عبد القادر (۱۸۸۰ء) اور روس کے علاقہ داغستان میں شیخ محمد شائل (۱۸۷۰ء) بڑی پامردی اور جانفشانی سے فرانسیسی اور روسی استعمار کو لٹکارتے ہیں۔ ۱۸۸۱ء میں مصر میں مصری مسلمان سر بکف ہو کر انگریزوں کی مزاحمت کرتے ہیں۔

سوڈان میں انگریز قوم قدم جمانا چاہتی ہے تو ۱۸۸۱ء میں مہدی سوڈانی اور ان کے درویش جہاد کا پھریرا بلند کر کے بالآخر انگریز جنرل گارڈن اور اس کی فوج کا خاتمہ کرتے ہیں۔

اسی زمانہ میں خلیج عرب، بحرین، عدن وغیرہ میں برطانوی فوجیں مسلمانوں کے جہاد اور استخلاص وطن کے لئے جان فروشی اور جان فدا کی کے جذبہ سے دوچار تھیں۔

مسلمانوں کی ان کامیابیوں کے اسباب کا فکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ مسلمانوں میں دینی سرگرمی بھی کام کرتی تھی، کہتے تھے کہ فتح پائی تو غازی مرد کہلائے، حکومت حاصل کی ہر گئے تو شہید ہو گئے۔ اس لئے مرنا یا مار ڈالنا بہتر ہے اور پیٹھ دکھانا بہکار۔

(تاریخ برطانوی ہند ۳۰۲، مطبوعہ ۱۹۳۵ء)

ایک حواری نبی کی ضرورت²⁰²¹

ایک برطانوی دستاویز ”دی ارائیبل آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ میں ہے اور بیرونی تمام شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ ۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مددوں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برصغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے۔ اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں دو رپورٹیں پیش کیں۔ جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروی کا رہے۔ اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو (APOSTOLIC PROPHET) اپنا نالک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے کسی شخص کو ترغیب دینا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریق احسن پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور مسلمان جمہور کی داخلی بے چینی اور باہمی انتشار کو ہوا دینے کے لئے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہے۔ (The Arrival Of British Empire in India (ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد)، بحوالہ محمدی اسرائیل ص ۱۹)

سامراجی ضرورتیں مرزا صاحب اور ان کا خاندان

یہ ماحول تھا اور سامراجی ضرورتیں تھیں جس کی تکمیل مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت اور تنفیخ جہاد کے اعلان نے کی اور بقول علامہ اقبال یہ حالات تھے کہ ”قادیانی تحریک فرنگی انتداب کے حق میں الہامی سند بن کر سامنے آئی۔“ (حرف اقبال ص ۱۳۵)

انگریز کو مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کوئی اور موزوں شخص ان کے مقاصد کے لئے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی حمایت اور مسلم دشمنی اس کو خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔

مرزا کا والد غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل²⁰²² ہوا اور سکھوں کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ پہلے سکھوں سے مل کر مسلمانوں سے لڑا جس کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے ان کو کچھ جائیداد و اگزار کر دی۔

مرزا صاحب کی سیرت میں ہے کہ: ”۱۸۳۲ء میں ان کا والد ایک پیادہ فوج کا کسیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے مفسدے (یعنی سید احمد شہید اور مجاہدین کے جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ (آگے ہے) کہ یہ تو تھا ہی سرکار کا نمک حلال۔ ۱۸۳۸ء کی بغاوت میں ان کے ساتھ اس کے بھائی غلام محی الدین (مرزا غلام احمد کے چچا) نے بھی اچھی خدمات انجام دیں۔ ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں سے مقابلہ کیا ان کو شکست فاش دی۔“

(سیرت مسیح موعود ص ۵، مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود مطبوعہ اللہ بخش سیم پریس قادیان) ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریز کا حق نمک یوں ادا کیا کہ خود مرزا غلام احمد کو اعتراف ہے کہ: ”میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد مرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریمفٹن کے تاریخ ریسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔“

(اشتہار واجب الاظہار مسلک کتاب البریہ ص ۱۳، خزائن ج ۳ ص ۴، از مرزا غلام احمد) اس کے بعد مرزا غلام احمد کے والد اور بھائی غلام قادر کو انگریزی حکام نے اپنی خوشنودی کے اظہار اور ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جو خطوط لکھے ان خطوط کا تذکرہ بھی محولہ بالا کتاب میں مرزا غلام احمد نے کیا ہے کہ مسٹر ولسن نے ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کو لکھا ہے کہ: ”میں خوب جانتا ہوں بلاشبہ آپ اور آپ کا خاندان سرکار انگریزی کا جانثار وفادار اور ثابت قدم خدمت گار رہا ہے۔“

(خط ۱۱ جون ۱۹۳۹ء، لاہور مراسلہ نمبر ۳۵، کتاب البریہ ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۴) ۲۰۱۳ مسٹر رامبٹ کسٹ کمشنر لاہور بنام مرزا غلام مرتضیٰ اپنے خطوط مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۵ء میں ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں انگریز کے لئے ان کی خدمات کے اعتراف اور اس کے بدلے خلعت اور خوشنودی سے نوازنے کی اطلاع دیتے ہیں۔

یہ خاندانی اطاعت جس شخص کی گھٹی میں شامل تھی اس نے اپنی وفا شعار یوں کا یوں اعتراف کیا ہے۔ ستارہ قیصرہ میں مرزا صاحب لکھتا ہے: ”مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک میں اور نیز دوسرے بلاد اسلام میں ایسے مضمون شائع کئے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن

ہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں اور یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بھی بخوشی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا اشاعت کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نا فہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔“

(ستارہ قیصر، ۲۰۳، خزانہ ج ۱۵ ص ۱۱۴)

یہی نہیں بلکہ پورے برٹش انڈیا میں اتنی بے نظیر خدمت کرنے والے شخص نے بقول خود انگریزی اطاعت کے بارہ میں اتنا کچھ لکھا کہ ”پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔“

(ترباق القلوب، ۱۵، خزانہ ج ۱۵ ص ۱۵۵)

2024 مرزا صاحب سرکار برطانیہ کے متعلق لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کو ایک چٹھی میں اپنے خاندان کو پچاس برس سے وفادار و جان نثار اور اپنے آپ کو انگریز کا خود کا شتہ پودا لکھتا ہے اور اپنی ان وفاداریوں اور اخلاص کا واسطہ دے کر اپنے اور اپنی جماعت کے لئے خاص نظر عنایت کی التجا کرتا ہے۔
(تبلیغ رسالت ج ۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱)

Mr. Chairman: Thank you very much. We meet at

5:30 pm.

(جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ! ہم شام ساڑھے پانچ بجے پھر ملیں گے)

[The Special Committee adjourned for lunch break

to meet at 5:30 pm.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس دوپہر کے کھانے کے لئے شام ساڑھے پانچ بجے تک ملتوی

کر دیا گیا)

[The Special Committee re-assembled after lunch

break, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس دوپہر کے کھانے کے وقت کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ جناب چیئر مین صاحبزادہ فاروق علی اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں)

جناب چیئر مین: مولانا مفتی محمود

مولوی مفتی محمود:

ہو اگر قوت فرعون کی درپردہ مرید قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللہی (اقبال: ضرب کلیم)

2025 اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی منسوخ

انگریز کی ان وفا شعار یوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی نے کھلم کھلا جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جہاد اسلام کا ایک مقدس دینی فریضہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کا دار و مدار اسی پر ہے۔ شریعت محمدی نے اسے قیامت تک اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور حضور اقدس ﷺ نے بے شمار احادیث اور خود حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کی عملی زندگی ان کا جذبہ جہاد و شہادت یہ سب باتیں جہاد کو ہر دور میں مسلمانوں کے لئے ایک ولولہ انگیز عبادت بناتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے۔

”وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ (بقرہ: ۱۹۳)“ (اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فتنہ گرو و شرارت باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔)

حضور ﷺ نے ایک حدیث میں فریضہ جہاد کی تاقیامت ابدیت اس طرح ظاہر فرمائی ہے۔ ”لَنْ يَرَحَ هَذَا الدِّينَ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ“ (مسلم ج ۲ ص ۱۴۳، اب قول لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق، مشکوٰۃ ص ۳۳۰، کتاب الجہاد)

”حضور ﷺ نے فرمایا ہمیشہ یہ دین قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔“

لیکن مرزا غلام احمد نے انگریز کے بچاؤ اور تحفظ اور عالم اسلام کو ہمیشہ ان کی طوق غلامی میں باندھنے اور کافر حکومتوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شد و مد سے عقیدہ جہاد کی مخالفت کی اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہر اور خفیہ سرگرمیوں کا موقع مل سکا جہاد کے خلاف نہایت شدت سے

پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مرزا صاحب کو جہاد حرام کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اس کا جواب²⁰²⁶ ہمیں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۳ جولائی ۱۹۲۱ء سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے جس میں کہا گیا: ”جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی کی ایسی حالت تھی کہ وہ پٹرول کے پمپ کی طرح بھڑکنے کے لئے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی نفی اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لئے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی اس کے لئے غیر معمولی اعانت کا موجب تھا۔“ (حوالہ بالا)

جہاد منسوخ ہونے اور دنیا سے جہاد کا حکم تاقیامت اٹھ جانے پر مرزا صاحب کس شد و مد سے زور دیتے ہیں۔ ان کا اندازہ ان کی حسب ذیل عبارات سے لگایا جاسکتا ہے۔

اپنی کتاب اربعین نمبر ۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی اس سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود (یعنی بزرگ خود مرزا صاحب) کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔“

(کتاب اربعین نمبر ۴ ص ۱۳، جزائن ج ۷ ص ۴۴۳ حاشیہ)

”آج سے“²⁰²⁷ انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے۔ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سواب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے

۱۔ نفوذ باللہ! یہ ایک بزرگ زیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنا صریح بہتان ہے۔ مومنوں اور شیر خوار بچوں کو اگر قتل کرنا تھا تو فرعون اور اس کا لشکر۔ مرزا صاحب نے اس انداز میں یہ بات پیش کی گویا ایمان لانے کے باوجود ان شیر خوار بچوں کی بھی شریعت موسوی میں بچنے کی گنجائش نہیں تھی۔

امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔“

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص ۲۸، خزائن ج ۱ ص ۲۸، ۲۹)

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں مرزا صاحب کا یہ اعلان درج ہے کہ:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد مگر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶، ۲۷، خزائن ج ۱ ص ۷۷، ۷۸)

نیز انگریزی حکومت کے نام ایک معروضہ میں جو ریویو آف ریلیجنس میں مرزا صاحب
لکھتے ہیں: ”یہی وہ فرقہ (یعنی مرزا صاحب کا اپنا فرقہ) ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ
مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔“ (ریویو آف ریلیجنس ص ۳۹۵)
رسالہ گورنمنٹ انگریز اور جہاد میں مرزا صاحب لکھتے ہیں: ”دیکھو میں (غلام احمد
قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ
ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۳۲)

ان تمام عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک جہاد²⁰²⁸
کی مخالفت کا حکم خاص حالات سے مجبوریوں کا تقاضا نہیں بلکہ اب اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
منسوخ، حرام اور ختم سمجھا جائے۔ نہ اس کے لئے شرائط پوری ہونے کا انتظار رہے، اور کسی پوشیدہ
طور پر بھی اس کی تعلیم جائز نہیں۔

تریق القلوب میں لکھتے ہیں کہ: ”اس فرقہ (مرزائیت) میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔
نہ اس کا انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر نہ پوشیدہ طور جہاد کی تعلیم ہرگز ہرگز جائز نہیں
سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔“

(تریق القلوب اشتہار واجب الاطاعت ص ۱، خزائن ج ۱ ص ۵۱۸)

”اب سے زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔“

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ۱۷، خزائن ج ۱ ص ۱۷)

”سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔“

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ۱۷، خزائن ج ۱ ص ۱۷)

مرزائی تاویلات کی حقیقت

تسخ جہاد کے بارے میں ان واضح عبارات کے باوجود مرزائیوں کی دونوں جماعتیں آج کہتی ہیں کہ چونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت قائم ہو گئی اور وسائل جہاد مفقود تھے۔ اس لئے وقتی طور پر جہاد کو موقوف کیا گیا۔ آجئے ہم اس تاویل اور مرزائی غلط و کالت کا جائزہ لیں۔

الف..... کچھلی چند عبارات سے ایک منصف مزاج شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں جہاد کی ممانعت ایک وقتی حکم نہیں۔ نہ وہ کچھ وقت کے لئے موقوف بلکہ وہ مکمل طور پر جہاد کے خاتمہ اس کی انتظار تک کی لٹی اور ظاہری اور پوشیدہ کسی قسم کی تعلیم کو بھی ناجائز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دین کے لئے لڑنا ممنوع اور منسوخ قرار دیتے ہیں۔

ب..... اگر مرزا صاحب ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت کے قدم جمانے کی وجہ سے مجبوراً جہاد²⁰²⁹ کی مخالفت کرتے ہیں تو ۱۸۵۷ء اور اس سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے فوراً بعد مجاہدین سید احمد شہید کے جہاد میں مرزا صاحب اور ان کا پورا خاندان سکھوں اور انگریزی استعمار کے لئے میدان ہموار کرنے کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیتے رہے۔ جس کا مرزا صاحب نے انگریزی حکام کے نام خطوط اور چٹھیوں میں بڑے فخر سے اعتراف کیا ہے اور ان مساعی کی نہ صرف تائید کی بلکہ تحسین بھی کی ہے۔ ان کے خاندانی بزرگوں نے سکھوں سے مسلمانوں کے جہاد میں سکھوں کی حمایت کی۔ مرزا کے والد نے ۱۸۵۷ء میں پچاس سوار سرکار انگریزی کی امداد کے لئے فراہم کئے۔ مرزا غلام احمد نے ۱۸۵۷ء میں جہاد آزادی کے غیور اور جان نثار مجاہدین کو ”جہلاء اور بدچلن کہا۔“

(براہین احمدیہ ج ۱ ص ۱۲۸، خزائن ج ۱ ص ۱۲۸، اشتہار اسلامی انجمنوں سے التماس، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۵)

انگریز کے ہاتھوں ہندوستان میں مسلمانوں کی مظلومیت پر ہند کا ذرہ ذرہ اٹکھتا تھا۔ اسلامیان ہند کی عظیم لٹریچر تھیں۔ ہزار سالہ عظمت رفتہ پاش پاش ہو رہی تھی۔ علماء اور شرفاء ہند کو سور کے چڑوں میں سی کر اور زندہ جلا کر دہلی کے چوکوں میں پھانسی پر لٹکایا جا رہا تھا اور انگریزوں کا شقی القلب نمائندہ جنرل نکلسن، ایڈورڈ سے ایسے آئینی اختیارات مانگ رہا تھا کہ مجاہدین آزادی کے زندہ حالت میں چڑے ادھیڑے جا سکیں اور انہیں زندہ جلایا جاسکے۔ مگر وہ شقی اور ظالم نکلسن اور مرزا غلام احمد اور اس کے خاندان کو ہندوستان میں اپنے مفادات کا نگران اور وفادار ٹھہرا رہا تھا۔ جنرل نکلسن نے مرزا غلام قادر کو سند دی جس میں لکھا کہ: ”۱۸۵۷ء میں

خاندان قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے زیادہ نمک حلال رہا۔“

(سیرت مکی موعود ص ۶۰۵، از مرزا بشیر الدین محمود، طبع قادیان)

اور دہی مرزا صاحب جو ابھی تک اپنے تشریحی نبی ہونے کی حیثیت میں سامنے نہیں آئے تھے خود براہین احمدیہ اور دیگر تحریروں میں جہاد کے فرض واجب اور غیر منقطع ہونے کا اعتراف کر چکے تھے۔ دعویٰ نبوت کے بعد ایک²⁰³⁰ قطعی حکم کو حرام قرار دیتے ہوئے عملاً بھی قرآن کریم کی تمام آیات جہاد فنی کو منسوخ قرار دے کر تشریحی نبی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن جس دور میں وہ جہاد کو فرض کہتے ہیں کیا مرزا صاحب خود عملی طور پر بھی اس پر عمل پیرا رہے۔ اس کا جواب ہمیں انگریز لیفٹیننٹ گورنر کے نام چٹھی سے مل جاتا ہے، وہ اس درخواست میں اپنی اصل حقیقت کو اس طرح واضح الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)]

(اس مرحلہ پر مسٹر چیئرمین نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے سنبھال لیا)

مولوی مفتی محمود: ”میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک (گویا ۱۸۳۹ء سے لے کر جو ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے کا زمانہ ہے) جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی کچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں جو ان کی دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔“

(تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۹، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

۳..... تیسری بات یہ ہے کہ بالفرض ہم تسلیم کئے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نے برصغیر میں انگریزی سلطنت کی وجہ سے بعض مجبور یوں کی بناء پر اپنی شد و مد سے جہاد کی مخالفت کی۔ لیکن اگر حقیقت یہی ہوتی تو مرزا صاحب کی ممانعت جہاد اور اطاعت انگریز کی تبلیغ صرف برٹش انڈیا تک محدود ہوتی۔ مگر یہاں تو ایسے کھلے شواہد اور قطعی ثبوت موجود ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریک تبلیغ کا اصل محرک نہ صرف انڈیا بلکہ پورے عالم اسلام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنا اور انگریزوں کے لئے یا کسی²⁰³¹ بھی کافر سلطنت کے لئے راستہ ہموار کرنا تھا۔ تاکہ اس

طرح ایک نئی امت اور نئے نبی کے نام سے پوری ملت مسلمہ اور امت محمدیہ کا سارا نظام درہم برہم کیا جائے اور پورے عالم اسلام کو انگریز یا ان کے حلیفوں کے قدموں میں لا کر ایا جائے۔ اس لئے مرزا صاحب نے مخالفت جہاد کی تبلیغ صرف برٹش انڈیا تک محدود نہ رکھی اور نہ صرف اردو لٹریچر پر اکتفا کیا بلکہ فارسی، عربی، انگریزی میں لٹریچر لکھ لکھ کر بلادِ روم، شام، مصر، ایران، افغانستان، بخارا یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ تک پھیلاتا رہا۔ تاکہ بخارا میں اگر زار روس کے لشکر آئیں تو کوئی مسلمان ہاتھ حراست کے لئے نہ اٹھے۔ فرانس، تیونس، الجزائر اور مراکش پر لشکر کشی ہو تو مسلمان جہاد کو حرام سمجھیں۔ عرب اور مصری دل و جان سے انگریز کے مطیع بن جائیں اور ترک و افغان کی غیرت ایمانی ہمیشہ کے لئے جذبہ جہاد سے خالی ہو کر سرد پڑ جائے۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب کے اعتراضات دیکھئے۔ وہ لکھتے ہیں: ”میں نے نہ صرف اس قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلینڈ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطیع کیا۔“ (تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۰، نظام تعلیم گورنر، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

اسی کتاب میں لکھتے ہیں: ”ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کے لئے ہزار ہا اشتہارات شائع کئے گئے اور ایسی کتابیں بلادِ عرب و شام وغیرہ تک پہنچا دی گئیں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۵)

”اس کے بعد میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلادِ شام و روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کے اطراف روانہ کئے اور ان میں اس گورنمنٹ کے اوصاف حمیدہ درج کئے اور بخوبی ظاہر کیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد حرام ہے اور بعض شریف عربوں کو وہ ²⁰³² کتابیں دے دے کر بلادِ شام و روم کی طرف روانہ کیا۔ بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا گیا۔ بعض بلادِ فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجی گئیں اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا۔“ (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۱۶۶، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۱۲)

اور یہ سب کچھ مرزا صاحب نے اس لئے کیا کہ: ”تاکہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے راہِ راست پر آجائیں اور وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لئے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہو جائیں۔“ (نور الحق حصہ اول ص ۳۰، خزائن ج ۸ ص ۴۱)

(تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۷) میں اس ساری جدوجہد کا حاصل مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے کہ: ”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے

معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۹)

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد (ضمیر ص ۷) میں لکھتے ہیں: ”ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعی حرام ہے۔ کیونکہ مسیح آچکا خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بنانا پڑتا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۴۷)

یہ حقیقت کہ مرزائی تبلیغ و تلقین اور تمام کوششوں کے محرکات اور مقاصد کیا تھے۔ مرزائی مذہب کے بانی کے مذکورہ اقوال سے خود ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس پر بھی اگر تاویل کے پردوں میں اس حقیقت کو چھپایا جاتا ہے تو آنکھیں کھولنے کے لئے حسب ذیل واقعات اور اعتراضات کافی ہیں: ”کہ مرزا صاحب نہ صرف ہندوستان میں بلکہ آزاد اسلامی ممالک میں بھی ²⁰³³ کسی قسم کے جہاد کے روادار نہ تھے۔ افغانستان کے امیر امان اللہ خان کے عہد حکومت میں نعمت اللہ خان مرزائی اور عبداللطیف مرزائی کو علماء افغانستان کے متفقہ فتویٰ سے مرد قرا روے کر قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کے محرکات یہی تھے کہ یہ لوگ مبلغین کے پردہ میں جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور یہ محض اس لئے کہ انگریزوں کا اقتدار چھا جائے۔ حالانکہ افغانستان میں جہاد اسلامی کی شرائط مکمل موجود تھیں۔“

اس سلسلہ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء ملاحظہ کیجئے: ”عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہو گئی تھی۔ اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر جو افغانستان میں ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف (قادیانی) کو اس لئے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے تو حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اس سے افغانوں کا جذبہ حریت کمزور ہو جائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا۔ ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔“

اخبار الفضل بحوالہ امان افغان مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۵ء نے افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ کے حوالہ سے مندرجہ ذیل بیان نقل کیا: ”کابل کے دو اشخاص ملا عبدالعلیم و ملا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں راہ سے بھٹکارہے تھے۔ ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکت افغانستان کے مصالح

کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے ²⁰³⁴ پائے گئے جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ تک چکے تھے۔“

خلیفہ قادیان اپنے ایک خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۳ء میں اعتراف کرتا ہے کہ نہ صرف مسلم ممالک بلکہ غیر مسلم ممالک اور اقوام بھی مرزائیوں کو آلہ کار سمجھتے تھے۔ دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب قبرص میں احمدیہ عمارت کی افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن انگریز نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔

اسلامی جہاد منسوخ، مگر مرزائی جہاد جائز

۳..... یہ امر حیرت اور تعجب کا باعث ہے کہ ایک طرف تو قادیانیوں نے جہاد کو اتنی شدت سے منسوخ اور حرام قرار دیا۔ مگر دوسری طرف انگریزوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا نہ صرف ان کے لئے جائز بلکہ ضروری تھا۔ گویا ممانعت جہاد کی یہ ساری جدوجہد صرف انگریزوں اور کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لئے تھی کہ وہ نہ تو اپنی عزت و ناموس اور نہ ملک و ملت کی بقاء کے لئے لڑیں۔ نہ اپنے دین، اسلامی شعائر، معاہدہ و مساجد کے لئے علم جہاد بلند کریں۔ لیکن انگریزی اقتدار کے فروغ و تحفظ کے لئے ان کی فوجوں میں شامل ہو کر بلاد اسلامیہ پر بمباری ایک مقدس فریضہ تھا۔ مرزا محمود احمد نے کہا: ”صدقات کے قیام کے لئے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لئے گورنمنٹ کی مدد احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔“

قادیانی جماعت نے لارڈ ریڈنگ کو اپنے ایڈریس میں بھی اپنی جنگی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کابل سے جنگ میں ہماری جماعت نے علاوہ ہر قسم کی مدد کے ایک ڈبل کمپنی اور ²⁰³⁵ ایک ہزار افراد کے نام بھرتی کے لئے پیش کئے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں رضا کارانہ کام کرتے رہے۔ (الفضل مورخہ ۳ جولائی ۱۹۳۱ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں مرزا محمود احمد نے کہا کہ: ”شاید کابل کے ساتھ ہمیں کسی وقت جہاد ہی کرنا پڑا (آگے چل کر کہا) کہ پس نہیں معلوم کہ ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔“

(الفضل مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء)

امن و آشتی اور اسلامی نظریہ جہاد کو ملاؤں کے وحشیانہ اور جاہلانہ یہودہ خیالات قرار دینے والے مرزائیوں کے حقیقی خدوخال مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کے ان الفاظ سے اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ: ”اب زمانہ بدل گیا ہے۔ دیکھو پہلے جو مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا۔ مگر اب مسیح اس لئے آیا ہے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دے۔“ (عرفان الہی ص ۹۳، ۹۴)

”پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا۔ مگر اب (مرزا غلام احمد)“ اس زمانے کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں گے۔“ (نقد بر الہی ص ۲۹، مصنفہ مرزا محمود احمد)

اس سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے نظریہ جہاد کو منسوخ قرار دینے اور سارے عالم اسلام میں اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے بعد اپنے لئے اور سامراجی مقاصد کے لئے جہاد اور قتال کو جائز قرار دینے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا رہا تھا۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا کافروں یا خود ان کے خلاف لڑنا تو ہمیشہ کے لئے حرام تھا، مگر عیسائیت کے جنڈے تلے یا کسی کافر حکومت کے مفاد میں یا خود مرزائیوں کے لئے جہاد اور قتال اور لڑنا ناگزیر و مناسب جائز ہے۔

²⁰³⁶ مرزا غلام احمد اور مرزائیوں کی تبلیغی خدمات کی حقیقت

افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں قادیانیوں کے تبلیغ کے نام پر استعماری سرگرمیوں سے ان کے تبلیغ اسلام کی خدمات کی قلمی تو کھل جاتی ہے، مگر بہت سے لوگ مرزا صاحب کی خدمات کے سلسلہ میں ان کے مدافعت اسلام میں مناظرانہ بحث و مباحثہ اور علمی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آریہ سماج اور عیسائیوں سے اسلام کے دفاع میں بڑے معرکے سر کئے اور اب بھی قادیانی دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ غیر مسلموں جیسا سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے ہم اس غلط فہمی کو جس میں بالعموم تعلیم یافتہ افراد بھی مبتلا ہوتے ہیں۔ مرزا صاحب کی ایک دو عبارتوں سے دور کرنا چاہتے ہیں جو بانی قادیانیت کے تبلیغی مقاصد اور نیت کو خود ہی بڑی خوبی سے عیاں کر رہی ہیں کہ انہوں نے عیسائی مشورہ کی اشتعال انگیز تحریروں اور اسلام پر ان کے جارحانہ حملوں سے مسلمانوں کے اندر انگریزوں کے خلاف پر جوش رد عمل کا خطرہ محسوس کیا تو اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی کی بناء پر عیسائیوں کا کسی قدر سختی سے جواب دیا اور سخت کتا میں عیسائیوں کے خلاف لکھیں۔

تربیاتی القلوب مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء ضمیمہ ۳ بعنوان گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست میں مرزا غلام احمد اپنے بیس برس کی تمام علمی اور تصنیفی کاوش کا خلاصہ مسلمانوں کے دل سے جہاد اور خونی مہدی وغیرہ کے معتقدات کا ازالہ اور انگریز کی وفاداری پیدا کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”اب میں اپنی گورنمنٹ عسکری خدمت میں جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ بست سالہ میری خدمت ہے جس کی نظیر برٹش انڈیا میں ایک بھی اسلامی خاندان پیش²⁰³⁷ نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قدر لمبے زمانے تک جو بیس برس کا زمانہ ہے۔ ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ایسے شخص کا کام ہے۔ جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی کچی خیر خواہی ہے۔ ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحث بھی کیا کرتا ہوں..... جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہو گئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور انشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے لکھا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مولفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا اور صد ہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور بائیں ہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو، تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سر بلع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بد امنی پیدا نہ ہو تب میں نے بمقابلہ ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بد زبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانفرنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ و غضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔“

(تربیاتی القلوب ضمیمہ نمبر ۳ ص ۱۵، ج ۱، خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۹، ۲۹۰)

²⁰³⁸ چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: ”سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں سے اوّل درجے کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریز کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین ہاتوں نے خیر خواہی میں اوّل درجے

پر بنادیا ہے۔ (۱) اول والد مرحوم کے اثر نے، (۲) دوسرا اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، (۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔“ (تزیین القلوب نمبر ۳ ص ۱۵ ج ۱ خزائن ص ۴۹۱)

دوسری بڑی وجہ مرزا صاحب کے ایسے علمی تحریرات اور مناظروں کی یہ تھی کہ وہ ابتداً اس طرح عام مسلمانوں کی عقیدت اور توجہات اپنی طرف مبذول کراتے چلے گئے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے دفاع میں جن مسائل پر بحث کا بازار گرم کرتے۔ اسی میں آئندہ اپنے دعویٰ نبوت و رسالت کے لئے فضا بھی ہموار کرتے چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کے نام پر شکر میں لپٹی ہوئی زہر کی ایک مثال آریہ سماج سے معجزات انبیاء کے اثبات پر مرزا صاحب کا منظرہ ہے۔ جس میں اثبات معجزات کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں معجزات کا صدور متوقع ہے۔ ظاہر ہے کہ معجزہ بنیادی طور پر نبوت و رسالت کا لازمہ ہے اور جب نبوت و رسالت حضور نبی کریم ﷺ پر ختم ہو چکی تھی تو اس کے لوازمات، معجزات، وحی وغیرہ کا ہر دور میں متوقع ہونا بحث و مناظروں کے پردہ میں اپنی جھوٹی نبوت کے پیش بندی نہ تھی..... تو اور کیا چیز تھی؟

2039 تصنیفی ذخیرہ

درحقیقت جب ہم مرزا غلام احمد کی ریلج مدعی کی تصنیفی و علمی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی تمام تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا محور صرف یہی ملتا ہے کہ انہوں نے چودہ سو سال کا ایک متفقہ، طے شدہ اجماع ”مسئلہ حیات و نزول مسیح“ کو نشانہ تحقیق بنا کر اپنی ساری جدوجہد و فاقات مسیح اور مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر مبذول کر دی۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث اور ہندوؤں کے عقیدہ تناخ کی طرح ظلی و بردوزی اور مجازی گورکھ دھندوں میں الجھانا چاہا۔ جدلیات اور فسفطوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر۔ یہ مرزا صاحب کے علمی و تبلیغی خدمات کا دوسرا نام ہے۔ اگر ان کی تصنیفات سے ان کے متفاد دعویٰ اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل و مباحث نکال لئے جائیں تو جو کچھ بچتا ہے وہ جہاد کی حرمت اور حکومت انگلشیہ کی اطاعت دلی و فاداری اور اخلاص کی دعوت ہے۔ جب کہ ہندوستان پہلے سے ذہنی و فکری اور سیاسی انتشار کا مرکز بنا ہوا تھا اور عالم اسلام مغرب مادہ پرست تہذیب اور خود فراموش تمدن کی لپیٹ میں تھا۔ مگر ہمیں مرزا صاحب کی تصانیف اور ”علمی خدمات“ میں انبیاء کرام کے طریق دعوت کے مطابق کوئی بھی وقع اور کام کی بات نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے قلم اور زبان کے ذریعہ مذہبی اختلافات اور

دینی جھگڑوں کے شکار ہندوستانی مسلمانوں کو مزید دینی انتشار اور غیر ضروری مذہبی کشمکش میں ڈال کر ان کا شیرازہ اتحاد پاش پاش کرنے کی کوشش کی۔

²⁰⁴⁰ ہے زندہ فقط وحدت افکار سے ملت وحدت ہونا جس سے وہ الہام بھی الحاد (اقبال: ضرب کلیم)

²⁰⁴¹ مرزا نیت اور عالم اسلام

اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے
 ”ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد دینی نبوت پر رکھے اور بزم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔ مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔ قادیانیت باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ یہ اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے۔ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔“
 (حرف اقبال ص ۱۳۲، ۱۳۳)

²⁰⁴² سامراجی عزائم کی تکمیل

سابقہ تفصیلات کے علاوہ مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت نے پورے عالم اسلام کے ساتھ استعماری عزائم کی تکمیل کی خاطر جو رویہ اختیار کیا اس کی چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے فیصلہ خود ہر انصاف پسند شخص پر چھوڑا جاتا ہے کہ کیا ایسی جماعت سامراجی جماعت کہلانے کی مستحق نہیں اور یہ کہ اس نے پورے عالم اسلام کے اتحاد اور سلامتی کو برباد کرنے کی کوششیں کیں یا نہیں؟..... اور یہ کہ عالم اسلام کو نوآبادیاتی نظام میں جکڑنے اور انگریزوں کا غلام بنانے میں قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں یا نہیں؟ وہ انگریزوں کے فتح پر چراغاں مناتے خوشی کے جشن برپا کرتے انگریزی فوج کو ”ہماری فوج“ اور مقابلہ میں مسلمانوں کو دشمن کی فوج قرار دیتے۔

عراق و بغداد

جب انگریزوں نے عراق پر قبضہ کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے لارڈ ہارڈنگ نے

عراق کا دورہ کیا۔ تو مشہور قادیانی اخبار الفضل نے لکھا۔ ”یقیناً اس نیک دل افسر (لارڈ ہارڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ ہم ان نتائج پر خوش ہیں۔ کیونکہ خدا ملک گیری اور جہان بانی اسی کے سپرد کرتا ہے جو اس کی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمران بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔ پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔“

(الفضل قادیان ج ۲، نمبر ۱۰۳، مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء)

۲۸۴۳ پھر اس واقعے کے آٹھ سال بعد انگریزوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی تو الفضل نے لکھا: ”حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدی معہود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تکوار ہے جس کے مقابلہ میں ان علماء کی کچھ نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ انہر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تکوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔“

(الفضل قادیان ج ۲، نمبر ۴۲، ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء ص ۹)

یہ بات جسٹس منیر نے بھی لکھی ہے کہ: ”جب پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کو شکست ہوئی تھی۔ بغداد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا تو قادیان میں اس فتح پر جشن منایا گیا۔“

(تحقیقاتی رپورٹ ص ۲۰۸، ۲۰۹ مرتبہ جسٹس محمد منیر)

یہ بات بھی جسٹس منیر ہی نے لکھی کہ: ”بانی قادیانیت نے اسلامی ممالک کا انگریزی حکومت کے ساتھ توہین آمیز مقابلہ موازنہ کیا۔“ (تحقیقاتی رپورٹ ص ۲۰۸، مرتبہ جسٹس محمد منیر)

فتح عراق کے بعد پہلا مرزائی گورنر

سقوط بغداد میں مرزائیوں کے اس انگریز لوازی کا اتنا حصہ تھا کہ جب انگریزوں نے عراق فتح کیا تو مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سالے میجر حبیب اللہ شاہ کو ابتداً عراق پر اپنا گورنر نامزد کیا۔ میجر حبیب اللہ شاہ پہلی جنگ عظیم میں بھرتی ہو کر عراق گئے تھے اور وہاں فوج میں ڈاکٹر تھے۔

۲۸۴۴ مسئلہ فلسطین اور قیام اسرائیل سے لے کر اب تک

اخبار الفضل قادیان ج ۹، نمبر ۳۶، قطر از ہے: ”اگر یہودی اس لئے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں ہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کے منکر

ہیں..... اور عیسائی اس لئے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت کا انکار کر دیا تو یقیناً یقیناً غیر احمدی (مسلمان) بھی مستحقِ تولیت نہیں۔ اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا، کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہے کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک، تو اس طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت کی، اور مسیحوں کے نزدیک آنحضرت کی نبوت اور رسالت بھی ثابت نہیں۔ اگر منکرین کا فیصلہ ایک نبی کو غیر ٹھہراتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ کہ آنحضرت منجانب اللہ رسول نہ تھے۔ پس اگر غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصل درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ احمدیوں کے سوا خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں۔“

صرف یہی نہیں بلکہ جب فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ان کے صدیوں پرانے وطن سے نکال کر عربوں کے سینے میں مغربی سامراجیوں کے ہاتھوں اسرائیل کی شکل میں خنجر بھونکا جا رہا ہے تو قادیانی امت ایک پورے منصوبہ سے اس کام میں صیہونیت اور مغربی سامراجیت کے لئے فضا بنانے میں مصروف تھی ایک قادیانی مبلغ لکھتا ہے: ”میں نے یہاں کے ایک اخبار میں اس پر آرٹیکل دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وعدہ کی زمین ہے جو یہودیوں کو عطا کی گئی تھی۔ مگر نبیوں کے انکار اور ²⁰⁴⁵ بلا خر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا اور یہودیوں کو سزا کے طور حکومت، رومیوں کو دے دی گئی اور بعد میں عیسائیوں کو ملی۔ پھر مسلمانوں کو اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہئے۔ کیا مسلمانوں نے کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا۔ سلطنتِ برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے ہیں۔ آزما چکے ہیں اور آرام پار ہے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے۔ اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیراعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مشرلائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔“ (الفضل قادیان ج ۵ نمبر ۷۷، مورعہ ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

فلسطین کے قیام میں مرزائیوں کی عملی کوششوں کے ضمن میں مولوی جلال الدین شمس اور خود مرزا بشیر الدین محمود کی سرگرمیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ غالباً ۱۹۲۶ء میں مولوی جلال الدین شمس مرزائی مبلغ کو شام بھیجا گیا۔ وہاں کے حریت پسندوں کو پتہ چلا تو قاتلانہ حملہ کیا۔ آخر تاج الدین الحسن کی کابینہ نے شام بدر کر دیا۔ جلال الدین شمس فلسطین چلا آیا اور ۱۹۲۸ء میں قادیانی مشن کیا اور ۱۹۳۱ء تک برطانوی انقلاب کی حفاظت میں عالمی استعمار کی خدمت بجالاتا

بڑا حمایتی ہے۔ مونٹ آکرل کہا تبیر وغیرہ میں ان کے استعماری اور جاسوسی سرگرمیوں کے اڈے قادیانی مشنریوں کے پردے میں قائم ہوئے۔ یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں تو کیا ہے؟ کافی عرصہ تک جس اسرائیل میں کوئی عیسائی مشن قائم نہیں ہو سکا اور بعد میں کچھ عیسائی مشنیں قائم ہوئیں۔ اسرائیل کے سب سے بڑی ربی شلوگورین نے آرج بپشپ آف کنٹربری، ڈاکٹر ریمزے اور کارڈنیل پادری ہیٹان سے خصوصی ملاقات کر کے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔“

(ماہنامہ الحق اکوڑہ، ننگ ج ۲ ص ۲۶، بحوالہ مارٹنک نیوز کراچی، مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء)

عیسائی معشوں کے خلاف اسرائیل میں منظم تحریک چلی۔ عیسائی مراکز پر حملے ہوئے دکانوں اور بائبل کے نسخوں کا جلانا معمول بن گیا۔ مگر ۱۹۲۸ء سے لے کر اب تک ۳۶ سال میں یہودیوں نے قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی، نہ ان کے لٹریچر کو روکا، نہ کوئی معمولی رکاوٹ ڈالی۔ جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ وہ مرزائیوں کو اپنے مفادات کی خاطر تحفظ دے رہے ہیں۔

اسلام کی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں اور پاکستان کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن ایک لمحہ فکریہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لمحہ فکریہ کا عربوں کے لئے مختلف دفعوں سے بے چینی اور اضطراب اور پاکستان سے سونگن کا باعث بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مشن عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی راز معلوم کرنے، عالم اسلام کے معاشی، اخلاقی حالات اور دینی جذبات معلوم کرنے عرب گوریلوں کے خلاف کارروائیاں کرنے اور عالمی استعمار اور یہودی استحصال کے لئے راہیں تلاش کرنے میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔

۲۰۴۸ اسرائیل مشن

قیام اسرائیل سے لے کر اب تک مسٹر ظفر اللہ خان کی اس سلسلہ میں تک و دو کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب آپ وزیر خارجہ تھے تو کسی نے ربوہ کے ماتحت اس اسرائیل مشن کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے روایتی عیاری سے کام لے کر کہا کہ حکومت پاکستان کو تو اس کا علم نہیں۔ ع الا ماں از حرف پہلودار تو لیکن جب پچھلے دنوں اخبارات میں اسرائیل کے قادیانی مشن کا چرچا ہوا تو بڑی ہوشیاری سے کہا گیا کہ ایسے مشن ہیں مگر قادیان بھارت کے ماتحت ہیں۔ یہ ایک ایسا جھوٹ تھا کہ خود ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء سے اس کی قلعی مکمل جاتی ہے۔

اس بجٹ کے ص ۲۵ پر مشہدائے بیرون کے ضمن میں اسرائیل میں واقع حیفاء کے قادیانی مشن کی تفصیل دی گئی۔ (جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی منسلک ہے)

2049 تفصیل آمد خرچ مشہدائے بیرون

(اسرائیلی پونڈ)

۱۹۶۷ء روپے

حیفاء

(۱۲)

آمد					خرچ					عملہ				
بجٹ	بجٹ	اصل اعداد	نامدات	نمبر شمار	بجٹ	بجٹ	اصل اعداد	نامدات	نمبر شمار	بجٹ	بجٹ	اصل اعداد	نامدات	نمبر شمار
۶۶-۶۷	۶۵-۶۶	۶۳-۶۵			۶۶-۶۷	۶۵-۶۶	۶۳-۶۵			۶۶-۶۷	۶۵-۶۶	۶۳-۶۵		
۱۳۵۰	۱۳۵۰	۳۳۰۰	چند تحریک جدید	۱	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲	مرکزی سبلیٹین	۱					
۱۶۰۰	۱۶۰۰		عام حساب آمد	۲					۲					
۱۰۰	۱۰۰		زکوٰۃ	۳										
			میدان	۴	۹۷۲	۹۷۲	۹۷۲	میزان عملہ						
۱۲۵	۱۲۵		فخرانہ	۵										
۱۲۵	۱۲۵		مشرق	۶										
۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	میزان آمد		بجٹ	بجٹ	اصل اعداد	نامدات	نمبر شمار	بجٹ	بجٹ	اصل اعداد	نامدات	نمبر شمار
					۶۶-۶۷	۶۵-۶۶	۶۳-۶۵			۶۶-۶۷	۶۵-۶۶	۶۳-۶۵		
					۴۰	۴۰		انشاء لکچر	۱					
					۶۰	۶۰		تلفنی ماس کمیون	۲					
					۴۰	۴۰		دوسرے مشرق	۳					
					۵۰	۵۰		سہانہ داری	۴					
						کریڈٹ ماس مریج	۵					
							۱۰۵۵	کلیا، پالیٹکس، مریج	۶					
					۱۵	۱۵		شیخری	۷					
					۵۰	۵۰		ڈاکٹر، مریج	۸					
					۵۰	۵۰		کتاب انہاء	۹					
					۵۰	۵۰		مشرق	۱۰					
					۷۰۰	۷۰۰		فرماندہ، مریج	۱۱					
					۱۰۵۵	۱۰۵۵	۱۰۵۵	میزان سائر						
					۴۰۷۷	۴۰۷۷	۴۰۷۷	کل خرچ عملہ سائر						
					۱۳۷۳	۱۳۷۳	۱۳۷۳	ریزرو مرکزی						
					۳۳۰۰	۳۳۰۰	۳۳۰۰	کل میزان						

احمدیہ تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء کے صفحہ ۲۵ کا عکس۔

2050

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali)]

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے مسٹر چیئر مین صاحبزادہ فاروق علی نے سنبھال لیا)
مولوی مفتی محمود:

اسرائیل مشن

ہم یہاں اسرائیل میں قادیانی مشن کا ایک اور ثبوت مع اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ یہ اقتباس قادیانیوں ہی کی شائع کردہ کتاب ”اور فارن مشن“ مؤلفہ مبارک احمد ص ۷۸ شائع کردہ احمدیہ فارن مشن ریوہ سے لیا گیا ہے۔ مؤلف کتاب مرزا غلام احمد کے پوتا ہیں۔

”احمدیہ مشن اسرائیل میں حیفہ (ماؤنٹ کرمل) کے مقام پر واقع ہے اور وہاں ہماری ایک مسجد، ایک مشن ہاؤس، ایک لائبریری، ایک بک ڈپو اور ایک سکول موجود ہے۔ ہمارے مشن کی طرف سے ”البشری“ کے نام سے ایک ماہانہ عربی رسالہ جاری ہے۔ جو تین مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ مسیح موعود کی بہت سی تحریروں اس مشن نے عربی میں ترجمہ کی ہیں۔ فلسطین کے تقسیم ہونے سے یہ مشن کافی متاثر ہوا۔ چند مسلمان جو اس وقت اسرائیل میں موجود ہیں ہمارا مشن ان کی ہر ممکن خدمت کر رہا ہے اور مشن کی موجودگی سے ان کے حوصلے بلند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ہمارے مشنری کے لوگ حیفہ کے میئر سے ملے اور ان سے گفت و شنید کی، میئر نے وعدہ کیا کہ احمدیہ جماعت کے لئے کباہیر میں حیفہ کے قریب وہ ایک سکول بنانے کی اجازت دے دیں گے۔ یہ علاقہ ہماری جماعت کا مرکز اور گڑھ ہے۔ کچھ عرصہ بعد میئر صاحب ہماری مشنری دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ حیفہ کے چار معززین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ان کا پروقار استقبال کیا گیا۔ جس میں جماعت کے سرکردہ ممبر اور اسکول کے طالب علم بھی موجود تھے۔ ان کی آمد کے اعزاز میں ایک جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں انہیں سپانامہ پیش کیا گیا۔ واپسی سے پہلے میئر صاحب نے اپنے تاثرات مہمانوں کے رجسٹر میں بھی تحریر کئے۔ ہماری جماعت کے موثر ہونے کا ثبوت ایک چھوٹے سے مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مبلغ چوہدری محمد شریف صاحب ریوہ پاکستان واپس تشریف لارہے تھے اس وقت اسرائیل کے صدر سے

2051

ہماری مشنری کو پیغام بھیجا کہ چوہدری صاحب روائگی سے پہلے صدر صاحب سے ملیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر چوہدری صاحب نے ایک قرآن حکیم کا نسخہ جو جرمن زبان میں تھا صدر محترم کو پیش کیا۔ جس کو غلوں دل سے قبول کیا گیا۔ چوہدری صاحب کا صدر صاحب سے انٹرویو اسرائیل کے ریڈیو پر نشر کیا گیا اور ان کی ملاقات اخبارات میں جلی سرخیوں سے شائع کیا گیا۔

This substract has been taken from Page 79 of the fourth revised edition of the book styled as "Our Foreign Mission" written by Mirza Mubarak Ahmad son of Late Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad and Grandson of Mirza Ghulam Ahmad which published in 1965 by Ahmadiyya Muslim foreign Missions Rabwah, West Pakistan, and printed at Nusrat Art Press, Rabwah.

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot, and a school. The mission also brings out a monthly, entitled Al- Bushra which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Massih have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derive a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Some time ago, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many

points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have strong and ²⁰⁵² well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later, accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before this return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which would give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back; Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press, and a brief account was also broadcast on the radio.

(Our Foreign Missions)

(by Mirza Mubarak Ahmad)

یہودیوں اور قادیانیوں کے نظریاتی مماثلت اور اشتراک کا تجزیہ کرتے ہوئے آج سے ۲۸ سال قبل علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ”مرزائیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۳۳) مگر ۱۹۳۶ء میں تو یہ ایک نظریہ بحث تھی۔ جس پر رائے زنی کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ لیکن

بعد میں علم و نظر کے دائرہ سے لے کر سعی و عمل کے میدان میں دونوں یعنی قادیانیت اور صیہونیت کا باہمی اشتراک اور تماثل ایک بدیہی حقیقت کی شکل میں سامنے آیا۔

2053 ^{مرزا}نیت اور یہودیت کا باہمی اشتراک

یہ باہمی ربط و تعلق کن مشترکہ مقاصد پر مبنی ہے۔ اس کے لئے ہمیں زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ انگریزی سامراج کی اسلام دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور صیہونی استعمار بھی مغرب کا آلہ کار بن کر مسلمان بالخصوص عربوں کے لئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ دونوں کے مقاصد اور وقاداریاں اسلام سے عداوت پاکستان دشمنی کا منطقی نتیجہ قادیانیوں اور اسرائیل کے باہمی گہرے دوستانہ تعلقات کی شکل میں برآمد ہوا۔ عالم عرب کے بعد اگر اسرائیل اپنا سب سے بڑا دشمن کسی ملک کو سمجھتا تھا تو وہ پاکستان ہی تھا۔ اسرائیل کے بانی ڈیوڈ بن گوریان نے اگست ۱۹۶۷ء میں ساراہوں یونیورسٹی پیرس میں جو تقریر کی وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ بن گوریان نے کہا: ”پاکستان دراصل ہمارا آئیڈیالوجیکل چیلنج ہے۔ بین الاقوامی، صیہونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں رہنا چاہئے اور نہ ہی پاکستان کے خطرہ سے غفلت کرنی چاہئے۔“

(آگے چل کر پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا) کہ: ”لہذا ہمیں پاکستان کے خلاف جلد سے جلد قدم اٹھانا چاہئے۔ پاکستان کا فکری سرمایہ اور جنگی قوت ہمارے لئے آگے چل کر سخت مصیبت کا باعث بن سکتا ہے۔ لہذا ہندوستان سے گہری دوستی ضروری ہے۔ بلکہ ہمیں اس تاریخی عناد و نفرت سے فائدہ اٹھانا چاہئے جو ہندوستان، پاکستان کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی عناد ہمارا سرمایہ ہے۔ ہمیں پوری قوت سے بین الاقوامی دائروں کے ذریعہ سے اور بڑی طاقتوں میں اپنے نفوذ سے کام لے کر ہندوستان کی مدد کرنی اور پاکستان پر بھرپور ضرب لگانے کا انتظام کرنا چاہئے۔ یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ اور خفیہ منصوبوں کے تحت انجام دینا چاہئے۔“

(یروشلیم پوسٹ ۱۹ اگست ۱۹۶۷ء، از روزنامہ نوائے وقت لاہور ص ۱، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء)

2054 ^{بن گوریان} نے پاکستان کے جس فکری سرمایہ اور جنگی قوت کا ذکر کیا ہے۔ وہ کون سی چیز ہے اس کا جواب ہمیں مشہور یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز سے مل جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”پاکستانی فوج اپنے رسول محمد ﷺ سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں۔ یہ صورتحال عالمی یہودیت کے لئے شدید

خطرہ رکھتی ہے اور اسرائیل کی توسیع میں حائل ہو رہی ہے۔ لہذا یہودیوں کو چاہئے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے پاکستانیوں کے اندر سے حب رسول کا خاتمہ کریں۔“ (نوائے وقت ص ۶، مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء، نیز جزائر برطانیہ میں مسیحیوں کا آرگن چیونٹس کراہیگل ۱۹ اگست ۱۹۶۷ء)

بن گوریان کے بیان کے پس منظر میں یہ بات تعجب خیز ہو جاتی ہے کہ پاکستان سے اس شدت سے نفرت کرنے والے اسرائیل نے ایسی جماعت کو سینے سے کیوں لگائے رکھا۔ جن کا ہیڈ کوارٹر یعنی پاکستان ہی ان کے لئے نظر پاتی چلیج ہے۔ ظاہر ہے پاکستانی فوج کے فکری اساس رسول عربی ﷺ سے غیر معمولی عشق اور جنگی قوت کا راز جذبہ جہاد ختم کرنے کے لئے جو جماعت نظریہ انکار ختم نبوت اور ممانعت جہاد کی علمبردار بن کر اٹھی تھی وہی پورے عالم اسلام اور پاکستان میں ان کی منظور نظر بن سکتی تھی۔ واضح رہے کہ بہت جلد جب سامراجی طاقتوں اور صیہونیوں کو مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنے جذبات عناد نکالنے کا موقعہ ہاتھ آیا تو اسرائیل دیر خارجہ ابا ایان نے نہ صرف اس تحریک علیحدگی کو سراہا۔ بلکہ بروقت ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیش کش کی۔ (ماہنامہ الحی اکوڑہ جنگ ج ۷ ص ۸، بحوالہ ماہنامہ فلسطین بیروت جنوری ۱۹۷۲ء)

اس تاثر کو موجودہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے۔ جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات ۱۹۷۰ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان²⁰⁵⁵ آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔ آخر وہ روپیہ مرزائیوں کے ذریعے نہیں تو کس ذریعے سے آیا اور پاکستان کے وجود کے خلاف تل ابیب میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے الہام مصر کے ایڈیٹر حسنین بیگل کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ کیسے پروان چڑھی جب کہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشعوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا؟

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صیہونیت کی آلہ کار نہ ہوتی اور عالم اسلام اور پاکستان کے خلاف اس کا کردار نہایت گھناؤنا نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھل سکتے۔ قادیانی اس بارہ میں ہزار مرتبہ تبلیغ و دعوت اسلام کے پردہ میں پناہ لیتا چاہیں۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جا رہی ہے جنہوں نے صیہونیت کی خاطر اپنے بلاد اور اوطان کو خیر باد کہا اور تمام مصیبتوں کے تحت اسرائیل میں اکٹھے ہوئے یا ان بچے کچھ مسلمان عربوں پر مشق تبلیغ کی جا رہی ہے جو پہلے سے محمد عربی ﷺ کے حلقہ بگوش ہیں اور صیہونیت کے مظالم سہہ رہے ہیں۔

اسرائیل نے ۱۹۶۵ء اور پھر ۱۹۷۳ء میں عربوں پر مغربی طیفوں کی مدد سے بھرپور

جارحانہ حملہ کیا۔ جنگ چھڑی تو قادیانیوں کو اسرائیل سے باہمی روابط و تعلقات کے تقاضے پورا کرنے اور حق دوستی ادا کرنے کا موقع ملا اور دونوں نے عالم اسلام کے خلاف جی بھر کر اپنی تمناؤں نکالیں۔ قادیانیوں کی وساطت سے عرب گوریلز اور چھاپہ مار تنظیموں کے خلاف کارروائیاں کی جاتی رہیں۔ ان تنظیموں میں مسلمان ہونے کے پردہ میں قادیانی اثر و رسوخ حاصل کر کے داخلی طور پر سیوٹاؤ کرتے رہے اور حالیہ عرب اسرائیل جنگوں میں وہ صیہونیوں کے ایسے وفادار بنے جیسے کہ برطانوی دور میں انگریز کے اور یہ اس لئے بھی کہ عربوں کی زبردست تباہی کے بارے میں مرزا غلام احمد کا وہ خود ساختہ الہام بھی پورا ہو جس میں عربوں کی تباہی کے بعد سلسلہ احمدیہ کی ترقی و عروج کی خبر ان الفاظ میں دی گئی جو درحقیقت الہام نہیں بلکہ الہام کے پردہ میں اپنے بیٹے کو²⁰⁵⁶ آئندہ اسلام اور عرب دشمن سازشوں کی راہ دکھائی گئی تھی۔

”خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ..... ایک عالمگیر تباہی آوے گی اور اس تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب (یعنی ان کے مخاطب پیر سراج الحق قادیانی) اس وقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اس کے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہوں گے تم اس موعود کو پہچان لینا۔“ (تذکرہ مرزا کا مجموعہ دینی والہام مطبوعہ ریو م ۷۹۹ء، طبع سوم)

علامہ اقبال نے ایسے ہی الہامات کے بارے میں کہا تھا۔

معلوم کے الہام سے اللہ بچائے

غائبانہ اقوام ہے وہ صورت چنگیز

مولوی مفتی محمود: جناب والا! مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

جناب چیئر مین: 7:20 پر دوبارہ کارروائی شروع ہوگی۔ آدھے گھنٹے کے لئے

ملتوی کیا جاتا ہے۔

[The Special Committee adjourned for Maghrib

Prayers to re-assemble at 7:20 pm.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس مغرب کی نماز کے لئے شام سات بج کر بیس منٹ تک ملتوی

کر دیا گیا)

[The Special Committee re-assembled after Maghrib Prayers, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

(خصوصی کمیٹی کا اجلاس مغرب کی نماز کے بعد دوبارہ شروع ہوا۔ مسٹر چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں)

جناب چیئرمین: مولانا مفتی محمود
2057 مولوی مفتی محمود:

خلافت عثمانیہ اور ترکی

(قادیان جماعت کا ایڈریس بخدمت ایڈورڈ میکملکن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اخبار الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۰۹ء ج ۷ نمبر ۴۸)

”ہم یہ بتادینا چاہتے ہیں کہ مذہب ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم اپنے مذہبی نقطہ خیال سے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو اپنا پیشوا سمجھیں جو مسیح موعود کا جانشین ہو اور دنیاوی لحاظ سے اس کو اپنا بادشاہ اور سلطان یقین کریں، جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہیں۔ پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے بادشاہ حضور سلطان ملک معظم ہیں۔ سلطان ترکی ہرگز خلیفہ المسلمین نہیں۔“

(میڈا امور عامہ قادیان کا اعلان مندرجہ الفضل قادیان ج ۷ نمبر ۱۶، ۱۷، ۱۸ فروری ۱۹۲۰ء)

اخبار لیڈر آلہ آباد مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس: ”بخدمت جناب وائسرائے شائع کیا گیا۔ فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض اس لئے لگایا گیا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے۔ ورنہ قادیان سے تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے جو سلطان ترکی کو خلیفہ المسلمین تسلیم کرتا ہو..... معلوم ہوتا ہے یہ مولوی صاحب لاہوری سرگروہ کے غیر مبائع ہیں۔ لیکن وہ لفظ قادیان کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ قادیان کے باشندے ہیں اور نہ اس لئے کہ مرکز قادیان سے رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں کہ سلطان ترکی خلیفہ المسلمین ہے۔“

خلافت عثمانیہ کو کھڑے کھڑے کرنے اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے میں قادیانی انگریز

کے شانہ بشانہ شریک رہے ہیں۔ اس کا ایک اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو دمشق کے ایک مطبوعہ رسالہ القادیانیہ میں مرزائیوں کے سیاسی خط وخال اور استعماری فرائض و مناسبات کی نشاندہی²⁰⁵⁸ کے بعد لکھا گیا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سالے ولی اللہ زین العابدین کو سلطنت عثمانیہ بھیجا۔ وہاں پانچویں ڈویژن کے کمانڈر جمال پاشا کی معرفت ۱۹۱۷ء میں قدس یونیورسٹی میں دینیات کا لیکچرر ہو گیا۔ لیکن جب انگریزی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں تو ولی اللہ نے اپنا لبادہ اتارا اور انگریزی لشکر میں آ گیا اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے بھڑانے کی مہم کا انچارج رہا۔ عراقی اس سے واقف ہو گئے تو گورنمنٹ انڈیانے وہاں ان کے ٹکے رہنے پر زور دیا۔ لیکن عراقی حکومت نہ مانی تو بھاگ کر قادیان آ گیا اور ناظر امور عامہ بنادیا گیا۔ (مجمعی اسرائیل ص ۷۷، بحوالہ القادیانیہ طبع دمشق)

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد رسالہ القادیانیہ نے لکھا ہے کہ کسی بھی مسلمان عرب ریاست میں مرزائیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ بلکہ ان کے ایسے کارناموں کی بدولت پاکستان کو عربوں میں ہدف بنایا جاتا ہے۔ سقوط خلافت عثمانیہ کے بعد مصطفیٰ کمال کے دور میں بھی مرزائیوں کی سازشیں جاری رہیں اور یہ روایت عام ہے کہ ترکی میں دو قادیانی مصطفیٰ صغیر کی ٹیم کارکن بن کر گئے۔ مصطفیٰ صغیر کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ قادیانی تھا اور مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے پر مامور ہوا تھا۔ لیکن راز فاش ہونے پر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

افغانستان

گورنمنٹ افغانستان کے خلاف سازشی خطوط اور جہاد کے جذبہ کی مخالفت کا ذکر پہلے مدلل طور پر آچکا ہے۔ چند مزید حقائق سنئے۔

جمیۃ الاقوام سے افغانستان کے خلاف مداخلت کی اپیل

”جماعت احمدیہ کے نام مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ”لیگ اقوام“ سے پروردگار اپیل کی کہ حال میں پندرہ پولیس کانسٹیبلوں اور²⁰⁵⁹ سپرنٹنڈنٹ کے رو برو دو احمدی مسلمانوں کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے حکومت کابل نے سزا کر دیا ہے۔ اس لئے دربار افغانستان سے ہارپرس کے لئے مداخلت کی جائے۔ کم از کم ایسی حکومت اس قابل نہیں کہ مہذب سلطنتوں کے ساتھ ہمدردانہ تعلقات رکھنے کے قابل بھی جائے۔“

(الفضل قادیان ج ۱۲ نمبر ۹۵ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء)

امیر امان اللہ خان نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی

میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ج ۶، مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء میں کہا: ”اس وقت (بعد شاہ امان اللہ خان) جو کابل نے انگریزوں کے ساتھ جنگ شروع کی ہے نادانی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں۔ کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے۔ لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لئے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے..... اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے صداقت کے قیام کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمہارے ذریعہ سے وہ شاخیں پیدا ہوں۔ جن کی مسیح موعود نے اطلاع دی۔“

جنگ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول امداد

جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ کئی قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ ایک ڈبل کمپنی پیش کی،²⁰⁵⁰ بھرتی بوجہ جنگ ہونے کے رک گئی۔ ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لئے نام لکھوا چکے ہیں اور خود ہمارے سلسلے کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔

افریقی ممالک میں استعماری اور صیہونی سرگرمیاں

افریقہ دنیا کا واحد براعظم ہے۔ جہاں سے برٹش ایمپائر نے اپنا بیچہ استبداد سب سے آخر میں اٹھایا اور آج تک کچھ علاقے برطانوی سامراجی اثرات کے تابع ہیں۔ مغربی افریقہ میں قادیانیوں نے ابتداء ہی سے برطانوی سامراج کے لئے اڈے قائم کئے اور ان کے لئے جاسوسی کی۔ ”دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام“ مطبوعہ ۱۹۷۰ء میں مذکور ہے۔

"The Ahmadiyya fir appeared on the west African coast during the first world war, when several young men in lagus and free town joined by mail. In 1921 the first Indian

Missionary arrived. Too unorthodox to gain a footing in the Muslim interior, the Ahmadiyya remain confined principally to southern Nigeria, southern Gold coast sierraleone. It Strengthened the Ranks of those Muslims actively loyal to the British, and it contributed to the modernization of Islamic Organization in the area." (The Cambridge History of Islam vol-11 edited by Holt, Lambton, and Lewis, Cambridge University press, 1970, p-400)

ترجمہ: ”پہلی جنگ عظیم کے دوران احمدی فرقہ کے لوگ مغربی افریقہ کے ساحل تک پہنچے۔ جہاں لاگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔ ۱۹۲۱ء میں پہلی ہندوستانی مشنری وہاں آئی۔ اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدہ کا پرچار نہیں کر سکے لیکن ان کا ارادہ مسلم آبادی کے اندرونی علاقوں²⁶¹ میں قدم جمانا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر جنوبی تانجیریا، جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں سرگرم عمل رہے۔ ان لوگوں نے ان مسلمان دستوں کو مضبوط کیا جو کہ مملکت برطانیہ کے حدود پر وفادار تھے اور ان علاقوں میں اسلام کو جدید تقاضوں سے ہمکنار کرتے رہے۔“

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی ۱۹۲۱ء کے بعد زیادہ تر جنوبی گولڈ کوسٹ اور سیرالیون میں بسے رہے اور غلام ہندوستان کی طرح یہاں کے مسلمانوں کو برطانوی اطاعت اور عقیدہ جہاد کی ممانعت کی تبلیغ کر کے برطانیہ سے وفاداریوں کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی۔ حال ہی میں قادیانیوں نے ”افریقہ سیکس“ کے نام سے مرزا ناصر احمد کے دورہ افریقہ کی جو روئیداد چھاپی ہے وہ افریقہ میں قادیانی ریشہ دوانیوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس میں یہ عبارت خاص طور پر قابل غور ہے۔

"One of the Main points of Ghulam Ahmad's has been rejection of "Holy Wars" and forcible conversion." (Africa Speaks page-93, published by Majlis Nusrat Jahan Tahrik-i-Jadid Rabwah.)

یعنی غلام احمد کے اہم معتقدات میں سے ایک مقدس جنگ (جہاد) کا انکار ہے۔ آخر مارشس ایک افریقی جزیرہ ہے۔ ۱۹۶۷ء میں یہاں سے ”دی مسلم ان مارشس“ یعنی مارشس میں

مسلمان کے نام سے جناب ممتاز عمریت کی ایک کتاب شائع ہوئی۔ جس کا دیباچہ مارشس کے وزیراعظم نے لکھا۔ کتاب میں فاضل معنف نے بڑی محنت سے قادیانیوں کی ایسی تحریریں سرگرمیوں کا ذکر کیا جو مسلمانوں کے لئے تکالیف کا باعث بن رہی ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی طرف سے دائر کردہ ایک مقدمہ کا ذکر کیا ہے۔ مسجد روزہ لکایہ مقدمہ بقول معنف کے تاریخ مارشس کا سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے۔ جس میں دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور ۱۹ نومبر ۱۹۲۰ء کو چیف جج سرائے ہرچیز وڈر نے فیصلہ دیا کہ²⁰⁶² ”مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ۔“

کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بھی ان کی آمد برطانوی فوج کی شکل میں ان کے استعماری مقاصد ہی کے لئے ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے دو فوجی مارشس پہنچے۔ ان میں سے ایک کا نام دین محمد اور دوسرے کا نام بابو اسماعیل خان تھا۔ وہ سترہویں رائل انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۵ء تک یہ فوجی اپنی تبلیغی کارروائیاں (فوجی ہو کر تبلیغی کارروائیاں؟ قابل غور) کرتے رہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے البعیر لائل پور ج ۹ ص ۲۲۷-۸۰)

”دو سال قبل افریقہ میں تبلیغ کے نام پر جو دو سیکسٹین لہرت جہاں ریزرو فٹڈ اور آگے بڑھ سیکسٹیم کی جاری کی گئیں۔ اس کی داغ بیل لندن ہی میں رکھی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اکاؤنٹ کھلوا یا۔“ (الفضل ربوہ ۲۹ جولائی ۱۹۷۲ء)

افریقہ میں اپنی کارکردگیوں کے بارہ میں قادیانی مبلغ برطانیہ میں مقیم ان ممالک کے ہائی کمشنروں سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ برطانوی وزارت خارجہ قادیانیوں کی ان تمام مشعوں کی حفاظت کرتی ہے۔

اور جب کچھ لوگ برطانوی وزارت خارجہ سے اس تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ براعظم افریقہ میں قادیانیوں کے اکثر مشن برطانوی مقبوضات ہی میں کیوں ہیں اور برطانیہ ان کی حفاظت کرتی ہے اور وہ دیگر مشنریوں سے زیادہ قادیانیوں پر مہربان ہے تو وزارت خارجہ نے جواب دیا کہ سلطنت کے مقاصد تبلیغ کے مقاصد سے مختلف ہیں۔ جواب واضح تھا کہ سامراجی طاقتیں اپنی نوآبادیات میں اپنے سیاسی مفادات اور مقاصد کو تبلیغی مقاصد پر ترجیح دیتی ہیں اور وہ کام عیسائی مبلغین سے نہیں، مرزائی مشعوں ہی سے ہو سکتا ہے۔

2063 افریقہ میں صیہونیت کا ہر اول دستہ

برطانوی مفادات کے تحفظ کے علاوہ یہ قادیانی مشن افریقہ میں اسرائیل اور صیہونیت کے بھی سب سے مضبوط اور وفادار ہر اول دستہ ہیں۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۱۳ جولائی ۱۹۷۳ء سے ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء تک بیرونی ممالک کا جو دورہ کیا اس کی غرض و غایت بھی قطعاً سیاسی تھی۔ لندن مشن کے محمود ہال میں جو پوشیدہ سیاسی میٹنگیں ہوئیں ان کا مقصد افریقہ میں اسرائیل اور یورپی استعمار کے سیاسی مقاصد کی تکمیل تھی۔ (ماہنامہ الحق ج ۹ ص ۲۲۵، ۲۵، ۱۹۷۳ء)

الفضل ربوہ یکم جولائی ۱۹۷۲ء نے لندن مشن کے پریس سیکرٹری خواجہ نذیر احمد کی اطلاع کے مطابق مغربی افریقہ کے ان ممالک کے سفیروں سے ملاقات کی گئی جن کا مرزا ناصر احمد دورہ کر چکے ہیں۔

پریس سیکرٹری لکھتے ہیں: ”مغربی افریقہ کے ان کچھ ممالک کے سفراء کو اپنی مساعی اور خدمات سے روشناس کرانے کے لئے مکرم و محترم بشیر احمد خان رفیق امام مسجد فضل لندن نے سہ رکنی وفد کی قیادت فرماتے ہوئے جس میں مکرم چوہدری ہدایت اللہ سینئر سیکرٹری سفارت خانہ پاکستان اور خاکسار خواجہ نذیر احمد پریس سیکرٹری مسجد فضل لندن، ہزارکیسی لیبی ایچ وی ایچ سی کے ہائی کمشنر غانا متعینہ لندن سے ملاقات کی۔“ (الفضل ربوہ مورخہ ۲۸ جون ۱۹۷۲ء)

افریقہ میں ان سرگرمیوں کی وسعت کا کردگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تو عالمی صیہونی تنظیم (WZO) اور اسی کی تمام ایجنسیاں اور اسرائیل کی ”جیوش ایجنسی“ مکمل کر افریقہ میں قادیانیوں کو اپنے مذموم مقاصد کے آلہ کار بنانے کی خبریں عربوں کے لئے تشویش کا²⁰⁶⁴ باعث بن چکی ہیں۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد جن افریقی ممالک نے اسرائیل سے تعلقات توڑے قادیانیوں نے ایسے ممالک کی مخالف حکومت تحریکوں کے ساتھ مل کر ان پر سیاسی دباؤ ڈالا۔

لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ

افریقی ممالک میں ان مقاصد کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا سرمایہ کہاں سے فراہم ہوتا ہے؟ یہ ایک معما ہے۔ جس نے عالم عرب کے مشہور معنف علامہ محمد محمود الصواف کو بھی درطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ وہ اپنی ایک تازہ تصنیف ”المحططات الاستعماریہ لمکا فتحہ الاسلام“ کے ص ۲۵۳ پر قطر ازاں ہیں۔

ولا تزال هذه الطائفة الكافرة تعيث في الارض فساداً وتسعى جاهدة لحرب ومكافحة الاسلام في كل ميدان خاصة في افريقيا ولقد وصلتني رسالة من يوغنداها فرېقيا الشرقية ومعها كتاب "حماسة البشري" وهو من مولفات كذاب قاديان غلام احمد المسيح الموعود والمهدي المعهود بزعمهم وقدوزع منه الكثير هناك وهو ملى بالكفر والضلال والرسالة التي وردتني من ²⁰⁶⁵ احد كبار الدعاة الاسلاميين هناك يقول فيها: "لقد دهانا ودهى الاسلام من القاديانية شيء عظيم لقد استفحل امرهم جداً ونشطوا كثيراً في دعايتهم وينفقون اموالاً لا تدخل تحت الحصر ولا شك انها اموال الاستعمار والمبشرين بل بلغني نبيكاد يكون مود كذاً ان هناك جمعية تبشيرية قوية مركزها عديس أبابا عاصمة الحبشة وان ميزانية هذه الجمعية ۳۵ مليون دولار وأنها متركزة لمحاربة الاسلام"

یہ کافر جماعت ہمیشہ زمین میں فساد پھیلا کر اسلام کی مخالفت ہر میدان میں کرتی چلی آ رہی ہے۔ خاص کر افریقہ میں ان کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ مجھے اس سلسلہ میں مشرقی افریقہ کے یوگنڈا سے ایک خط ملا جس کے ساتھ مرزا غلام احمد کذاب کی جوان کے دم میں مسیح اور مہدی موعود ہیں۔ کتاب حماسۃ البشری تھی جو وہاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی اور جو کفر اور گمراہی سے بھری پڑی ہے۔ یہ خط جو مجھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے داعی اور رہنمائے لکھا تھا اس میں یہ کہا گیا: "یہاں قادیانیوں کی روز افزوں سرگرمیاں ہمارے لئے اور اسلام کے لئے سخت تشویش کا باعث بن گئی ہیں۔ یہ لوگ یہاں اتنی دولت خرچ کر رہے ہیں جو حساب سے باہر ہے اور بلاشبہ یہ مال و دولت سامراج اور اس کے مشنری اداروں ہی کا ہو سکتا ہے۔ مجھے تو یہاں تک ثقہ اطلاع پہنچی ہے کہ وہاں حبشہ کے عدیس ابابا میں ان لوگوں کے ایک مضبوط مشن کا سالانہ بجٹ ۳۵ ملین ڈالر ہے اور یہ مشن اسلام دشمنی ہی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔"

[At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)]

(اس مرحلہ پر مسٹر چیئرمین کی جگہ اجلاس کی صدارت ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے سنبھال لی)

مولوی مفتی محمود: علامہ صواف نے عدیس ابابا حبشہ کے جس مشن کے ۳۵ ملین

ڈالروں (پاکستانی حساب سے ۳۵ کروڑ روپے) کا ذکر کیا ہے۔ معلوم نہیں پچھلے کئی سال سے حبشہ میں ²⁰⁶⁶ مسلمانوں کی حسرتناک تباہی اور بربادی میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟ یہ راز کھل جائے تو جوہلی فنانسنگ کے لئے مرزا ناصر احمد کے ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی اپیل کے جواب میں نو کروڑ روپے تک جمع ہونے کے امکان کی قسمی بھی سلجھ جائے۔ جس کا مژدہ انہوں نے (الفضل ربوہ ۵ مارچ ۱۹۷۳ء) میں اپنے پیروؤں کو سنایا ہے۔ مذکورہ تفصیل پڑھ کر سوائے اس کے اور کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر افریقہ ابھی تک فرنگی شاطروں کے پنجہ استبداد سے مکمل طور پر نجات حاصل نہیں کر سکا اور وہ عالمی صیہونیت کی بھی آماجگاہ بنا ہوا ہے تو اور وجوہات کے علاوہ اس کی ایک وجہ اسلام اور عالم اسلام سے دیرینہ غداری کرنے والی مرزائیوں کی جماعت بھی ہے۔

مسلمانان برصغیر کی فلاح و بہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار

اب ہم برصغیر کے تحریک آزادی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تحریکوں اور قیام پاکستان کے سلسلہ میں ابتداء سے لے کر اب تک مرزائیوں کے کردار اور قیام پاکستان کے بعد ملک کو کھلے کھلے کر کے ایک قادیانی سٹیٹ کے قیام یا بصورت دیگر اکھنڈ بھارت کے لئے ان کے خطرناک سیاسی عزائم اور سرگرمیوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ انگریز کے دور حکمرانی میں برصغیر میں مسلمانوں کے نشاۃ ثانیہ کے لئے جتنی بھی تحریکیں اٹھیں۔ مذکورہ تفصیلات سے بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزائیوں نے نہ صرف انگریز کی خوشنودی کے لئے اسے نقصان پہنچایا۔ بلکہ ایسے تمام موقعوں پر جہاد آزادی ہو یا کوئی اور تحریک مرزائیوں کا کلام انگریز کے لئے جاسوسی اور ان کو خفیہ معلومات فراہم کرنا اور درپردہ استعماری مقاصد کے لئے ایسی تحریکوں کو غیر موثر بنانا تھا۔ جہاد اور انگریزی استعمار کے سلسلہ میں ہندو بیرون ہند اس جماعت کی سرگرمیاں سابقہ تفصیلات سے سامنے آچکی ہیں۔ یہ جاسوسی سرگرمیاں اگر عرب اور مسلم ممالک میں جاری رہیں۔ تو دوسری طرف مرزا صاحب نے جب کہ علمائے حق نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جحد وغیرہ کے نام پر شوشے چھوڑ کر ایک اشتہار برطانوی افسران کے پاس بھیجا اور انگریز حکومت کو مشورہ دیا کہ مسئلہ جحد کے ²⁰⁶⁷ ذریعہ اس ملک کو دارالحرب قرار دینے والے نالائق نام کے بدباطن مسلمانوں کی شناخت ہو سکے گی۔ جحد جو عبادت کا مقدس دن تھا۔ مرزا صاحب نے اسے کمال عیاری سے بقول ان کے انگریز گورنمنٹ کے لئے ایک سچے مخبر اور کھرے اور کھوٹے کے امتیاز کا ذریعہ بنادیا۔

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۲۳ ملخص)

ایک دوسرے اشتہار ”قابل توجہ گورنمنٹ“ میں مرزا صاحب نے ایسے ایک جاسوسی کارنامے کا ذکر بڑے فخر سے کیا اور کہا: ”چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کے لئے ایسے نا فہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دار الحرب قرار دیتے ہیں۔ لہذا یہ نقشہ اسی غرض سے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اس میں ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں..... ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی نیت سے..... ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں..... ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح ہمارے پاس محفوظ ہیں..... آگے ایسے نقشے تیار کر کے بھیجے گا ذکر ہے۔ جس میں ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ و نشان ہیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والی تحریکات سے غداری کی ایک مثال انجمن اسلامیہ لاہور کے اس میوزم سے لگائی جاسکتی ہے جو اس نے مسلمانوں کے معاشی اور تعلیمی ترقی، اردو زبان کی ترویج وغیرہ مطالبات مرتب کر دانے کے سلسلہ میں مشاہیر کو روانہ کیا۔ مرزا صاحب نے مسلمانوں کے ان مطالبات کی شد و مد سے مخالفت کرتے اور ایسی سرگرمیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ انگریز کے دل میں نقش وفاداری جمانا چاہئے اور کہا کہ انجمن اسلامیہ کو ایسے میوزم پھیلانے کے بجائے برصغیر کے علماء سے ایسے فتویٰ حاصل کرنے چاہئیں جن میں مربی و محسن سلطنت انگلشیہ سے جہاد کی صاف ممانعت ہو اور ان کو خطوط بھیج کر ان کی مہربان لکھوا کر مکتوبات علماء ہند کے نام سے پھیلا یا جائے۔

(اسلامی انجمن کی خدمت میں التماس براہین احمدیہ خزانہ ج ۱ ص ۳۹، ۴۰)

۱۹۰۶ء میں جب مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت اس جماعت کا مقصد ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کے معاشی حقوق کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔ تو مرزا صاحب نے نہ صرف اس لئے شرکت سے انکار بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ کل یہ جماعت انگریز کے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔

(گورنمنٹ کی توجہ کے لائق از مرزا غلام احمد اور سیرت مسیح موعود از مرزا بشیر الدین ص ۳۳، ۳۴)

یہی طریقہ ان کے بعد ان کے جانشینوں کا رہا۔ ۱۹۳۱ء میں کشمیر کمیٹی کا قیام اور بالآخر مرزا بشیر الدین محمود کی خفیہ سرگرمیوں سے اس کے شکست و ریخت اور علامہ اقبال کا اس کمیٹی سے علیحدہ ہونا، کمیٹی کو توڑ دینا جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ یہ سب باتیں تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ علامہ اقبال کو وثوق سے یہاں تک معلوم ہوا کہ: ”کشمیر کمیٹی کے صدر (مرزا بشیر الدین محمود) اور

سیکرٹری (عبدالرحیم) دونوں وائسرائے اور اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات بہم پہنچانے کا نیک کام بھی کرتے ہیں۔“ (مخبر کی سیاسی تحریکیں ص ۲۱۰، عبداللہ ملک)

یہ جاسوسی سرگرمیاں مرزائی جماعت کے ”مقدس کام“ کا اتنا اہم حصہ ہیں کہ نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کا جال تب سے لے کر اب تک بچھا ہوا ہے اور آج بھی مشرق سے لے کر مغرب تک ایشیا افریقہ اور یورپ میں مرزائی مشن مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کے لئے انٹیلی جنس بیورو کا کام دے رہی ہیں۔ ان سرگرمیوں اور اس کے مالی ذرائع وغیرہ کا مختصراً کچھ ذکر آئے گا۔ الغرض علامہ اقبال مرحوم کے الفاظ میں مسلمانوں کی بیداری کی ایسی تمام کوششوں کی مخالفت اس لئے کی جاتی رہی کہ اصل بات یہ ہے کہ: ”قادیانی بھی مسلمانان ہند کی سیاسی بیداری سے گھبرائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے سیاسی نفوذ کی ترقی سے ان کا یہ مقصد یقیناً فوت ہو جائے گا کہ پیغمبر عربی ﷺ کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی ایک امت تیار کریں۔“ (حرف اقبال ص ۱۳۰، ۱۳۱)

2069 مسلمانوں سے دینی، سماجی، معاشرتی ہر قسم کے تعلقات و روابط کو قطعی حرام قرار دینے والے مذہب میں برصغیر کے اسلامی اداروں اور انجمنوں سے تعاون اور اشتراک کی گنجائش بھی تھی۔ کسی مرزائی نے کہا جب مسیح موعود کا مقصد صرف اشاعت اسلام تھا تو ہمیں دیگر مسلمان تحریکوں اور تنظیموں سے تعاون کرنا چاہئے تو سید سرور شاہ قادیانی نے الفضل قادیان ج ۲ ص ۷۲، مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۵ء میں بڑی سختی سے اس کی ممانعت کی اور حلفاً کہا کہ مسیح موعود کا اپنی زندگی میں غیر احمدیوں سے کیا تعلق تھا۔ انہوں نے غیر احمدیوں سے کبھی چندہ مانگا؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہی احمدیت تھی تو اور لوگ جو حضرت مسیح کے زمانہ میں اشاعت اسلام کے لئے اٹھے تھے۔ ان کے لئے حضرت مسیح موعود کو خوشی کا اظہار کرنا چاہئے تھا اور آپ ان کی انجمنوں میں شریک ہوتے۔ انہیں چندہ دیتے۔ مگر آپ نے کبھی اس طرح نہیں کیا۔ کسی مسلمان یتیم اور بیوہ کے لئے چندہ کی تحریک پر میاں بشیر الدین محمود سے اجازت مانگی گئی تو کہا مسلمانوں کے ساتھ مل کر چندہ دینے کی ضرورت نہیں۔ (الفضل قادیان ج ۱ ص ۴۵، ۷۷، دسمبر ۱۹۲۲ء)

اکھنڈ بھارت

ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس سیاسیات کے تعلق سے قادیانیوں اور انگریزوں میں تو چولی دامن کا ساتھ تھا ہی، لیکن

جب جدوجہد آزادی کے نتیجہ میں اور بین الاقوامی سیاسیات کی مدد و جزر سے ہندوستان پر برطانوی استعمار کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تو مرزا محمود نے جو اس وقت مرزا غلام احمد کے خلیفہ ثانی بن چکے تھے۔ کروٹ بدلی اور کانگریس کے ہموا بن گئے۔ ادھر ہندو سیاست اور ذہنیت بھی قادیانی تحریک کو سیاسی²⁰⁷⁰ اعتبار سے مفید مطلب پا کر اور مسلمانوں کے اندر اس کی فتنہ کا لٹھ حیثیت کو سمجھ کر اس کی حمایت اور وکالت پر اتر آئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے جواب دہ آپ کو برٹلا سوشلسٹ اور دہریہ کہتے تھے۔ ایک ایسی جماعت کی تائید کا بیڑا اٹھایا جو اپنے کو خالص مسلمان مذہبی جماعت کہنے پر مصر تھی۔ نہرو جیسے زیرک انسان سے قادیانیوں کے درپردہ یہ سیاسی عزائم مخفی نہ رہ سکے اور انہوں نے اپنی دہریت آبی کے باوجود ماڈرن ریویو کلکتہ میں مسلمان اور احمد ازم کے عنوان سے لگا تار تین مضمون لکھے اور ڈاکٹر اقبال مرحوم سے بحث تک نوبت آئی۔ یہ بحثیں رسالوں اور اخباروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

الغرض اقبال نے انہیں سمجھایا کہ یہ لوگ اپنے برطانوی استعماری عزائم اور منصوبوں کی بناء پر نہ مسلمانوں کے مفید مطلب ہو سکتے ہیں نہ آپ کے۔ تو جب انہوں نے خاموشی اختیار کی اور جب نہرو پہلی مرتبہ انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈر کی حیثیت سے لندن گئے تو واپسی پر انہوں نے یہ تاثر ظاہر کیا کہ جب تک اس ملک میں قادیانی فعال ہیں۔ انگریز کے خلاف جنگ آزادی کا کامیاب ہونا مشکل ہے۔ بہر حال جب تک قادیانیت کا یہ استعماری پہلو پنڈت جواہر لال کی سمجھ میں نہیں آیا۔ مسلمانوں میں مستقل پھوٹ ڈالنے کے لئے مطلوبہ صلاحیت پر پورے اترنے کے لئے ہندوؤں کی نگاہ انتخاب مسلمانوں میں سے مرزائیوں ہی پر رہی اور آج بھی قادیان کے رشتے اور اکھنڈ بھارت کے عقیدہ سے وہ انہیں جاسوس اور خرمی سرگرمیوں کے لئے آلہ کار بنائے ہوئے ہیں۔ بہر حال جب قادیانی اور ہندوؤں دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت اور اہمیت کا احساس ہوا اور آقائے برطانیہ کا بسترہ گول ہوتا ہوا محسوس ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے قادیان ہندو سرگرمیوں کا مرکز بن گیا اور بقول قادیانی امت کے لاہوری ترجمان صلح ۳ جون ۱۹۳۹ء جب ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء کو پنڈت جواہر لال نہرو لاہور آئے تو قادیانی امت نے اپنے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے زیر ہدایت اور چوہدری ظفر اللہ کے بھائی چوہدری اسد اللہ خان ممبر پنجاب²⁰⁷¹ کونسل کے زیر قیادت ان کا پر جوش استقبال کیا اور اس کے بعد کانگریس قادیانی گٹھ جوڑنے مستقل حیثیت اختیار کر لی۔

قادیان کو ارض حرم اور مکہ معظمہ کی چھاتیوں کے دودھ کو خشک بنا کر اور مسلمانوں کو تکفیر کے چھرے سے ذبح کرنے کی خوشی ہندوؤں سے بڑھ کر اور کسے ہو سکتی تھی اور جس طرح یہود نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر مسابوہ کو قبلہ بنایا۔ اسی طرح قادیانیوں نے مکہ اور مدینہ سے مسلمانوں کا رخ قادیان کی طرف موڑنا چاہا تو اس مسجد ضرار پر ہندو لیڈروں نے جی بھر کر انہیں داد دی۔ چنانچہ ڈاکٹر شکر داس مشہور ہندو لیڈر کا بیان اس کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے بندے ماترم میں لکھا: ”ہندوستانی قوم پرستوں کو اگر کوئی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے تو وہ احمدیت کی تحریک ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان جس قدر احمدیت کی طرف راغب ہوں گے۔ اسی طرح قادیان کو مکہ تصور کرنے لگیں گے۔ مسلمانوں میں اگر عربی تہذیب اور پان اسلامزم کا خاتمہ کر سکتی ہے تو وہ یہی احمدی تحریک ہے جس طرح ایک ہندو کے مسلمان بن جانے پر اس کی شروعا (عقیدت) رام کرشن گیتا اور رامائن سے اٹھ کر حضرت محمد ﷺ قرآن مجید اور عرب کی بحوی (ارض حرم) پر منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویہ نگاہ بھی بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ میں اس کی عقیدت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور جہاں پہلے اس کی خلافت عرب میں تھی اب وہ قادیان میں آ جاتی ہے۔ ایک احمدی خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں بھی ہو روحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنا منہ قادیان کی طرف کرتا ہے۔ پس کانگریس اور ہندو مسلمانوں سے کم از کم جو کچھ چاہتی ہے کہ اس ملک کا مسلمان اگر ہر دو انہیں تو قادیان کی جاترا کرے۔“

(گاندھی جی کا اخبار بندے ماترم ۲۲ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ قادیانی مذہب)

²⁰⁷² اخبار پیغام صلح لاہور ج ۲ ص ۶۹، مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء کے ان الفاظ سے مزید وضاحت ہو سکتی ہے کہ: ”ہندو اخبارات اور پولیٹیکل لیڈروں کے یہ خیالات ہندوستان کے مسلمانوں کو وضاحت سے بتا رہے ہیں کہ گذشتہ دنوں قادیانی ہٹلر (مرزا بشیر الدین محمود) اور کانگریس کے جواہر (جواہر لال نہرو) میں جو چھینا چھٹوں (سرگوشیاں) ہو رہی تھیں وہ اس سمجھوتہ کے بناء پر تھی کہ محمود (خلیفہ قادیان) مسلمانوں کی اس قوت کو توڑنے کے لئے کیا کرے گا اور کانگریس اس کے معاوضے میں کیا دے گی۔“

قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب

قیام پاکستان سے قبل احمدیوں نے جس شد و مد سے آخر وقت تک قیام پاکستان کی مخالفت کی اس کا اندازہ اگلی چند عبارات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اوّل تو ان کی

انہائی کوشش رہی کہ انگریز کا سایہ طاقت جسے وہ رحمت خداوندی سمجھتے تھے۔ کسی طرح بھی ہندوستان سے نڈھ ملے اور جب برٹش سامراج کا سورج ہندوستان میں غروب ہونے لگا تو انہوں نے بجائے کسی مسلم ریاست کے قیام کے اپنا سارا وزن اکھنڈ بھارت کے حق میں ڈال دیا اور اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ تھی کہ مرزائی تحریک کو مسلمانوں کے اندر کام کے لئے جس میں کی ضرورت ہے وہ کوئی ایسی ریاست ہو سکتی ہے جو یا تو قطعی طور پر غیر مسلم ہو یا پھر بصورت دیگر کم از کم اسلامی بھی نہ ہو۔ تاکہ مسلمان قوم ایک کافر حکومت کے پنجے میں بے بس ہو کر ان کی شکار گاہ اور قلعہ تر بنی رہے اور یہ اس کافر لادینی حکومت کے بکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے رہیں ایک آزاد اور خود مختار مسلمان ریاست ان کے لئے بڑی سنگلاخ زمین ہے۔ جہاں ان کے مساعی ارتداد مشکل سے برگ و بار لاسکتی ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ ان تحریرات سے بھی لگایا جاسکتا ہے جس میں مرزا صاحب نے کہا: ”اگر ہم یہاں (سلطنت انگلشیہ) سے کل جائیں تو نہ ہمارا مکہ میں گزارہ ہو سکتا ہے اور نہ قسطنطنیہ میں۔“ (ملفوظات احمدیہ ج ۳ ص ۴۶، سلسلہ اشاعت لاہور)

(تلفی رسائل ج ۶) میں لکھتے ہیں: ”میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ نہ روم نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰)

”یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سائے سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا اٹھکانا کہاں ہے؟..... ہر ایک اسلامی سلطنت تمہیں قتل کرنے کے لئے دانت پیس رہی ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

افضل ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء میں مسلمانوں کی تین بڑی سلطنتوں ترکی، ایران اور افغانستان کی مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ کسی بھی اسلامی سلطنت میں ہمیں اپنے مقاصد کی تکمیل کی کھلی جھنڈی نہیں مل سکتی۔ ایسے ممالک میں ہمارا حشر وہی ہو سکتا ہے جو ایران میں مرزا علی محمد باب اور سلطنت ترکی میں بہاء اللہ اور افغانستان میں مرزائی مبلغین کا ہوا۔

ایک صاحب نے مرزا بشیر الدین محمود سے انگریزوں کی سلطنت سے ہمدردی اور اس کے لئے ہر طرح ظاہری و خفیہ تعاون کے بارہ میں یہاں تک کہ جنگ میں اپنے لوگوں کو بھرتی کروا کر مدد دینے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنے صحیح موعود کے حوالے سے کہا کہ جب تک جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی اس وقت تک ضروری ہے اس دیوار (انگریزوں کی حکومت) کو قائم رکھا جائے تاکہ یہ نظام ایسی طاقت (مسلمان ہی مراد ہو سکتے ہیں)

کے قبضہ میں نہ چلا جائے جو احمدیت کے مفادات کے لئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔

(الفضل قادیان مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۵ء)

یہ تھے قیام پاکستان کی مخالفت کے اصل اسباب۔

2074 تقسیم ہند کے مسلمان مخالف

اس میں شک نہیں کہ احمدیوں کے علاوہ کچھ مسلمان بھی تحریک پاکستان سے متفق نہ تھے۔ مگر مذکورہ عبارات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ مرزائیوں کی مخالفت اور بعض مسلمان عناصر کی مخالفت میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مؤخر الذکر یعنی کچھ مسلمانوں کی انفرادی مخالفت ان کے صوابدید میں مسلمانوں کے مفاد ہی کی وجہ سے تھی۔ وہ اپنی مخالفت کے اسباب اور وجوہات بیان کرتے ہوئے تقسیم کو مسلم مفاد کے حق میں نقصان رساں اور دوسرا فریق یعنی قیام پاکستان کے داعی حضرات اسے مفید سمجھتے تھے۔ گویا دونوں کو مسلمانوں کے مفاد سے اتفاق تھا۔ طریق کار کا فرق تھا یہ ایک سیاسی اختلاف تھا جو سیاسی بصیرت پر مبنی تھا۔

جنہوں نے مخالفت کی نہ تو وہ الہام کے مدعی تھے نہ کسی وحی کے۔ نہ انہوں نے اسے مشیت الہی اور کسی نام نہاد نبی کی بعثت کا تقاضا سمجھ کر ایسا کیا۔ ان میں سے مذہب اور عقیدہ دونوں کو اسلامی نظام عدل و انصاف اور اسلامی خلافت راشدہ پر ایمان تھا۔ دونوں مسلمانوں ہی کی خاطر اپنے اپنے میدانوں میں سرگرم کار رہے اور ہلا خرج جب پاکستان بن گیا تو مخالفت کرنے والے مسلمان زعماء نے اس وقت سے لے کر اب تک اپنی ساری جدوجہد اس نوزائیدہ ریاست کے استحکام و سالمیت میں لگا دی۔ مگر جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے ان کا تصور اکھنڈ بھارت نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی عقیدہ بھی تھا۔ مرزا محمود کہا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کی بعثت کا تقاضا ہے۔ اس طرح اکھنڈ بھارت کے تصور کو الہام اور مشیت ربانی کا درجہ دے کر ہر قادیانی کو مشیت الہی کو پورا کرنے کے لئے جدوجہد کا پابند کر دیا گیا اور جن لوگوں نے (اب تک) پاکستان کی سالمیت کی خاطر اکھنڈ بھارت نہ بننے دیا خواہ وہ قائد اعظم تھے یا سیاسی زعماء عوام اور خواص مرزائیوں کے عقیدہ میں گویا سب نے مشیت الہی کے خلاف کام کیا۔

2075 احمدیوں کے ہاں اکھنڈ بھارت اس لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہوئے کسی بھی مسلمان ریاست کے مقابلہ میں غیر مسلم اسٹیٹ کو مفید مقصد سمجھتے

تھے۔ آج بھی وہ پاکستان کی شکل میں ایک مسلم ریاست جس کا جغرافیائی حدود اور بے حد محدود ہے کے مقابلہ میں سیکولر اکھنڈ بھارت کو اپنے لئے مضبوط اور مفید سمجھتے ہیں۔ جب کہ 'ن' کے لئے مرزا غلام احمد کی بعض پیشین گوئیوں نے اس تصور کو تقدس کا جامہ بھی پہنا دیا ہے۔

کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش

چنانچہ ۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو چوہدری ظفر اللہ خان کے بیٹے کے نکاح کے موقع پر سابق خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنا ایک روڈیا بیان کیا اور اس روڈیا (خواب) کی تعبیر اور اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد کی پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری ظفر اللہ خان کی موجودگی میں کہا: ”حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے ان پیشین گوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بعثت سے وابستہ ہے، غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔“

حقیقت یہی ہے کہ ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لئے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے۔ پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جواڑا لانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر و شکر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام بہت مشکل ہے۔ مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تاکہ ²⁰⁷⁶ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے۔ چنانچہ اس روڈیا میں اس طرف اشارہ ہے ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگئی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔“ (روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء)

”میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہندوستان کو اکٹھا رکھنا چاہتی ہے۔

لیکن قوموں کی منافرت کی وجہ سے عارضی طور پر الگ بھی کرنا پڑے۔ یہ اور بات ہے ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح جلد متحد ہو جائیں۔“ (میاں مرزا احمد خلیفہ ربوہ الفضل ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء)

وینسکن سٹیٹ کا مطالبہ پاکستان کی حد بندی کے موقع پر غداری جماعت احمدیہ تقسیم کی مخالف تھی۔ لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہو گیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع جس میں قادیان کا قصبہ واقع تھا پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دونوں بھارت اور پاکستان کی حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے دونوں اپنے اپنے دعویٰ اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے ہاؤڈری کمیشن کے سامنے اپنا الگ ایک محضر نامہ پیش کیا اور اپنے لئے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ موقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو دینی کنٹری قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ اس محضر نامہ میں انہوں نے اپنی تعداد اپنے علیحدہ مذہب،²⁰⁷⁷ اپنے فوجی اور رسول ملازمین کی کیفیت اور دوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا احمدیوں کا دینی کنٹری کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا۔ البتہ ہاؤڈری کمیشن نے احمدیوں کے میمورنڈم سے یہ فائدہ حاصل کر لیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم ترین علاقے بھارت کے حوالے کر دیئے اور اس طرح نہ صرف گورداسپور کا ضلع پاکستان سے گیا۔ بلکہ بھارت کو کشمیر ہڑپ کر لینے کی راہ مل گئی اور کشمیر پاکستان سے کٹ گیا۔

چنانچہ سید میر نور احمد سابق ڈائریکٹر تعلقات عامہ اپنی یادداشتوں ”مارشل لاء سے مارشل لاء تک“ اس واقعہ کو یوں تحریر کرتے ہیں: ”لیکن اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایوارڈ پر ایک مرحلہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروز پور کے متعلق جس میں ۱۹ اگست اور ۷ اگست کے درمیان عرصہ میں رد و بدل کیا گیا اور ریڈ کلف سے ترمیم شدہ ایوارڈ حاصل کیا گیا۔ کیا ضلع گورداسپور کی تقسیم اس ایوارڈ میں شامل تھی۔ جس پر ریڈ کلف نے ۸ اگست کو دستخط کئے تھے یا ایوارڈ کے اس حصہ میں بھی ماؤنٹ بیٹن نے نئی ترمیم کرائی۔ افواہ یہی ہے اور ضلع فیروز پور والی فائل سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر ایوارڈ کے ایک حصہ میں ناجائز طور پر رد و بدل ہو سکتا تھا تو دوسرے حصوں کے متعلق بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ پنجاب حد بندی کمیشن کے مسلمان ممبروں کا تاثر ریڈ کلف کے ساتھ آخری گفتگو کے بعد یہی تھا کہ گورداسپور جو بہر حال مسلم اکثریت کا ضلع تھا قطعی طور پر پاکستان کے حصے میں آ رہا ہے۔ لیکن جب ایوارڈ کا اعلان ہوا تو نہ ضلع فیروز پور کی تحصیلیں پاکستان میں آئیں اور نہ ضلع گورداسپور (ماسوائے تحصیلیں) پاکستان کا حصہ بنا۔ کمیشن کے

سامنے دلا کی بحث کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ کمیشن کے سامنے کشمیر کے نقطہ نگاہ سے خلع گورداسپور کی تحصیل پٹھان کوٹ کی اہمیت کا کوئی ذکر آیا تھا یا نہیں، غالباً نہیں آیا تھا۔ کیونکہ یہ پہلو کمیشن کے نقطہ نگاہ سے قطعاً غیر متعلق تھا۔ ممکن ہے ریڈ کلف کو اس نقطے کا کوئی علم ہی نہ ہو۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن کو معلوم تھا کہ تحصیل پٹھان کوٹ کے ادھر²⁰⁷⁸ ادھر ہونے سے کن امکانات کے راستے کھل سکتے ہیں اور جس طرح کانگریس کے حق میں ہر قسم کی بے ایمانی کرنے پر اتر آیا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز بعید از قیاس نہیں کہ ریڈ کلف عواقب اور نتائج کو پوری طرح سمجھا ہی نہ ہو اور اس پاکستان دشمنی کی سازش میں کردار عظیم ماؤنٹ بیٹن نے ادا کیا ہو۔

خلع گورداسپور کے سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے۔ اس کے متعلق چوہدری ظفر اللہ خان جو مسلم لیگ کی وکالت کر رہے تھے خود بھی ایک افسوسناک حرکت کر چکے ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ عام مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ بے شک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کرے گی۔ لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف۔ تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عدوی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا۔ اگر جماعت احمدیہ یہ حرکت نہ کرتی۔ تب بھی خلع گورداسپور کے متعلق شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا۔ لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی۔“ (روزنامہ مشرق ۳۱ فروری ۱۹۶۴ء)

اب اس سلسلہ میں خود مدہ بندی کمیشن کے ایک ممبر جسٹس محمد منیر کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں: ”اب خلع گورداسپور کی طرف آئے۔ کیا یہ مسلم اکثریت کا علاقہ نہیں تھا۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس خلع میں مسلم اکثریت بہت معمولی تھی۔ لیکن پٹھان کوٹ تحصیل اگر بھارت میں شامل کر دی جاتی تو باقی خلع میں مسلم اکثریت کا تناسب خود بخود بڑھ جاتا۔ مزید برآں مسلم اکثریت کی تحصیل شکر گڑھ کو تقسیم کرنے کی مجبوری کیوں پیش آئی۔ اگر اس تحصیل کو تقسیم کرنا ضروری تھا تو دریائے راوی کی قدرتی سرحد یا اس کے ایک معاون نالے کو کیوں نہ قبول کیا گیا۔ بلکہ اس مقام سے اس نالے کے مغربی کنارے کو سرحد قرار دیا گیا۔ جہاں یہ نالہ ریاست کشمیر سے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ کیا گورداسپور کو اس لئے بھارت میں²⁰⁷⁹ شامل کیا گیا کہ اس وقت بھی بھارت کو کشمیر سے منسلک رکھنے کا عزم دارادہ تھا۔

اس ضمن میں میں ایک بہت ناگوار واقعہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں۔ میرے لئے یہ بات ہمیشہ ناقابل فہم رہی ہے کہ احمدیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اہتمام کیا۔ اگر احمدیوں کو مسلم

لیگ کے موقف سے اتفاق نہ ہوتا تو ان کی طرف سے علیحدہ نمائندگی کی ضرورت ایک افسوسناک امکان کے طور پر سمجھ میں آ سکتی تھی۔ شاید وہ علیحدہ ترجمانی سے مسلم لیگ کے موقف کو تقویت پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن اس سلسلے میں انہوں نے شکر گڑھ کے مختلف حصوں کے لئے حقائق اور اعداد و شمار پیش کئے اس طرح احمدیوں نے یہ پہلو اہم بنا دیا کہ نالہ بھین اور نالہ بستر کے درمیانی علاقے میں غیر مسلم اکثریت میں ہیں اور اس دعویٰ کے لئے دلیل میسر کر دی کہ اگر نالہ اچھا اور نالہ بھین کا درمیانی علاقہ بھارت کے حصہ میں آیا تو نالہ بھین اور نالہ بستر کا درمیانی علاقہ از خود بھارت کے حصہ میں آ جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ علاقہ ہمارے (پاکستان) کے حصے میں آ گیا ہے۔ لیکن گورداسپور کے متعلق احمدیوں نے اس وقت سے ہمارے لئے سخت محنت پیدا کر دیا۔“

(روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۷ جولائی ۱۹۶۳ء)

اس معاملہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ایک طرف قادیانی ریڈ کلف کمیشن کو الگ سٹیٹ کا میمورنڈم دے رہے تھے اور دوسری طرف وہی چوہدری ظفر اللہ خان کمیشن کے سامنے پاکستانی کیس کی وکالت کر رہے تھے جو بقول ان کے اپنی جماعت کے اس خلیفہ کو مطاع مطلق کہتے تھے۔ جن کا عقیدہ یہ تھا کہ اکھنڈ بھارت اللہ کی مشیت اور مسیح موعود کی بعثت کا تقاضہ ہے۔ ایک ایسے شخص کو پاکستانی وکالت سپرد کر دینا جس کا ضمیر ہی پاکستان کی حمایت گوارہ نہ کر سکے نادانی نہیں تو اور کیا تھا؟ اور خود چوہدری ظفر اللہ کا ایسے درپردہ خیالات و مقاصد کے ہوتے ہوئے پاکستانی کیس کو ہاتھ میں لینا منافقت نہیں تھی تو اور کیا تھا؟ بہر حال ادھر چوہدری صاحب ریڈ کلف کے سامنے پاکستانی کیس لڑ رہے تھے۔ ادھر ان کے امیر اور مطاع مطلق مرزا محمود احمد نے علیحدہ میمورنڈم پیش کر دیا اس طرح یہ دودھاری تلوار کی جنگ گورداسپور ضلع کی تین تحصیلوں کو پاکستان²⁰⁸⁰ سے کاٹ کر بھارت جانے پر ختم ہوئی اور کشمیر کو پاکستان سے کاٹ دینے کی راہ بھی ہموار کر دی گئی۔

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali)]

(اس مرحلہ پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی کی جگہ مسٹر چیئرمین صاحبزادہ فاروق علی نے اجلاس کی صدارت سنبھال لی)

مولوی مفتی محمود:

سیاسی عزائم اور منصوبے ملک دشمن سیاسی سرگرمیاں
اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ بظاہر ایک خالص مذہبی جماعت کہلانے والی
تنظیم اور تحریک کے سیاسی عزائم اور مساعی کیا ہیں۔

مرزائی حضرات بیک وقت کئی کھیل کھیلتے ہیں۔ ایک طرف مذہب اور اس کی تبلیغ کی
آڑ لے کر ایک خالص مذہبی جماعت ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ان کے سیاسی
عزائم اور منصوبے نہایت شدت سے اور منظم طریقے سے جاری رہتے ہیں اور اگر کہیں مسلمانوں
کی اکثریت ان کے سیاسی مشاغل اور ارادوں کا محاسبہ کرے تو ایک مظلوم مذہبی اقلیت کا رونا رو کر
عالمی ضمیر کو معذرت کے لئے پکارا جاتا ہے۔ حالیہ واقعات میں لندن میں بیٹھ کر چوہدری ظفر اللہ
خان کا دواویلا اور اس کے جواب میں مغربی دنیا کی چیخ و پکار اسی تکنیک کی واضح مثال ہے۔

مذہبی نہیں سیاسی تنظیم

مذہب اور سیاست کے اس دو طرفہ تانک میں اصل حقیقت نگاہوں سے مستور ہو جاتی
ہے اور حقائق سے بے خبر دنیا سمجھتی ہے کہ واقعی پاکستان کے ”مذہبی جنونی“ ایک بے ضرر چھوٹی سی
2081 اقلیت کو کھلنا چاہتے ہیں۔ لیکن واقعات اور حقائق کیا ہیں اس کا اندازہ حسب ذیل چند حوالوں
اور پاکستانی سیاست میں اس جماعت کے عملی کردار سے لگانا چاہئے۔ مرزا محمود احمد صاحب نے
۱۹۲۲ء میں خطبہ جمعہ کے دوران کہا تھا۔

”نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی
طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔“ (الفضل مورخہ ۲۷ فروری، ۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء)
اس سے پہلے ۱۳ فروری ۱۹۲۲ء کو الفضل میں خلیفہ محمود احمد کی یہ تقریر شائع ہوئی۔
”ہم احمدی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔“

۱۹۳۵ء میں کہا: ”کہ اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے تمہارے
راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔“ (الفضل مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء)

۱۹۴۵ء میں انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کا اظہار اس طرح کیا کہ: ”جب تک
جماعت احمدیہ نظام حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں ہوتی اس وقت تک ضروری ہے کہ اس دیوار
(انگریزی حکومت) کو قائم رکھا جائے۔“ (الفضل قادیان مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۵ء)

۱۹۴۵ء کے بعد حصول اقتدار کے یہ ارادے تحریروں میں عام طور پر پائے جانے لگے۔ جسٹس منیر نے بھی اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ: ”۱۹۴۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔“

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ص ۲۰۹)

ان سیاسی عزائم سے مزید پردہ ۱۹۶۵ء میں لندن میں منعقد ہونے والی جماعت احمدیہ کے پہلے یورپی کنونشن سے اٹھ جاتا ہے جس کا افتتاح سر ظفر اللہ نے کیا۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۳۰ اگست ۱۹۶۵ء جلد ۷ ص ۳۰۹ فرسٹ ایڈیشن میں خبر دی گئی ہے کہ: ”لندن ۳۰ اگست ۲۰۸۲ (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے۔ جن میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز بیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خان نے کیا یہ کنونشن ۷ اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف ۷۵ ممالک میں اپنے مشن قائم کر لئے ہیں۔ برطانیہ میں جماعت کے ۱۸ مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسر اقتدار آجائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے۔ ساہوکاری اور سود پر پابندی لگادی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔“

اس خبر کے خط کشیدہ الفاظ میں احمدی جماعت کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں مجوزہ اصلاحات کا ذکر ہے کیا کوئی غیر سیاسی جماعت اس قسم کے امکانات اور اصلاحات پر غور کر سکتی ہے؟

پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ

مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء کے شروع میں یہ اعلان کرادیا تھا کہ: ”اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۱۹۵۲ء میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ (آگے چل کر کہا) ۱۹۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے۔ جب احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آگرے۔“

(الفضل مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء)

واضح رہے کہ یہ اعلان ربوہ میں قادیانی فرقہ کے سیاسی فوجی اور کلیدی ملازمتوں پر فائز اہم عہدہ داروں کے اہم اجتماع اور مشورہ کے بعد کرایا گیا تھا اور ابھی پندرہ مہینے گزرنے نہ

- پائے تھے کہ اس اعلان انقلاب کی ایک صورت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی شکل میں ظاہر ہوگئی۔
- اس سلسلہ میں موجودہ مرزا ناصر احمد کے اعلانات دس ہزار گھوڑوں کی تیاری اور اس طرح کے کئی منصوبے اس کثرت سے ان کے اخبارات میں آتے رہے ہیں کہ سب پر عیاں ہیں۔
- سیاسی عزائم کی یہ ایک معمولی سی جھلک تھی اور قیام پاکستان کے فوراً بعد مرزائیوں کے حصول اقتدار کا رجحان ابھر کر بڑی شدت سے حسب ذیل صورتوں میں سامنے آنے لگا۔
- ۱..... کسی نہ کسی طرح پورے ملک میں سیاسی اقتدار حاصل کیا جائے۔
 - ۲..... بصورت دیگر کم از کم ایک صوبہ یا علاقہ کو قادیانی سٹیٹ کی حیثیت دی جائے۔
 - ۳..... ملک کی داخلی اور بیرونی تمام اہم شعبوں، وسائل اور ذرائع کو اپنے عزائم کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔
 - ۴..... تمام کلیدی مناصب پر قبضہ کیا جائے۔

سرفظر اللہ خاں کا کردار

اس پروگرام اور سیاسی عزائم کے حصول کا آغاز چوہدری ظفر اللہ خاں نے اپنے دور وزارت میں بڑے زور و شور سے کیا۔ چوہدری صاحب بڑے فخر سے کہا کرتے کہ وہ چین جاتیں یا امریکہ ہر جگہ مرزائیت کی تبلیغ کریں گے۔ وہ اپنی جماعت کے امیر کو مطاع مطلق سمجھتے تھے وہ نہ صرف احمدیت کو خدا کا لگا گیا ہوا پودا سمجھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہ مرزا غلام احمد کے وجود کو کال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ایسے خیالات کا اظہار وہ نہ صرف نجی مجالس بلکہ سرکاری ملازم ہوتے ہوئے احمدیت کے تبلیغی اجتماعات میں بھی بر ملا کرتے تھے۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۳۱ مئی ۱۹۵۲ء کراچی کے احمدی اجتماع کی تقریر)

پاکستان بننے کے بعد ایسے فتنے کو جب وزارت خارجہ جیسا اہم عہدہ دیا گیا جس کی نگرانی میں تمام دنیا میں سفارتخانوں کا قیام اور پاکستان سے روابط قائم کرانے کا کام بھی تھا تو ²⁰⁸⁴ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے اس وقت کے وزیراعظم کو لکھا کہ اگر کلیدی مناصب پر ایسے لوگوں کو فائز کرنے کا یہ تلخ گھونٹ آج گلے سے اتار لیا گیا تو آئندہ زہر کا پیالہ پینے کو تیار رہنا چاہئے۔

مگر یہ نصیحت بوجہ کارگر نہ ہو سکی اور ہمیں نہ ہر کا ایک پیالہ نہیں کٹی کٹی پیا لے پینے پڑے۔

چوہدری صاحب موصوف تقسیم سے پہلے بھی اپنی سرکاری پوزیشن سے سراسر ناجائز

فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانی مفادات کے لئے کام کرتے رہے۔ مگر تقسیم کے بعد اس میں بڑھ چڑھ کر اضافہ کر دیا۔ وزارت خارجہ کے سہارے سے انہوں نے غیر ممالک میں قادیانی تحریک کو تقویت پہنچائی اور اس وقت سے لے کر اب تک یہ لوگ پاکستان کے سفارتی ذرائع سے اپنی باطل تبلیغ کے نام پر عالم اسلام کے خلاف سیاسی، جاسوسی اور سامراجی مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ ایسے قادیانی حاشیہ برداروں نے ملکی زرمبادلہ اتنی بے دردی سے ضائع کیا کہ جب بھی اس طرح کی خبریں آئیں مسلمانوں میں تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑی اور قومی اسٹیبلشمنٹ میں اس بارہ میں آوازیں اٹھانی لگیں۔

۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کی افسوسناک صورت ایسے مطالبات ہی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی جس میں سوادِ اعظم نے دیگر مطالبوں کے علاوہ سر ظفر اللہ اور دیگر مرزائیوں کا کلیدی منصب سے علیحدگی پر زور دیا گیا تھا۔ مگر ہم ان کے بیرونی آقاؤں مغربی سامراج کے ہاتھوں اتنے بے بس ہو چکے تھے کہ سینکڑوں مسلمانوں کی شہادت کے بعد بھی ”اس وقت کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے سر ظفر اللہ کی علیحدگی کے بارہ میں یہ قطعی رائے ظاہر کی کہ وہ اس اہم معاملہ میں کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔“

وزارت خارجہ جیسے اہم منصب پر فائز بھی محض تھا جس کے افسوسناک کردار کا ایک رخ حال ہی میں لندن میں ان کے پریس کانفرنس مورچہ ۵ جون ۱۹۷۳ء کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ پریس کانفرنس پاکستانی اخبارات میں آچکی ہے۔ مغربی پریس، بی بی سی اور آکاش وانی بھارت نے اس پریس کانفرنس کے عنوان سے اسی پروپیگنڈہ کی مہم چلائی۔ جس قسم کی مہم المیہ مشرقی پاکستان سے پہلے چلائی گئی تھی۔

بہر حال یہ ایک مثال تھی اس بات کی کہ کلیدی مناصب پر فائز ہونے کی شکل میں ان لوگوں کے ہاتھوں ملک و ملت کے مفادات کو کتنا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

تمام محکموں اور کلیدی مناصب پر قبضہ کرنے کا منصوبہ

مرزائیوں کے ذہن میں کلیدی مناصب کی یہی مہم اور نازک پوزیشن پہلے سے موجود ہے اور ان کی تحریرات، اعلانات اور سرکاری محکموں پر منظم قبضہ کرنے کے پروگرام کا واضح ثبوت مل جاتا ہے۔ مرزا محمود نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ”جب تک سارے محکموں میں ہمارے آدمی موجود نہ ہوں ان سے پوری طرح کام نہیں لے سکتے۔ مثلاً موٹے موٹے محکموں

سے فوج ہے، پولیس ہے، ایڈمنسٹریشن ہے، ریلوے ہے، فائمنس ہے، کسٹمز ہے، انجینئرنگ ہے۔ یہ آٹھ دس موٹے موٹے صیغے ہیں جن کے ذریعے سے جماعت اپنے حقوق محفوظ کرا سکتی ہے۔ ہماری جماعت کے نوجوان فوج میں بے تحاشا جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہماری نسبت فوج میں دوسرے محکموں کی نسبت سے بہت زیادہ ہے اور ہم اس سے اپنے حقوق کی حفاظت کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ باقی محکمے خالی پڑے ہیں۔ بے شک آپ لوگ اپنے لڑکوں کو نوکری کرائیں۔ لیکن وہ نوکری اس طرح کیوں نہ کرائی جائے جس سے جماعت فائدہ اٹھا سکے۔ پیسے بھی اس طرح کمائے جائیں کہ ہر صیغے میں ہمارے آدی موجود ہوں اور ہر جگہ ہماری آواز پہنچ سکے۔“

(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

2086 کلیدی مناصب کی اہمیت اور مطالبہ علیحدگی کے دلائل

اس واضح پر دو گرام اور منصوبوں کو دیکھ کر اور سرکاری محکموں میں مرزائیوں کا اپنی آبادی سے بدرجہا بڑھ کر قبضہ کرنے پر مسلمان بجا طور پر بے چین ہیں۔ ان کی سابقہ روش کو دیکھ کر اگر وہ یہ مطالبہ کرتے کہ آئندہ دس سال میں ملک کے ہر محکمے میں کسی بھی مرزائی کی بھرتی بند کر دی جائے۔ تب بھی یہ مطالبہ عین قرین انصاف تھا۔ مگر مسلمان اس سے کم تر مطالبہ یعنی قادیانیوں کو کلیدی مناصب سے ہٹانے پر اکتفا کئے ہوئے ہیں جس کی معقولیت کی بنیاد صرف یہ مذہبی نظریہ نہیں کہ کسی اسلامی سٹیٹ میں قرآن و سنت کی واضح ہدایات کی بناء پر کسی بھی غیر مسلم کو کلیدی مناصب پر مامور نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ اس کے علاوہ یہ مطالبہ اس لئے بھی کیا جا رہا ہے کہ:

۱..... یہ لوگ پچھلے انگریزی دور میں مسلمانوں کی غفلت اور انگریزوں کی غیر معمولی عنایات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے نام پر مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوئٹہ کا استحصال کرتے آئے ہیں۔

۲..... قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں کی غفلت یا بے حسی سے فائدہ اٹھا کر اس معمولی اقلیت نے شرح آبادی کے تناسب سے بدرجہا زیادہ ملازمتوں پر قبضہ کر لیا ہے۔

۳..... اس گروہ سے تعلق رکھنے والے اہم مناصب پر فائز افراد نے اپنے ہم مذہبوں کو بھرتی کر کے اور اپنے ماتحت اکثریتی طبقہ مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھائی۔

۴..... اس کے نتیجے میں ملک کے تمام اہم شعبوں فوجی، صنعتی، معاشی، اقتصادی، انتظامیہ، مالیات، منصوبہ بندی، ذرائع المارغ وغیرہ پر انہیں اجارہ داری حاصل ہو گئی اور ملک کی قسمت کا فیصلہ ایک مٹھی بھر غیر مسلم جماعت کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

.....۵ اس گروہ کے سرکردہ افراد نے اپنے دائرہ اثر میں اپنے عہدہ اور منصب کو قادیانیت کی²⁰⁸⁷ تبلیغ و اشاعت کے لئے استعمال کیا اور انہی ہدایات پر عمل کیا جو ان کے امام اور خلیفہ نے ۱۹۵۲ء میں انہیں دی تھیں اور کہا تھا کہ ”مرزائی ملازمین اپنے محکموں میں منظم صورت میں مرزائیت کی تبلیغ کریں۔“ (الفضل مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۵۲ء)

.....۶ کلیدی مناصب پر فائز مرزائیوں کے ذمہ دار افراد ملک و ملت کے مفادات سے غداری کے مرتکب ہوتے رہے۔ اس سلسلہ میں ایئر مارشل ظفر چوہدری اور کئی دوسرے جرنلوں کا کردار قوم اور حکومت کے سامنے آچکا ہے۔ بنگلہ دیش اور پاک بھارت جنگ کے سلسلہ میں ان لوگوں کا کردار موضوع عام و خاص ہے۔

ان چند وجوہات کی بناء پر مرزائیوں کا کلیدی مناصب پر برقرار رہنا صرف مذہبی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ ملک کی اکثریت کے معاشی، سماجی، سیاسی، معاشرتی مفادات کے تحفظ اور ملک و ملت کی سالمیت کا بھی تقاضا ہے۔

متوازی نظام حکومت

پاکستان بننے کے بعد احمدی جماعت کی سیاسی تنظیم نے حکومت پاکستان کے مقابلے میں ایک متوازی نظام حکومت قائم کر لیا ہے۔ ربوہ کے مقام پر خالص احمدیوں کی بستی آباد کر کے اس نظام حکومت کا مرکز بنالیا گیا۔ جماعت کا لیڈر ”امیر المؤمنین“ کہلاتا ہے۔ جو مسلمانوں کے فرمانروا کا معین شدہ لقب ہے۔ اس امیر المؤمنین کے ماتحت ربوہ میں مرزائی سٹیٹ کی نظارتیں باقاعدہ قائم ہیں۔ نظارت امور داخلہ ہے، نظارت نشر و اشاعت ہے، نظارت امور عامہ ہے، نظارت امور مذہبی ہے۔ یہ نظارتیں کسی ریاست یا سلطنت کے نظام کے شعبوں کی طرح کام کر رہی ہیں۔ اس نظام حکومت نے خدام الاحمدیہ کے نام سے ایک فوجی نظام بھی بنا رکھا ہے۔ خدام الاحمدیہ میں ”فرقان ہلالین“ کے سابق سپاہی اور افسر شامل ہیں۔

²⁰⁸⁸ احمدی لیڈروں کو یقین ہے کہ اب ان کے لئے پاکستان کا حکمران بن جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ سابقہ خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے سالانہ جلسہ میں اعلان کیا تھا ہم فتح یاب ہوں گے اور تم مجرموں کے طور پر ہمارے سامنے پیش ہوو گے۔ اس وقت تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو فتح مکہ کے دن ابو جہل اور اس کی پارٹی کا ہوا تھا۔

بلوچستان پر قبضے کا منصوبہ

ابھی قیام پاکستان کو اک برس بھی نہ گزر نے پایا تھا کہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو قادیانی خلیفہ نے کوئٹہ میں ایک خطبہ دیا جو ۱۳ اگست کے الفضل میں ان الفاظ میں شائع ہوا۔

”برٹش بلوچستان جواب پاکی بلوچستان ہے کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ مگر بوجہ ایک پونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے پونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹیٹیوشن ہے۔ وہاں اسٹینس سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاسکتا کہ کسی اسٹینٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب اسٹینٹس کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۶،۵ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اس کی آبادی ۱۱ لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک پونٹ ہے۔ اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو۔ پہلے Base مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی Base مضبوط کر لو کسی نہ کسی جگہ اپنی Base بنا لو کسی ملک میں ہی بنا لو۔ اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“

کشمیر

مرزائی حضرات جس قادیانی ریاست کا خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر کے لئے انہوں نے ابتداء ہی سے کشمیر کو بھی مناسب حال سمجھا۔ اس دلچسپی کی بعض وجوہات کو تاریخ احمدیت کے مؤلف دوست محمد شاہد نے کتاب کی جلد ششم ص ۳۳۵ تا ۳۴۷ میں ذکر بھی کیا ہے۔

الف..... قادیان ریاست جموں و کشمیر کا ہم آغوش ہے جو ان کے ”پیغمبر“ کا مولد دارالامان اور مکہ مدینہ کا ہم پلہ بلکہ ان سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

(افضل مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء، تقریر مرزا محمود صاحب و حقیقت الریاء ص ۳۶، از مرزا محمود)

اور قادیان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیشین گوئی کے مطابق قادیان قادیانیوں کو ضرور ملے گا وہ اپنے چھوٹے بچوں کو ابتدائی نصاب میں یہی بات راسخ کرتے

رہتے ہیں کہ: ”(قادیان سے ہجرت) کی حالت عارضی ہوگی آخر ایک وقت آئے گا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا۔“ (راہ ایمان ص ۹۸، بچوں کی ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ) قادیان اور جموں و کشمیر کے جغرافیائی اتصال کو برقرار رکھنے کی کوششوں سے باؤظری کمیشن کو احمدی میمورنڈم کی وجہ سے ضلع گورداسپور کو پاکستان سے کاٹنے اور بھارت کو کشمیر ہڑپ کر لینے کی راہ مل گئی۔

ب..... ۲۰۹۰ قادیانیوں کا دُرم ہے کہ کشمیر میں قادیانی اثرات پہلے سے زیادہ ہیں۔ مرزا محمود کے بقول وہاں تقریباً اسی ہزار احمدی ہیں۔

ج..... کشمیر ان کے مسیح موعود کے بقول مسیح اول (حضرت عیسیٰ) کا مدفن ہے اور مسیح ثانی کے پیروکاروں کی بڑی تعداد وہاں آباد ہے اور جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہو وہاں کی حکمرانی کا حق صرف قادیانیوں کو مل سکتا ہے۔

د..... مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب امام الدین کو کشمیر بطور گورنر بھیجا تو مرزا غلام احمد کے والد بھی ان کے ساتھ تھے۔

..... مرزا غلام احمد کے خلیفہ اول حکیم نور الدین جو خلیفہ ثانی مرزا محمود کے استاد اور خسر تھے۔ مدتوں ہی کشمیر میں رہے۔ بہر حال جس طرح بلوچستان پر ان کی نظر افرادی آبادی کی قلت کی وجہ سے پڑی تو کشمیر پر ہر دور میں ان کی نظر کسی عام انسانی ہمدردی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ سابقہ شخص اور عسکری مفادات کی وجہ سے پڑتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانے کی پہلی سازش ۱۹۳۰ء میں برطانوی آقاؤں کے اشارے پر کی گئی۔ مرزا بشیر الدین کی کشمیر کمیٹی سے دلچسپی انہی سیاسی عزائم کی پیداوار تھی جسے ڈاکٹر اقبال مسلمان زعماء اور عام مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں نے ناکام بنا دیا اور علامہ اقبال نے ان کے سیاسی عزائم بھانپ کر اس تحریک کا سختی سے مقابلہ شروع کیا۔

۱۹۳۸ء کی جنگ کشمیر اور فرقان بٹالین

قیام پاکستان کے تیسرے مہینے اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان نے مقبوضہ کشمیر کا مطالبہ کیا اور ۱۹۴۸ء میں جنگ چھڑی تو قادیانی امت نے فرقان بٹالین کے نام سے ایک پلاٹون تیار کی جو جموں کے محاذ پر متعین کی گئی۔ اس سے پہلے اپنی طویل تاریخ میں مرزائیوں کو مسلمانوں کے کسی ابتلاء اور مصیبت میں حصہ لینے کی توفیق نہیں ہوئی تھی۔ مگر آج وہ آزادی کشمیر کے لئے فرقان

بٹالین کے نام ²⁰⁹¹ سے جانیں پیش کرنے لگے۔ اس وقت پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل سر ڈگلس گریسی تھے جو نہ تو کشمیر کی لڑائی کے حق میں تھے نہ پاکستانی فوج کو کشمیر میں استعمال کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ یہاں تک ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بعض جنگی معلومات بھارت کے کمانڈر انچیف جنرل سر آکسن لیگ تک پہنچاتے رہے۔ لیکن دوسری طرف وہی انگریز کمانڈر انچیف، پبلک سے تعلق رکھنے والی ایک آزاد فورس کو اس جنگ میں کھلی اجازت دیتا ہے۔ انہی جنرل گریسی نے بطور کمانڈر انچیف فرقان بٹالین کو داد و تحسین کا پیغام بھی بھیجا جو تاریخ احمدیت مؤلف دوست محمد شاہ قادیانی ص ۶۷ اور نظارت دعوت و تبلیغ ریوہ کی شائع کردہ ٹریکٹ میں بھی ہے۔ فرقان فورس نے کشمیر کی اس جنگ کے دوران کیا خدمات انجام دیں۔ یہاں اس کے تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ لیکن جب اس جہاد کے بعد اس تنظیم کے کارنامے خلوتوں اور جلو توں میں زیر بحث آنے لگے اور اخبارات میں کشمیری رہنماؤں اللہ رکھا ساغر اور آفتاب احمد سیکرٹری جنوں و کشمیر مسلم کانفرنس کے بیانات آئے۔ اس سے اس وقت کے فوجی سربراہوں اور حکومت میں کھلبلی مچ گئی۔ سردار آفتاب احمد کا اصل بیان یہ تھا: ”اس فرقان بٹالین نے جو کچھ کیا اور ہندوستان کی جو خدمات سر انجام دیں مسلم مجاہدین کی جوانیوں کا جس طرح سودا چکایا اگر اس پر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں جو سکیم بنی ہندوستان پہنچ جاتی جہاں مجاہدین مورچہ بناتے دشمن کو پتہ چل جاتا جہاں مجاہدین ٹھکانا کرتے ہندوستان کے ہوائی جہاز پہنچ جاتے۔“

(ٹریکٹ نظارت دعوت و تبلیغ، مہجن احمد یہ ریوہ بحوالہ ٹریکٹ کشمیر اور مرزا بیت)

الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۰ء ص ۴۴ کالم ۴ کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود نے ان بیانات اور تقریروں پر داد دیا چھایا کہ اگر ہم غدار تھے تو حکومت نے ہمیں وہاں کیوں بٹھائے رکھا اور اس طرح اس وقت کی حکومت اور جنرل گریسی کی غداری کو بھی طشت از بام کرانے کا سنگل مرزا بشیر الدین نے دے دیا۔ چنانچہ اس وقت جنرل گریسی نے ایک تو فرقان فورس کو پراسرار اور فوری طور پر توڑ دیا اور دوسری طرف خود جنرل گریسی نے آفتاب احمد خان کے الزام کی تردید کی ضرورت محسوس کی۔ مگر ²⁰⁹² مرزا بشیر الدین کے کہنے کے مطابق حکومت کے دباؤ سے الزام لانے والوں نے گول مول الفاظ میں تردید کر دی۔ مگر ایک ماہ ہوا کہ پھر وہی اعتراض شائع کر دیا۔

(ملاحظہ ہو الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۰ء ص ۴۴، مرزا بشیر الدین کی تقریر)

سوال یہ ہے کہ ایسے الزامات اگر غلط تھے تو اتنی جلدی میں فرقان فورس کو توڑ دینے کی ضرورت کیا تھی؟ اور یہ الزامات اگر غلط تھے تو الزام لگانے والے مدتوں برسر عام اس کو دہراتے

چلے گئے۔ مگر اس وقت کی حکومت اور کمانڈر انچیف نے اس کی عدالتی انکوائری کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی۔ پاکستانی افواج کے ہوتے ہوئے متوازی فوج کیسے اور کیوں؟ یہ سوالات اب تک جواب طلب ہیں۔ مگر اس وقت آفتاب احمد صاحب سیکرٹری جنرل و کشمیر مسلم کانفرنس کے کہے گئے یہ الفاظ اب بھی حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ مرزائی ۳۰ سال سے (اور اب تو ۵۶ سال) آزاد کشمیر کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

فرقان فورس، ایک احمدی بٹالین اور متوازی فوجی تنظیم

چنانچہ فرقان فورس اس وقت توڑ دی گئی مگر ربوہ کے متوازی حکمران ابھی سمجھتے تھے کہ عوام کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ حقائق بین لگاہیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اگر چل کر بہت جلد اسے اور شکلوں میں قائم رکھا گیا اور اب یہ فورسیں اطفال الاحمدیہ، خدام الاحمدیہ، انصار اللہ وغیرہ نیم فوجی تنظیموں کے صورت میں قائم ہیں۔ جنس منیر نے فسادات ۱۹۵۳ء کے تحقیقاتی رپورٹ ص ۲۱۱ پر فرقان فورس کی موجودگی کے علاوہ مرزائی سٹیٹ کے خود ساختہ سیکرٹریٹ کی خبر ان الفاظ میں دی ہے: ”احمدی ایک متحد و منظم جماعت ہیں۔ ان کا صدر مقام ایک خالص احمدی قصبے میں واقع ہے۔ جہاں ایک مرکزی تنظیم قائم ہے جس کے مختلف شعبے ہیں۔ مثلاً شعبہ امور خارجہ، شعبہ امور داخلہ، شعبہ امور عامہ، شعبہ نشر و اشاعت یعنی وہ شعبے جو ایک ²⁰⁹³ باقاعدہ سیکرٹریٹ کی تنظیم میں ہوتے ہیں۔ وہ سب یہاں موجود ہیں۔ ان کے پاس رضا کاروں کا ایک جمیش بھی ہے جس کو خدام دین کہتے ہیں۔ فرقان بٹالین اسی جمیش سے مرکب ہے اور یہ خالص احمدی بٹالین ہے۔“

(تحقیقاتی رپورٹ ص ۲۱۱)

۱۹۶۶ء میں اس رسوائے زمانہ فرقان فورس کو مرزائیوں نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کی غیور پاکستانی افواج اور مجاہدین اور شہداء کے بالتقابل اس طرح پیش کیا کہ جب پاکستانی افواج کے بہادر مجاہدین کو تھخے دیئے جانے لگے تو الفضل میں اس طرح کے اطلاعات شائع ہونے لگے۔

”فرقان فورس میں شامل ہو کر جن قادیانیوں نے ۴۵ دن یعنی ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء (قارہ بندی کی تاریخ) کشمیر کی لڑائی میں حصہ لیا تھا وہ اب مندرجہ ذیل نمونہ کی رسید بنا کر اس پر دستخط و ثبت کر کے مقامی قادیانی جماعت کے امیر کے دستخط کروا کر ملک محمد رفیق دارالصدر غربی ربوہ کو بھجوا دیں۔ جس افسر کو ایڈریس کرنا ہے وہ جگہ خالی چھوڑ دی جائے۔ یہ رسیدیں ربوہ سے راولپنڈی جائیں گی۔ راولپنڈی سے ان لوگوں کے کشمیر میڈل ربوہ آئیں گے اور اس کی اطلاع الفضل میں شائع ہوگی اور

بھریہ میڈل ربوہ میں ان قادیانیوں کو تقسیم کئے جائیں گے۔“ (۲۳ مارچ ۱۹۶۶ء، افضل)

۱۹۶۵ء میں یتیم ہونے والے بچوں، اجڑنے والے سہاگوں کے مقابلہ میں کشمیر میڈل

کا قصہ چھیڑنا کیا ۱۹۶۵ء کے شہیدوں اور ان کی قربانیوں سے مذاق نہیں تھا؟

مجاہدین ۱۹۶۵ء کے مقابلہ میں ۱۸ برس بعد فرقان فورس کے قادیانیوں کو کشمیر میڈل ملنے کا قصہ؟ اس خطرناک سینڈل سے پردہ اٹھانا اٹلی جنس بیورو کا کام ہے۔ ہم محکمہ دفاع کی نزاکت اور تقدس ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتے۔ کشمیر کے سلسلہ میں فرقان فورس کا یہ تو ضمنی ذکر تھا۔ اصل مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں بظاہر یہ معمولی باتیں بھی قابل فور ہیں کہ پاک بھارت جنگ کے ہر موقع پر کشمیر و قادیان سے ملحق سرحدات کی کمان عموماً قادیانی جرنیلوں ہی کے ہاتھ میں کیوں رہتی ہے۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے اور اس کے بعد بھی صدر ایوب کے دور میں ²⁰⁹⁴ سر ظفر اللہ اور دوسرے مرزائی عمائدین کی طرف سے کشمیر پر چڑھائی اور اس کے لئے موزوں وقت کی نشاندہی کے پیغامات اور فتح کشمیر کی بشارتیں کیوں دی جاتی رہیں؟

..... مرزائیوں نے تقسیم کے وقت وزارت کی مشین سے علیحدہ حقوق طلب کر کے پاکستان سے غداری کی۔

..... پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک ہے جس کی حفاظت اور دفاع کے لئے عقیدہ جہاد روح کا کام دیتا ہے۔ مگر جو جماعت جہاد پر ایمان نہیں رکھتی۔ وہ پاکستان کی افواج میں مقتدر حیثیت اختیار کرتی گئی اور نتیجتاً پاک بھارت جنگ کے ہر موقع پر انہوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی سے گریز کیا۔ حالیہ صدرانی ٹریبونل میں قادیانی گواہ مرزا عبدالمسیح وغیرہ کی تصریح آچکی ہے کہ وہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کو جہاد تسلیم نہیں کرتے۔

..... مشرقی پاکستان کے سقوط میں افواج اور ایوان اقتدار پر فائز مقتدر مرزائیوں کا بنیادی حصہ ہے جس کے بہت سے حقائق اپنے وقت پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سر ظفر اللہ کی جنگ کے ایام میں بچی اور مجیب کے درمیان تنگ دو بے معنی نہ تھی۔

..... مرزائیوں نے راولپنڈی سازش کیس میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ وہ اس کے بانی مہمانی تھے۔ جس کا ثبوت عدالت سے ہو چکا ہے۔

مرزائی ریشہ و انہوں کے نتیجہ ۱۹۵۳ء میں ملک کو پہلی بار مارشل لاء کی اخت کا سامنا کرنا پڑا۔

خلاصہ کلام

ان واضح شواہد پر مبنی تفصیلات کو پڑھ کر مرزائیت کے سیاسی اور شرعی وجود کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔ ہر حوالہ اپنی جگہ مکمل اور اس کے عزائم و مقاصد کی صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہیں جن کی بناء پر مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر مرزائیت کو اسلام کا باغی اور ان کے پیروؤں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اس تحریک کے احوال و نتائج اور آثار و مظاہر تمام مسلمانوں کے علم میں ہیں۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نیا نہیں بلکہ علامہ اقبال نے پاکستان بننے سے کہیں پہلے انگریزی حکومت کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ: ”ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟ ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔“ (اٹلیٹس مین کے نام خط ۱۰ جون ۱۹۳۵ء)

علامہ اقبال نے حکومت کے طرز عمل کو جھنجھوڑتے ہوئے مزید فرمایا تھا: ”اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس خدمت کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ لیکن اس ملت کے لئے اسے نظر انداز کرنا مشکل ہے جس کا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے۔“

ان شواہد و نظائر کے پیش نظر آپ حضرات سے یہ گزارش کرنا ہم اپنا قومی و ملی فرض سمجھتے ہیں کہ یورپی سامراج کے اس فتنہ کالم کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نگاہ رکھی جائے۔ بلکہ اس جماعت کو پاکستان میں اقلیت قرار دے کر بلحاظ آبادی ان کے حدود و حقوق متعین کئے جائیں۔ ورنہ مرزائی استعماری طاقتوں کی بدولت ملک و ملت کے لئے مستحکم خطرہ بنے رہیں گے اور خدا خواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک و ملت کو ایک ایسے سانحہ سے دو چار ہونا پڑے، جو سانحہ کما آج ملت اسلامیہ عربیہ کی حیات اجتماعی کے لئے اسرائیلی سرطان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

۲۰۹۶ آخری دردمندانہ گزارش

معزز اراکین اسمبلی!

ہر چند اختصار کو مد نظر رکھنے کے باوجود مرزائیت کے بارے میں ہماری گزارشات کچھ طویل ہو گئیں۔ لیکن امت اسلامیہ پر مرزائیت کی ستم رانیوں کی داستان اس قدر طویل ہے کہ دوسو صفحات سیاہ کرنے کے باوجود ہمیں بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق جتنی اہم باتیں معزز اراکین کے سامنے پیش کرنی ضروری تھیں۔ ان کا بہت بڑا حصہ ابھی باقی ہے۔ ملت اسلامیہ تقریباً نوے سال سے مرزائیت کے ستم سہہ رہی ہے۔ اس مذہب کی طرف سے اسلام کے نام پر اسلام کی جڑیں کاٹنے کی جو طویل مہم جاری ہے اس کی ایک معمولی سی جھلک پچھلے صفحات میں آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد کی دجواں بکھیری گئی ہیں۔ قرآنی آیات کے ساتھ کھلم کھلا مذاق کیا گیا ہے۔ احادیث نبویؐ کو کھلونا بنایا گیا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہؓ کے مقدس گروہ اہل بیت عظامؑ اور اسلام کی حلیل القدر شخصیتوں پر علانیہ کچڑا چھالا گیا ہے۔ اسلامی شعائر کی برملا توہین کی گئی ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کردار کو اس رحمتہ للعالمین ﷺ کے ”پہلو بہ پہلو“ کھڑا کرنے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس ﷺ کے مقام عظمت و رفعت کے آگے فرشتوں کا سر نیا ز بھی خم ہے۔ جس ﷺ کے نام نامی سے انسانیت کا بھرم قائم ہے اور جس ﷺ کے دامن رحمت کی فیاضیوں کے آگے مشرق و مغرب کی حدود بے معنی ہیں۔

مرزائیت اسی رحمتہ للعالمین ﷺ کے شیدائیوں کے خلاف نوے سال سے سازشوں میں معروف ہے۔ اس نے ہمیشہ اسلام کا روپ دھار کر امت مسلمہ کی پشت میں منجر بھونکنے اور دشمنان اسلام کے عزائم کو اندرونی اڈے فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں فرزند ان توحید کے قتل عام اور مسلم خواتین کی بے حرمتی پر گھی کے چراغ جلائے ہیں اور اس نے اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک حصہ ظاہر کر کے اسلام دشمنوں کی وہ خدمات انجام دی ہیں جو اس کے کھلم کھلا دشمن انجام نہیں دے سکتے تھے۔

ملت مسلمہ نوے سال سے مرزائیت کے یہ مظالم جھیل رہی ہے۔ انہی مظالم کی بناء پر تمام مسلمانوں اور معصوم پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے اپنے زمانے کی انگریز حکومت سے یہ

مطالبہ کیا تھا کہ مرزائی مذہب کے متبعین کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انہیں مسلمانوں کے جسد ملی سے علیحدہ کر دیا جائے۔ لیکن وہ ایک ایسی حکومت کے دور میں پیدا ہوئے تھے جس نے مرزائیت کا پودا خود کاشت کیا تھا اور جس نے ہمیشہ اپنے مفادات کی خاطر مرزائیت کی پیٹھ تھکنے کی پالیسی اختیار کی ہوئی تھی۔ لہذا پوری ملت اسلامیہ اور خاص طور سے علامہ اقبال کی درد میں ڈوبی ہوئی فریادیں ہمیشہ حکومت کے ایوانوں سے ٹکرا کر رہ گئیں۔ مسلمان بے دست و پا تھے۔ اس لئے وہ مرزائیت کے مظالم سہنے کے سوا کچھ نہیں کر سکے۔ آج اسی مصور پاکستان کے خوابوں کی تعبیر پاکستان کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہاں ہم کسی بیرونی حکومت کے ماتحت نہیں تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ ستائیس سال گزرنے کے بعد بھی ہم ملت اسلامیہ کی اس ناگزیر ضرورت اس کے دیرینہ مطالبے اور حق و انصاف کے اس تقاضے کو پورا نہیں کر سکے اور اس عرصہ میں مرزائیت کے ہاتھوں سینکڑوں مزید ذمہ کھائے گئے ہیں۔

معزز اراکین اسمبلی! اب ایک طویل انتظار کے بعد یہ اہم مسئلہ آپ حضرات کے سپرد ہوا ہے اور صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام کی نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ پوری مسلم دنیا آپ کی طرف دیکھ رہی ہے اور ان غلط آشیاں مسلمانوں کی رو میں آپ کے فیصلے کی منتظر ہیں۔ جنہوں نے غلامی کی تاریک رات میں مرزائیت کے بچائے ہوئے کانٹوں پر جان دے دی تھی۔ جو حق و انصاف کے لئے پکارتے رہے۔ مگر ان کی شنوائی نہ ہو سکی اور جو ستائیس سال سے اس مسلم ریاست کی طرف دیکھ رہے ہیں جو آزادی کے خوابوں کی تعبیر ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوئی ہے اور جو دو سو سالہ غلامی کے بعد مسلمانوں کی پناہ گاہ کے طور پر حاصل کی گئی ہے۔

2098 معزز اراکین اسمبلی! کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہیے۔ مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اس مرزائی ملت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ جس نے اسلام سے مکمل کھلا خود علیحدگی اختیار کی ہے جس نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو جھٹلایا ہے۔ جس نے ستر کروڑ مسلمانوں کو بر ملا کافر کہا ہے اور جس نے خود عملاً اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے کٹ لیا ہے۔ ان کی عبادت گاہیں مسلمانوں سے الگ ہیں۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے دونوں طرف سے ناجائز سمجھے جاتے ہیں اور عدالتیں ایسے رشتوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہیں۔ مسلمان مرزائیوں کے اور مرزائی مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت جائز نہیں سمجھتے اور ان کے آپس میں ہم مذہب ہوں کے سے تمام رشتے کٹ چکے ہیں۔ لہذا اسمبلی کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت

قرار دینے کا اقدام کوئی اچھا یا معنوی اقدام نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت کا سرکاری سطح پر اعتراف ہوگا جو پہلے ہی عالم اسلام میں اپنے آپ کو منوا چکی ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جو کسی شخصِ عداوت یا سیاسی لڑائی نے وقتی طور پر کمزوری کر دی ہو۔ بلکہ یہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات کا، خاتم الانبیاء ﷺ کے سینکڑوں ارشادات کا، امت کے تمام صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین کا، تاریخ اسلام کی تمام عدالتوں اور حکومتوں کا، مذاہب عالم کی پوری تاریخ کا، دنیا کے موجود ستر کروڑ مسلمانوں کا، پاکستان کے ابتدائی مصوروں کا، خود مرزائی پیشواؤں کے اقراری بیانات کا اور ان کے نوے سالہ طرز عمل کا فیصلہ ہے اور اس کا انکار عین دودھ پر کے وقت سورج کے وجود کا انکار ہے۔ چونکہ مرزائی جماعتیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے امت مسلمہ کے مفادات کے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہتی ہیں۔ اس لئے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اس وقت منافرت و عداوت کی ایسی فضا قائم ہے جو دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ نہیں ہے۔ اس صورتحال کا اس کے سوا کوئی حل نہیں ہے کہ مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ اس کے ²⁰⁹⁹ بعد دوسری اقلیتوں کی طرح مرزائیوں کے جان و مال کی حفاظت بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی۔ مسلمانوں نے اپنے ملک کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ ہمیشہ انتہائی فیاضی اور رواداری کا سلوک کیا ہے۔ لہذا مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ملک میں ان کی جان و مال کا تحفظ زیادہ ہوگا اور منافرت کی وہ آگ جو وقفے وقفے سے بجڑک اٹھتی ہے ملک کی سالمیت کے لئے کبھی خطرہ نہیں بن سکے گی۔ لہذا ہم آپ سے اللہ کے نام پر، شافعِ محشر ﷺ کی ناموس کے نام پر، قرآن و سنت اور امت اسلامیہ کے اجماع کے نام پر، حق و انصاف اور دیانت و صداقت کے نام پر دیتا کے ستر کروڑ مسلمانوں کے نام پر، یہ اپیل کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کے اس مطالبے کو پورا کرنے میں کسی قسم کے دباؤ سے متاثر نہ ہوں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کریں۔ جن کی شفاعت میدانِ حشر میں ہمارا آخری سہارا ہے۔ اگر ہم نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو ملت اسلامیہ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ اقتدار و اختیار و حل جاتا ہے۔ لیکن غلط فیصلوں کا داغ موت کے بعد تک نہیں ہٹتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلہ کی توفیق دے۔ (محرمین قرا زاد)

2100 ضمیمہ نمبر: ۱

فیصلہ

مقدمہ بہاول پور

..... محفل ارشاد یہ سیا لکوٹ.....

انتساب! ²¹⁰¹

میں اس اشاعت کو حضرت امام ربانی، قیوم دورانی، قطب زمانی، مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی الفاروقی قدس سرہ السجانی کے نام نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور خداوند رب العزت کی بارگاہ اقدس میں نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ وہ مالک حقیقی اپنے حبیب کے صدقے اور حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے فیض کی برکت سے جو کہ بزرگوارم حضرت حافظ سید ارشاد حسین سرہندی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ ہمیں توفیق عطاء فرمائے کہ ہم جیسے نا اہل حضرت مجددی اس سنت کو زندہ کر سکیں۔ جس کے لئے آپ اس دنیا میں تشریف لائے اور کفر و الحاد، شرک و بدعت جیسی باطل قوتوں سے ٹکرا کر انہیں ریزہ ریزہ کر کے حق و صداقت کی روشنی سے دنیا کے کونے کونے کو منور کر دیا۔ خاکپائے سگان مجدد الف ثانی سید اختر حسین سرہندی

²¹⁰² ”ہندوستان کی سر زمین پر بے شمار مذاہب ملتے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت زیادہ گہرا ہے۔ کیونکہ ان مذاہب کی بناء کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک لسی، اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی بنیاد صرف دینی ہے۔ اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور غریبی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی ہے۔ اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے جو اس کی وحدت کے لئے خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو۔ لیکن اپنی بناء دینی نبوت پر رکھے اور بزم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۷۱)

علماء اور اکابرین ملت کی طرف سے اس فیصلے کا خیر مقدم ²¹⁰³

²¹⁰⁴ ”چودھویں صدی کے آغاز میں جب مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مشرق اور مغرب کے علماء نے اس کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں تیس پینتیس سال قبل یہ مسئلہ بہاول پور کی عدالت میں پیش ہوا جس پر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری سابق صدر المدرس دارالعلوم دیوبند اور دیگر اکابر علماء ہند نے اس سلسلہ میں اپنے بیانات عدالت میں

پیش کر کے جس میں مرزائے قادیان کے وجوہ کفر کو بیان کیا جن کا حاصل یہ تھا کہ مرزائے قادیان اگر بالفرض والفقہ پر نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرتا تب بھی قطعاً وہ دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

فاضل محترم جسٹس محمد اکبر صاحب (بہاول پور) نور اللہ مرقدہ نے نہایت عاقلانہ، عادلانہ اور دانشمندانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی نبوت اور اس کے پیروکار قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسلمانوں میں شرعی طور پر کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ محمد تعالیٰ فاضل حج کا یہ فیصلہ قانون شریعت کے بھی مطابق تھا اور قانون حکومت کے بھی مطابق تھا جو شرعی اور قانونی حیثیت سے اس درجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ آئندہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس محکم فیصلہ پر کوئی نقد اور ترمیم کر سکے یا کسی بالائے عدالت میں اس کی اپیل کر سکے۔ اس لئے کہ وہ فیصلہ اس درجہ محکم اور قول فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں اٹل رکسنے کی گنجائش نہ تھی۔“ محمد ادریس کاندھلوی!

”مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی ہے کہ جناب محمد اکبر خاں صاحب بی اے، ایل ایل، بی ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا مشہور و معروف فیصلہ جس میں قادیانیوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیا گیا تھا۔ دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص سیدنا محمد ﷺ کے بعد منصب نبوت پر فائز ہونے کا مدعی ہو اور جو اس دعوے کو تسلیم کرے وہ دونوں بلا شک و شبہ اذعانے اسلام کے باوجود کافر و مرتد ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلے کے دینی و علمی پہلوؤں کو برابر واضح کیا جاتا رہے۔ عدالت بہاول پور کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت و اقدار کا حامل ہے۔ یہ ارتداد و زوج کی بناء پر حج نکاح کے ایک استثنائے کا تصفیہ تھا جو تقریباً تین سال زیر سماعت رہا۔ اس میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی جانب سے اپنے اپنے موقف کو پورے دلائل و شواہد کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان کے مشاہیر علماء و فضلاء بطور گواہ پیش ہوئے اور فاضل حج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بناء پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ یہ قیمتی دستاویز طبع ہونے کے بعد ایک عرصہ دراز سے نایاب تھی۔ میری دعا ہے کہ یہ سنی مسلمان اور قادیانی سب کے لئے باعث رشد و ہدایت ثابت ہو۔ آمین!“

ابوالاعلیٰ مودودی

۱۵ سید ادریس پارک، لاہور

”اس فیصلہ نے مسلمانوں کو قادیانیت کے غزائم و عقائد سے نہ صرف آگاہ کیا ہے بلکہ مرزاہیت اپنے حقیقی خط و خال سمیت آشکار ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ برعظیم کے مسلمانوں کی دینی

سرگزشت میں ہمیشہ یادگار رہے گا اور جب کبھی پاکستان کے قوانین کی شکل اسلامی ہوگی۔ اس فیصلہ کا بہت زیادہ احترام کیا جائے گا۔ بلکہ یہ فیصلہ متحمل راہ ہوگا۔ ملت اسلامیہ جسٹس محمد اکبر خان مرحوم (بہاول پور) کے اس فیصلہ کی شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہال ہال مغفرت کریں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔“
آغا شورش کاشمیری

”یہ معرکہ آراء فیصلہ محمد اکبر خان کا تحریر کردہ ہے۔ اس فیصلہ میں جج صاحب مرحوم نے بڑی شرح وسط کے ساتھ مرزاہیت کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل درج کئے ہیں اور مرزائی لٹریچر سے ان کے کفر و ارتداد کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزاہیت کے موضوع پر لکھی گئی کئی ایک کتب پر بخاری ہے۔“
احسان الہی ظہیر

2107 ”تھمیل دین اور ختم نبوت مترادف حقائق ہیں اور اسلام کی ابدیت اور تکمیل کا مدار انہی دو اصولوں پر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کے تحفظ کے لئے مختلف ذرائع سے حسب مقدور خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں جناب محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے مرحوم و مغفور اپنی جرأت ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے اور تابدامت مسلمہ کے لئے ایسی شمع فروزاں چھوڑ گئے جو انشاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک حق و صداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی۔ ضرورت ہے کہ اس تاریخی فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔“
سید فیض الحسن

”ختم نبوت کا مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔ انوس ہے کہ ایسے مسئلہ کو لوگوں نے اخلاقی مسئلہ قرار دے کر اس میں بحث و تجویس شروع کر دی۔ جس سے گمراہی کا دروازہ کھل گیا اور فتنہ ارتداد و زور پکڑ گیا۔ اس ماحول میں اہل علم کی خدمات یقیناً قابل قدر ہیں۔ لیکن محترم جج اکبر صاحب کا کارنامہ اس سلسلہ میں بے حد قابل ستائش ہے اور اسلامی تاریخ میں آپ ذرے لکھے جانے کے قابل ہے۔“
سید احمد سعید کاظمی

2108 ”فیصلہ مقدمہ بہاول پور مسلمانوں کے لئے روشنی کا مینار ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی تصور ہے اور بے شک جو حضور سرور عالم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ملت اسلامیہ کو اس فتنہ عظیم سے بچانا اسلام کی عظیم خدمت ہے۔“

سید محمود احمد رضوی

”فیصلہ مقدمہ بہاول پور عہد صادق کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی سید انور شاہ صاحب، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوؒ اور سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جیسے نامور علماء

نے کی۔ ان کی فقید المثال توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سومات کوریہ ریزہ کر دیا۔ یہ فیصلہ جسٹس محمد اکبر کے مثالی انہماک غیر معمولی استعداد اور قابل تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اس فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کن حیثیت ہمیشہ کے لئے آشکار ہو گئی ہے۔

برگینڈیز نذیر علی شاہ

2109 "الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده..... حج محمد اکبر نور اللہ مرقدہ کی عدالت میں فتح کھاج کا مقدمہ دائر ہوا۔ جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانی کا نکاح مسلمان عورت سے بوجہ ارتداد قادیانیوں کے واجب الفسخ ہے یا نہیں۔ اس ضمن میں قادیانیوں کے مرتد ہونے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ فریقین کے ماہرین مذہب جمع ہوئے۔ مفصل دلائل عقلیہ و عقلیہ قلمبند ہونے کے بعد قادیانیوں کے ارتداد کا حکم جناب حج صاحب موصوف نے صادر فرمایا اور فتح کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کا کچھ تعلق انکار ختم نبوت سے تھا۔ جس پر قرآن پاک کی متعدد آیات اور پیشار احادیث، صحیحہ اور اجماع امت کے اس قدر دلائل موجود ہیں کہ قحیدہ ہاری تعالیٰ کے علاوہ کسی مسئلے پر اس قدر دلائل نہیں۔ اسلام میں سیکڑوں گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے۔ لیکن مسئلہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق رہا اور اس لئے دشمنان اسلام، اسلام کی اس بنیادی عمارت میں شکاف ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضور علیہ السلام کے وقت سے لے کر اب تک جو ۱۳۹۳ھ زلیح الاول اور ۱۹۷۳ء اپریل ہے۔ پوری امت مسئلہ تقریباً چودہ سو سال سے اس عقیدہ پر متفق اور قائم ہے جس کی وجہ سے اسلام کے اصلی عقائد زندہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا عہدہ دیا جاتا ہے اور مدی نبوت اور اس کے نام نہ والے مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ چاہے وہ اسلام کا دعویٰ بھی کریں جیسے صرف دعویٰ سے کوئی شخص کشتہ، ڈپٹی کشتہ، تحصیلدار، تھانیدار حتیٰ کہ سرکاری چپڑا سی اگر ان عہدوں کا دعویٰ کوئے اور حکومت کی لسٹ میں نام نہ ہو اور حکومت ان دعویٰ داروں کو جموں قرار دیتی ہو (تو جعلی مدعیان منصب دینی کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا) تو پھر اسلام کے 2110 دعویٰ سے ایک آدمی بغیر حقیقت اسلام کے متعلق ہونے کے کیسے مسلم ہو سکتا ہے۔ جب کہ حقیقت اسلام کا بنیادی عقیدہ اس میں موجود ہے ہوا اور ظاہری اسلام کی کچھ نشانیاں بھی اس میں موجود ہوں۔ جیسے گھوڑے کی تصویر یا فوٹو  حقیقی گھوڑا نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی کبھج سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی گھوڑے کا کام ہے۔ ملت کے عملی اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور محکم فکر کی بنیاد عقیدہ ہے۔ جب یہ بنیاد مل جائے تو مسلم قوم ملت کی عمارت دھرام سے گر جائے گی۔ اس لئے وحدت ملت ختم نبوت سے وابستہ ہے۔ اقبال مرحوم نے صحیح فرمایا ہے۔

لانی بعدی زاحمان خداست

پردہ ناموس دین مصطفیٰ است

تانبہ اس وحدت زدست مار دو

ہستی ماہا ابد ہمدم شود

۱ اس سے واضح ہوا کہ استحکام پاکستان کی نظریاتی وحدت اسلام اور ختم نبوت ہے۔ جو ۹۵ کروڑ مسلمانوں کے عقیدہ سے الگ دین قائم کریں جس میں قرآن و حدیث خدا اور رسول کی تکذیب اور توہین ہو وہ اسلامی قلعے میں نقب لگانے والے ہیں اور خارج از اسلام ہیں۔ اس سلسلہ میں مقدمہ بہاولپور تاریخی کارنامہ ہے۔

۲۱۱۱ فیصلہ مقدمہ بہاولپور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متفقہ کوششوں اور کادشوں کا نتیجہ ہے۔ مولانا سید انور شاہ صاحب، مولانا غلام محمد صاحب، مٹھوئی، مولانا محمد صادق صاحب، بہاولپور اور جناب جسٹس محمد اکبر صاحب کی ارواح مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے بلاشبہ اعلیٰ علیہ میں مقام عطا فرمایا۔ انہوں نے امت مرحومہ پر جو احسان کیا وہ رہتی دنیا کے مسلمانوں پر یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خاتم الانبیاء کے خصوصی مقام اور عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالقادر آزاد

خطیب بادشاہی مسجد مفتی پنجاب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاولپور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کا شمیری اور دوسرے بزرگوں اور علماء نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد احمد غنی، میر واعظ کشمیر

۲۱۱۲ انشاء اللہ جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں انشراح قلب اور باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگا۔ فقیر محبوب الرحمن مفتی اللہ

عید گاہ، راولپنڈی

”تمام علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسا دعویٰ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پاک وہند میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے مسلمانوں سے علیحدہ جماعت ہیں۔ اس کی پوری

روئیداد جسٹس محمد اکبر خاں صاحب سابق ریاست بہاول پور کے مفصل و مدلل فیصلہ میں موجود ہے۔ یہ فیصلہ عوام و خواص مسلمین کے لئے مشعل ہدایت ہے۔“ مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامع نعیمیہ لاہور

2113 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

ختم نبوت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا دین دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ ایک ظاہری یعنی عقلی و فکری پہلو ہے اور دوسرا روحانی یعنی عقلی عالم سے بالاتر۔ میرے خیال میں ظاہری پہلو کی بنیاد ہمارے دین میں روحانی پہلو پر ہے۔ ورنہ کسی نئی یا بغیر کی شاید ضرورت نہ ہوتی۔ ظاہری پہلو کی حیثیت اسباب سفر کی سی ہے اور روحانی کی حیثیت ایک منزل کی۔ یعنی اسباب سفر کا تعین منزل یا مقصد کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقلی استدلال میں شکوک و ادھام کا اثر تو ملتا ہے۔ لیکن دوسرے پہلو میں کوئی ایک بھی استثناء موجود نہیں ہے۔ میں نے اس میں جتنا غور کیا ہے میں بلا استثناء ہمیشہ اسی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا آخری نبی یعنی آپ کے اس ارشاد کو کہ ”لا نبی بعدی“ کو دل و جان سے نہیں ماننا وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ عقلی ثبوتی کچھ ہو لیکن حقیقی بات یہی ہے۔

کتاب زیر نظر میں بھی ایک صاحب عقیدہ مسلمان نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی عقل و فکر کی رائے کو بھی دریافت کر کے صحیح فیصلہ دیا۔ مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطا فرمائے۔ آمین!“

محمد عبدالقیوم

صدر آزاد کشمیر، ایوان صدر، مظفر آباد

2114 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

”الحمد لله وحده والصلوة على من لا نبی بعده..... آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا دہل و فریب انگریز کے منحوس سایہ میں پروان چڑھ رہا تھا۔ قتنہ قادیانیت سے انگریزی پڑھا لکھا طبقہ نہ صرف یہ کہ ناواقف تھا بلکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریف و تائید کرتا تھا۔ اس کے علاوہ تاج برطانیہ اور وائسرائے ہند کے زیر اثر تمام طاقتوں کی سرپرستی اس قتنہ ارتداد کو حاصل تھی۔ ایسے وقت میں محترم محمد اکبر صاحب مرحوم و مغفور (بہاول پور) نے برصغیر کے چوٹی کے علماء خصوصاً محدث اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کے

دلائل سننے کے بعد جرأت ایمانی اور عقیدہ ختم نبوت پر کامل ایمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کاذب اور اس کے ماننے والوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر فیصلہ بہاول پور کے نام سے وہ تاریخی فیصلہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا اور جس کی پیروی کرتے ہوئے انہیں کے ہم نام دوسرے محمد اکبر صاحب اور اب سندھ کے کسی جج نے بھی یہی فیصلہ کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمد اکبر صاحب بہاول پور والے اس تاریخ کے سنہرے باب کے حروف اول اور آخر سمجھے جائیں گے۔ اس فیصلے کی دوبارہ اشاعت نہایت متحسن اقدام ہے۔ قانون دان اور نئی نسل اس سے روشنی حاصل کریں گے۔ خدا مرحوم کو تاجدار مدینہ کے قدموں میں مجھ سمیت جگہ نصیب فرمائے۔ آمین ا“

خادم عبدالحکیم عفی اللہ عنہ، (ممبر قومی اسمبلی پاکستان)

مدرسہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی

2115
بسم اللہ الرحمن الرحیم!

حضور سرکارِ دو عالم ﷺ بلاشبک وشبہ خاتم النبیین ہیں اور تمام امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ظلی، بروزی اور کسی بھی قسم کا نبی نہیں آ سکتا اور تاقیامت دروازہ نبوت آپ ﷺ پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس نازک دور میں جب طرح طرح کے فتنے اسلام کے خلاف سراٹھارے ہیں، فتنہ مرزائیت کے لئے اور اس کے سد باب کے لئے اپنا وقت پیسہ اور ہمت کا صرف کرنا باعثِ اجر ہے۔
حقیر مفتی محمد مختار احمد خطیب سیالکوٹ

2116
باسمہ تعالیٰ!

الحمد لله وحده لا شريك له والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبیین الذي لا نبي بعده وعلى اصحابه وازواجه وذريته الذين نشروا هداياه واتبعوا هديه . اما بعد!

ختم نبوت کا عقیدہ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ جس سے انکار کی جرأت فرق باطلہ کو بھی نہ ہو سکی اور چودہ سو برس سے اب تک جتنے اسلامی فرقے وجود میں آئے سب نے اس عقیدہ کا اقرار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے۔ اس کا شمار ضروریاتِ دین میں ہے۔ یعنی اس کا اسلامی عقیدہ ہونا اس قدر روشن ہے کہ کسی مسلمان کو اس میں شک وشبہ نہیں ہو سکتا اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا انکار یا اس میں شک اسلام سے بغاوت اور کفر خالص ہے۔ نیز یہ کہ اس میں تاویل بھی قائل کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ جس طرح اس کا منکر کافر ہے۔ اسی طرح اس کا مؤول

بھی کافر ہے۔ سچ یہ ہے کہ ختم نبوت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص بھی جو مسلمان ہونے کا مدعی ہے اس کے انکار یا اس کی تاویل کی جرأت نہیں کر سکتا۔ بہت سیدھی سادی بات ہے کہ نبوت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اور اب اس دور میں اس فتنے کا سد باب بھی مسلمانوں کے فرائض میں ایک اہم فریضہ بلکہ راہ نجات یہی ہے اور یہ کتب جو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک ²¹¹⁷ صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اس فتنہ کو روکنے کے لئے ہمت دے۔ آمین ثم آمین“ سید محمد طہس الدین (ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان)

(فیصلہ مقدمہ بہاول پور)

²¹¹⁸ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الہی بخش ذات ملانہ عمر ۱۸، ۱۹ سال
سکنہ احمد پور شرقیہ بمختاری الہی بخش ولد محمود ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ معلم مدرسہ عربیہ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات ہاجہ عمر ۲۳ سال ساکن موضع مہند
تحصیل احمد پور شرقیہ، حال مقیم سیلی شہر گج ریڈر سب ڈویژن انہار سیلی، ضلع ملتان
دعویٰ دلا پانے ڈگری استقرایہ مشتر فیخ نکاح
فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ

(بنائے مقدمہ)

²¹¹⁹ یہ ایک خاص نوعیت اور اہمیت کا مقدمہ ہے۔ جو سال ۱۹۲۶ء میں دائر ہو کر ایک دفعہ انتہائی مراحل تک پہنچا ہے اور سال ۱۹۳۲ء سے پھر ایک نئی شان اور نئے اسلوب سے ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا میں زیر سماعت چلا آیا ہے۔ واقعات مختصر یہ ہیں کہ مولوی الہی بخش والد مدعیہ اور مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ باہمی رشتہ دار ہیں اور ابتدائے دلوں علاقہ ڈیرہ غازی خان میں رہتے تھے۔ عبدالرزاق کی ہمشیرہ مولوی الہی بخش سے بیاہی ہوئی تھی اور مولوی الہی بخش نے اپنی لڑکی مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کا نکاح اس کے ایام نابالغی میں عبدالرزاق مدعا علیہ سے کر دیا تھا۔ یہ لڑکی اس کی ایک سابقہ بیوی کے سطن سے تھی اور اس کا نکاح وہیں فریقین کے ابتدائی مسکن پر ہوا تھا۔ اس کے بعد مولوی الہی بخش وہاں سے ترک سکونت کر کے علاقہ ریاست ہذا میں چلا آیا اور سال ۱۹۱۷ء میں اس نے موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ میں ایک زمیندار کے ہاں عربی

تعلیم دینے پر ملازمت اختیار کر لی۔ مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ایک سال کے بعد مدعا علیہ بھی بمعہ اپنی والدہ اور دو ہمسر گان کے وہاں سے ترک سکونت کر کے مولوی الہی بخش کے پاس موضع مہند میں آ گیا اور اپنے کنبہ کو وہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لئے مختلف مقامات پر پھرتا رہا۔ دوران قیام موضع مہند میں اس نے اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کر کے مرزائی مذہب اختیار کر لیا اور وہاں اپنے قادیانی مرزائی ہونے کا اعلان بھی کرتا رہا۔ اس کے بعد اس نے مولوی الہی بخش سے مدعیہ کے رخصتانہ کے متعلق استدعا کی تو اس نے یہ جواب دیا کہ جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہ کرے گا مدعیہ کا بازو اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ مدعا علیہ کچھ عرصہ مدعیہ کے رخصتانہ کے درپے رہا۔ لیکن اسے یہی جواب دیا جاتا رہا کہ اس کے مرزائی مذہب پر قائم رہنے کی صورت میں مدعیہ اس کے حوالے نہیں کی جاسکتی۔ جب اسے کامیابی کی امید نظر نہ آئی تو وہ پھر ریاست سے ترک سکونت اختیار کر کے علاقہ برٹش انڈیا میں چلا گیا اور حدود ریاست ہذا کے قریب علاقہ تحصیل لودھراں میں سکونت²¹²⁰ اختیار کر لی۔

ان سوالات پر کہ مدعا علیہ نے حدود ریاست سے سکونت کب ترک کی اور کہ اس نے مرزائی یا احمدی مذہب کہاں اور کب اختیار کیا؟ آگے بحث کی جائے گی۔ یہاں اب صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ مدعیہ کے اس رخصتانہ کے سوال پر والدہ مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہو گئی اور والدہ مدعیہ نے مدعیہ کی طرف سے بحیثیت اس کے عتکار کے ۲۳ جولائی ۱۹۲۶ء کو مدعا علیہ کے خلاف یہ دعویٰ بدیں بیان دائر کیا کہ مدعیہ اب تک نابالغ رہی ہے اب عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔

(خاوند قادیانی)

مدعا علیہ نائک مدعیہ نے مذہب اہل سنت والجماعت ترک کر کے قادیانی، مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور اس وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اس کے مرتد ہو جانے کے باعث مدعیہ اب اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ کیونکہ وہ شرعاً کافر ہو گیا ہے اور بموجب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ مدعیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔ اس لئے ڈگری تنفیخ نکاح بحق مدعیہ صادر کی جاوے اور یہ قرار دیا جاوے کہ مدعیہ بوجہ مرزائی ہو جانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بوجہ ارتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔

مدعا علیہ نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ وہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی

کوئی علیحدہ مذہب نہیں، نہ وہ مرزائی ہے، نہ قادیانی۔ نکاح ہر صورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں وہ مرتد نہیں ہو جاتا۔ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور، مدراس اور دیگر ہائی کورٹوں سے یہ امر فیصلہ پا چکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں، مرتد یا کافر نہیں ہیں۔ دعویٰ ناجائز اور قابل اخراج ہے اور کہ بناء دعویٰ بمقام مہندریاست بہاول پور قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ نہ فریقین کی وہاں سکونت رہی ہے اور نہ ہی مدعا علیہ نے وہاں سر میل کی کوئی تحریک کی۔ علاوہ ازیں کسی مقام پر سر میل کی تحریک کئے جانے سے وہ مقام قانوناً بنائے دعویٰ تصور نہیں کیا جاسکتا۔²¹²¹ دعویٰ وہاں سماعت ہونا چاہئے جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو یا بناء دعویٰ پیدا ہوئی ہو۔ مقدمہ حال میں مدعا علیہ کی مستقل سکونت چونکہ علاقہ ملتان میں ہے اور نکاح ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اس لئے دعویٰ حدود ریاست ہذا میں سماعت نہیں ہو سکتا۔

یہ دعویٰ ابتداً منصفی احمد پور شرقیہ میں دائر ہوا تھا۔ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے فریقین کے مختصر سے بیانات قلمبند کرنے کے بعد ۴ نومبر ۱۹۲۶ء کو حسب ذیل امور تنفیج طلب قرار دیئے۔

(تنقیحات مقدمہ)

- ۱..... کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے اور اس لئے ارتداد لازم آتا ہے۔
 - ۲..... اگر تنفیج بالا بحق مدعیہ ثابت ہو تو کیا نکاح فیما بین فریقین قابل انفساخ ہے؟
- ان تنقیحات کے ثبوت میں مدعیہ نے مدعا علیہ کو عدالت مذکور میں بحیثیت گواہ خود پیش کیا تو مدعا علیہ نے ۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو یہ بیان کیا کہ یہ درست ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہے اور ساتھ ہی انہیں نبی بھی مانتا ہے۔ اس معنی میں کہ مرزا صاحب نبی کریم ﷺ (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے تابعدار ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت کے پیرو ہیں اور آنحضرت ﷺ کی غلامی کی وجہ سے آپ نبوت کے درجہ پر فائز ہوئے اور اس وقت تک اس کا یہی اعتقاد ہے۔ گویا وہ سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو ان معنوں میں نبی کہتا ہے جن معنوں میں کہ قرآن کریم نبوت کو پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس لئے وہ یہ بھی مانتا ہے کہ ان پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے نزول ملا کہ وہ جبرائیل علیہ السلام ہوا تھا۔

اس بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے ۲۰ جنوری ۱۹۷۷ء کو یہ امر مزید تنقیح طلب قرار دیا کہ کیا اس اعتقاد کی صورت میں جو مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء علیہم السلام مرزا صاحب پر وحی اور الہام²¹²² وارد ہوتے تھے۔ کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے؟ اور اس کا ہار ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء کو ایک درخواست پیش کی کہ سابقہ تاریخ پر اس نے جو بیان دیا تھا اس میں اس نے اپنے اعتقادات مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا۔ لیکن عدالت نے اس سے جو خلاصہ اخذ کیا ہے وہ اس کے اصلی اعتقاد مذہبی کے مغائر ہے۔ چونکہ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اپنے اعتقاد مذہبی کو من مدعا علیہ ذیل میں بیان کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

میں خداوند تعالیٰ کو واحد لا شریک ماننا ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو کامل الہامی کتاب ماننا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے اور حضرت محمد ﷺ کی برکت اور آپ ﷺ کی توسط سے اور آپ ﷺ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کو کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام یا برکت حضرت نبی کریم ﷺ وارد ہوتے تھے۔

اس درخواست میں یہ استدعا کی گئی کہ جو امر تنقیح سابقہ تاریخ پر مبنی کیا گیا ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ تنقیح بالفاظ ذیل وضع ہونا چاہئے کہ آیا مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ مرتد ہے، اور مسلمان نہیں ہے؟ اور اس کا ثبوت بذمہ مدعیہ عائد کیا جاوے۔ مگر عدالت نے اس درخواست پر کوئی التفات نہ کی اور اسے شامل مسل کر دیا۔

اس کے بعد بحکم ۷ مئی ۱۹۷۷ء عدالت عالیہ چیف کورٹ یہ مقدمہ عدالت ہذا میں منتقل ہوا اور عدالت ہذا میں ۱۷ دسمبر ۱۹۷۷ء کو مدعا علیہ نے اپنے عقائد کی پھر ایک فہرست پیش کی۔ جن کا ذکر مناسب جگہ پر کیا جائے گا۔

یہ مقدمہ عدالت ہذا سے بحکم ۲۱ نومبر ۱۹۷۸ء اس بناء پر خارج کیا گیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور سے اس قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ چندو ڈی بنام کریم بخش میں باتجاء فیصلہ جات عدالتہائے اعلیٰ مدراس، پٹنہ و پنجاب کے یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں نہ کہ اسلام سے باہر، اور کوئی مرزائی مذہب اختیار کرنے سے کسی سنی عورت کا نکاح

اس شخص کے ساتھ جو اس مذہب کو قبول کر لے۔ فتح نہیں ہو جاتا اور کہ مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش نہیں کی گئی۔

عدالت ہذا کا یہ حکم بر طبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ سے بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی پر عدالت معلیٰ اجلاس خاص سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالت ہذا سے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کئے بغیر دعویٰ مدعیہ خارج کر دیا گیا ہے اور فاضل جج چیف کورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائیکورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ مندرجہ اے..... انٹرین کیسز ۶۶ میں سوال زیر بحث یکسہ یہی تھا کہ آیا احمدی ہو جانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔ لیکن ہم نے اس فیصلہ کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل جج چیف کورٹ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ بالا مکمل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل جج مدراس ہائیکورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان سے اس حد یا اس درجہ تک اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا کن اسلامی عقائد کی پیروی یا کن عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ اس فیصلہ میں پھر فاضل جج یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ۔ علماء اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہماری رائے میں فاضل جج ہائیکورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قرارداد کے ساتھ یہ مقدمہ اس ہدایت کے ساتھ واپس ہوا کہ گومولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ، جامعہ عباسیہ بہاول پور کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے اور اس پر دجی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت حضرت رسول کریم ﷺ کا منکر ہے اور ختم نبوت اسلام کے ضروریات میں سے ہے۔ لہذا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن ہم اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علماء دین بھی اس رائے سے اتفاق نہ رکھتے ہوں اس لئے مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور مدعا علیہ کو بھی موقعہ دینا چاہئے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔

واپسی پر اس مقدمہ میں فریقین کے ہم مذہب اور ہم خیال اشخاص کی فرقہ بندی شروع

ہو گئی اور تقریباً تمام ہندوستان میں اس کے متعلق ایک ہیجان پیدا ہو گیا اور طرفین سے ان کی جماعت کے بڑے بڑے علماء بطور مختاران فریقین و بطور گواہان پیش ہونے لگے۔ ان کے اس طرح میدان میں آنے سے قدرتیہ سوال عوام کے لئے جاذب توجہ بن گیا اور پبلک کو اس میں ایک خاص دلچسپی پیدا ہو گئی اور ہر تاریخ سماعت پر لوگ جوق در جوق کمرہ عدالت میں آنے لگے۔ چنانچہ عوام کی اس دلچسپی اور مذہبی جوش کو مد نظر رکھتے ہوئے حفظ امن قائم رکھنے کی خاطر پولیس کی امداد کی ضرورت محسوس کی گئی اور عدالت ہذا کی تحریک پر صاحب بہادر کشنر پولیس کی طرف سے ہر تاریخ پیشی پر پولیس کا خاطر خواہ انتظام کیا جاتا رہا۔ امرابہ النزاع صل و حرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ مدعا علیہ کے ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل ہے۔ اس لئے طرفین کو اس مقدمہ میں کھلے دل سے اپنے دلائل سندات اور بحث ہائے تحریری و تقریری پیش کرنے کا کافی در کافی موقعہ دیا گیا۔ حتیٰ کہ مدعا علیہ کی طرف سے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض دفعہ مسلسل ایک ایک مہینہ بھی صرف ہوا ہے اور اس کی طرف سے جو بحث تحریری پیش ہوئی ہے۔ وہ کئی سو ورق پر مشتمل ہے اور فیصلہ میں تعویق زیادہ تر مسل کے اس قدر ضخیم بن جانے کی وجہ سے بھی ہوئی ہے۔ دوران سماعت مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ نے مدعیہ اور اس کے والد مولوی الہی بخش کے خلاف ۲۳ اگست ۱۹۳۲ء کو عدالت سب جج صاحب درجہ دوم ملتان میں دعویٰ اعادہ²¹²⁵ حقوق زن و شوئی دائر کر کے عدالت موصوف سے ان ہر دو کے خلاف ۱۷ جون ۱۹۳۳ء کو ڈگری یک طرفہ حاصل کر لی اور اس مقدمہ میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر مدعیہ کی طرف سے بحث بھی سماعت ہو چکی تھی۔ مدعا علیہ کی طرف سے یہ عذر برپا کیا گیا کہ عدالت ہذا کو اختیار سماعت مقدمہ ہذا حاصل نہیں۔ کیونکہ بناء دعویٰ حدود ریاست ہذا میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی مدعا علیہ کی رہائش عارضی یا مستقل ریاست ہذا کے اندر ہوئی ہے۔

دوسرا عدالت سرکار برطانیہ سے مدعا علیہ کے حق میں ڈگری استقرار حق زوجیت برخلاف مدعیہ والہی بخش والدش کے صادر ہو چکی ہے۔ اس لئے بروئے دفعہ اضابطہ دیوانی عدالت ہذا کو اس کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے اور کہ بموجب دفعات ۱۴، ۱۳، اضابطہ دیوانی ڈگری مذکور قطعی ہو چکی ہے اور اس کے صادر ہونے کے بعد مقدمہ زیر سماعت عدالت ہذا نہیں چل سکتا۔

مدعا علیہ کے ان عذرات کو بوجہ اس کے کہ وہ عدالت ہذا کے اختیار سماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ اہم سمجھا جا کر اس مقدمہ میں ۸/ نومبر ۱۹۳۳ء کو حسب ذیل مزید تحقیقات ایذا کی گئیں۔

(مزید تنقیحات مقدمہ)

۱..... کیا مدعا علیہ کی سکونت بوقت دائری دعویٰ ہذا حدود ضلع ہذا میں تھی۔ یا یہ کہ بناء دعویٰ حدود ضلع ہذا میں پیدا ہوئی۔ اس لئے دعویٰ قابل سماعت عدالت ہذا ہے۔

۲..... اگر تنقیح بالا بخلاف مدعیہ طے ہو تو کیا عدالت ہذا کے اختیار سماعت کا سوال اس مرحلہ پر جب کہ مقدمہ پہلے عدالت ہائے اعلیٰ تک پہنچ چکا ہے اور مدعا علیہ برابر پیروی کرتا رہا ہے۔ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

۳..... کیا ڈگری ملک غیر کی بناء پر جو بحق مدعا علیہ برخلاف مدعیہ صادر ہوئی ہے۔ سماعت مقدمہ ہذا میں دفعات ۱۲، ۱۳ ضابطہ دیوانی عارض نہیں ہیں۔ ان تنقیحات کے وضع کرنے سے قبل مدعا علیہ کی طرف سے محکمہ معنی وزارت عدلیہ میں پیش گاہ حضور سرکار عالی دام اقبالہ و ملکہ میں پیش کئے جانے کے لئے ایک درخواست مشتمل برعذرات مذکورہ بالا موصول ہوئی جو بمراد غور عدالت ہذا میں بھجوا دی گئی۔ اس درخواست کے مطالعہ سے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے بحث پیش ہونے سے قبل ان قانونی عذرات مذکورہ بالا کو طے کر لیا جاوے۔ اس لئے ۳ نومبر ۱۹۳۳ء کو فریقین کے نام نوٹس بایں اطلاع جاری کئے جانے کا حکم دیا گیا کہ وہ تاریخ مقررہ پر اپنے علماء کو ہمراہ نہ لائیں۔ بلکہ خود حاضر ہوں تاکہ ان قانونی سوالات پر غور کیا جا کر انہیں طے کر لیا جاوے۔ مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا کے اس حکم کی ناراضی سے محکمہ معنی اجلاس خاص میں درخواست نگرانی پیش کی گئی ہے اور محکمہ معنی نے بحکم ۷ نومبر ۱۹۳۳ء یہ قرار دیا کہ فریق مدعیہ پر تعمیل نوٹس درست نہیں ہوئی۔ لہذا یہ ہدایت کی گئی کہ سلسلہ بحث اور جدید امور کی دریافت کو ساتھ ساتھ جاری رکھا جاوے اور اگر کسی فریق کے حق میں التواء مقدمہ ضروری خیال کیا جاوے تو دوسرے فریق کو اس فریق سے مناسب ہرجانہ دلایا جاوے۔ باجماع اس حکم کے فریقین کو جدید تنقیحات کے متعلق اپنا اپنا ثبوت پیش کرنے کی ہدایت کی گئی اور مختار ان مدعا علیہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے سلسلہ بحث کو بھی جاری رکھیں۔ اس کے بعد جب جدید تنقیحات مذکورہ بالا کے متعلق طرفین کی شہادت ختم ہو چکی تو مدعا علیہ نے پھر ۲ جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک درخواست کے ذریعہ یہ عذر برپا کیا کہ امور ذیل کو بھی زیر تنقیح لایا جاوے۔

کہ کیا مدعا علیہ کی وطنیت ریاست بہاول پور میں واقع ہے؟
اگر تنقیح بالا مدعیہ کے خلاف ثابت ہو تو پھر بھی عدالت ہذا کو اختیار سماعت حاصل

ہے۔ اس درخواست کو اس بناء پر مسترد کیا گیا کہ مدعا علیہ کی طرف سے اس قسم کا پہلے کوئی عذر نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ وہ پہلے قانونی مشورہ حاصل کر کے پیروی کرتا رہا ہے۔ علاوہ ازیں جہاں تک اس کے اس جدید عذر کا قانونی پہلو ہے۔ اس کے متعلق وہ اپنی بحث کے وقت قانون پیش کر سکتا ہے۔ واقعات کے لحاظ سے فریقین کی طرف سے مسل پر جو مواد لایا جا چکا ہے وہ اس سوال پر بھی بحث کرنے کے لئے کافی ہے۔ لہذا کسی مزید تنقیح کے وضع کرنے کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔

اس سے قبل دوران شہادت میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک حجت یہ بھی پیدا کی گئی تھی کہ ²¹²⁷ مدعیہ بوقت ارجاع نالاش نابالغ تھی۔ اس لئے اب اس سے خود دریافت ہونا چاہئے کہ وہ مقدمہ چلانا چاہتی ہے یا نہ۔ لہذا اس سوال کے متعلق بھی یکم مارچ ۱۹۳۳ء کو ایک تنقیح بایں الفاظ وضع کیا گیا تھا کہ کیا مدعیہ بوقت ارجاع نالاش نابالغ تھی اور اس کا بار ثبوت مدعا علیہ پر عائد کیا گیا۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے اسے نابالغ ظاہر کیا جا کر بکٹاری والدش دعویٰ دائر کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اس تنقیح کو بحکم ۲۹ مارچ ۱۹۳۳ء خارج کیا گیا۔ کیونکہ قانون مدعا علیہ کا یہ عذر ناقابل پذیرائی تھا۔ ملاحظہ ہو ۴۷ راضین کیسز ص ۳۰۹، اب ذیل میں دیگر قانونی سوالات پر بحث کی جاتی ہے۔

مدعا علیہ کا اہم عذر یہ ہے کہ اس نے کبھی حدود ریاست ہذا میں سکونت اختیار نہیں کی اور نہ ہی اس نے یہاں احمدی مذہب قبول کیا ہے۔ بلکہ وہ ۶۵ سال تک شیخوپورہ میں رہا ہے۔ وہاں سے اس نے سال ۱۹۲۲ء میں ایک خط کے ذریعہ مرزا صاحب کے خلیفہ ثانی کے ساتھ بیعت کی تھی اور بیعت کرنے کے ۶۵ سال بعد اس نے اپنے موجودہ مسکن واقعہ علاقہ لودھراں میں آ کر سکونت اختیار کی۔ یہاں اس نے آ کر ایک مکان تعمیر کرایا اور اس وقت سے یہاں مقیم ہے۔

مدعیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مدعا علیہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے ترک سکونت کرنے کے بعد سیدھا مولوی الہی بخش والد مدعیہ کے پاس حدود ریاست ہذا میں آیا اور یہاں بود و باش شروع کی۔ مرزا کی مذہب اس نے ایک شخص مولوی نظام الدین کی ترغیب پر قبول کیا جو موضع مہند مسکن والد مدعیہ کے قریب رہتا ہے اور دعویٰ ہذا دائر ہونے کے بعد وہ حدود ریاست ہذا کے باہر چلا گیا ہے۔ ان امور کے متعلق فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے اس سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

مدعا علیہ کی یہ حجت درست نہیں پائی جاتی کہ وہ کبھی ریاست ہذا میں نہیں آیا۔ بلکہ مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے جس کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے کوئی خاطر خواہ تردید نہیں کی گئی۔ یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ مولوی الہی بخش کے یہاں آنے کے بعد اپنے مسکن واقعہ علاقہ ضلع ڈیرہ

غازیخان²¹²⁸ سے سیدھا حدود ریاست ہذا میں مولوی الہی بخش والد مدعیہ کے پاس آیا اور اپنی والدہ اور ہمشیرگان کو اس کے ہاں چھوڑ کر خود حصول معاش کے لئے حدود ریاست ہذا کے اندر مختلف مقامات پر پھرتا رہا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مولوی الہی بخش کے پاس آ کر ٹھہر رہا۔ اس کے بعد جب مدعیہ کے رخصتانہ کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ ترک سکونت کر کے یہاں سے چلا گیا اور غالباً صحیح یہی ہے کہ وہ مقدمہ ہذا دائر ہونے سے قبل ہی چلا گیا ہے۔ کیونکہ خود مدعیہ نے عرضی دعویٰ میں اس کی سکونت بمقام میلسی درج کرائی ہے۔ چنانچہ اس پتہ پر جب سمن جاری کیا گیا تو مختار مدعیہ نے پھر ۱۲ اگست ۱۹۲۶ء کو منصفی احمد پور شرقیہ میں ایک درخواست پیش کی کہ مدعا علیہ کی سکونت گودھوئی میں مقام میلسی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن اب مدعا علیہ یہاں احمد پور شرقیہ میں موجود ہے۔ پھر قریل نہیں ہو سکے گی۔ اب اس پتہ پر سمن جاری کیا جا کر قریل کرائی جاوے۔ چنانچہ اسی روز عدالت سے سمن جاری کیا جا کر مدعا علیہ کی اطلاع یابی کرائی گئی۔ مدعا علیہ کہتا ہے کہ اسے وہاں دھوکہ سے بلوایا گیا۔ لیکن یہ سوال چنداں اہم نہیں۔ وہ چاہے جس طرح احمد پور شرقیہ میں آیا یہ امر واقعہ ہے کہ سمن پر اس کی اطلاع یابی وہاں کرائی گئی۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت اس کی رہائش حدود ریاست ہذا کے اندر نہ تھی۔ لہذا اس بناء پر مدعا علیہ کی یہ جہت درست ہے کہ دائری دعویٰ کے وقت چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی عارضی یا مستقل سکونت نہ تھی۔ اس لئے یہاں اس کے خلاف دعویٰ دائر نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی مدعیہ کی پھر یہ جہت ہے کہ مدعا علیہ نے اپنا مذہب چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر تبدیل کیا ہے۔ اس لئے اسے مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بناء دعویٰ پیدا ہوتی ہے اور اس لحاظ سے مدعا علیہ کے خلاف یہاں دعویٰ درست طور پر دائر کیا گیا ہے۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب شیخوہ ضلع ملتان میں قبول کیا تھا اور کہ ابتدا وہ ضلع ڈیرہ غازیخان سے شیخ واہ میں ہی گیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا ایک خط پیش کیا گیا ہے۔ جو ڈاکخانہ دنیا پور سے ۳۱ جنوری ۱۹۲۲ء کو خلیفہ صاحب ثانی کی خدمت میں بھجویا گیا اور جس پر بغیر کسی ولدیت، قومیت کے صرف عبدالرزاق احمدی لکھا ہوا ہے۔ اس سے یقینی طور پر یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ یہ خط اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا تحریر شدہ ہے۔ شناخت خط کے بارہ میں مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان پیش ہوئے ہیں۔ جن میں ایک اللہ بخش بالکل نوعمر لڑکا ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں مدعا علیہ کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ اس وقت وہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھا کرتا تھا۔ شناخت خط کے بارہ میں پہلے تو اس نے یہ کہا کہ شاید وہ نہ پہچان سکے۔ لیکن پھر

بیان کیا کہ وہ شناخت کرتا ہے کہ خط مشمولہ مسل مدعا علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ لیکن اوّل تو جس وقت یہ گواہ مدعا علیہ کو لکھتا ہوا دیکھنا بیان کرتا ہے۔ اس وقت خود اس کی اپنی عمر کوئی ۱۳، ۱۴ سال کے قریب ہوگی۔ غیر اغلب ہے کہ اس عمر میں اس نے مدعا علیہ کی طرح تحریر کو بخوبی ذہن نشین کر لیا ہو۔ دوسرا وہ اس خط کی شناخت کے متعلق کوئی خاص وجوہات بیان نہیں کر سکا۔ علاوہ ازیں جب اس کی مذہب بیانی کو مد نظر رکھا جائے تو اس کی شہادت بالکل ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے۔ اس طرح دوسرے گواہ کی شہادت بھی سرسری قسم کی ہے اور اس پر بھی پورا بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

مدعا علیہ بیان کرتا ہے کہ وہ شیخ واہ میں ۶، ۵ سال رہا۔ لیکن وہاں کی سکونت ثابت کرنے کے لئے بھی اس کی طرف سے یہی اللہ بخش گواہ پیش ہوا ہے۔ دیگر گواہان صرف سامعی طور پر بیان کرتے ہیں کہ وہ لودھراں میں وہاں سے آیا تھا۔ لہذا اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے مسل پر جو مواد لایا گیا ہے۔ اس سے یہ قرار دینا مشکل ہے کہ مدعا علیہ اپنے موجودہ مسکن پر سکونت پذیر ہونے سے قبل شیخ واہ میں رہتا تھا اور کہ اس نے احمدی مذہب بھی وہیں اختیار کیا تھا۔ اس کی طرف سے بیعت کا جو خط پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق قابل اطمینان طریق پر یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ وہ اسی عبدالرزاق مدعا علیہ کا ہے۔ ان تمام واقعات سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مدعا علیہ نے علاقہ لودھراں میں سکونت اختیار کرنے سے قبل جہاں پہلے سکونت اختیار کی ہوئی تھی۔ احمدی مذہب اس نے وہاں قبول کیا۔ مدعا علیہ حسب ادعا خود یہ ثابت کرنے میں کامیاب نہیں رہا کہ اس کی یہ سابقہ سکونت شیخ واہ میں تھی۔ برعکس اس کے مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت ہے کہ مدعا علیہ اپنی موجودہ سکونت اختیار کرنے سے قبل حدود ریاست ہذا میں سکونت پذیر تھا۔ اس لئے مدعا علیہ کے اپنے بیان سے ہی یہ ثابت قرار دیا جاسکتا ہے کہ اس نے احمدی مذہب حدود ریاست ہذا میں اختیار کیا اور اس کی تائید مدعیہ کی پیش کردہ شہادت سے بھی ہوتی ہے۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ کا مذہب تبدیل کرنا چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر اس کی جائے سکونت موضع مہند میں وقوع میں آیا ہے۔ اس لئے اس بناء پر مدعیہ کو ضلع ہذا کے اندر بنائے دعویٰ پیدا ہوئی ہے۔ لہذا عدالت ہذا کو اس مقدمہ کی سماعت کا مکمل اختیار حاصل ہے۔

مدعا علیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ اس کی چونکہ حدود ریاست ہذا کے اندر سکونت نہیں رہی۔ اس لئے عدالت ہذا کو اس کے خلاف سماعت مقدمہ ہذا کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدعا علیہ نے گواہ بتادہ یہ عذر اٹھایا تھا۔ لیکن بعد میں عدالت ہائے اپیل میں جا کر اس نے اسے ترک کر دیا اور شروع سے لے کر آخر تک وہ برابر اس

کی پیروی کرتا رہا۔ اس لئے سمجھا جائے گا کہ اس نے عدالت ہذا کے اختیار سماعت کو قبول کر لیا تھا۔ اس لئے اب وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس بارہ میں فیصلہ ۱۲۹ انڈین کیسز ص ۴۵۶ بطور سند پیش کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایکلیس چونکہ مدعیہ کی طرف سے ہوتی رہی تھیں۔ اس لئے اسے اعتراض کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ علاوہ ازیں مقدمہ چونکہ دوبارہ ابتدائی حیثیت میں عدالت ہذا کے زیر سماعت آ گیا ہے۔ اس لئے وہ اس سوال پر عدالت کو متوجہ کر سکتا ہے۔ مگر مدعا علیہ کی یہ حجت درست معلوم نہیں ہوتی کہ اسے اپیل میں یہ عذر اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ فیصلہ اس کے خلاف ہونا ممکن تھا۔ اس لئے اسے ہر پہلو سے اپنی جوابدہی کرنی چاہئے تھی اور گو کہ مقدمہ اب پھر ابتدائی حیثیت میں سماعت کیا گیا ہے۔ تاہم اس مقدمہ کے سابقہ مراحل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس حجت کو درست بھی تسلیم کر لیا جاوے تو چونکہ اوپر یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ مدعا علیہ کے تبدیل مذہب سے بناء دعویٰ حدود ریاست ہذا میں پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے اس سوال پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی اور عدالت ہذا سے مدعا علیہ کے خلاف یہ دعویٰ درست طور سماعت کیا گیا ہے۔

اس قرار داد سے ان تنقیحات میں سے پہلے دو کا ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو وضع کی گئی تھیں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ باقی تیسری تنقیح کے متعلق جو ڈگری ملک غیر کی بابت ہے صرف یہ درج کر دینا کافی ہے کہ عدالت صادر کنندہ ڈگری کے رد برویہ سوال کہ مدعا علیہ تبدیل مذہب کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے اور اس لئے مدعیہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ زیر بحث نہیں آیا اور نہ ہی پایا جاتا ہے کہ اس عدالت کو یہ جتلیا گیا کہ اس نکاح کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے عدالت ہذا میں بھی مقدمہ دائر ہے۔ اس لئے سمجھا جائے گا کہ وہ فیصلہ صحیح واقعات پر صادر نہیں ہوا اور ڈگری دعو کے سے حاصل کی گئی۔ لہذا وہ ڈگری بروئے ضمن (ب) و (ہ) دفعہ ۱۳ ضابطہ دیوانی قطعی قرار نہیں دی جا سکتی۔ اس طرح دفعہ ۱۱ ضابطہ دیوانی کا اطلاق واقعات مقدمہ ہذا پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر قرار دیا گیا ایک تو وہ ڈگری قطعی نہیں دوسرا وہ کسی عدالت واقع اندرون حدود ریاست ہذا کی صادر شدہ نہیں۔ اس لئے یہ تیسری تنقیح بھی بحق مدعیہ و برخلاف مدعا علیہ طے کی جاتی ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ فریقین چونکہ درحقیقت اپنی شہریت اور وطنیت کے لحاظ سے برٹش انڈیا سے تعلق رکھنے والے ہیں اور والد مدعیہ نے خود یا اس کے کسی گواہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے برٹش شہریت اور وطنیت چھوڑ چکا ہے۔ کیونکہ شہریت اور وطنیت کو ترک کرنے کے لئے لازمی ہے کہ یہ فعل علانیہ طور پر اور پبلک اظہار کے بعد قانونی

حیثیت سے کیا جاوے۔ اس لئے تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو، ایسے نکاح متنازعہ کے متعلق قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ وہ نکاح جو اس ملک کے قانون کے لحاظ سے جائز ہے جہاں سے وہ منعقد ہوا۔ وہ ساری دنیا میں جائز اور درست ہے، اور کوئی دوسرے ملک کی عدالت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی اور پھر ایسے نکاح کی تنفیخ کے متعلق بھی قانون بین الاقوامی یہ ہے کہ جس ملک میں ہر دو زوجین کو ولایت حاصل ہو۔ صرف وہیں کی عدالت تنفیخ کا مقدمہ سن سکتی ہے اور اس قانون کی رو سے بیوی کی ولایت وہی جگہ تصور ہوگی جہاں خاوند کی ولایت ہو۔

فریقین کی طرف سے جو شہادت پیش ہوئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فریقین اپنی ابتدائی²¹³² برطانوی شہریت و ولایت پر قائم ہیں۔

مکس حصول معاش کے لئے ایک فریق نے اپنی رہائش بھاول پور میں رکھی ہوئی ہے۔ مگر محض دوسری جگہ رہائش رکھنے سے اصل ولایت کا ترک ہونا لازم نہیں آتا۔ مدعیہ کا نکاح علاقہ انگریزی میں ہوا۔ جہاں کی مدعیہ کی بیان کردہ وجہ ارتداد کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس وجہ سے علاقہ انگریزی کے قانون کی رو سے یہ نکاح صحیح اور جائز ہے۔

لیکن مدعا علیہ کی یہ حجت اس لئے وزن دار نہیں کہ اوّل تو یہ ثابت ہے کہ مولوی الہی بخش بہت مدت سے اپنے سابقہ مسکن سے ترک سکونت کر کے حدود ریاست ہذا میں رہائش پذیر ہے۔ اس کے کافی مدت کے بود و باش اور دیگر افعال سے یہ بخوبی اخذ ہوتا ہے کہ وہ حدود ریاست ہذا میں مستقل سکونت اختیار کر چکا ہے اور اس کا اپنے سابقہ مسکن پر واپس جانے کا ارادہ نہیں۔ کیونکہ اس بارہ میں جو شہادت پیش ہوئی ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ علاقہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں اب اس کا اپنا کوئی گھر موجود نہیں۔ مدعیہ چونکہ اس وقت نابالغ تھی اور بطور زوجہ مدعا علیہ کے حوالہ نہ کی گئی تھی۔ اس لئے اس کا اپنے والد کے ہمراہ یہاں چلے آنے اور اس کے ساتھ بود و باش رکھنے سے یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے بھی اب بمثل اپنے والد کے یہاں کی ولایت اختیار کر لی ہے۔ علاوہ ازیں یہ پایا جاتا ہے کہ جب وہ نابالغ ہوئی تو اس نے مدعا علیہ کی زوجیت سے انکار کر دیا اور یہ حجت کی کہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں اس کا جو نکاح مدعا علیہ سے ہوا تھا وہ بیحد اندام مدعا علیہ قائم نہیں رہا۔ اس لئے کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ مدعیہ کی ولایت بھی اب وہی شمار ہوگی جو کہ مدعا علیہ نے اختیار کی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ وہاں نہ بطور زوجہ اس کے ساتھ آباد رہی اور نہ اب حقوق زوجیت کو تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہاں آباد ہونے کو آمادہ ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ قرار دینا پڑے گا کہ مدعیہ نے بھی اب یہیں ولایت اختیار کی ہوئی ہے اور اگر بفرض محال مدعا علیہ کی اس حجت کو درست بھی مان

لیا جاوے تو بھی مدعا علیہ کامیاب نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس مقدمہ کی کارروائی یہاں بھی اس ضابطہ دیوانی کے تحت کی گئی ہے۔ جو علاقہ انگریزی میں جاری²¹³³ ہے اور نکاح زیر بحث کا تصفیہ اسی شخصی قانون کے تحت کیا جا رہا ہے کہ جس کی رو سے قانون مروجہ علاقہ انگریزی کی رو سے تصفیہ کئے جانے کی ہدایت سے یعنی بروئے شرع محمدی، اس لئے کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ ریاست ہذا کا قانون جس کے تحت مقدمہ ہذا میں کارروائی کی جا رہی ہے وہ برٹش انڈیا کے قانون سے مختلف ہے۔ ہاں قانون کی تعبیر کا سوال دوسرا ہے۔ کسی قانون کی تعبیر اس قانون کا جزو شمار نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کسی عدالت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی خاص قانون کی تعبیر وہی کرے جو دوسری عدالت نے کی ہے۔ تاوقتیکہ وہ اس کی ماتحت عدالت نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مسئلہ پر مختلف ہائیکورٹوں کی مختلف قراردادیں پائی جاتی ہیں۔ مقدمہ حال میں عدالت معطلی اجلاس خاص نے مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ کو معاملہ زیر بحث کے متعلق قطعی نہ سمجھتے ہوئے قابل پیروی خیال نہیں کیا اور عدالت معطلی کی یہ قرارداد قانون نافذ کر رہی ہے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ قانون بین الاقوامی کی اگر یہ سمجھا بھی جاوے کہ ریاست ہذا اور برٹش انڈیا کے مابین حاوی ہے کوئی خلاف ورزی کی گئی۔ کیونکہ یہاں اسی قانون پر عمل کیا جا رہا ہے جو برٹش انڈیا میں مروج ہے اور اگر وطنیت کو ہی معیار سماعت دعویٰ قرار دیا جاوے تو چونکہ مدعی کی وطنیت حدود ریاست ہذا کے اندر پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے بھی ریاست ہذا کی عدالتوں کو اس مقدمہ کی سماعت کا اختیار حاصل ہے۔ لہذا یہ مقدمہ عدالت ہذا میں درست طور پر رجوع ہو کر زیر سماعت لایا گیا ہے۔

(قادیانی یا احمدی مذہب کی حقیقت)

ان قانونی امور کو طے کرنے کے بعد اس اصل معاملہ مابہ النزاع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ اس سوال پر فریقین کی پیش کردہ شہادت اور دلائل پر بحث کی جاوے یہ سمجھنے کے لئے کہ قادیانی یا مرزائی یا احمدی مذہب کیا ہے؟ اور مذہب اسلام کے ساتھ اس کا کیا لاگاتو ہے؟ اور اس مذہب کو قبول کرنے والے کو کیوں مرتد سمجھا گیا ہے؟ کچھ مختصر تمہید کی ضرورت ہے۔ یہ بات کچھ خلاف واقع نہ ہوگی۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہر مذہب و ملت کے نزدیک ابتدائے آفرینش اور وجود باری تعالیٰ کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ تمام مذاہب کے متعلق یہ²¹³⁴ رائے صحیح نہ ہو تو کم از کم یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کے متعلق بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے مذاہب کی رو سے نہ صرف امور مذکورہ بالا کا علم کتب سماوی سے ہوا ہے۔ بلکہ

پیشوا ہیں ان روایات کی جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں میں مشہور چلی آتی تھیں یہ تعبیر کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جو مسیح ناصرِ تھے فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے واپس نہیں آنا اور نہ ان کا واپس آنا بروئے آیات قرآنی ممکن ہے اور نہ وہ نبی ہو کر امتی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ امتی نبی سے یہ مراد ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کمال اتباع اور فیض سے ان کے کسی امتی کو نبوت کا درجہ عطاء کیا جائے گا اور اس تعبیر کے ساتھ انہوں نے اس درجہ کا اپنے لئے مختص ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس دعویٰ کی تائید میں فریق ثانی کی طرف سے جو دلائل اور سندات وغیرہ پیش کی گئی ہیں ان پر آگے بحث کی جائے گی۔ اب صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کے اس دعویٰ کو صحیح تسلیم کر کے ان کی تعلیم پر چلنا شروع کر دیا ہے۔ انہیں لوگ مرزا صاحب کے ساتھ اور ان کے مسکن قادیان کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات مرزائی کہتے ہیں اور بعض اوقات قادیانی اور قادیانی مرزائی کہنے سے ایک اور تعبیر بھی لی جاتی ہے وہ یہ کہ مرزا صاحب کے متبعین کے دو فرقے ہیں۔ ایک لاہوری اور دوسرے قادیانی۔ لاہوری انہیں نبی نہیں مانتے۔ قادیانی انہیں نبی مانتے ہیں۔ اس لئے قادیانی مرزائی کہنے سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ شخص جس کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ مرزا صاحب کے ان متبعین میں سے ہے جو انہیں نبی مانتے ہیں۔ مقدمہ ہذا میں مدعا علیہ پر اسی مفہوم کے تحت یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

اس فرقہ کا تیسرا نام احمدی ہے۔ جس کے متعلق فریق ثانی کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کے امیر نے اپنی جماعت کے لئے تجویز کر کے گورنمنٹ سے اس نام سے اپنی جماعت کو موسوم کئے جانے کی منظوری حاصل کی ہوئی ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ کے اقوال کا مجموعہ ہیں۔ اب مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مرزا صاحب کے اعتقادات شرعاً درست نہیں ہیں۔ بلکہ کفر کی حد تک پہنچتے ہیں۔ اس لئے ان کو نبی تسلیم کرنے والا اور ان کی تعلیم پر چلنے والا بھی کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے اور کسی سنی عورت کا نکاح جو قبل از ارتداد اس کے ساتھ ہوا ہو شرعاً قائم نہیں رہتا اور اس اصول کے تحت مدعیہ کا نکاح مدعا علیہ کے قادیانی، مرزائی ہو جانے کی صورت میں اس کے ساتھ قائم نہیں رہا۔ لہذا ڈگری انفرق زوجیت دی جاوے۔

(مدعا علیہ کا موقف)

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ قادیانی مذہب، مذہب اسلام سے کوئی مغایر مذہب نہیں ہے۔ بلکہ اس مذہب کے صحیح اصولوں کی صحیح تعبیر ہے۔ اس تعبیر کے مطابق عمل پیرا ہونے سے وہ خارج از اسلام نہیں ہوا۔ اس کا نکاح قائم ہے اور دعویٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

چنانچہ فریقین نے اپنے اپنے اس ادعا کے مطابق شہادت پیش کی ہے۔ جس پر آگے بحث کی جائے گی۔ مقدمہ ہذا میں ابتدائی تنقیحات جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ چاہے جس شکل یا جن الفاظ میں وضع شدہ ہیں ان کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کا مفہوم بھی ہے کہ کیا مدعا علیہ نے قادیانی یا مرزائی مذہب اختیار کر لیا ہے اور کیا اس مذہب میں داخل ہونے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور کیا اس صورت میں مدعیہ کا نکاح فسخ سمجھا جائے گا۔ اس لئے ان تنقیحات کی ترمیم کے متعلق مدعا علیہ کے عزرات کو وزن دار خیال نہیں کیا گیا۔ اس لئے ان تنقیحات کے الفاظ میں کسی رد و بدل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور خصوصاً ان میں ترمیم کی ²¹³⁷ ضرورت اس لئے بھی نہیں رہی کہ اگر مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق یہی صورت تنقیحات قائم کی جاوے تو وصل پر اس قدر مواد آچکا ہے کہ اس کی رو سے اس صورت میں بھی بحث کی جاسکتی ہے۔ اس سوال پر اب چنداں بحث کی ضرورت نہیں رہی کہ آیا مدعا علیہ قادیانی مرزائی ہے یا نہ۔ کیونکہ اس نے اپنے اعتقادات کی جو فہرست پیش کی ہے۔ اس میں اس نے صاف طور پر درج کیا ہے کہ ”وہ حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہے اور ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم ﷺ وارد ہوتے تھے۔“ اس لئے اس سے یہ قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ مرزا صاحب کے قادیانی متبعین میں سے ہے۔ اب بحث طلب صرف یہ امر ہے کہ آیا یہ عقیدہ کفریہ ہے اور اس عقیدہ کے رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے چھ گواہان ذیل مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور، مولوی محمد حسین صاحب ”سکنہ گوجرانوالہ، مولوی محمد شفیع صاحب ”صفی دارالعلوم دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری، مولوی نجم الدین صاحب پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے دو گواہان مولوی جلال الدین صاحب شمس اور مولوی غلام احمد صاحب مجاہد پیش ہوئے ہیں۔ یہ ہر دو گواہان قادیانی مبلغین میں سے ہیں۔ ان جملہ گواہان کی شہادتیں کئی معاملات شرعی پر مشتمل ہیں اور بہت طویل ہیں۔ ان کا اگر معمولی اختصار بھی یہاں درج کیا

جاوے تو اس سے نہ صرف فیصلہ کا حجم بڑھ جائے گا بلکہ اصل معاملہ کے سمجھنے میں بھی الجھن پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے ان شہادتوں سے جو اصول اور دلائل اخذ ہوتے ہیں۔ وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں اور زیادہ تر دربار معطلی کی ہدایت کے مطابق ان شہادتوں کی رو سے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے یا نہ ماننے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے اور کیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے، یا نہ؟

(ایمان و کفر؟)

مدعیہ کی طرف سے مذہب اسلام کے جواہر اور بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ وہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں مفصل درج ہیں۔ یہاں ان کا مختصر اعادہ کیا جاتا ہے وہ²¹³⁸ بیان کرتے ہیں کہ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کر لیا جاوے اور کہ غیب کی خبروں کو انبیاء کے اعتماد پر باور کر لینے کو ایمان کہتے ہیں، اور حق ناشناسی، یا منکر ہو جانے یا مکر جانے کو کفر کہتے ہیں۔ ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے یا تو اتر سے یا خبر واحد سے، تو اتر اسے کہتے ہیں کہ کوئی چیز نبی کریم ﷺ سے ایسی ثابت ہوئی ہو اور ہم تک علی الاتصال پہنچی ہو کہ اس میں خطا کا احتمال نہ ہو۔

(تواتر کی اقسام)

یہ تواتر چار قسم کا ہے۔ تواتر اسنادی، تواتر طبقہ، تواتر قدر مشترک اور تواتر توارث۔

تواتر اسنادی: اسے کہا جاتا ہے کہ جو صحابہؓ سے سند صحیح مذکور ہو۔

تواتر طبقہ: اسے کہتے ہیں کہ جب یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے لیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر۔

تواتر قدر مشترک: یہ ہے کہ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوئی ہوں۔ اس میں قدر مشترک متفق علیہ حصہ وہ حاصل ہوا جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کے معجزات، جو کچھ متواتر ہیں اور کچھ خبر احاد ہیں۔ ان اخبار احاد میں اگر کوئی مضمون مشترک ملتا ہے تو وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کی مزید تشریح مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کی ہے کہ بعض ایسی احادیث جو باعتبار لفظ اور سند کے متواتر نہیں ہیں وہ باعتبار معنی کے متواتر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان معنوں کو اتنی سندوں سے اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو کہ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

تواتر توارث: اسے کہتے ہیں کہ نسل نے نسل سے لیا ہو اور یہ تواتر اس طرح سے ہے کہ بیٹے نے باپ سے لیا اور باپ نے اپنے باپ سے، ان جملہ اقسام کے تواتر کا انکار کفر ہے۔ اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جاوے تو اسلام کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا، مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے اور متواترات کو تاویل سے پلٹنا بھی کفر ہے۔ کفر کبھی قوی ہوتا ہے اور کبھی فعلی۔ مثلاً کوئی شخص ساری عمر نماز پڑھتا رہے اور ۳۰ سال کے بعد ایک بت کے آگے سجدہ کر دے تو کفر فعلی ہے۔ کفر قوی یہ ہے کہ کوئی شخص یہ کہہ دے کہ خدا ²¹³⁹ کے ساتھ صفات میں یا فعل میں کوئی شریک ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی کفر قوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے بعد کوئی اور نیا پیغمبر آئے گا۔ کیونکہ تواتر توارث کی ذیل میں ساری امت اس علم میں شریک رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسی طرح کوئی شخص اگر اپنے مساوی سے کہہ دے کہ کلمہ بکا تو وہ کوئی چیز نہیں۔ استاد اور باپ سے کہے تو اسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو کفر صریح ہے۔

(ختم نبوت کے دلائل)

نبوت کے ختم ہونے کے بارہ میں ہمارے پاس کوئی دوسو حدیثیں ہیں۔ قرآن مجید اور اجماع بالفعل ہے اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو لیا ہے اور کوئی مسلمان جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے وہ اس عقیدہ سے غافل نہیں رہا۔ اس عقیدہ کی تحریف کرنا اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اسلام سے شناخت مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں اسلام کی۔ اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے تو دین سے وہ گیا۔

جو دین محمدی کا اقرار نہ کرے۔ اسے کافر کہتے ہیں۔ جسے اندر سے اعتقاد نہ ہو۔ زبان سے کہتا ہو۔ اسے منافق کہتے ہیں۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہو۔ لیکن دین کی حقیقت بدلنا ہو، اسے زندیق کہتے ہیں اور وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ شدید کافر ہے۔

ارتداد کے معنی یہ ہیں کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات و متواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے خارج ہو جائے گا، اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں اور اس کا ثبوت بدیہات اسلام سے ہے اور ہر مسلمان خاص و عام اسے جانتے ہیں۔ اس کی تصدیق کرنا۔

(ضروریات دین)

ضروریات دین وہ چیز ہیں جن کو خواص و عوام پہچانیں کہ یہ دین سے ہیں جن سے اعتقاد و حید کا، رسالت کا، اور پانچ نمازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔

شریعت کے اگر کسی لفظ کو بحال رکھا جا کر اس کی حقیقت کو بدل دیا جاوے اور وہ معاملہ متواترات سے ہو تو وہ کفر مرتج ہے۔ کفر و ایمان کی اس شرعی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مسلمان بعض قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام²¹⁴⁰ ہو جاتا ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ بایں معنی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوۃ نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل اور تخصیص کے ان اجماعی عقائد میں سے ہے جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھایا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عہد سے لے کر آج تک سلا بعد سلا ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔

اور یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اور احادیث متواترۃ المعنی سے اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے اور اس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ اس میں اگر کوئی تاویل یا تخصیص نکالی جاوے تو وہ شخص ضروریات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔ یہ اصول ہیں جن کے تحت میں اور بھی ایسے بہت سے فروع موجود ہیں جو مستقل موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

فریق ثانی کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر۔ اس کے فرشتوں پر۔ اس کی کتابوں پر۔ اس کے رسولوں پر اور بعثت بعد الموت پر اور تقدیر پر یقین رکھا جاوے اور اسلام کو اسی دین ہے اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور نماز کا ادا کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ شریف کا حج ادا کرنا اگر استطاعت ہو، اور جو شخص زبان سے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے تو ایسا شخص یقینی طور پر مؤمن ہے۔ اگرچہ وہ فرائض اور عمرات سے بے خبر ہو اور اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض اور عمرات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں ان پر بلا کسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کیا جاوے اور جو شخص ان اعمال صالحہ کا پابند ہو کہ جو قرآن مجید میں ایک²¹⁴¹ مؤمن کا طغرائے امتیاز قرار

دیئے گئے ہیں تو وہ شخص مؤمن اور مسلمان ہے۔

یہ باتیں ایسی ہیں کہ جو ارکان اسلام سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کے جزو ایمان ہونے میں فریقِ مدعیہ کو بھی کوئی کلام نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان باتوں پر فریقِ ثانی کا عقیدہ ان اصولوں کے تحت جو فریقِ مدعیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ دیا جاتا ہے جیسا کہ دیگر عام مسلمانوں کا یا کہ اس سے مختلف۔ کیونکہ مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ بھی کرے۔ لیکن ان کی ایسی تاویل اور تحریف کر دے کہ جس سے ان کے حقائق بدل جائیں تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔

(تواتر اور مرزا صاحب)

مدعیہ کی طرف سے دین اسلام کے ثبوت کے متعلق جو بنیادی اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں ان کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ تواتر اور اجماع کے اصولوں کو خود ان کے پیشوا مرزا غلام احمد صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب (ایام الصلح ص ۸۷، خزائن ج ۱۴ ص ۳۲۳) میں لکھتے ہیں کہ: ”وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔“

ایک دوسری کتاب (انجام آختم ص ۱۳۴، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) میں لکھتے ہیں کہ: ”جو شخص اس شریعت پر مقلد ایک ذرہ کے زیادتی کرے یا اس میں سے کچھ کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت اور ملائکہ کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ یہ میرا اعتقاد ہے۔“

اور کتاب (ازلہ الاوهام ص ۵۵۶، خزائن ج ۳ ص ۳۹۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں نظر آتی جاسکتی اور تواتر اگر غیر قوموں کا بھی ہو تو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔“

مدعیہ کے گواہان کے بیان کردہ اصول اور قواعد کے مقابلہ میں مدعا علیہ کے گواہان نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں۔ ہم آکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے فتاویٰ اور اقوال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں اور مخالف کو چھوڑ دیں کہ جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید²¹⁴² کے واقعی طور پر خلاف ثابت کر دے تو اس کا قول معتبر ہوگا اور کہ اگر کوئی شخص کسی فن کا امام ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی بات کسی دلیل کے ساتھ ثابت کر دے تو وہ مان لی جائے گی۔ صحابہ

بھی تفسیر میں غلطی کرتے تھے۔ یہ بیان مولوی جلال الدین صاحب شمس گواہ مدعا علیہ کا ہے۔ اس کا دوسرا گواہ بیان کرتا ہے کہ کوئی شخص جو کلام کرتا ہے اس کلام کے معنی وہی بہتر سمجھتا ہے اور اس کلام کے معنی جو وہ بیان کرے گا یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگی اور کہ گواہ مذکور کے نزدیک قرآن مجید کے سوا اور کوئی چیز مسلم نہیں۔ سوائے اس کے جو قرآن مجید سے تطابق رکھتی ہو اور جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود تطابق کر سکتا ہے اور میرے لئے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لئے میرے واجب الاماعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلم ہے اور کہ ہر وہ بات جس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہوتی اور قرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی یا اماموں کے ایسے اقوال کہ جن اقوال کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی اس کے علاوہ اور مصنفین کی کتابیں جن کی تصدیق قرآن اور حدیث سے نہیں ہوتی۔ وہ مجھ پر جرح نہیں ہیں اور کہ قرآن کی تفسیر کے لئے کسی خاص شخص کی تعین نہیں کہ وہ جو معنی کرے گا خواہ وہ کیسے ہی ہوں اس کو مانا جاوے اور اس کے خلاف معنی کو رد کیا جاوے۔ اگر صحابہ سے کوئی صحیح تفسیر ثابت ہو جائے جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہو اور صحیح مرفوع متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔ زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنوں کے خلاف نہ ہو۔ وہ بہر حال مقدم ہوگی اور اس کے خلاف معنی کرنے والے کو محض اس لئے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کر رہا ہے۔ خاطی نہیں کہا جاسکتا۔ جب تک کہ قرآنی تصریح کے خلاف معنی نہ کئے جاویں۔

صحابہ کرام کی طرف سے منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کی ہے یا کی ہے یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرام کی طرف منسوب شدہ بات کو ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ ان تک روایت پہنچتی ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کی صحیح نصوص²¹⁴³ کے مطابق ہو۔ عربی زبان کی سند ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث میں بھی تائید رکھتی ہو تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے۔ ان شرائط کے بغیر اگر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے اگر وہ پیش کرنے والا خدا کی طرف سے ملہم اور مامور نہیں ہے کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق قرآن پاک کی تصریحات سے ہو چکی ہو۔ بلکہ عام شخص ہے تو اس کی ذاتی رائے اوپر کی شرائط سے طعید کر کے صحابی کی بیان کردہ تصریح سے سننے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت میں صحیح قرار دینے والا خود مختار ہے کہ وہ اپنے استدلال کی روش سے مطابق قرار دے یا تصریح کے لحاظ سے مطابق قرار دے۔

(معقولیت کس میں ہے؟)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہر دو فریق کے بیان کردہ اصولوں میں سے معقولیت کس میں ہے۔ ایک تو اپنے دین کی بنیاد چند منظم اصولوں پر کہ جن کو قدامت کی قوت حاصل ہے۔ قائم کر کے اسے بطور ایک ضابطہ اور قانون کے پیش کرتا ہے۔ دوسرا اسے ایک کھلونا بنا کر ہر کس و نا کس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور بجائے اس کے کہ دین کو ایک مستقل لائحہ عمل سمجھا جاوے۔ اسے ہر لمحہ و ہر آن تغیر و تبدل کا متحمل قرار دیتے ہوئے ایک باز مچھڑ اطفال بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک ہر شخص اس بات کا اہل اور مجاز ہو سکتا ہے کہ وہ جب چاہے ہلا روک و ٹوک اپنے اجتہاد کی بناء پر ایک نیا رستہ نکال کر اس پر چلنا شروع کر دے اور نہ کسی صحابی، نہ کسی امام، نہ کسی بزرگ، نہ کسی دوسرے ماہرین کی کوئی پرواہ کرے۔ بلکہ شارع کے جس قول کو وہ درست سمجھے اور اس کا معنی جو وہ قرار دے۔ اس کے مطابق عمل کرے اور اگر اسے کوئی گرفت کرے تو فوراً اپنے قول کی کوئی تاویل گھڑ کر پیش کر دے اور چونکہ وہ تاویل مقدم سمجھی جائے گی۔ اس لئے کوئی بھی اس کا کچھ نہ لگاؤ سکے گا اور بچارہ گرفت کرنے والا منہ کی کھا کر چپ ہو جائے گا۔ اس اصول کے تحت نہ صرف کسی دین کی بلکہ کسی قانون کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس قسم کی وسعت ہر اس ضابطہ میں کہ جس کا اجراء بطور قانون مقصود ہو متصور ہو سکتی ہے اور اس صورت میں اس پر کبھی بھی عملدرآمد نہیں ہو سکتا اور وہ محض لفظ ہی لفظ رہ جاتا ہے۔

²¹⁴⁴ اگر ان اصولوں کو جو فریق ثانی کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ بروئے کار لایا جاوے تو دین نہ صرف دین کہلائے جانے کا ہی مستحق نہیں رہتا۔ بلکہ ایک معکمہ انگیز چیز بن جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ اس میں کوئی یکسانیت پیدا کی جاسکے ہر شخص انفرادی حیثیت سے اپنی منشاء کے مطابق اپنے لئے ایک علیحدہ دین بناسکے گا۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل دین اسلام جن باتوں پر قائم تھا۔ اب کوئی ان کی اصلیت اور بنا نہیں رہی اور اب بناء صرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے اقوال و عقائد پر ہی ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کے نزدیک اب ان اصحاب کے سوانہ کسی پہلے صحابی کی نہ امام کی۔ نہ بزرگ کی کوئی بات مقدم اور صحیح ہے۔ بلکہ جو کچھ مرزا صاحب اور ان کے خلفاء نے کہا ہے اور لکھا ہے۔ وہی درست ہے اور ان کی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب حجت نہیں ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا دین اس

دین اسلام سے مختلف ہے۔ جو مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل مسلمان سمجھتے آئے ہیں۔ اس لئے مدعیہ کی طرف سے بجا طور پر کہا گیا ہے کہ مذہب کے لحاظ سے ہر دو فریق میں قانون کا اختلاف ہے اور مدعیہ کی طرف سے بھی یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اصولی اختلاف بھی ہے اور فروغی بھی اور سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ بیان کرتے ہیں کہ احمدی مذہب والے نے مہمات دین کے بہت سے اصولوں کو تبدیل کر دیا ہے اور بہت سے اسماء کا منسلی بدل دیا ہے۔ آگے ظاہر ہو جائے گا کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

اب وہ عقائد بیان کئے جاتے ہیں کہ جن کی بناء پر فریق ثانی کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مرتد اور کافر ہے۔ اس ضمن میں اہم وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی مانتا ہے۔ اس لئے یہ دکھانا پڑے گا کہ مرزا صاحب کے اعتقادات کیسے ہیں؟ اور کیا وہ نبی ہو سکتے ہیں یا؟ نہ اور ان کو نبی ماننے سے کیا قباحات لازم آتی ہے؟ اور کیا ان کے اقوال ایسے ہیں کہ ان کی بناء پر انہیں مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے ان کے اجراع سے مدعا علیہ کو بھی مسلمان²¹⁴⁵ نہیں سمجھا جاسکتا۔

(قادیانیوں کے وجوہ کفر)

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے ان اصولوں کے تحت جو ان کے بیان کے حوالہ سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں۔ چھ وجوہات ایسی بیان کی ہیں کہ جن کی بناء پر ان کے نزدیک مرزا صاحب باجماع امت کافر اور مرتد قرار دیئے جاسکتے ہیں اور جن کی وجہ سے ان کی رائے میں ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجود سخت اختلاف خیال اور اختلاف مشرب کے ان کے کفر وار تداد اور ان کے متبعین کے کفر اور ارتداد پر متفق ہیں۔ یہ وجوہات حسب ذیل ہیں:

۱..... ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہو۔ اس کو کفری اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

۲..... دعویٰ نبوت مطلقہ و تشریع۔

۳..... دعویٰ وحی اور اپنی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

۴..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

۵..... آنحضرت ﷺ کی توہین۔

۶..... ساری امت کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا۔

تقریباً یہی وجوہات دیگر گواہان مدعیہ نے بھی بیان کی ہیں۔ اب ذیل میں حسب بیانات گواہان مذکوران وجوہات کی تشریح درج کی جاتی ہے۔

امور نمبر ۳۲۱، ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ لہذا ان پر جو بحث کی گئی ہے وہ یکجا درج کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال پر جوان کی مطبوعہ کتب میں موجود ہیں اعتراض کیا گیا ہے۔

۱..... ”اوائل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقررین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی^{۲۱۴۶} ہارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳، ۱۵۴)

۲..... ”الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جنمی ہے۔“

(انجام آختم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۱۵۴)

۳..... ”مجھے اپنے وحی پر ویسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ، انجیل اور قرآن پاک پر اور کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی ظلمات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں گا۔“

۴..... ”میں اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۵۱، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴)

۵..... ”ہاں یہ نبوت تشریحی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔“ (ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۳۰۲)

۶..... ”اگر کہو کہ صاحب شریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ کہ ہر مفتری، تو اڈل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی قید نہیں لگائی۔ ماسواہ اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نبی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔“

”اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت

سے وہ شریعت مراد ہے۔ جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”ان هذا لغی الصحف الاولیٰ“ صحف²¹⁴⁷ ابراہیم و موسیٰ“ یعنی قرآنی تعلیم توراة میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں ہاستغناء امر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر تورات اور قرآن شریف میں ہاستغناء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔“ (اربعین نمبر ۶، خزائن ج ۱ ص ۴۳۵، ۴۳۶)

اس کتاب کے (حاشیہ ص ۶، خزائن ج ۱ ص ۴۳۵) پر لکھتے ہیں: ”کیونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ ایک الہام الہی کی یہ عبارت ہے۔“

(اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے) اب دیکھو خدا نے میری وحی، میری تعلیم اور میری بیعت کو لوح کی کشتی قرار دیا ہے اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھ۔ جس کے کان ہوں سنے۔

۸..... ”نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا قبیح ہو۔ بلکہ فساد اس حالت میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جاوے۔ وہ دین، دین نہیں۔ نہ وہ نبی، نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو²¹⁴⁸ سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند متغولی باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔ اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔ سو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج ۲ ص ۳۰۶)

۹..... ”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱ ص ۲۳۱)

۱۰..... ”اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا

مصدق ہے۔ هو الذی ارسل رسولہ بالهدی..... الخ“ (اعجاز احمدی ص ۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳)

۱۱..... ”میں صرف پنجاب کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی

ہے ان سب کی اصلاح کے واسطے مامور ہوں۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۹۳ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۰)

۱۲..... ”یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف

ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب

شریعت کے سوا جس قدر ملہم، محدث ہیں۔ گو وہ کیسے ہی جناب الہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں اور

خلعت مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“

(تزیین القلوب ص ۱۳۱، خزائن ج ۱۵ ص ۴۳۲)

۱۳..... (حقیقت الوحی ص ۱۰۳ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۶) پر عبارت ذیل جاوئی آئیل..... واشار

کے تحت ایک نوٹ ہے جس میں لکھا ہے کہ ”اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے۔

اس لئے بار بار رجوع کرتا ہے۔“

۱۴..... ”غرض اس حصہ کثیر دجی الہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد

²¹⁴⁹مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے

ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی

مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں۔ کیونکہ کثرت دجی اور کثرت امور

غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

۱۵..... ”حسب تصریح قرآن کریم، رسول اس کو کہتے ہیں کہ جس نے احکام وعقائد دین

جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔“ (ازالہ الادھام ص ۵۳۳، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷)

۱۶..... ایک دجی بالفاظ ذیل درج ہے۔ محمد رسول اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”اس دجی میں

میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷)

۱۷..... (حقیقت الوحی ص ۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۰) پر لکھتے ہیں۔ ”مگر غلطی نبوت جس کے معنی ہیں کہ

محض فیض محمدی سے دجی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔“

۱۸..... (کتاب حق البعین ص ۱۰۲) پر مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ”علماء کو نبوت کا مفہوم

سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں جو خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف، لام پڑے

ہیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوت اب بند ہو چکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہو گا وہ کافر ہے۔“

(قادیانی عبارتوں کے نتائج)

ان حوالہ جات سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ بالفاظ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب اور ان کے تمام متبعین کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت تشریحی کا دروازہ بند ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جو نبوت تشریحی کا دعویٰ کرے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ قول نمبر ۶ میں مرزا صاحب نے اپنی تشریحی نبوت کا کٹلے الفاظ میں دعویٰ کیا ہے اور اس میں چند باتوں کی تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔²¹⁵⁰ جس نے اپنی امت کے لئے کوئی قانون مقرر کیا ہو وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا صاحب اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب اپنے اقرار سے خود کافر ہو گئے۔ مرزا صاحب نے یہ بھی صاف فرمایا ہے کہ وحی میں جو حکم یا نہی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ حکم نیا ہو۔ بلکہ اگر پہلی شریعت کا بھی حکم اس کے پاس بذریعہ وحی کے آئے تو بھی یہ صاحب شریعت ہونے کے لئے کافی ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی بہت سی وحی وہ بیان کی ہے جو کہ آیات قرآنی ہیں۔ اس لئے وہ بھی مرزا صاحب کی شریعت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا کہ صاحب شریعت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شریعت میں نئے احکام ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کے صحیفوں میں بھی۔ اب اگر شریعت جدید کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب نئے احکام ہوں تو لازم آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء رسول اللہ صاحب شریعت نبی ہیں۔ ویسے ہی مرزا صاحب بھی صاحب شریعت نبی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ بھی صاف کر دیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شریعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام ادا و امر و نواہی اس شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام و نواہی اور قرآن مجید میں بھی مذکور نہیں اگر تمام احکام قرآن مجید

میں مذکور ہوتے تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر و نہی کا بھی دعویٰ کرے اگرچہ وہ امر و نہی پرانی ہو تو وہ نبی صاحب شریعت کہلایا جائے گا اور اس میں اور رسول اللہ ﷺ میں ہاں معنی کچھ فرق نہیں کہ یہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔

یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ اگر کسی نبی کو خدا کا بھی حکم آدے کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا ہے اور تو لوگوں پر اس حکم کی تبلیغ کر اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا وہ کافر ہے۔ تو وہ نبی بھی صاحب شریعت اور نبی تشریفی ہو گیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جو نبی حقیقی ہے اور جو نبی شرعی ہے اس کے لئے نبی تشریفی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے مرزا صاحب اپنی تحریر اور اس اقرار کے مطابق کافر ہوئے۔ اس کے علاوہ مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے۔ جو اس میں ہو گا وہ نجات پائے گا اور جو ایسا نہ ہو گا وہ ہلاک ہو گا۔ یہ مرزا صاحب کی شریعت کا نیا حکم ہے جس نے شریعت محمدیہ کو منسوخ کیا۔ مرزا صاحب نے ایک نیا حکم یہ بھی دیا ہے کہ ان کی عورتوں کا نکاح غیر احمدیوں سے جائز نہیں۔ یہ بھی حکم شریعت محمدیہ کے خلاف ہے۔

(یہ نتیجہ بحوالہ کتاب انوار الحقاہلہ مرحومہ مرزا محمود صاحب م ۱۹۳۶ء اخذ کیا گیا ہے) مرزا صاحب کی شریعت میں ایک نیا حکم اور یہ بھی ہے جو تمام اسلام کے خلاف ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم فرمایا ہے کہ جو کوئی چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا وہ میری بیعت سے خارج ہے اور بیعت سے خارج ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام سے خارج ہے اور کافر ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ کے لئے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ اگر تین ماہ تک کوئی زکوٰۃ نہ دے تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ یہ حوالہ مرزا صاحب کے ایک فرمان سے جو لوح ہدیٰ میں قادیان سے دسمبر ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی، دیا گیا ہے۔ اس فرمان کے چیدہ چیدہ الفاظ حسب ذیل ہیں: ”مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میری انہی سے پیوند ہے۔ یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں..... ہر ایک شخص جو مرید ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہوار مقرر کر دے..... جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا..... وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ اس سلسلہ میں نہیں رہ سکے گا..... اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔“ (اشہار النکر خانہ کے انتظام کے لئے، مجموعہ اشہارات ج ۳ ص ۴۶۸، ۴۶۹)

اس کے آگے گواہ مذکورہ آیت ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ کے حوالہ سے بیان کرتا ہے کہ آیت اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد نہیں تو کوئی رسول بھی

آپ ﷺ کے بعد بطریق اولیٰ نہیں۔ کیونکہ رسول نئی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو نبی ہو وہ رسول بھی ہو اور اس کی تائید میں احادیث متواترہ ہیں۔ جن کو صحابہؓ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث کا انکار کرنے والا دیا ہی کافر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کا انکار کرنے والا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو ختم نبوت کا انکار کرتا ہے وہ قرآن کا منکر ہو کر بھی کافر ہوا۔ اس کی تائید میں انہوں نے چند ائمہ دین کے اقوال نقل کئے ہیں اور ان سے یہ دکھانا چاہا ہے کہ احادیث متواترہ میں یہ خبر درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور کہ ہر وہ شخص جو آپ ﷺ کے بعد اس مقام نبوة کا دعویٰ کرے وہ مجنون اور افتراء پرداز ہے۔ دجال اور گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ شعبہ بازی کرے۔ قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھائے اور کہ جو شخص دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے اور پھر ان حوالہ جات سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں، یعنی ہے اور اجماعی ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ کتاب اور سنت سے ثابت ہے، اور آپ ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کی نبوة میں نئی نہ بنے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ خاتم الانبیاء کے معنی بھی یہی ہیں کہ اپنے عموم سے کسی نئی کو نبوت آپ ﷺ کے بعد نہیں مل سکتی۔ اس کی تائید میں چند دیگر آیات قرآنی اور احادیث بھی پیش کی گئی ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اور ان کا حوالہ دیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ انکار ختم نبوت کفر، ادعا نبوت بھی کفر، اور ادعا عروج بھی کفر ہے۔ البتہ ایک حدیث کا یہاں حوالہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس پر آگے مدعا علیہ کے جواب کے وقت بحث کی جاوے گی۔ وہ حدیث بایں مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری مثال اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے پہلے تھے اس شخص کی سی ہے کہ جس نے ایک مکان تعمیر ²¹⁵³ کیا اور بہت اچھا اور بہت خوبصورت اس کو بنایا۔ مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہی۔ لوگ اس مکان کو دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ خالی ہے۔ اس کو کیوں پر نہ کر دیا گیا۔ سو میں ہوں وہ اینٹ، اور میں ہوں خاتم النبیین۔ اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ تعمیر بیت نبوت جو ابتدائے آفرینش سے ہوئی تھی۔ وہ بدوں سرور عالم ﷺ کے ناقص تھی۔ سرور عالم ﷺ کے وجود باوجود سے وہ مکمل ہو گئی اور بیت النبوة میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اب اگر کوئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت النبوة سے نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہوگا تو خدا نے جو نبوت کا گھر تعمیر کیا ہے وہ اس کا جزو نہیں ہو سکتی۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۱۵ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم سے صراحتاً یہ

بات معلوم ہوئی کہ رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام و قواعد دین جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ اگر مرزا صاحب نے احکام و عقائد اس ذریعہ سے حاصل نہیں کئے تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا اور جھوٹا مدعی نبوت با اتفاق کافر ہوتا ہے۔

مرزا صاحب کے قول نمبر ۱۳ سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے پر جبرائیل علیہ السلام کے نزول کے مدعی ہیں اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی شان نبوت و رسالت کا سکہ جمانے کے لئے تمام خصوصیات نبوة و لوازمات رسالت کو نہایت جزم اور وثوق کے ساتھ اپنی ذات کے لئے ثابت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت دوسرے مقرران بارگاہ الہی سے ممتاز ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر بھی نزول جبرائیل ہوا کرتا ہے اور ان کے وحی والہام قطعی و یقینی ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح مرزا صاحب بھی اپنی وحی کو خدا کا کلام کہتے ہیں اور قرآن شریف کی طرح قطعی کہتے ہیں۔ یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو سوائے انبیاء علیہم السلام اصحاب شریعت کے اور کسی دوسرے مقرب بارگاہ الہی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب حقیقی نبوت کے مدعی تھے اور اپنے آپ کو اس معنی میں نبی اور رسول²¹⁵⁴ ظاہر کرتے تھے جس معنی میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی یا رسول کہا گیا ہے۔

گواہان مدعیہ نے خود مرزا صاحب کی اپنی تحریرات سے بھی یہ دکھلایا ہے کہ وہ خود قبل از دعویٰ نبوت یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اور کہ آپ ﷺ آخری نبی ہونے کے معنوں میں خاتم النبیین ہیں۔ چنانچہ (ازلہ الادہام ص ۵۲۳، خزائن ج ۳ ص ۲۸۰) پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: ”صبح کیونکر آ سکتا ہے اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے۔“

آگے اس کتاب کے (ص ۵۲۳، خزائن ج ۳ ص ۲۸۷) پر لکھتے ہیں: ”لیکن وحی نبوة پر تو حیرہ سو برس سے مہر لگ چکی۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔“

اور کتاب (حماۃ البشری ص ۱۲۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۰) میں آیت ”ما کان محمد..... خاتم النبیین“ کی تشریح میں لکھتے ہیں: ”ہمارے نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد اگر ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کا دروازہ بند ہونے کے بعد اس کو کھولنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ اللہ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کس طرح کوئی نبی آ سکتا۔“

حالانکہ آپ ﷺ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ ﷺ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔“ پھر اس کتاب کے (ص ۲۱، خزائن ج ۷ ص ۲۰۱) پر لکھتے ہیں کہ: ”ہزار ہا سال کے گزرنے کے بعد کسی ایسی حالت کا انتظار کیا جاسکتا ہے جس میں دین کی تکمیل ہو۔ اگر یہ مانا جائے تو دین کی تکمیل اور اس کے کمال سے فراغت کا سلسلہ بالکل غلط ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ”الیوم اکملت لکم دینکم“ جھوٹی خبر ہو گئی اور خلاف واقع ہو گئی۔“

اسی کتاب کے (ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۶) کے ایک حوالہ سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ مرزا صاحب بھی پہلے دعویٰ نبوت کو کفر سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ”مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کا فرین کے ساتھ مل جاؤں۔“

(ازالہ الامہام ص ۵۸۳، خزائن ج ۳ ص ۳۱۳) پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرائیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ کو مضمون قرآن شریف سے تو اور رکھتی ہو پیدا ہو جائے۔ جو امر مستلزم محال²¹⁵⁵ ہے۔ وہ محال ہو جاتا ہے۔“

لیکن اس کے بعد پھر (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۱) میں یہ تحریر فرمایا کہ: ”میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصہ سابقہ میں وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا اور وہ واپس نہیں آئے گا۔“

ایک اور جگہ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲) پر لکھتے ہیں کہ: ”آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے نبی اور رسول کے لفظ سے پکارا جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس سے مہر خیمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت ”وآخرین منہم لما یلحقوا بہم“ بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار

دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔“

آگے (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۵) پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہدہ تھا۔“ پھر (حوالہ ایضاً) پر لکھتے ہیں کہ: ”چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موجود تھا وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوة مجھے عطاء کی گئی ہے اور اس نبوة کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔“

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ ”کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ سب حضرت رسول²¹³⁶ کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظنی طور پر ہم کو عطاء کئے گئے ہیں..... پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔“ (ملفوظات ج ۳ ص ۲۷۰) اس عبارت سے نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ظل اور بروز کے الفاظ محض الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ مراد ان سے حقیقت کا ملہ نبوة ہے۔

ان تصریحات سے مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ کا یہ استدلال ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوة کے لئے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ محض لا طائل اور بے معنی سہی ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لکھتے وقت اور اس سے مدتوں پہلے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ اگر ان کو اس سے پہلے قرآن کی رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا تو بعد میں قرآن کی کون سی آیت اتری یا نبی کریم ﷺ کی کون سی حدیث پیدا ہوئی جس کی بناء پر مرزا صاحب نے نبوت کا ادعا کیا۔ خاتم النبیین کی آیت ”الیوم اکملت لکم“ کی آیت اس وقت بھی قرآن میں موجود تھیں۔ یہ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں اور اوامر و نہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادعائے نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جاوے تو اوامر و نہی میں جاری ہو سکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہ ہے۔ پھر کیونکر از روئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادعا نبوة میں صادق کہہ سکتے ہیں۔

ختم نبوت کے معنی کو جیسا کہ عام عقیدہ ہے مرزا صاحب تسلیم کرتے ہیں اور اپنے کلام میں اس طرح اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن صرف اپنی خوش خیالی کو باقی رکھنے کے لئے بے محل

اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی کوشش کی ہے۔

آگے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خاتم النبیین کے بعد بروزی طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہی کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو اس کا ²¹⁵⁷بروز بھی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب (تزیان القلوب ص ۱۵۶، خزائن ج ۵ ص ۴۷۷ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ”مگر مہدی معبود بروزات کے لحاظ سے بھی دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔“

اس کتاب (تزیان القلوب ص ۱۵۶، خزائن ج ۵ ص ۴۷۸ حاشیہ) پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث نبویہ کو بغور دیکھا جاوے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اس حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے جب کہ مہدی معبود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جاوے۔“

اس حوالہ سے مرزا صاحب کا بروزی اور ظلی نبی ہونے کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوتا ہے اور یہ ثابت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص اپنے لئے ادعا نبوت کرے یا کسی دوسرے کو نبی مانے تو وہ تمام اہل اسلام کے نزدیک کافر، مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ اس کی تائید کہ ظلی اور بروزی الفاظ محض الفاظ ہی ہیں اور کہ دراصل مرزا صاحب کی مراد حقیقی نبوت سے ہے۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے بشیر محمود صاحب کی ایک تحریر سے ہوتی ہے۔ جو اخبار الفضل مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء کے حوالہ سے مدعیہ کے گواہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے نقل کی ہے اور جو بالفاظ ذیل ہے: ”ہم جیسے خدا تعالیٰ کی دوسری وجہوں میں حضرت اسماعیل، حضرت ادریس علیہم السلام کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگ جائیں۔ بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت ہم دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں۔ مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نبی نہیں کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے اور جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان الہامات کے تحت کریں گے۔“

²¹⁵⁸ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ الفاظ انکساری اور تواضع کے طور پر لکھ دیئے ہیں۔ ورنہ ان کے معنی مراد نہیں ہیں۔ مرزا صاحب جہاں اپنے آپ کو بروزی یا

ظلی یا مجازی نبی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف حقیقی نبی سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح خلیفہ دوم اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء ہینڈل میں ص ۳ کی سطر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”صبح موعود کو نبی اللہ تسلیم نہ کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت ﷺ کو جو سید المرسلین و خاتم النبیین ہیں۔ امتی قرار دینا ہے اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔“

ختم نبوت اور انقطاع وحی پر مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک اور دلیل پیش کی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن شریف پر مجموعی طور پر نظر ڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جس کی توجیہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبر دی ہے۔ یہ ابتداء وحی اور آغاز وحی ہے۔ اس کے بعد ہم نوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن شریف سے پتہ لیتے ہیں کہ آیا سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہ، جواب ملتا ہے کہ ہاں جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ”ولقد رسلنا نوحا و ابراہیم وجعلنا فی ذریعتہما النبوة والکتاب“ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے اور ذریت ابراہیم علیہ السلام میں بھی ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ دوسری بات اس سے یہ ثابت ہوئی کہ نبوہ کا ظرف اور محل ال ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ اللہ عز اسہ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں دو شعبہ قرار دیتے ہیں۔ ایک ”بنی اسحاق“ جن میں پہلے نبوت کا سلسلہ جاری رہا اور بہت انبیاء ان میں آئے اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ دوسرے ”بنی اسماعیل“ جن میں آنحضرت ﷺ تک کوئی نبی نہ آیا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام²¹⁵⁹ کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ”ولقد ایتنا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل“ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے اور کئی ایک رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے۔ جیسا کہ لفظ ”الرسل“ سے ظاہر ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بکثرت انبیاء بھی آئیں گے؟ یا کیا ہوگا؟ تو خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ”واذ قال عیسیٰ ابن مریم“ خداوند سبحانہ تعالیٰ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کا بالکل بدل دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول تمہاری طرف ہو کر آیا ہوں مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی

کتاب تورات جو خدا کی طرف سے ان کو عطا ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آئے گا۔ نام اس کا احمد ہوگا۔ قرآن کریم نے اس سے پہلے رسل کے لفظ سے عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اس کے نام سے مخصوص اور معین فرمایا۔ یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تعالیٰ احمد ﷺ پر نبوت کو ختم کر رہا ہے اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا۔ اس کو بدل کر ایک خاص معین شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو ہم قرآن سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے یا بند ہو جاتا ہے؟ تو قرآن کریم فرماتا ہے۔ ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وعصام النبیین“ یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ پر آ کر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دی جانی ضروری تھی۔ جیسا کہ پہلے دی ²¹⁶⁰ گئی۔ ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔“

(ختم نبوت اور احادیث)

اس ضمن میں دو احادیث کا حوالہ جو گواہ مذکور نے دیا ہے اور دیگر گواہان مدعیہ کے بیانات میں بھی موجود ہے۔ دیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ فریق ثانی کے جواب میں یہ حدیثیں بحث طلب ہیں۔ ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی آ جاتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور خلیفہ ہوں گے۔ پس بہت ہوں گے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ جنگ تبوک پر جاتے ہوئے آپ ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو اہل بیت کی نگرانی کے لئے چھوڑا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ آپ (ﷺ) مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے، جیسا کہ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔“ اگر نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد اور تشریحی یا غیر تشریحی جاری ہوتی تو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ ”لا نبی بعدی“ کہہ کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔ گواہ مذکور نے قرآن مجید سے ختم نبوت کی ایک اور

یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ سورہ آل عمران پارہ تیسرا کی آیت ”قل اسما باللہ وما انزل الینا..... الخ“ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی وہ زمانہ ماضی میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی۔ جو آنحضرت ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی ایسے نبی کے لئے ایمان لانے کی تاکید نہیں کی جو آپ کے بعد ہو۔ اگر کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ سورہ بقرہ کی ایک اور آیت ”والذین یؤمنون بما انزل الیک..... الخ“ میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہی کو ہدایت پر قائم رہنے والا اور ”مفلحون“ فرمایا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کی وحی پر اور آپ سے ²¹⁶¹ پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر جگہ وحی کے ساتھ لفظ قبل کو ملایا ہے تاکہ یہ بات ثابت نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے سورہ سبا پارہ نمبر ۲۲ کی آیت ”و ما ارسلناک الا کافۃ للناس..... الخ“ سے یہ استدلال کیا ہے کہ متقی بننے کے لئے صرف ان چار چیزوں کی ضرورت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ وحی ہے جو آنحضرت ﷺ کی طرف نازل کی گئی۔ دوسری وہ جو آپ سے پہلے لوگوں پر نازل کی گئی۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور ارتقاء کی مدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی یہاں ذکر فرمادیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور نئی بات کی، یا نئی وحی کی، متقی بننے کے لئے حاجت نہیں اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر انسانوں کی نجات کا دار و مدار ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مرزا صاحب کی ایک اور تحریر بہت واضح ہے جس کا ذکر مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص ۵۴۳، خزائن ج ۳ ص ۳۹۳) پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جائے گا یا قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔“

اس طرح (ازالہ اوہام ص ۵۷۶، خزائن ج ۳ ص ۴۱۱) پر لکھتے ہیں کہ: ”ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا۔ بلکہ وہ مطاع صرف اور اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ

سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور حضرت جبرائیل لگا تار آسمان سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ انہیں تمام اسلامی عقائد اور ²¹⁶²صوم صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور جمع مسائل فقہ کے سکھائے گئے۔ تو پھر بہر حال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا۔ اگر یہ کہو کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العریک منقطع ہو جائے گی اور کبھی جبرائیل نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ وہ مسلوب البدن ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر چہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں۔ یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ جب خمیس کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہوئی شروع ہو گئی تو پھر تھوڑا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ صادق الوعدہ ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوۃ لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔“

اس سے مدعیہ کی طرف سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ کوئی نبی مطیع یعنی اسی نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب مرزا صاحب نبی ہوئے تو انہوں نے اس وحی کی اتباع کی۔ جو ان پر نازل ہوئی یا قرآن کی، اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی مرزا صاحب کافر۔ کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع کرنی چاہئے تھی اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی تب بھی کافر کیونکہ قرآن کو چھوڑا۔ کتاب ازلۃ الادہام مرزا صاحب کے دعویٰ کے کچھ عرصہ بعد تحریر ہوئی اور اس وقت تک وہ خاتم النبیین کے وہی معنی سمجھتے رہے جو ساری دنیا نے سمجھے اور ایک نبی کا آنا اور ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام کا اترنا اور ایک فقرہ کہنا کہ تم قرآن کا اتباع کرو۔ یہ سب چیزیں مرزا صاحب کے نزدیک ختم نبوۃ کے مخالف تھیں اور اس سے مہر نبوت ٹوٹی تھی۔

²¹⁶³ ہر صدی میں کم از کم ایک مجدد آتا ہے۔ ان کا یہ فرض ہوتا ہے کہ دنیا میں جو لوگوں سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس پر لوگوں کو متنبہ کریں اور بالخصوص ایسے امور اور عقائد کی نسبت کہ جن سے انسان کافر ہو جائے۔ علاوہ ازیں امت میں بے شمار اولیاء، ابدال اقطاب گزرے اور تمام صحابہ کرام ان میں سے کسی نے خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کئے۔ جو مرزا صاحب نے اب بیان کئے ہیں۔ اس لئے جو معنی ختم البدن کے اب تجویز کئے ہیں۔ جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا اور وحی

نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو۔ وہ مذہب مرزا صاحب کے نزدیک لعنتی اور شیطانی مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔

اس بناء پر اگر یہ معنی صحیح ہیں تو جب تک مرزا صاحب کا مذکورہ بالا عقیدہ رہا۔ مرزا صاحب بھی کافر ہوئے اور ان سے پہلے جتنے مسلمان اس عقیدہ پر گزرے وہ سب کے سب کافر ہوئے اور اگر مسلمانوں کا اور مرزا صاحب کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا تو پہلے لوگ تو مسلمان اور مرزا صاحب اس عقیدہ کے بدلنے کے بعد کافر ہو گئے۔ یہ نتائج مولوی مرتضیٰ صاحب کے بیان سے اخذ ہوتے ہیں۔ آگے وہ یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ جو امر مستلزم محال ہے وہ محال ہوتا ہے۔ اس سے اگر مراد محال عقلی ہے تو اس کا اخفاء ناجائز ہے۔ بالخصوص حیرہ سو برس تک جب کہ صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور ائمہ فقہائے کہ جنہوں نے عقلی امور کی ہال کی کمال نکال دی ہے اور اگر محال سے مراد شرعی ہے تو وہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔ بالخصوص اتنے زمانہ تک اور اتنے علمائے قبحین پر اور مجددین پر۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا اس کلام کے لکھنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ کوئی جدید یا قدیم نبی آ ہی نہیں سکتا۔ علماء امت نے جو مسئلہ ختم النبوة پر اجماع بیان کیا ہے اور جس آیت کے معنی لکھے ہیں اور وہ معنی مرزا صاحب کے مسلمات میں سے ہیں۔ وہی حق ہے اور اب جو اس معنی سے انکار کرے وہ کافر اور بے شک کافر ہے ایک اور کتاب (حماۃ البشری ص ۲۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۱، ۲۰۰) پر مرزا صاحب نے جو²¹⁶⁴ کچھ لکھا ہے اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ: ”عسی علیہ السلام کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے ظاہر معنی پر حمل کرے۔ اس واسطے کہ یہ آیت ”ما کان محمد ابا احد“ خاتم النبیین کے مخالف ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا نام خاتم الانبیاء رکھا ہے اور اس میں کسی کی استثناء نہیں کی اور پھر اس خاتم الانبیاء کی خود اپنے کلام میں تفصیل فرمائی۔ ”لا نبی بعدی“ سے جو سمجھنے والوں کے لئے بیان واضح ہے اور اگر ہم یہ جائز رکھیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بعد بند ہونے کے کھل جائے اور آپ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے۔ حالانکہ وحی منقطع ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ تمام نبیوں کو ختم کر دیا ہے۔ کیا ہم اس کا اعتقاد رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور خاتم الانبیاء وہ بنے نہ ہمارے رسول مقبول ﷺ۔“

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ خاتم الانبیاء کی تفسیر بغیر کسی استثناء کے رسول اللہ ﷺ نے اس کلام میں فرمائی کہ ”لا نبی

بعدی“ اور معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کی تفسیر ”لا نبی بعدی“ ہے اور خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں کسی نبی بروزی ظلی وغیرہ کی قید نہیں اور اب لا نبی بعدی کا یہ معنی لینے کہ اس سے مراد خالص وہ نبی ہے جو مستقل نبی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو کر اس نے نبوت حاصل کی ہو۔ کیونکہ یہ معنی مرزا صاحب کے نزدیک بھی غلط ہیں اور اب یہ معنی کرنے ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ مرزا صاحب خاتم کے یہ معنی کرتے ہیں کہ رسول کریم مہر ہیں اور آپ کے منظور کرنے سے نبی بنتے ہیں۔ کتاب (حقیقت النبوة ص ۲۶۶ حصہ اول ضمیمہ نمبر ۱) پر لکھتے ہیں کہ: ”چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد ﷺ تک ہی ²¹⁶⁵ محدود رہی۔ یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی رہا۔ نہ کوئی اور۔“

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعی اس سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ میں آئینہ بن گیا ہوں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا اور مجھ میں تصویر اتر آئی ہے رسول کریم ﷺ کی۔ اس سے مہر نبوت نہ ٹوٹی۔ یہ تمسخر ہے خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ساتھ۔

(سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین)

اب باقیماندہ وجوہات تکفیر میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔ آنحضرت ﷺ کی توہین اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین کے بارہ میں گواہان مدعیہ کے بیانات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مرزا غلام احمد صاحب کی حسب ذیل تحریروں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب اپنی کتاب (دافع البلاء ص ۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۰) پر لکھتے ہیں: ”لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ کجی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں کجی علیہ السلام کا نام ”حصور“ رکھا۔ مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“

(حاشیہ ضمیمہ انجام آقظم ص ۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی نام کیوں رکھا۔“

آگے (ضمیمہ انجام آقظم ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”آپ کو گالیاں

دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔“

اس (حوالہ ایضاً) پر آگے کہتے ہیں کہ: ”میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے سر نکال لیا کرتے تھے۔“
آگے (حوالہ ایضاً) ہے کہ: ”یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“
(ضمیمہ انجام آختم ص ۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱) پر ہے کہ: ”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین داویاں اور تین نانیاں آپ کی ²¹⁶⁶ زنا کار اور کبھی تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“

آگے (حوالہ ایضاً) پر لکھتے ہیں کہ: ”آپ کا کھربوں سے میلان اور محبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کھجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے۔“

آگے ہے کہ: ”مجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“
یہ گالیاں یسوع کا نام لے کر ضمیمہ انجام آختم میں درج کی گئی ہیں۔ لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک تھے۔ کیونکہ مرزا صاحب اپنی کتاب (توضیح المرام ص ۳، خزائن ج ۵ ص ۵۲) پر فرماتے ہیں کہ: ”مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔“
اسی طرح اپنی کتاب (کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۷۱) پر لکھتے ہیں کہ: ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب سے نقصان پہنچا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے۔ اے مسلمانو! تمہارے نبی ﷺ تو ہر ایک نشہ سے پاک اور مصوم تھے۔“

(ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹) پر ہے: ”جن جن پیشین گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توراۃ میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا۔ ان کتابوں میں ان کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا۔“

(ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰) پر لکھتے ہیں: ”اور نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب ”طالموڈ“ سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔“

آگے (حوالہ ایضاً) پر ہے کہ: ”آپ کے حقیقی بھائی آپ کی ان حرکات سے آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے۔“

(کتاب ست بجن میں ۱۷۱ حاشیہ، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۵) پر لکھتے ہیں کہ: ”یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع درحقیقت بچہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔“

(ضمیمہ انجام آختم ص ۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰) پر ہے کہ: ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“

اور (انجام آختم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱ حاشیہ) پر ہے کہ: ”آپ²¹⁶⁷ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کو روغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی ایسی بیمار یوں کا علاج کیا۔ مگر آپ کی بد قسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اس تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اس تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں ہے۔ بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھوں میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا۔“

اسی کتاب (ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳) پر آگے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ: ”خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ یسوع کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا کہ جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ کا نام ڈاکو اور ہٹ مار رکھا اور آنے والے نبی کے مقدس وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جموٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور حکمیر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلے مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

اور کتاب (ست بجن میں ۱۶۸، ۱۶۷، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۱) پر لکھتے ہیں: ”اور بالخصوص یسوع کے دادا صاحب دادو نے تو سارے بڑے کام کئے۔ ایک بیگناہ کو اپنی شہوت رانی کے لئے فریب سے قتل کرایا اور دلالہ عورتوں کو بھیج کر اس کی جورو کو منگوا لیا اور اس کو شراب پلائی اور اس سے زنا کیا۔ در بہت سامال حرام کاری میں ضائع کیا۔“

(اعجاز احمدی ص ۱۴، خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۱) پر ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین ہیشین گویوں کو غلط قرار دیا گیا ہے۔“

(ازالہ الامہام ص ۳۰۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴) پر درج ہے کہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس سال تک نجاری کا کام کرتے رہے ہیں۔“

(کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک

مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم²¹⁶⁸ تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی..... مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے۔ نہ قابل اعتراض۔“

(ازالہ اوہام ج ۱ ص ۷، خزائن ج ۳ ص ۱۰۶) پر مرزا صاحب مولویوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ: ”اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔ اس قدر صحیح نکل نہیں سکیں۔“

(دافع البلاء ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) پر لکھتے ہیں کہ: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔“

پھر (حقیقت الوحی ص ۱۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو ان کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ دوسرہ شیطانی ہے کہ کہا جائے کہ کیوں تم اپنے تئیں مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو۔“

مولوی انور شاہ صاحب نے لفظ یسوع کی اصل یہ بتائی ہے کہ: دراصل عبرانی لفظ ہے اور عبرانی میں ایثوع بمعنی نجات دہندہ تھا۔ ایثوع سے یسوع بنا اور زبان عربی میں آ کر لفظ عیسیٰ بنا اور یہ تعریب قرآن سے شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۶، ۳۰۷، حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵، ۲۵۶) پر لکھتے ہیں کہ: ”ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل ترب یعنی مسریزی طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں۔ کیونکہ عمل ترب میں جس کو زمانہ حال میں مسریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔“

(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔“

²¹⁶⁹ ان عبارات سے یہ نتائج نکالے گئے ہیں کہ مرزا صاحب یہ بخوبی جانتے تھے۔ یسوع مسیح ایک ہی شخص ہے جیسا کہ ان کی اپنی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ یہ نہیں کہہ

سکتے کہ انہوں نے یسوع کے نام سے جو کچھ کہا ہے اس سے عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں سے بعض فقرات عیسائی پادریوں کے جوابات میں الزامی صورت میں بیان کئے گئے ہیں تو یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ان فقرات میں اس قسم کے الفاظ کہ ”حق بات یہ ہے“ وغیرہ وغیرہ! الزامی جوابات نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مرزا صاحب کی اپنی تحقیق کا نتیجہ شمار ہوں گے۔ نیز دافع البلاء کے حوالہ سے جو عبارت نقل کی گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نزدیک بھی عیسیٰ علیہ السلام کو حضور نہ کہنے کے لئے مذکورہ بالا قسے مانع تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی جو عالم الغیب ہے یہ بات محقق تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ عیوب موجود ہیں۔ اس لئے اس کا نام ”حضور“ نہ رکھا اور جو گالیاں مرزا صاحب نے پہلے ”انجام آتھم“ میں عیسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں وہی یہاں مذکور ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی اور راست گوئی کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے اور قرآن نے ان کی شان میں کہا ہے کہ ”وَجِہًا فِی الدنِیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِینَ“ رسولوں کے دُنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی اطاعت کریں۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کے معجزات کو مسمریزم کہا ہے۔ حالانکہ مسمریزم اقسام سحر اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے کہ جس کا کسی پاکباز یا نیک آدمی کے ساتھ اختصاص نہیں کیا جاسکتا۔ ہر باخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے اور پھر ایسے معجزات کو جس کو قرآن کریم نے نہایت شان اور عظمت سے ذکر فرمایا ہے۔ عمل ترب یا مسمریزم کہنا نہایت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو معجزات ثابت کئے گئے ہیں ان کو آج تک تمام علمائے امت اور عامۃ المسلمین قبول کرتے رہے۔ مرزا صاحب نے ان کو مسمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک ²¹⁷⁰ رخنہ اندازی فرمائی۔ ان کا عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح توہین کرنی ایک وجہ کفر ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اپنی کتاب (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۸، خزائن ج ۲۳ ص ۳۹۰) پر جو عبارت بالفاظ ذیل: ”شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آوے..... تا موجب نزول غضب الہی“ درج کی ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ ”اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے اور کسی نبی کا اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الہی۔“

اس کی تائید میں منجانب گواہان مدعیہ چند سندات قرآن و احادیث اور اقوال بزرگان پیش کئے گئے ہیں۔ جن کی یہاں تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف مختصر آئہ درج کیا جاتا

ہے کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ سب اور ناسزا کہنا۔ پیغمبروں کو اور طعن کہنا سرچشمہ ہے۔ جمیع انواع کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں کا اور ہر کفر اس کی شاخ ہے اور کسی نبی کی ادنیٰ توہین کرنا بھی کفر ہے، اور کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ جس نے ناسزا کہا نبی کریم کو یا تنقیص کی مسلمان ہو یہ غفص یا کافر۔ سزا اس کی قتل ہے اور علماء نے کہا ہے کہ تعریض کرنا خدا کی سب کا، یا رسول کی سب کا، ارتداد ہے اور موجب قتل ہے۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ علماء نے جب توراۃ اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ ان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں۔ مرزا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نالائق تھے۔ علماء کے طریق میں اور مرزا صاحب کے طریق میں کفر اور اسلام کا فرق ہے۔

مولوی محمد الدین صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام سے بھی افضل کہا ہے اور کتاب (دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔“

اور یہ کہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ کتاب (ازالہ الاحیاء ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰) سے مرزا صاحب کا ایک اور شعر نقل کیا گیا ہے جو بالفاظ ذیل ہے:

”ایک منم کہ حسب بشارات آدم

عیسیٰ کجا است تلمیذ پابمعمرم“

مولوی انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی کی ہے اور ایک حرف موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی جگہ کا اشارہ یا کنایہ نہیں فرمایا۔²¹⁷¹ اب اس عنوان توہین انبیاء کے دوسرے ہیڈنگ پر گواہان مدعیہ کے پیش کردہ دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔

(توہین انبیاء کے حوالہ جات)

توہین انبیاء کے تحت گواہان مدعیہ نے یہ دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی توہین کی ہے۔ بحوالہ کتاب (حقیقت النبۃ ص ۲۶۶، ۲۶۵) مرزا صاحب کے اس قول سے کہ: ”میں بروزی طور یعنی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا۔ پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔“

یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت ملنے سے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آنے کے بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب اور سرور عالم ﷺ ایک ہوں جو عقلاً اور نقلاً باطل ہے اور اگر رسول اللہ ﷺ بطریق تنازع معاذ اللہ مرزا صاحب ہوئے تو تنازع کفر اور اگر یہ معنی ہیں کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے تو یہ ایسی باطل بات ہے کہ دنیا جانتی ہے۔ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہو سکتا تو اب مرزا صاحب کا نبی ہونا۔ رسول اللہ ﷺ کا نبی ہونا نہیں ہے۔ اگر بغرض محال یہ مان لیا جائے کہ سایہ اور ذی سایہ ایک ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ علی اللہ ہیں اور اس طرح وہ نعوذ باللہ عین خدا ہیں اور مرزا صاحب عین محمد (ﷺ) ہیں تو اس سے صاف یہ نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب عین خدا ہوئے۔ اگر غل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ذی غل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو ایسی ظلیف تمام دنیا کو حاصل ہے۔ بہر حال مرزا صاحب کا دعویٰ اتحاد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ۔ رسول اللہ ﷺ کی کلمی جین ہے۔

مرزا صاحب کے اس قول سے کہ ”تمام کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ نبی کریم کے غل ہیں۔“ معلوم ہوتا ہے کہ بردوزی اور ظلی نبوت کوئی کم یا گھٹیا درجہ نبوت نہیں۔ کیونکہ غل اور بردوز کے لفظ سے یہ دھوکا پڑ سکتا تھا کہ مرزا صاحب کی مراد یہ ہوگی کہ آئینہ میں جیسے کسی شخص کا عکس پڑتا ہے۔ اسی طرح مرزا صاحب میں بھی کمالات محمدیہ اور نبوت کا عکس پڑا ہے۔ مگر مرزا صاحب نبی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ کسی شخص کا عکس جو آئینہ میں ہے اس ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں ہو سکتی۔ مرزا صاحب کی اس عبارت نے اس شبہ کو ایسا صاف اور غل کر دیا ہے کہ شبہ کی گنجائش نہیں رہی۔ مرزا صاحب کا لفظ غل عکس اور بردوز کا ہے۔ مگر مراد ہے۔ حقیقت کاملہ نبوت۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے انبیاء گذرے ہیں وہ سب رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک صفت میں غل تھے اور باوجود اس ایک صفت میں غل ہونے کے وہ مستقل نبی صاحب حریت تھے اور حقیقی نبی تھے اور مرزا صاحب تمام صفات میں غل ہیں تو ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب تمام نبیوں سے بڑے تھے اور یہ ایک بہت بڑا کفر ہے۔ مرزا صاحب بار بار تحریر کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی نبوت براہ راست اور میری نبوت فیض محمدی کا اثر ہے۔ ان کا یہ قول بھی غلط ہو جاتا ہے اس واسطے کہ جب ہر ایک نبوت ان کے نزدیک آپ کا فیض تھا۔ اس طرح مرزا صاحب کی نبوت بھی آپ کا فیض ہے۔ لہذا یہ فرق کرنا بھی باطل ہوا۔

مرزا صاحب کے ایک اور قول سے جو (تزیان القلوب حاشیہ ص ۱۵۶، غزائن ج ۱ ص ۷۷)

سے نقل کیا گیا ہے اور جو بالفاظ ذیل ہے۔

”غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود دروہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم نے اپنی خوار طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبد اللہ پر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔“

سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ:

الف..... اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ سرور عالم ﷺ کوئی چیز نہیں رہتے اور آپ کا تشریف لانا بعینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دور ہیں۔ گویا اصل ابراہیم علیہ السلام رہے اور آئینہ رسول اللہ ﷺ ہوئے اور چونکہ ظل اور صاحب ظل میں مرزا صاحب کے نزدیک عینیت ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد کہتے ہیں تو جب محمد ﷺ بروز ابراہیم علیہ السلام²¹⁷³ ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ ان کی نبوت کوئی مستقل شے ہے۔

ب..... رسول اللہ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے اور خاتم النبیین آپ ہوئے کہ ذاتم بروز اور ظل ہوتا ہے۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا۔ اس طرح مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے بروز ہوئے تو خاتم النبیین مرزا صاحب ہوئے نہ کہ آنحضرت ﷺ۔

ج..... جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ہوں گے نہ کہ آنحضرت ﷺ میں۔ یہ باطل اور بے معنی ہے۔

اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضول ہے اسلام میں جنم کا عقیدہ کفر ہے اور یہ ہے حقیقت مرزا صاحب کے نزدیک مجازی اور ظلی اور بروزی کی۔ رسول اللہ ﷺ کی توہین کے سلسلہ میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے حسب ذیل مزید واقعات بیان کئے ہیں۔

کسی کے توہین کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یا تو اس میں کوئی عیب جسمانی ظاہر کیا جائے یا کسی بد اخلاقی کے ساتھ اس کو متہم کیا جائے یا کسی کے لقب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعویٰ کیا جائے یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کہی جائے۔ جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ چنانچہ چند آیات قرآنی جن میں اللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے نبی پاک محمد ﷺ کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص

اپنے اوپر چسپاں کرے تو لا محالہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی سمجھی جائے گی۔
 چنانچہ آیات ذیل آیت ”سبحان الذی اسرئ بعبدہ..... الخ“ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا۔
 دوسری آیت ”ثم دنئ فندلئ..... الخ“ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جو قرب الہی جناب رب العزت سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر جبرائیل علیہ السلام سے ذکر ہوا ہے۔

وآیت ”انا فتحنا لك فتحاً مبيناً..... الخ“

وآیت ”قل ان كنتم تحبون الله..... الخ“

وآیت ”انا اعطيناك الكوثر..... الخ“

مرزا صاحب نے اپنے اوپر نازل ہوئی بیان کی ہیں اور مقام محمود کو بھی اپنے حق میں تجویز کیا ہے اور ان اشعار میں جو آگے بیان کئے گئے ہیں کسی نبی کی استثناء نہیں کی گئی۔ ہمارے نبی کریم بھی انبیاء کی جماعت میں داخل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ دوسرے شعر کے مصرع ثانی میں اپنی افضلیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
 (حقیقت الوحی ص ۸۹، جزائن ج ۲۲ ص ۹۲) پر لکھتے ہیں:

”آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچایا گیا۔“ اس میں بھی رسول

اللہ ﷺ کی توہین ہے۔

مرزا صاحب کتاب (تحفہ کلاودیہ ص ۴۰، جزائن ج ۱۷ ص ۱۵۳) پر لکھتے ہیں کہ: ”مثلاً کوئی شریر انفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے۔“

اور (براہین احمدیہ ج ۵۶، جزائن ج ۲۱ ص ۷۲) میں لکھتے ہیں کہ: ”ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زائد ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو ازل درجہ پر خرق عادت ہیں۔“

ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کو تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات دس لاکھ۔ کیونکہ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے رسول اللہ ﷺ پر اپنی کتنی بڑی فضیلت بیان کی؟ اس قسم کی توہین کو توہین لڑوی کہا گیا ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ عبارت اس لئے نہیں لائی گئی کہ تنقیص کرے۔ مگر وہ عبارت صادق نہیں آتی۔ جب تک تنقیص موجود نہ ہو۔ مذکورہ بالا عبارات میں اس قسم کی تنقیص پائی جاتی ہے۔

اس ضمن میں مرزا صاحب کا ایک قول نقل کیا گیا ہے۔ (تمہ حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴) جو بالفاظ ذیل ہے۔ ”ہاں اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم فی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں۔“ (اعجاز احمدی ص ۱۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳) پر مرزا صاحب کا ایک شعر ہے جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے۔ ”لہ عسف القمر المنیر وان لی“ جس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج کا اس میں شق القمر کے معجزہ کو چاند گرہن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی توہین اور شق القمر کا انکار ہے۔ زیادہ تر توہین لفظ لہ کے استعمال اور طرز خطاب سے اخذ کی جاتی ہے جس سے صاف طور پر تقابل دکھا کر اپنی فضیلت دکھائی گئی ہے۔

اس طرح (خطبہ الہامیہ ص ۳۱۲، خزائن ج ۱۶ ص ۳۱۲) ”ما الفرق بین آدم والمسیح“ کے ایک مقولہ سے ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں آدم علیہ السلام کی توہین کی گئی ہے اور اس میں جو یہ الفاظ درج ہیں کہ یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دے گا۔ یہ بالکل خلاف واقع جھوٹ ہے۔ قرآن شریف میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے۔ اشعار محولہ بیان مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ حسب ذیل ہیں:

آنچه داد است ہر نبی راجام داد آن جام را مرا تمام
انبیاء گرچہ بودہ اندبے من بہ عرفاں نہ کمتر زکے
کم نیم زان ہمہ بروے یقین ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین
(نزدول اسح ص ۹۹، ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷، ۷۸، ۷۹)

²¹⁷⁶ اور جو مضمون ان اشعار میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے اور جو پیغمبر افضل ہے وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہو جائے گا کہ وہ کسی دوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو یہ پہنچایا ہے۔ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق تصور نہیں اور ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے۔

چھٹی وجہ تکفیر میں مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب (ازالہ الامہام ص ۵۵۶، خزائن ج ۳ ص ۳۹۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”تواتر کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ٹھہرائی جاسکتی اور

تواتر اگر غیر قوموں کا ہوتو وہ بھی قبول کیا جائے گا۔“

پھر اس کے ساتھ اگلے صفحہ (ازالہ اوہام ص ۵۵۷، خزائن ج ۳ ص ۴۰۰) پر جو کچھ لکھتے ہیں اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی پیشین گوئی: ”ایسی متواتر پیشین گوئیوں سے جو غیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھی اور مسلمات میں سے کبھی گئی تھی اور یہ اڈل درجہ کی پیشین گوئی ہے جس کو سب نے قبول کر لیا تھا اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں۔ کوئی اس کے ہم پہلو نہیں۔ انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔“

مگر اس کے بعد جب مرزا صاحب کو اس پیشین گوئی کا انکار مطلوب ہوا تو انہوں نے یہ کہا کہ ”یہ بہت بے ادبی کی بات ہے کہ یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے۔ یہ نہیں ہے مگر شرک عظیم یہ عقیدہ حیات کا مسلمانوں میں لہرائیوں سے آیا ہے۔ پھر اس عقیدہ کو انصاری نے بہت مال خرچ کر کے مسلمانوں میں شائع کیا۔ شہروں میں اور گاؤں میں اس وجہ سے کہ ان میں کوئی شخص عقلمند نہ تھا اور پہلے مسلمانوں سے یہ قول نہیں صادر ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ معذور ہیں۔ اللہ کے نزدیک اس واسطے کہ وہ لوگ گنہگار تھے۔ مگر قصد نہ تھے اور خطا کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطا کر دے تو اللہ اس کی غلطی کو معاف بھی کرتا ہے۔ ہاں جن کے پاس امام آیا۔ حکم بیانات کے ساتھ اور جس نے رشد کو گمراہی سے ظاہر کر دیا اور پھر بھی انہوں نے اعتراض کیا وہ لوگ مایوز ہوں گے۔“ (الاستقاء فیہ حقیقت الوحی ص ۳۹، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۰)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مرزا²¹⁷⁷ صاحب حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک نہیں بلکہ شرک عظیم فرماتے ہیں اور وعدہ الہی کے مطابق بمشاء آیت ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک..... الخ“ شرک کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول کی بناء پر ساری امت گمراہ تھی اور ساری امت مشرک و کافر تھی اور جو شخص تمام امت کو گمراہ اور کافر کہے وہ خود کافر ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا ہے کہ اسلام کی ایک ذرہ بھر وقعت نہیں رہ سکتی۔ جب کہ یہ ثابت بھی ہو گیا کہ یہ عقیدہ بطریق تواتر تمام ممالک اسلام میں پھیل گیا تھا اور سب نے قبول بھی کر لیا اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی کی اطلاع نہ ہوئی۔ اگر مرزا صاحب تشریف نہ لاتے تو جیسے پہلی ساری امت معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی۔ آگے اسی طرح شرک عظیم میں مبتلا رہتی اور ممکن ہے کہ آئندہ کوئی اور شخص مجدد یا رسول اللہ ﷺ کا بروز بن کر ۲۵، ۲۰ء شرک ثابت کر دے تو جب قرآن اور حدیث اور مسلمانوں کا ایسا مذہب ہے کہ شرک عظیم کا اس میں تیرہ سو برس تک پتہ نہ لگا تو پھر اس مذہب کا کیا اعتبار رہے گا؟

چنانچہ مرزا صاحب ایک اور استثناء (ضمیمہ حقیقت الوحی ص ۴۴، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۶) پر لکھتے ہیں کہ: ”جو شخص بالقداس کا خلاف کرے اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہے۔ پس ان لوگوں میں سے ہے کہ جو قرآن کے کافر ہیں۔ ہاں جو لوگ مجھ سے پہلے گزر گئے وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں۔“

دوسری کتاب (دافع البلاء ص ۱۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۵) پر لکھتے ہیں کہ: ”ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں کہتا کہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔“

(افضل ج ۳ نمبر ۳، مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء، ص ۷) پر درج ہے: ”پس ان معنوں میں مسیح موعود جو آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا گویا آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے۔ جو منکر کو دائرہ اسلام²¹⁷⁸ سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔“

اس ضمن میں مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ نے ایک وجہ کفریہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانان عالم کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں خواہ وہ ان کو کافر کہیں یا نہ کہیں اور بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ۔ خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کہتا ہے وہ کس طرح خود کو کفر کی زد سے بچا سکے گا۔

ان وجوہ کفر کے علاوہ مرزا صاحب کے حسب ذیل اعتقادات بھی عامۃ المسلمین کے اعتقادات کے خلاف بیان کئے گئے ہیں۔

مرزا صاحب یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے معنی جو مسلمان اب تک سمجھتے تھے اس معنی پر قیامت نہیں ہونے کی۔ قرآن میں جو لفظ صورت آیا ہے نہ اس سے یہ مراد ہے کہ واقعی کوئی لفظ صورت ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی۔ بلکہ اس سے مراد مرزا صاحب کا تشریف لانا ہے۔ قیامت کے متعلق جتنی آیات قرآن مجید میں ہیں اور جتنی احادیث میں ہیں ان تمام امور کا انکار ہے۔ صرف لفظوں کا انکار نہیں۔ مگر جن معنوں سے قرآن اور حدیث قیامت کو بیان کرتے ہیں۔ ان چیزوں کا انکار ہے۔ مردوں کا قبروں سے اٹھنا جو بہت سی آیات میں مذکور ہے اس کا بھی انکار ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

(خلاف شرع قادیانی عقائد)

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ گواہ مدعیہ نے مرزا صاحب کے چند دیگر اقوال بھی خلاف شریعت بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

مثلاً مرزا صاحب اپنی کتاب (آئینہ کالات ص ۵۶۴، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں کہ: ”میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدا کی والوہیت میرے رگ وریشہ میں گھس گئی اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین، نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ ²¹⁷⁹میں ان کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ ”انما زینا السماء الدنيا بمصابيح..... الخ“ پھر میں نے کہا کہ ہم انسان کو کچھڑ میں سے پیدا کریں گے۔“

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا اور کوئی شخص جب خدا کی کا دعویٰ کرے اور اپنے آپ کو خالق جانے تو وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔ (حقیقت الوہی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”خدا نے مجھے فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔“

اس کتاب (حقیقت الوہی ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۶) پر لکھتے ہیں کہ: ”میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا کبھی ثواب کو پہنچوں گا۔“ اس سے خدا کو غلطی کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔

اسی کتاب (حقیقت الوہی ص ۷۵، خزائن ج ۲۲ ص ۷۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جیسے زمین و آسمان ہمارے ساتھ اسی طرح تمہارے ساتھ بھی ہے۔“ اس سے مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کی طرح اپنے آپ کو حاضر و ناظر جانا۔

اسی کتاب (حقیقت الوہی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے۔ پس ”کن کہہ دے“ وہ ہو جائے گی۔“

(البشری ج دوم ص ۷۹) پر لکھتے ہیں کہ: ”میں (اللہ تعالیٰ) نماز بھی پڑھتا ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں، جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ جس طرح میں ازلی ہوں۔ اس طرح تیرے

لئے بھی میں نے ازلیت کے انوار کر دیئے ہیں اور تو بھی ازلی ہے۔“

(توضیح المرام ص ۵۷، خزائن ج ۳ ص ۹۰) پر لکھتے ہیں کہ: ”قوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخیں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب خداوند تعالیٰ کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

کتاب (ضمیمہ نمبر ۳ رتاق ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۴۹۷) پر مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ: ”نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی جب ²¹⁸⁰ تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہو سکتا۔ جب تک موسیٰ مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہی کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو۔“

اس سے مرزا صاحب نے خدا کو حادث بتلایا اور یہ عقائد وہ ہیں جو مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ کے متعلق رکھے ہیں امدان سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزا صاحب کا عقیدہ حسب ذیل ہے۔

(حقیقت الہی ص ۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) پر لکھتے ہیں کہ: ”قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔“ ان دلائل کے علاوہ مدعیہ کی طرف سے چند نظائر بمثل مسئلہ کذاب وغیرہ کے بھی پیش کی گئی ہیں کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور اس بناء پر انہیں قتل کیا گیا ان کی زیادہ تفصیل درج کرنے کی ضرورت نہیں۔“

اس تمام بحث سے جو اوپر بیان ہوئی حسب ذیل نتائج برآمد کئے گئے ہیں۔

۱..... مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت شرعیہ تشریع کیا جو با اتفاق امت اور با اتفاق مرزا صاحب کفر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے کلام میں شریعت کی تشریح بھی کر دی ہے۔

۲..... مرزا صاحب نے اقرار فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے اور جو دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا اس لئے کافر ہوئے۔

۳..... مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آ سکتا اور اس کو قرآن کا انکار کرنا بتلایا ہے۔ لیکن پھر خود دعویٰ نبوت کیا۔

۴..... مرزا صاحب نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آپ کا خاتم الانبیاء ہونا۔ خاتم النبیین اور ”لا نبی بعدی“ سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد یہ کہا کہ جو ایسا

کہے کہ آپ کے بعد نبوت نہیں آ سکتی وہ خود کافر ہے۔ اس لئے بھی مرزا صاحب کافر ہوئے۔
 ۵..... مرزا صاحب نے جواز نبوت کو رسول اللہ ﷺ کے بعد کفر قرار دیا ہے۔ اب
 مرزا صاحب اس نبوت کو فرض قرار دیتے ہیں اور ایمان قرار دیتے ہیں۔ یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے۔
 ۶..... مرزا صاحب دروازہ نبوت کو کھول کر اپنے نو تک محدود نہیں رکھتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں
 کہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوئے۔

۷..... مرزا صاحب یہ نہیں کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ یہ کہتے
 ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار ہا محمد رسول اللہ ﷺ ہی خود بروز فرمائیں۔ گویا رسول اللہ ﷺ جیسے
 ہزاروں لوگ یا ہزاروں نبی اب واقع ہو سکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر
 مرزا صاحب نے یہ کہا کہ سرور عالم کی ایک بخت پہلے تھی۔ ایک بخت ثانیہ ہوئی اس کا حاصل نتائج
 ہے جو نتائج کا قائل ہے وہ کافر ہے۔

۸..... مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں عین محمد ہوں۔ اس میں سرور عالم کی توہین ہے۔ اگر واقعی
 عین ہیں تو کھلا ہوا کفر۔ اگر عین محمد نہیں ہیں تو ان کے بعد دوسرے نبی ہوئے اور ختم نبوت کی مہر
 ٹوٹ گئی۔ یہ اور وجہ کفر کی ہوئی۔

۹..... مرزا صاحب نے دعویٰ دیا اور ساتھ ہی دعویٰ نبوت کیا جو کفر ہے۔
 ۱۰..... مرزا صاحب نے اس دعوے کو قرآن، تورات اور انجیل کے برابر کہا۔ اس بناء پر قرآن
 آخر اکتب باقی نہیں رہتا۔ یہ بھی وجہ کفر ہے۔

۱۱..... مرزا صاحب نے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کی کہ جو شخص کسی نبی کو
 گالی دے یا توہین کرے وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی کئی وجوہ سے توہین کی۔
 ہر توہین موجب کفر ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب نے آدم علیہ السلام کی، سرور عالم کی توہین کی۔
 اس لئے بھی کافر ہوئے۔

۱۲..... مرزا صاحب نے احکام شریعت کو بدلا۔ لہذا اس وجہ سے بھی مرزا صاحب پر کفر لازم
 آتا ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ کسی احمدی عورت کا غیر احمدی سے نکاح جائز نہیں۔ نیز یہ کہ کسی
 غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ نیز فرمایا کہ ”پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔
 تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی منکر مکذّب صیاد متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ تمہارا
 دینی امام ہو جو تم میں سے ہو۔“
 (اربعین نمبر ۳۷ شامیہ ص ۲۸، جز ۱ ج ۱ ص ۴۷)

مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ ”جو مجھے نہ مانے وہ کافر ہے۔“

(حقیقت الہی ص ۱۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵)

۱۳..... مرزا صاحب نے لٹخ صورت کا انکار کیا۔ مردوں کے قبروں سے اٹھنے سے انکار ہے۔ جس طریق سے قیامت کی خبر قرآن اور حدیث میں آئی۔ ان سے بالکل انکار ہے۔ صرف ظاہری الفاظ ہی رکھے۔ مگر معنی الٹ بیان کئے۔ یہ وجہ بھی مرزا صاحب کی تکفیر کے ہیں۔ لہذا ان وجوہ پر کسی مسلمان مرد و عورت کا کسی احمدی مرد و عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو گیا تو اور نکاح کے بعد کوئی اس مذہب میں داخل ہو جائے تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔

(قاویانیوں کے متعلق فتویٰ جات)

اور اپنے اس ادعا کی تائید میں چند دیگر علماء کے فتاوے بھی پیش کئے گئے ہیں جو مسل کے ساتھ شامل ہیں اور سید انور شاہ صاحب گواہ نے مصر اور شام کے دو مطبوعہ فتوؤں کا حوالہ بھی اپنے بیان میں دیا ہے۔

تحریری فتوے جو مسل پر لائے گئے ہیں حسب ذیل مقامات کے علماء کے ہیں۔ مکہ معظمہ، ریاست رام پور، دارالافتاء ریاست بھوپال، ہمایوں (سندھ) بریلی۔ ڈابھیل، دہلی سہارن پور تھانہ بھون ملتان علماء کی فہرست میں شیخ عبداللہ صاحب رئیس القضاۃ مکہ معظمہ، مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیت علماء ہند اور مولوی اشرف علی صاحب کے اسماء بھی ہیں۔ فریق ثانی کی طرف سے ان دلائل کا جو مرزا صاحب کی تکفیر کے متعلق مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ تین طریق پر جواب دیا گیا ہے۔

اول! یہ کہ مرزا صاحب کی جن عبارات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان سے ان کے عقائد کفریہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان عبارات کے مابقی اور مابعد کی عبارات کو مد نظر نہیں رکھا گیا اور نہ ہی سیاق و سباق عبارت کو زیر غور لایا گیا ہے اگر ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے ان عبارات پر غور کیا جاوے تو ان سے وہ نتائج اخذ نہیں ہوتے جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

دوسرا! یہ کہ مرزا صاحب نے خود دیگر مقامات پر ان عبارات کی تشریح کر دی ہے۔ اس لئے ان عبارات سے وہی مفہوم لیا جائے گا جو انہوں نے خود بیان کیا اور کہ دیگر مقامات پر ایسی عبارات بھی موجود ہیں کہ جن کو مد نظر رکھتے ہوئے نہیں کہا جاسکتا کہ ان عبارات زیر اعتراض سے مرزا صاحب کا وہی مدعا تھا جو گواہان مدعیہ نے اخذ کیا۔

تیسرا! یہ کہ مرزا صاحب کے اقوال زیر بحث میں سے بعض اقوال ایسے ہیں جو دیگر بزرگان دین سے بھی سرزد ہوئے۔ لیکن فریق مدعیہ کے نزدیک وہ بزرگان مسلمان تھے اس لئے ان اقوال کی بناء پر مرزا صاحب کے خلاف کیونکر فتویٰ تکفیر لگایا جاسکتا ہے۔ یہ تمام امور تشریح طلب ہیں اور اپنے اپنے موقع پر ان کی تفصیل بیان کی جائے گی اور وہاں ان کا پورا جواب بھی دیا جائے گا۔ یہاں ان کے متعلق مختصر ایہ درج کیا جاتا ہے کہ عبارات زیر بحث میں سے بعض ایسی ہیں کہ جو اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں اور ان میں کوئی ایسا ابہام نہیں ہے کہ جو کسی تشریح یا توجیہ کا محتاج ہو۔ اس لئے ایسی عبارات کے نہ ماسبق اور مابعد دیکھنے کی ضرورت ہے اور نہ سیاق و سباق معلوم کرنے کی۔ لہذا ان فقرات کی اپنی ترتیب سے ہی جو مفہوم اخذ ہوگا وہی مراد لیا جائے گا۔

امر دوم! کے متعلق اول تو مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ ان کے بہت سے اقوال میں تعارض ہے اور اس تعارض کو کسی صاف تشریح یا وضاحت سے رفع نہیں کیا گیا۔ دوسرا جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے بعض عبارات فی نفسہ ایسے مستقل جملے ہیں کہ جو اپنے مفہوم کی خود وضاحت کر رہے ہیں۔ اس لئے تا وقتیکہ یہ نہ دکھلایا جاوے کہ یہ کلمات واپس لئے گئے۔²¹⁸³ دیگر کلمات نہ ان کے قائم مقام تصور ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی تشریح بن سکتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ ان اقوال کو ان اقوال کے تحت سمجھا جاوے۔ جو مرزا صاحب نے دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔ کیونکہ وہ اقوال اقوال زیر بحث کو مسترد نہیں کرتے۔ بلکہ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ سید انور شاہ صاحب نے بیان کیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ روش مرزا نے عدا اختیار کی تاکہ نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت مخلص اور مفریاتی رہے۔

امر سوم! کے متعلق اول تو ان بزرگان کے اقوال بعینہ ان الفاظ میں نہیں جو مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں۔ دوسرا مقدمہ ہذا میں ان بزرگان کے مسلمان یا نہ مسلمان ہونے کا سوال زیر بحث نہیں ہے اور نہ ہی ان کے دیگر حالات پیش نظر ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے مقابلہ میں ان کے الفاظ پیش کرنا ایک سعی لا حاصل ہے۔

علاوہ ازیں سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ صوفیاء کے ہاں ایک باب ہے جس کو فطیحات کہتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں جو ظاہری قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو اور

تشریحیں کرتے ہیں کہ جس پر یہ احوال نہ گذرے ہوں۔ وہ ہماری کتاب کا مطالعہ نہ کرے۔
 جملاً ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ
 جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی کی کے صوفیاء میں سے بھی کوئی قائل نہیں اور ایسے مدعی کو کافر
 بالاتفاق کہتے ہیں۔

(احمدی حضرات کا موقف)

فریق ثانی کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں سے ان کے چند عقائد بیان کئے
 جا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث و فقہ کی رو سے جن باتوں کو ایک شخص کے مؤمن
 اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے وہ سب مرزا صاحب میں ان کی جماعت میں
 پائی جاتی ہیں اور وہ ان سب پر خلوص دل اور مصمم قلب سے یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں اور جن
 اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ سب بجالاتے ہیں اور ان کا دین وہی ہے جو
 آنحضرت ﷺ کی طرف سے لائے اور وہ ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی شخص
 کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عند اللہ ہرگز مقبول نہیں۔ گواہان مدعیہ نے انہیں کافر، مرتد، ضال
 اور خارج از اسلام قرار دیا ہے اور ضروریات دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ لیکن جن امور کی بناء پر انہوں
 نے کافر اور مرتد کہا ہے۔ ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت
 نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے فتویٰ تکفیر کی بناء بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے اور اس ضمن میں ان
 علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کرتے ہوئے چند کتب فقہ کے حوالوں سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ اگر ان
 امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں مد نظر رکھا جاوے تو اس سے بڑے بڑے بزرگ اور تمام
 شیعہ اور وہ نئے تعلیم یافتہ نو جوان جو یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں
 نے بھی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہئے اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفتر میں ملازم ہیں اور
 اپنے ہندو یا عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں کافر ہیں اور ان عورتوں کے لئے جو اپنے خاندانوں
 کی بدسلوکی سے تنگ ہیں اور ان کے عقد نکاح سے ٹکنا چاہتی ہیں یہ اچھی ترکیب بتلائی گئی ہے کہ
 اگر ان میں سے کوئی عورت یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوئی ہوں تو معاوہ کافر ہو جائے گی اور اس کا
 نکاح فسخ ہو جائے گا اور وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں اور اس طرح وہ
 مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں اور اس طرح سکول اور کالجوں کے وہ
 مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں اور اس طرح ہزار ہادہ تعلیم

یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دنیائی باتوں پر جنہیں یہ لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں ہستے ہیں کافر ہیں اور اس طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر، کسی مولوی کے پاس برائے جواب لے جاتے ہیں کافر ہیں۔ وغیرہ وغیرہ!

²¹⁸⁶ پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جاسکتا ہے تو مذکورہ بالا امور کے تحت تمام ایسے مسلمان جو اوپر بیان کئے گئے ہیں کافر ہیں اور ان کا نکاح منع ہونا چاہئے۔ لیکن اصول مذکورہ بالا پر علماء کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے اور ان امور کو جو ان حوالہ جات میں درج ہیں۔ ضروریات دین میں سے سمجھا گیا ہے اور ان کے منکر کو کافر اور مرتد کہا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ بیان کیا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ نے اپنے بیانات کی تائید میں چند مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلا سوچے سمجھے من وعن تسلیم کر لیا جاوے اور جو کچھ وہ اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق لکھ گئے اسے حرف بحرف مان لیا جاوے۔ اس لئے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور و تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو اقرب الی الصواب ہو اس کو اختیار کریں۔ پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے۔ علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہم آکھ بند کر کے ان پر ایمان لے آویں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان فتوؤں اور اقوال کو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن اور سنت سے صحیح ثابت ہو، اسے اختیار کریں اور مخالف کو چھوڑ دیں اور امت کے ان علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق اور مخالف پائیں یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچا دیں۔ جس کے لئے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

اس کے آگے بھرو جو بات تکفیر کا جواب شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد کے متعلق سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے نہایت عمدہ جواب دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب چونکہ مادر زاد کافر نہ تھے اور ابتدائے ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی۔ اس لئے انہی کے وہ پابند تھے اور وہی کہے پھر تہ رجحان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہو گئے۔ دوسرا یہ کہ ²¹⁸⁷ انہوں نے باطل اور جھوٹ و دعوؤں کو رواج دینے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ اسلامی عقائد کے الفاظ و معنی قائم رکھے جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں اور عام و خاص مسلمانوں کی

زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا جس سے بالکل ان عقائد کا انکار ہو گیا۔ اس لئے مرزا صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہل سنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال و افعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے جو جمہور امت نے سمجھی اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے۔ ان سے توبہ کر چکے ہیں اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندگی اس کو کہا جاتا ہے کہ جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن و حدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن اس کی ایسی تاویل اور تخریف کر دے، جن سے اس کے حقائق بدل جائیں۔ اس لئے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جاوے کہ مرزا صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کے ان معنی کے لحاظ سے قائل ہیں جس معنی سے کہ صحابہ، تابعین اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہو سکتا۔ جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا۔ اسی طرح نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا کسی جگہ اقرار کر لیا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہے۔ خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔

یہ بات ثابت ہو چکی کہ مرزا صاحب اپنی اخیر عمر تک دعویٰ نبوت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقائد سے کوئی توبہ نہیں کی۔ علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت تک ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ جب تک ان کی طرف سے ان عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جاوے اور یہ اعلان ان کی کسی کتاب یا تحریر سے ثابت نہیں پایا گیا۔

عدالت ہذا کی رائے میں مرزا صاحب کے عقائد کی بابت یہ جواب بہت جامع اور مدلل ہے اور گو کہ مختار مدعیہ نے اپنی بحث میں ان کے ہر عقیدہ پر تفصیلی بحث بھی کی ہے۔ لیکن اس کی ²¹⁸⁸ موجودگی میں ان عقائد پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ مختار مدعیہ نے بحث کی ہے کہ مرزا صاحب کا خود کلمہ طیبہ پر بھی پورا ایمان نہ تھا۔ کیونکہ اس کلمہ پر اس صورت میں ہی مکمل ایمان تصور ہو سکتا ہے۔ جب کہ خداوند تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات پر پورا ایمان ہو۔ مرزا صاحب کے بعض اقوال سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر الوہیت کو موزن پایا اور اپنے آپ میں خدائی طاقتیں اور صفات موجود دیکھیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات اور مدارج میں شریک بتلاتے ہیں اور انہیں خاتم النبیین بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کلمہ طیبہ پر انہیں لوازم کے تحت ایمان رکھتے ہیں۔

جیسا کہ دیگر مسلمان۔ اس لئے بھی انہیں مسلمان تصور نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن عدالت ہذا کی رائے میں ایسی تفصیلی بحث میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کی تکفیر کا سوال مقدمہ ہذا میں اصل سوال مابہ النزاع نہیں بلکہ ایک ضمنی سوال ہے۔ اصل سوال مدعا علیہ کے ارتداد اور تکفیر کا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کے اعتقادات کے متعلق صرف اس حد تک بحث کی ضرورت ہے جس حد تک کہ مدعا علیہ کے خلاف امور مذکورہ بالا کے تصفیہ کے لئے روشنی پڑ سکتی ہے۔

علاوہ ازیں اگر اس بحث کو بغرض محال صحیح بھی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر یہ دکھانا پڑے گا کہ مدعا علیہ کا کلمہ طیبہ پر بھی ویسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کا، اور اس کا حل مشکلات سے خالی نہیں ہوگا۔ کیونکہ مدعا علیہ کی نیت کا اندازہ پورے طور پر نہیں لگایا جاسکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جن امور کی بناء پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو ضروریات دین کا منکر قرار دیا جا کر کافر اور مرتد کہا گیا ہے ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید یا احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کی طرف سے یا تو مدعیہ کی پیش کردہ شہادت اور بحث کو بغور ذہن نشین نہیں رکھا گیا یا بیدہ دانستہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ گواہان مدعیہ نے بہت تکرار اور شد و مد کے ساتھ اور خود مرزا صاحب کے ²¹⁸⁹ اپنے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا عقیدہ بایں معنی کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ نص قرآن سے اور احادیث متواترہ سے اور اجماع امت سے ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس کی تائید میں انہوں نے بہت سی آیات قرآن اور احادیث پیش کی ہیں کہ جن میں سے بعض کی صحت کے متعلق جیسا کہ آگے دکھلایا جائے گا۔ خود مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے قرآن یا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ البتہ اگر یہ کہا جاتا کہ وہ ثبوت قوی نہیں۔ تو کچھ بات بھی تھی۔ لیکن یہ کہنا بالکل خلاف واقع ہے کہ ان کی طرف سے قرآن اور احادیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ مدعیہ کی طرف سے بیان کردہ وجوہات تکفیر اور درج کی جا چکی ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کے متعلق (گو کہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آگے دکھلایا جائے گا) یہ کہا جاسکے کہ وہ ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ مگر مسئلہ ختم نبوت کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضروریات دین سے نہیں۔ ضروریات دین کی اگرچہ ایک وسیع اصطلاح ہے اور ممکن ہے کہ بعض علماء نے اس کے تحت میں اپنی دانستہ کے مطابق بہت سے ایسے امور بھی داخل کر دیئے ہوں کہ جو بحث طلب

ہوں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل سے ہے۔ ضروریات دین کا مفہوم گواہان مدعیہ نے اپنے بیانات میں ظاہر کر دیا ہے۔ جو اوپر گزر چکا ہے۔ اگر اس اصطلاح کے لفظی معنی بھی مراد لئے جاویں تو ان الفاظ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ امور جو کسی دین میں داخل رہنے کے لئے ضروری ہوں اور جن کے نہ ماننے سے وہ شخص اس دین کا پیرو نہ سمجھا جاسکے۔ ضروریات دین سے ہوتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ماننا بایں معنی کہ آپ آخری نبی ہیں۔ مذہب اسلام میں داخل رہنے کے لئے ضروری اور لازمی ہے۔ کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی مانا جائے تو مدعیہ اور اس کے گواہان کے نزدیک نہ یہ صرف نص قرآن اور احادیث متواترہ کا انکار ہوگا بلکہ معمول بہ اس نئے نبی کی وحی ہو جائے گی نہ کہ قرآن اور اس سے وہ شخص مذہب اسلام سے خارج ہو جائے²¹⁹⁰ گا اور یہ بات کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ماننا نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک ان کے مذہب کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ بلکہ اس کی نظیر دیگر مذاہب میں بھی ملتی ہے۔ مثلاً یہود اور نصاریٰ جن کے مذاہب کی تفریق محض اس بناء پر ہے کہ وہ اپنے اپنے پیشواؤں کے بعد اور کسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح مسلمانوں کا یہ عقیدہ چلا آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں اب اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے تو وہ مذہب اسلام کا پیرو نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لئے ختم نبوت سے بڑھ کر اور کون سا مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو سکتا ہے۔ یہ آگے دکھلایا جائے گا کہ اس بارہ میں جو اسناد پیش کی گئی ہیں وہ کس فریق کی محبت اور زیادہ وزن دار ہیں۔

یہاں میں یہ درج کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں بہت سے مسلمان نبی کی حقیقت سے بھی نا آشنا ہیں۔ اس لئے بھی ان کے دلوں میں یہ مسئلہ گہر نہیں کر سکتا کہ مرزا صاحب کو نبی ماننے میں کیا قباحت ہوتی ہے کہ جس پر اس قدر جیچ و پکار کی جارہی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کی کچھ توضیحی حقیقت بیان کر دی جاوے۔

مدعیہ کی طرف سے نبی کی کوئی تعریف بیان نہیں کی گئی۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ نبوت ایک عہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے برگزیدہ بندوں کو عطا کیا جاتا رہا ہے اور نبی اور رسول میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے اور نبی کے لئے لازمی نہیں کہ وہ رسول بھی ہو۔ فریق ثانی نے بحوالہ نیراس ص ۸۹۔ بیان کیا ہے کہ رسول ایک انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ احکام شریعت کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے۔ کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لئے کتاب لانا شرط ہے۔ اس طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے

کہ جو صاحب کتاب ہو۔ یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔ یہ تقریفیں چونکہ اس حقیقت کے اظہار کے لئے کافی نہ تھیں۔ اس لئے میں اس جستجو میں رہا کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تعریحات قرآن کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو۔ اس سلسلہ میں مجھے مولانا محمود علی صاحب پروفیسر راند میر کالج کی کتاب ”دین و آئین“²¹⁹¹ دیکھنے کا موقع ملا۔ انہوں نے معترضین کے خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نبوت کی حقیقت یہ بیان کی کہ جس شخص کے دل میں کوئی نیک تجویز بغیر ظاہری وسائل اور غور کے پیدا ہو۔ ایسا شخص پیغمبر کہلاتا ہے اور اس کے خیالات کو وحی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن یہ تعریف بھی مجھے دلچسپ معلوم نہ ہوئی۔ آخر کار ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان میکائیک اسلام از جناب چوہدری غلام احمد صاحب پرویز میری نظر سے گزرا۔ اس میں انہوں نے مذہب اسلام کے متعلق آج کل کے روشن ضمیر طبقہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے اور پھر خود ہی اس کے حقائق بیان کئے ہیں۔ اس سلسلہ میں نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے۔ میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی اور میرے خیال میں فریقین میں سے کسی کو اس پر انکار بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں ان کے الفاظ میں ہی اس حقیقت کو بیان کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ آج کل کے معقولیت پسندوں کی جماعت کے نزدیک رسول کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک سیاسی لیڈر اور ایک مصلح قوم ہوتا ہے۔ جو اپنی قوم کی بکثت اور زبوں حالی سے متاثر ہو کر انہیں فلاح و بہبود کی طرف بلاتا ہے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے اندر انضباط و ایثار کی روح پھونک کر زمین کے بہترین خطوں کا ان کو مالک بنادیتا ہے۔ اس کی حقیقت قوم کے ایک امیر کے قسم کی ہوتی ہے۔ جن کے ہر حکم کا اجماع اسلئے لازمی ہوتا ہے کہ انحراف سے قوم کی اجتماعی قوت میں انتشار پیدا ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے اور وہ دنیاوی نعمتیں جو اس کے حسن تدبیر سے حاصل ہوئی تھیں۔ ان کے چھن جانے کا احتمال ہوتا ہے۔

اس کا حسن تدبیر عقل حکمت و ذہنی انسان کے ارتقاء کی بہترین کڑی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے ماحول کا بہترین مفکر شمار کیا جاتا ہے۔ کثرت ریاضت سے برائی کی قوتیں اس سے سلب ہو جاتی ہیں اور نیکی کی قوتیں نمایاں طور پر ابھر آتی ہیں۔ انہی قوتوں کا نام ان کے نزدیک ابلیس اور ملائکہ ہے۔ اس کا جواب پھر انہوں نے بحوالہ آیات قرآنی یہ دیا ہے۔

²¹⁹² کہ رسول بلاشبہ مصلح اور مدبر ملت ہوتا ہے۔ لیکن اس کی حقیقت دنیاوی مصلحین اور مدبرین سے بالکل جدا گانہ ہوتی ہے۔ دنیاوی مفکرین و مدبرین اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں اور ان کا فلسفہ اصلاح و بہبود ان کی اپنی پرواز فکر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ جو کبھی صحیح اور کبھی غلط ہوتا

ہے۔ برعکس اس کے انبیاء کرام علیہم السلام مامور من اللہ ہوتے ہیں اور ان کا سلسلہ اس دنیا میں خاص مشیت باری تعالیٰ کے ماتحت چلتا ہے۔ وہ نہ اپنے ماحول سے متاثر اور نہ احوال و ظروف کی پیداوار ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کا انتخاب مملکت ایزدی سے ہوتا ہے اور ان کا سرچشمہ علوم و ہدایت علم باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جس میں کسی ہود خطا کی گنجائش نہیں۔ ان کا سینہ علم لدنی سے معمور اور ان کا قلب تجلیات نور ازلی سے منور ہوتا ہے۔

دنیاوی سیاست و تفکر صفت ہے جو اکتساباً حاصل ہوتی ہے اور مشق و مہارت سے یہ ملکہ بڑھتا ہے۔ لیکن نبوت ایک موہبت ربانی اور عطائے یزدانی ہے۔ جس میں کسب و مشق کو کچھ دخل نہیں۔ قوم و امت کی ترقی ان کے بھی پیش نظر ہوتی ہے۔ لیکن سب سے مقدم اخلاق انسانی کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔ اس کا پیغام زمان و مکان کی قیود سے بالا ہوتا ہے اور وہ تمام انسانوں کو راستہ دکھانے والا اور ان کا مطاع ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت میں خدا کی اطاعت اور اس کی معصیت خدا کی معصیت ہے اور جو لائحہ حیات اس کی وساطت سے دنیا کو ملتا ہے اس میں کوئی دنیاوی طاقت رد و بدل نہیں کر سکتی۔ بلکہ دنیا بھر کی عقول میں جہاں کہیں اختلاف ہو اس کا فیصلہ یہی اس کی مشعل ہدایت سے ہو سکتا ہے۔ ان کو خدا کی پیغام ملائکہ کی وساطت سے ملتے ہیں جو اگرچہ عالم امر سے متعلق ہونے کی وجہ سے سرحد ادراک انسانی سے بالاتر ہیں۔ لیکن ان کا وجود محض انسان کی ملکوتی قوتیں نہیں ہیں۔

اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کو تسلیم کرنے سے کیا قباحات لازم آئے گی۔ تصریحات قرآنی کی رو سے نیا نبی مطاع ہو جائے گا۔ اس سے اختلاف نہیں کیا جاسکے گا۔ اس کی ہر بات ²¹⁹³ کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔ وہ جو حکم دے گا اس کی تعمیل لازمی ہوگی۔ ورنہ اعمال کے خطہ ہونے کا اندیشہ ہوگا۔ اس کی شان میں ذرا بھر گستاخی نہیں کی جاسکے گی۔ بلکہ اس کے سامنے اونچا بولنا بھی گناہ ہوگا۔ اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہوگی اور اس سے روگردانی ایمان سے خارج ہونے کا باعث اور موجب عذاب الہی ہوگی۔

اس لئے مدعیہ کی طرف سے بحوالہ آیات قرآنی و احادیث یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور کوئی مسلمان کسی اور شخص کو نبی مانے تو دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کتب فقہ سے جن عبارات کا حوالہ دیا جا کر علماء کے طرز افتاء پر اعتراض کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق ایک تو خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کا بیان ہے کہ نبی

زمانہ ان پر علماء کا عمل نہیں۔ دوسرا مدعیہ کی طرف سے ان حوالہ جات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلمات کفر ہیں۔ نہ کہ فتاویٰ تکفیر، کلمہ کفر اور چیز ہے اور فتویٰ کفر اور چیز۔ کسی شخص پر ان کلمات کی بناء پر محض ان الفاظ کے استعمال سے ہی فتویٰ نہیں لگا دیا جائے گا۔ بلکہ فتویٰ ان اصولوں کے تحت لگایا جائے گا جو اس غرض کے لئے مجوز ہیں۔

عدالت ہذا کی رائے میں مدعیہ کا یہ جواب وزن رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء کے اقوال سند کے لحاظ سے وہ حیثیت نہیں رکھتے جو متواترات کی بیان کی گئی ہے۔ کلمات زیر بحث کوریکارڈ پر لانے اور اپنے خیال کے مطابق ان کی تشریح کرنے سے گواہان مدعا علیہ کا منشاء سوائے اس کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا کہ مسئلہ زیر بحث کی نوعیت اور اہمیت کو خفیف کر کے دکھلایا جاوے۔ حالانکہ مسئلہ ختم نبوت کا ان مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔ جن پر اعتراض کیا گیا ہے۔

اور غالباً وہ یہ چاہتے ہیں کہ عام لوگوں کے دلوں میں علماء کے متعلق ایک حقارت پیدا کی جا کر ان کے طرز افتاء کی مذمت ظاہر کی جاوے اور ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگوں کے جذبات ان کے خلاف ابھارے جاویں اور موجودہ زمانہ کے روشن خیال طبقہ کی جو اپنے آپ کو ہر اصلاح کا علمبردار سمجھتا ہے۔ ہمدردی حاصل کی جاوے۔

²¹⁹⁴ مذہب کے متعلق فی زمانہ جو بے اعتنائی برتی جا رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن مجید کے نزول کے زمانہ میں جو لوگ اس پر ایمان نہیں لائے تھے وہ اسے اضافات احلام اور اساطیر الاولین کہا کرتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں جو لوگ کہ مذہب کا جوا، اپنی گردن سے نہیں نکال پھینکنا چاہتے۔ وہ گوان الفاظ کو اپنے منہ سے نکالنے کی تو جرات نہیں کرتے۔ لیکن حقائق و معارف قرآنی پر اپنے دل میں پورا یقین نہیں رکھتے اور بقول مولانا محمود علی صاحب یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ اسلام میں زمانہ کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں ہے اور انقلاب حالات سے جو جدید ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں اور جن کی وجہ سے اقوام عالم کو اپنی طرز و روش میں تغیر و تبدل کرنا پڑتا ہے۔ اسلام ایسے انقلابوں کے اندر اپنی روش کو بدل کر دوسری روش پر چلنے کی قابلیت نہیں رکھتا اور اس کے ماننے والے اپنے حالات کے اندر کوئی اصلاح یا ترمیم نہیں کر سکتے اور کسی تہذیب جدید کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

ان کے اسی اعتراض کا جواب تو مولانا صاحب موصوف نے اپنی کتاب ”دین و آئین“ میں دے دیا ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں صرف یہ دکھلانا مقصود تھا کہ اس قسم کے خیالات آج کل عام ہیں اور چونکہ فریق مدعا علیہ کے بیان کردہ اصولوں کے مطابق اس

طبقہ کے خیالات کی رو سے اسلام میں اصلاح کرنے کی کافی وسعت ہے۔ اس لئے مدعا علیہ کی طرف سے علماء کے خلاف بدظنی پیدا کی جا کر اس طبقہ کے دل میں ان کے خلاف حقارت اور نفرت پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس مقدمہ میں مدعیہ کی طرف سے جو علماء پیش ہوئے ہیں انہیں دقیقاً نوسی خیالات کا پیرو اور مرض تکفیر میں مبتلا دکھلایا جا کر ان کی بیان کردہ وجوہات تکفیر کو تسخیر میں اڑا دیا جاوے اور یہ دکھلایا جاوے کہ ان کی بیان کردہ وجوہات تکفیر کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اور انہوں نے محض اس وجہ سے کہ جماعت احمدیہ کے اصول چونکہ صلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں۔ اپنی پرانی عادت سے مجبور ہو کر براہ بغض اور کینہ نہیں کا فر کہا ہے۔ ورنہ دراصل ان کا کوئی عقیدہ یا عمل کفر کی حد تک نہیں پہنچتا۔ حالانکہ مسئلہ زیر بحث ایسا نہیں ²¹⁹⁵ کہ اسے اس طرح مذاق میں اڑا دیا جاوے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ علماء غلطی نہیں کرتے یا یہ کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی کسی رائے کو وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاوے اور ان کی کسی بات پر کان نہ دھرا جاوے۔ بلکہ چاہئے کہ ان کے اقوال پر غصہ دل سے غور کیا جاوے اور یہ دیکھا جاوے کہ کہاں تک راستی پر ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ صداقت سے خالی نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے کتب تفاسیر کے حوالوں پر جو اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ ان حوالوں کو نہ یہاں درج کیا گیا ہے اور نہ ہی اس فیصلہ کا انحصار ان حوالوں پر رکھا گیا ہے اور سند کے اعتبار سے صرف قرآن مجید اور احادیث کو ہی معیار تصفیہ قرار دیا گیا ہے اور یہ عمل اس لئے اختیار کرنا پڑا ہے کہ فریقین کی طرف سے اپنے اپنے ادعا کی تائید میں بے شمار کتابیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ پیش کی گئیں ہیں۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کی پیش کردہ کتب میں سے کسی کو بھی اپنے اوپر حجت تسلیم نہیں کیا۔ سوائے مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں کے اور اسے اپنے اعتقاد کے مطابق ایسا ہی کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ جب وہ مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے تو اس کے لئے معمول بہ مرزا صاحب کی وحی کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے اس کا دوسری کتابوں کو بطور حجت تسلیم نہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ باقی قرآن اور احادیث کے متعلق اس نے یہ رویہ اختیار کئے رکھا ہے کہ آیات قرآنی کا جو مفہوم مدعیہ کی طرف سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق اس نے یا تو یہ بیان کیا ہے کہ وہ درست نہیں ہے یا اس کی کوئی اور تاویل کر دی ہے اور احادیث کے بارہ میں بھی جو حدیث اس کے مفید مطلب تھی وہ تو لے لی اور جو اس کے خلاف تھی اس کی صحت کے متعلق یا تو اس نے انکار کر دیا ہے یا اس کی بھی کوئی تاویل

کردی اور اس کا یہ عمل بھی مرزا صاحب کی تعلیم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری وحی کے معارض ہے وہ رومی کی ٹوکری میں بھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ مدعا علیہ نے جن دیگر معصنین کی کتابوں کے حوالے پیش²¹⁹⁶ کئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی اس کا یہ ادعا ہے کہ وہ چونکہ مدعیہ کے ہم مذہب اشخاص کی تصنیف شدہ ہیں۔ اس لئے اس نے انہیں مدعیہ کے خلاف بھی بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس کے لئے وہ کوئی حجت نہیں۔ اس لئے ان حوالوں پر بحث کرنی نہ صرف غیر ضروری خیال کی گئی ہے۔ بلکہ اسے مشکلات سے بھی خالی نہیں پایا گیا۔ کیونکہ فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف خیانت کے بھی الزام لگائے ہیں اور یہ بھی اعتراض کئے ہیں کہ بعض معصنین کی کتابیں انہیں مسلم نہیں ہیں۔ اس لئے یہ طے کرنے کے لئے کہ کہاں تک خیانت ہوئی اور کس کس مصنف کی کتاب فریقین کے عقائد کے مطابق ہے اور آیا وہ فریقین کے مسلمات میں سے بھی ہیں یا نہ اور کہ ان سے جو نتائج اخذ کئے گئے ہیں وہ درست ہیں یا نہ اور کہ فریقین کو ان کی رائے کا پابند قرار دیا جاسکتا ہے یا نہ۔ بہت وقت وسیع مطالعہ اور کافی محنت کی ضرورت ہے اور پھر اس سے نتیجہ کے بھی پورے طور واضح اور عام فہم ہونے کی توقع نہیں۔ اس لئے ایک طرف قرآن مجید اور احادیث پر اور دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کی کتابوں پر حصر رکھا جا کر دیگر تمام حوالہ جات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ ادعا وحی کفر ہے اور اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے خواہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو، تب بھی وہ کافر ہے اور کہ نبی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مختص ہے اور غیر کیلئے کشف، الہام یا وحی معنوی ہو سکتی ہے۔ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت ”وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ الْخ“ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طرق مندرجہ آیت مذکور سے کلام کرتا ہے اور غیر پیغمبروں سے نہیں کرتا۔ بلکہ اس آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

سورہ قصص رکوع نمبر ۱ آیت ”وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اِم مُّوسٰی الْخ“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوتی تو ام موسیٰ پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

اس طرح سورہ مریم کی آیت ”فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوحَنَا الْخ“ اور آیت ”وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَعَ الرَّاكِبِیْنَ ۝ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ²¹⁹⁷ مَقْرِبَیْنَ“ اور سورہ کہف رکوع نمبر ۱۱ کی آیت ”قُلْنَا يَا ذَا الْقُرْنِیْنَ حَسَنًا“ کے حوالہ جات پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ:

۱..... وحی انبیاء سے مخصوص نہیں، بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہوتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۲..... جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے، انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہم کلام ہوتا ہے جیسا کہ آیت نمبر ۱۷ سے ظاہر ہوتا ہے۔

۳..... فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں، بعض اوقات غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہو جاتی ہے جس میں امر و نہی ہوتے ہیں اور کہ غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

اس کے آگے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ بیان ہے کہ مدعیہ کے گواہان نے جو یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی پر وحی نہیں ہو سکتی جو اس کا دعویٰ کرے وہ کافراں کی انہوں نے قرآن مجید یا احادیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ ہاں صرف ایک گواہ نے بحوالہ آیت ”والذین یؤمنون..... من قبلک“ پیش کر کے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہوتی ہوئی تو اس آیت میں ضرور اس کا ذکر کر دیا جاتا۔ چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تشریحی وحی کا ذکر ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی جو آپ ﷺ کی شریعت کی ناخ ہو، منقطع تھی۔ اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کی تائید میں پھر چند علماء کے اقوال نقل کئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ علماء کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی تشریحی ہوگی۔ بلکہ وحی الہام ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اکابر علماء لکھ چکے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی اور حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسیح موعود آئے گا تو ان پر وحی ہوگی تو اسے ²¹⁹⁸ خدا کی طرف سے یقین کرے گا۔ پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریحی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔ غیر تشریحی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی۔ اس امر کی دلیل میں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے کامل تبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہے۔ آیات ذیل ”الم یرو انه..... سبیلا“ پارہ ۹، رکوع ۸ اور ”افلا یرون..... فولا“ پارہ ۱۶، رکوع ۱۳، کے حوالے دیا جا کر یہ کہا گیا ہے کہ ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے۔ پس کیونکر مان لیا جاوے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کے اتارنے والا خدا جو چمچڑے کی عبودیت اور الوہیت کا ابطال اس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے۔

خود اپنے پیارے بندوں سے ویسا سلوک کرے نیز آیت ”وَمِنْ أَضْلٍ مِّمَّنْ..... غَافِلُونَ“ سورہ احقاف رکوع نمبر ۱ سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی پکار سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے اور آیت ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ..... الْخ“ آل عمران رکوع نمبر ۴ سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور یہ بدیہی بات ہے کہ محبت اپنے محبوب سے ہم کلام ہو اور اس کی باتیں سنے اور اپنی کہے ورنہ عدم کلام نقص محبت پر دلیل ہوگا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے اور خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا تو اب نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے وہ اس کا متکلم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اب قیامت تک اس صفت کا قتل مان لیا جاوے اور کہا جاوے کہ اس کی صفت تکلم زائل ہو چکی۔ یعنی کہ وہ اب کسی سے کلام نہ کرے گا تو اس کا مسخ ہونا کیونکر معلوم ہوگا۔ کہنے والے پھر بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے مسخ تھا اور اب نہیں۔ اس کی تائید میں پھر یہ ایک دنیاوی مثال دی گئی ہے۔ اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آوے اور گار کیہ زاری کرتے ہوئے بیقراری کی حالت میں جائے۔ مگر محبوب نہ دروازہ کھولے اور نہ اندر سے کوئی آواز آوے تو یقیناً وہ عاشق ناامید ہو کر لوٹے گا اور خیال کرے گا کہ یا تو میرا محبوب مر چکا یا مجھے دھوکا²¹⁹⁹ دیا گیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اس کے وراء الورا اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر وہ گفتار سے بھی اپنے عشاق کو تسلی نہیں دے سکتا تو آخر وہ ایک دن ناامید ہو کر اسے چھوڑ دیں گے۔ تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے محروم سمجھے اسے کبھی اپنے عشق کا کل نہیں ٹھہراتا حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہم کلام ہونے کے لئے اپنے دل میں از حد ٹپ رکھتا ہے اور اس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے۔ پس وہ علیم خبیر ہستی جو انسانوں کے اندر احساسات و جذبات کا پیدا کرنے والا ہے کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہم کلامی سے محروم رکھ سکتا ہے اور اس کی تائید میں آیات ذیل ”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَانِّي قَرِيبٌ..... الْخ“ اور ”إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا..... تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ“ ”ہم سجدہ رکوع نمبر ۴ پیش کی گئی ہیں۔ اس کے بعد پھر آیات ”رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ..... يَوْمَ التَّلَاقِ“ ”سورہ مؤمن رکوع نمبر ۲ اور ”تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ..... فَاتَّقُونَ“ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں اپنے وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ آئندہ بھی کرے گا۔

کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات و ذوالعرش ہونا ہے اور ضرورت انداز قرار دیا گیا ہے۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے۔ اس میں تغیر نہیں آیا اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہو گئے تو پھر وحی کا انقطاع کیونکر مان لیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”کنتم خیر امة اخرجت للناس..... الخ!“ یعنی امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے اور نعت بھی اس پر پوری ہو چکی اور دعا بھی خدا نے ہمیں یہ سکھائی کہ ”صراط الذین انعمت علیہم“ کہ اے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارگاہ بندوں یعنی انبیاء صدیقین اور شہدائے اور صالحین کے راستہ پر چلا تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہے کہ امت محمدیہ جو سب امتوں سے بہتر ہو لیکن انعامات الہیہ سے محروم ہو چکی امتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن امت محمدیہ ²²⁰⁰ کے بڑے سے بڑے درجہ کے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملے۔ پس یہ کہنا کہ امت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا تو پھر یہ خیر الام کیسے ہوئی؟ اور یہ کہنا غلطی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے تھے اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے اور امت میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنے ہم کلام ہونے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء امت یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ فیضان الہی اس امت پر بند نہیں ہیں اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجود یہ کہ وہ نبی نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری امت میں ایسے لوگوں میں اگر کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔ دوسری روایت میں محدث کا لفظ آیا ہے۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

(بزرگان دین کے حوالے)

اس کے بعد حضرت شیخ ابن عربیؒ، حضرت امام ربانیؒ، محمد الف ثانیؒ اور مولانا رومؒ کی کتابوں کے حوالوں سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی یہ پایا جاتا ہے کہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں خدا کے بندوں اولیاء اللہ سب میں پائی جاتی ہیں اور وحی جو نبی میں ہے وہ خاص ہے اور شریعت والی وحی ہے اور کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے۔ وہ اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے اور جیسا کہ مولانا رومؒ نے کہا ہے ہوتی تو وہ وحی حق ہے۔ لیکن صوفیائے عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل میں کہہ دیتے ہیں اور کہ جن طریق سے انبیاء علیہم

السلام کو وحی الہام ہوتا ہے انہیں طرق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے اور اصطلاح فرق مراتب کے لحاظ سے قرار پائی ہے کہ انبیاء کی وحی کو وحی اور اولیاء کی وحی کو الہام کہتے ہیں اور کہ ولی پر بھی وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے اور مدعیہ کے اعتقاد کے مطابق عیسیٰ کے نزول پر ان پر وحی نازل ہوگی اور اس کے متعلق علماء کا قول ہے کہ وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی زبان پر ہوگی اس²²⁰¹ کے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی کتب سے جو یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ بھی آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانتے ہیں تو وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے نہ کہ دوسری وحی سے جسے وہ جاری سمجھتے ہیں ان تصریحات سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی کہ جس میں نئے اوامر و نواہی نہ ہوں جاری ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد وحی اور الہام کا سلسلہ بند ہے تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ کے مخالف نئے اوامر و نواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی، جس کا امت محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید، حدیث و بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔ اس کے آگے پھر دوسرا ہیڈنگ شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے تحت میں اس بحث کا جواب درج کیا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے جس وحی کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس کا اذاعا کفر ہے۔ اس سے مراد وحی نبوت سے ہی ہے۔ فریق مدعیہ کے نزدیک وحی کا لفظ صرف انبیاء کے لئے ہی مختص ہے اور وہ اس امر کے قائل نہیں کہ جو وحی نبی کی ہوتی ہے وہ غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اب مدعا علیہ کے بحث سے ہی یہ طے کرنا ہے کہ آیا اس قسم کی وحی جو انبیاء کو ہوتی ہے غیر انبیاء کو بھی ہو سکتی ہے یا نہ۔ اس کے متعلق جن آیات قرآنی کا حوالہ مدعا علیہ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کے ظاہری الفاظ سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ام موسیٰ پر وحی ہوئی۔ حضرت مریم پر فرشتے اترے، اور ذوالقرنین سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ لیکن اگر یہ نتیجہ محض ان الفاظ "او حیثا قالت الملائکہ" اور "قلنا" کے استعمال سے اخذ کیا جاتا ہے تو یہ درست نہیں۔ کیونکہ وحی کا لفظ قرآن مجید میں نہ صرف ذوی العقول کی بابت استعمال فرمایا گیا ہے۔ بلکہ غیر ذوی العقول کی بابت بھی جیسا کہ سورہ نحل میں ہے کہ شہد کی مکھی کو وحی کی گئی۔ یہاں میرے خیال میں مدعا علیہ کے نزدیک بھی وحی سے مراد وہ وحی نہیں ہو سکتی جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ یہاں یقیناً اس کے کوئی اور معنی بمثل فطرت میں داخل کرنا یا اسے سوچنا کئے جائیں گے۔ اس طرح قرآن مجید میں وحی کا لفظ اور بھی کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ جس کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ وہاں اس لفظ سے مراد اس قسم کی وحی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور غالباً اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قرآن مجید میں بہتر یہ فرمایا گیا کہ ہم نے تیری طرف اس قسم کی وحی بھیجی ہے جیسا کہ حضرت نوح، ابراہیم، اسحاق، اسماعیل، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد کی طرف بھیجی گئی۔ سورۃ نساء پارہ ۶، رکوع نمبر ۳ آیت ”انما اوحيانا اليك كما اوحيانا الى نوح..... زبوراً“ اس لئے ان مواقعات پر جہاں کہ لفظ وحی کے استعمال سے وحی نبوت کے معنی اخذ نہیں ہو سکتے۔ اس لفظ سے مراد جیسا کہ علماء نے لی ہے القاء کرنا یا دل میں ڈالنا ہی لی جائے گی۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے ”وان الشیطنین لیوحون الی اولیاء ہم“ تو کیا یہاں بھی لفظ وحی کے استعمال سے وحی انبیاء لی جاسکے گی۔

قرآن مجید میں اس قسم کے اور بھی کئی الفاظ ہیں کہ جن کے ظاہری معنی مراد نہیں لئے گئے۔ مثلاً قند کا لفظ جس کے معنی عام طور پر آزمائش کے لئے گئے ہیں اس طرح اس کی سند بیان نہیں کی گئی کہ فرشتے ہر حال میں ذات باری کی طرف سے ہی بحیثیت رسول اترتے اور کلام کرتے رہے۔ ممکن ہے کہ نیک آدمیوں پر ان کا اترنا عام انتظام کائنات کے سلسلہ میں ہو یا روحانی ترقی کے مدارج میں داخل ہو۔ اس لئے حضرت مریم پر فرشتوں کے اترنے سے یہ نتیجہ لازمی طور پر برآمد نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ غیر انبیاء سے اس طریق پر کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ انبیاء کے ساتھ، باقی رہی وہ آیت جو ذوالقرنین کے متعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض کے نزدیک وہ نبی تھے۔ اگر نبی تھے تو انہیں وحی نبوت ہوئی ہوگی اور اگر نبی نہ تھے تو ان کے متعلق محض لفظ قال کا استعمال عمومیت کے طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کافی نہیں کہ غیر انبیاء کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ ہم کلام ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت ام موسیٰ اور حضرت مریم کو ایسی ہی وحی ہوئی جیسا کہ انبیاء کو ہوتی ہے تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایسی وحی ہر غیر انبیاء کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ یہاں پیغمبروں کی مائیں تھیں اور ان پر دو پیغمبروں کے متعلق یہ خطرہ تھا کہ انہیں پیدا ہونے کے بعد ہلاک نہ کر دیا جاوے۔ اس لئے ان کی ماؤں کو تسکین دینے²²⁰³ کے لئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی سے مشرف فرما دیا ہو تو کوئی عجب نہیں۔ اس کے ساتھ ہی پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ واقعات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل کے ہیں۔ ممکن ہے کہ خاص حالات کے تحت خاص خاص اشخاص کے ساتھ ہم کلام ہونا مشیت ایزدی سے ضروری سمجھا گیا ہو اور اس کی تائید خود مدعا علیہ کی اپنی بحث سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجود یہ کہ وہ نبی نہ تھے اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ چنانچہ ذوالقرنین بھی اسی ذیل میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں تو پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ غیر انبیاء کو بھی وحی دتی جاتی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے۔ اس حدیث کو فریق مدعا علیہ نے صحیح تسلیم کیا ہے۔ لیکن اس کی یہ تاویل کی ہے کہ یہ عام اشخاص کے متعلق ہے۔ خواص کے لئے نہیں اگر خواص اس سے مستثنیٰ تھے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس کی تصریح نہ فرمادیتے۔ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

باقی رہے صوفیائے کرام کے اقوال اور تحریریں، ان کے متعلق ایک جواب تو اوپر سید انور شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے دیا جا چکا ہے کہ انہوں نے ان اشخاص کو جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں، اپنی کتابوں میں نظر کرنے سے منع فرمایا اور اس کا دوسرا جواب بھی شاہ صاحب مذکور کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا۔ دوسرے کو اطلاع دینا کی، اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی، نبوت کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دیئے اور اب ان کے لئے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اور الہام کے لئے نکر گیا اور مخصوص ہو گیا۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار معارف، مکاشف اس کا دائرہ ہیں اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر²²⁰⁴ حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لئے ہے۔ گواہ مذکور نے کشف، الہام اور وحی کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ آنکھوں سے دکھلایا جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔ دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے یہ الہام ہے۔

خدا نے پیغام بھیجا۔ اپنے ضابطہ کا وہ وحی ہے۔ وحی قطعی ہے اور کشف والہام ظنی ہیں۔ بنی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیروں کے لئے کشف یا الہام ہے یا معنوی وحی ہو سکتی ہے، شرعی نہیں۔

وحی کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کی جو تفریق مدعا علیہ کی طرف سے کی گئی ہے۔ اس کی تائید میں اس نے سوائے اقوال بزرگان کے اور کوئی سند پیش نہیں کی اور ان اقوال کی گود عیہ کی طرف سے توجیہ اور تشریح کی گئی ہے اور یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان بزرگان کی ان اقوال سے کیا مراد ہے اور ان کے دیگر صریح اقوال پیش کئے گئے ہیں کہ جن میں وہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بمعنی آخری نبی تسلیم کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں سمجھتے۔ لیکن ان پر اس لئے

بحث کی ضرورت نہیں کہ وہ قرآن مجید اور احادیث کے مقابلہ میں کوئی حجت نہیں ہو سکتے اور مدعا علیہ کی طرف سے جو اعتراض مدعیہ پر عائد کیا گیا تھا کہ اس نے وجوہات تکفیر کے ضروریات دین ہونے کے متعلق قرآن یا حدیث سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا وہ بدرجہ اولیٰ خود مدعا علیہ پر وارد ہوتا ہے کہ اس نے شرعی اور غیر شرعی وحی کی جو تقسیم کی ہے اس کے متعلق کوئی ثبوت قرآن و احادیث سے پیش نہیں کیا۔ محض قیاسات سے ہی یہ کہا گیا کہ جس آیت کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اس میں آئندہ وحی کا ذکر نہیں، وہ شریعت والی وحی کے انقطاع پر دلالت کرتی ہے۔

مدعیہ کی طرف سے درست طور پر یہ کہا گیا ہے کہ صوفیائے کرام نے نبوت کی جو قسمیں بیان کی ہیں وہ ان کی اپنی قائم کردہ اصطلاحات کے مطابق ہیں۔ اس لئے ان کی قائم کردہ اصطلاحات کو عام امت کے مقابلہ میں حجت قرار دینا درست نہیں ہے۔ مسیح موعود پر وحی کا ہونا مستثنیات سے ہے۔ جس کی استثناء خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کر دی اس سے وحی نبوت کے اجراء کا عمومیت کے ساتھ نتیجہ نکالنا ایک غلطی ہے۔

آیت²²⁰⁵ ”وَمَا كُنَّا بِبَشَرٍ..... الْخ“ میں بشر کے لفظ کے متعلق مدعیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ”مراد انبیاء علیہم السلام سے ہے۔“ لیکن اگر عام بشر بھی مراد لئے جاویں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ خدا بالعموم آدمیوں سے کلام کرتا رہتا ہے۔ بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ساتھ ہم کلام ہونے کے طریق بتلائے ہیں۔ باقی کلام کا کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مشیت پر منحصر ہے۔ لہذا گواہان مدعیہ نے یہ درست کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد وحی نبوت جاری ہوتی تو قرآن مجید میں ضرور اس کی صراحت فرمادی جاتی۔ کیونکہ اس پر امت کی فلاح کا دار و مدار تھا۔ باقی مولانا روم کی کتاب مثنوی کے حوالے سے جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اولیاء کو جو وحی ہوتی ہے وہ دراصل وحی حق ہوتی ہے اور اولیاء عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل کہہ دیا کرتے ہیں۔ یہ ان کے شاعرانہ خیالات ہیں، اور شاعر کی نیت میں جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا اور پھر جہاں انہوں نے وحی حق کے الفاظ لکھے ہیں ان کے ساتھ ہی واللہ اعلم بالصواب کا جملہ بھی موجود ہے۔ اس سے ان کے مفہوم کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پارہ نمبر ۹، رکوع نمبر ۸ اور پارہ ۱۶، رکوع نمبر ۱۳ کی آیات محولہ بالا سے بھی یہ استدلال درست نہیں کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر شریعت والی وحی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اقول تو آیات اس زمانہ اور ان حالات سے تعلق رکھتی ہیں جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے اور ان میں ان لوگوں کو خطاب ہے جو عبادت الہی سے نا آشنا اور غافل ہوں

اور اب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے بعد کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ مسیح، بصیر اور علیم نہیں۔ باقی رہا اس کا آدمیوں سے کلام کرنا وہ اس کی مشیت پر منحصر ہے۔ اسے کسی کی آہ و بکا، فریاد و فغاں سے کلام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی عاشق و معشوق کی مثال عشق الہی پر نہایت ہی نازیبا طریق پر عائد کی گئی۔ تاہم اس مثال کو بھی اگر مد نظر رکھا جاوے تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ایسی ناقص نہیں کہ عاشقان الہی اگر فی الحقیقت وہ پورے معنوں میں عاشقان الہی بن چکے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے دروازہ سے ناامید ہو کر لوٹیں۔ یا نعوذ باللہ ²²⁰⁶ یہ تصور کریں کہ ان کا محبوب مر چکا یا انہیں دھوکا دیا گیا۔ دنیاوی معشوق بھی اگر اپنے عاشق کی آہ و بکا سن کر اندر سے اسے کوئی تحفہ بھیج دے یا اس کی بات کو سن کر اس کا کوئی کام سر انجام کر دے تو باوجود اس کے کہ وہ اس سے ہم کلام نہ ہو یا اپنا دیدار نہ کرائے۔ اس کا عاشق ضرور سمجھ لے گا کہ اس کا معشوق زندہ ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ دنیا میں عاشقان الہی کی تعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آج تک کوئی تھوڑی نہیں سمجھی جاسکتی اور ویسے تو ایسے عشاق نہ صرف مذہب اسلام میں بلکہ ہر مذہب میں سینکڑوں کی تعداد میں پائے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے کا ذریعہ اس کے عشاق کے دل کی تڑپ ہی قرار دی جاوے تو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں ہر ایک عاشق سے نہ سبھی سوویں ہزارویں سے سبھی۔ دس پندرہ بیس سال کے بعد نہ سبھی، سو ہزار سال کے بعد سبھی کسی نہ کسی ایک سے تو ہم کلامی فرمائی ہوتی؟ نہ یہ کہ تیرہ سو سال تک یک دم خاموشی اختیار کئے رکھنے کے بعد صرف ایک شخص سے ہم کلام ہونا منظور فرمایا گیا اور وہ بھی زیادہ تر پرانی تیرہ سو سال والی زبان میں گویا اب اس کے پاس الفاظ اور معانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر نعوذ باللہ خدا کے پاس ہم کلامی کے لئے نہ کوئی اور نیا مواد ہے اور نہ نئے الفاظ۔ تو پھر پچارے مولویوں کا کیا قصور ہے کہ انہیں پرانی لکیر کا فقیر قرار دیا جا کر کوسا جاتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خدا کے اس پرانے کلام کی تعبیر ہی کرنی ہے جو پہلے سے ہوتی آئی ہے۔

اگر عشاق کی تسلی محض گفتگو سے ہوتی اور وجود باری تعالیٰ کے علم کا ذریعہ بھی یہی ہوتا کہ جب کبھی اس کا کوئی عاشق بیقراری کی حالت میں آہ و بکا کرتا ہو اس کے دروازہ پر پہنچے تو اسی کے لئے فوراً دروازہ کھل جائے۔ تو اسلام صفحہ ہستی سے کبھی کا نا بود ہو چکا ہوتا۔ کیونکہ تیرہ سو سال کا زمانہ ایسا نہیں کہ عشاق نعوذ باللہ خداوند تعالیٰ کی اس بے اعتنائی کو دیکھ کر اس کے دروازہ پر پڑے رہتے۔ بلکہ بقول گواہ مد عالیہ عرصہ سے ناامید ہو کر لوٹ چکے ہوتے اور پھر اس کی کیا گارنٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان عشاق سے ہی گفتگو کرتا ہے کہ جو مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہوں اور

دوسرے سے نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں عشاق کی تسلی محض گفتگو سے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ ²²⁰⁷ جیسا کہ مدعا علیہ کے گواہ نے بھی ظاہر کیا ہے۔ دیدار یاران کا مطمع نظر ہوتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ عشاق جب گفتگوئے یار سے بہرہ اندوز ہوں تو پھر کبھی اپنے عشق کی مستی میں قوم موسیٰ کی طرح ”ارنا اللہ جہرہ“ کی رٹ لگانی شروع کر دیں اور بجائے اس کے کہ دیدار یار سے لذت اندوز ہوں۔ اپنا بیڑہ بھی غرق کر بیٹھیں۔ شک نہیں کہ حقیقی عشاق کے دلوں میں ضرور اپنے محبوب کے متعلق ایک تڑپ ہوتی ہے۔ اس تڑپ کے فرو کرنے کا علاج یہ نہیں کہ محبوب سے ضرور ہم کلامی ہو۔ ”باری عزاسمہ“ نے اپنے عشاق کی تڑپ فرو کرنے کا علاج خود ہی اپنے زندہ کلام قرآن پاک میں یہ فرمایا ہے۔ ”الا بذکر اللہ تطمئن القلوب“ یعنی خدا کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں اور زیادہ اضطراب پیدا ہونے کی صورت میں فرمایا۔ ”واذا سالک عبادی عنی فانی قریب..... الخ“

گواہ مدعا علیہ نے اس آیت کو بقاء وحی پر دلیل پکڑا ہے۔ لیکن وحی سے مراد اگر اس قسم کی استجابت لی جاوے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ کا ہر فرد بشر کے ساتھ کلام کرنا ممکن ہو سکتا ہے اور ہر شخص محل وحی بھی بن سکتا ہے۔ اس قسم کے استدلال اختیار کرنے سے مذہب کی کوئی عظمت و وقعت ظاہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس کی کوئی حقیقت منکشف کی جاسکتی ہے۔ گواہ مدعا علیہ نے بیان کیا ہے کہ خدا کا کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے تو کیا اس سے سمجھا جائے گا کہ جن لوگوں سے پہلے خداوند تعالیٰ نے کلام نہیں کی۔ کیا ان سب پر خداوند تعالیٰ ناراض رہا ہے اور وہ مورد عتاب الہی ہیں۔ استغفر اللہ!

(بقاء وحی)

بقاء وحی کے سلسلہ میں باقی ماندہ جن دو آیات سورہ مومن اور پارہ ۱۴، رکوع ۷ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ان سے بھی وحی کا جاری رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آیات مدعا علیہ کی اپنی تقسیم کے مطابق وحی تشریعی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ مذکور ہے کہ جس شخص کو وحی کی جاتی ہے۔ اس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرائے۔ اس لئے اس قسم کی وحی کو مدعا علیہ کی اپنی تعریف کے مطابق وحی تشریعی ہی سمجھا جائے گا اور یہ سلسلہ مدعیہ کے ادعا کے مطابق ²²⁰⁸ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر آ کر ختم فرمادیا، اور مدعا علیہ کے نزدیک بھی اب تشریعی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے ان آیات سے وحی مطلق کے اجراء کا استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ باقی رہی

مدعا علیہ کی یہ حجت کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں یہ دعا سکھائی ہے کہ اے اللہ ہمیں راہ مستقیم پر چلا اور ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے اپنے انعام کئے ہیں اور پھر دوسری سورت میں اس کی تشریح فرمائی کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر خدا کا انعام ہوا۔ اس کے متعلق فرمایا کہ وہ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہیں۔ اس سے یہ تلقین کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی سے یہ چاروں مراتب تم کو حسب حیثیت مل سکتے ہیں۔ لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ امت محمدیہ تین مراتب کا تو انعام پائے اور چوتھے مرتبہ یعنی نبوت کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو۔ حالانکہ اس سے پہلی امتوں نے اس انعام کو بار بار حاصل کیا۔ پھر یہ خیر الامم کس طرح ہوئی؟ اور نہیں کہا جاسکتا کہ امت مرحومہ پر وحی الہی کا دروازہ بند ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہو کر آئے۔ اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا گیا۔

اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ آیت ”من يطع الله والرسول..... والصالحين“ میں الفاظ ”مع الذین“ سے مراد رفاقت سے ہے نہ کہ عطاۓ درجہ۔ مدعا علیہ کے اعتراض کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کے علاوہ دیگر مدارج جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے مل سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نبوت کا درجہ نہ مل سکے۔ اگر اس بحث کو بغرض محال صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو پھر اس سے یہ لازم آئے گا کہ نبوت ایک کبھی چیز ہے جو اتباع سنت اور ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ حالانکہ قرآن شریف کی موصوفہ سے یہ ثابت ہے کہ نبوت کسی نہیں اور مرزا صاحب (کے مرید اعظم) نے بھی اسے مانا ہے۔ چنانچہ وہ (محمد علی لاہوری) اپنی کتاب (ضمیمہ النبوة فی الاسلام ص ۷۷، ۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”نبوت موهبت اکتساب سے نہیں ملتی..... پس نبوت کا اکتساب یا کسی کی پیروی سے حاصل ہونا تمام آیات قرآنی اور احادیث کے صاف مفہوم کے خلاف ہے۔“

اگر نبوت حضور علیہ السلام کے اتباع سے حاصل ہو سکتی تھی تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ آج تک جس قدر اولیاء ابدال، اقطاب گزرے ہیں۔ ان²²⁰⁹ میں سے کسی کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ سمجھا جاوے کہ حضور کے کمال اتباع اور فیض سے یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اور حضور بھی اسے جائز سمجھتے تھے تو ضرور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں کئی دیگر مراتب اور مدارج کے حصول کے لئے اپنی امت کو ادعیات اور اوراد کی تلقین فرمائی ہے اور وہاں اس مرتبہ کے لئے بھی کوئی دعا وغیرہ بھی تلقین فرماتے۔ تاکہ امت کے افراد کو اس کے حاصل کرنے میں کوئی آسانی میسر آتی۔ کیونکہ حضور ﷺ کی شفقت سے یہ بعید تھا کہ وہ امت کو

اس قدر پریشانی اور محنت شاقہ میں ڈالتے کہ مدت مدید کا انتظار اور عبادات کے بعد صرف ایک ہی فرد کو جا کر یہ نعت عطاء ہوتی۔ اگر کوئی دعا وغیرہ تلقین کرنا آپ ﷺ کے نزدیک مناسب نہ تھا تو کم از کم اس کی صراحت تو فرما دیتے کہ تم کو یہ درجہ مل سکتا ہے۔ تمہیں اس کے حصول کے متعلق کوشاں رہنا چاہئے۔ آپ نے نہ اس قسم کی کوئی صراحت فرمائی۔ نہ ہی اس کے لئے کوئی راستہ بتلایا بلکہ یہی فرماتے رہے ہیں کہ ”لا نسی بعدی وانا اخر الانبیاء“ وغیرہ گویا کہ امت کو نعوذ باللہ از دست دھوکے میں رکھتے رہے۔ تاکہ وہ کہیں یہ درجہ حاصل کر کے آپ کے مقابلہ میں نہ کھڑے ہو جاویں۔

بلکہ آپ کا رحمتہ اللعالمین ہونا اس بات کا متقاضی تھا کہ آپ سابقہ انبیاء کے مقابلہ میں اپنی امت میں سے زیادہ انبیاء پیدا کر کے اپنے افضل الانبیاء ہونے کا ایک اعلیٰ اور بین ثبوت بہم پہنچاتے۔ لہذا قرآن شریف کی دیگر تصریحات کو مد نظر رکھتے ہوئے آیت محولہ بالا کا مفہوم یہی لیا جائے گا کہ وہ لوگ انبیاء کی رفاقت میں ہوں گے اور چونکہ مدعا علیہ کو دنیاوی امثال کا بہت شوق ہے۔ اس لئے اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ جیسے حکومت کسی شخص کو اس کی ذاتی وجاہت اور مرتبہ کے لحاظ سے اپنے دربار میں اپنے کسی ممتاز عہدہ دار کے ساتھ جگہ دے دے۔ تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس شخص نے اس عہدہ دار کا رتبہ حاصل کر لیا ہے یا یہ کہ وہ اس کا رتبہ حاصل کرنے کا اہل بنا دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگ جن کی آیات ماسبق میں فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انبیاء شہداء صدیقین اور صلحاء کے ہمراہ ہوں گے۔ اس لئے مدعا علیہ کا یہ استدلال کوئی ²²¹⁰ وقت نہیں رکھتا کہ اگر امت محمدیہ کو نبوت کا درجہ نہ ملے تو وہ خیر الامم نہیں رہتی۔ اس کے خیر الامم ہونے کے لئے خدا نے اسے اور کئی مدارج عطاء فرمائے ہیں۔ قرآن مجید نے اسے اس بات کا محتاج نہیں رکھے دیا کہ وہ نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی پر ترجیح دے بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء آپ کی امت میں داخل ہونے کے متنبی رہے ہیں۔ افسوس کہ قرآن کی تعلیم کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا گیا۔ ورنہ یہ اعتراض نہ کیا جاتا۔

قرآن حکیم میں حیات انسانی کی پوری اہتمام واضح نہیں فرمائی گئی اور جیسا کہ چوہدری غلام احمد صاحب پرویز مضمون محولہ بالا میں لکھتے ہیں۔ جنت بھی جو بالعموم منزل مقصود سمجھی جاتی ہے۔ درحقیقت اصل منزل مقصود نہیں بلکہ راستہ کا ایک خوشنما منظر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں جنتیوں کی اس دعا سے ظاہر ہوتا ہے۔ ”یقولون ربنا اتمم لنا نورنا“ اس منطقی کو ایک راز رکھا گیا۔ نہ معلوم کے حضور کے فیض سے امت کو کیا کچھ عطاء فرمایا جائے گا۔ لہذا مدعا علیہ یہ ثابت

کرنے میں کامیاب نہیں رہا کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ اس وقت تک جاری ہے۔ بلکہ صرف الہام اور کشف وغیرہ باقی ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کا ادعا ہے اور ان کو لغوی طور پر کہا جاسکتا ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ کا دارودار زیادہ تر رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ماننے کے عقیدہ پر ہی ہے۔ مدعیہ کی طرف سے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا۔ بحوالہ آیات قرآنی و احادیث و اجماع امت یہ دکھایا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بجز اس کے کہ اس کی استثناء حضور ﷺ نے خود کر دی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اور اب بھی سوائے مرزا صاحب کے پیروؤں کے دیگر جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء کی تعداد اور بعثت کے لحاظ سے آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مسلمان کسی اور کو نبی مانے تو وہ کافر اور مبدع ہو جاتا ہے۔

(نبوت جاری کے موقف کا تجزیہ)

مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت کا مرتبہ عطا ہو سکتا ہے اور وہ خاتم النبیین کے معنی عام مسلمانوں کے اعتقاد کے خلاف یہ کرتا ہے ²²¹¹ کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر عطاء کی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ ﷺ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ ﷺ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور قرآن مجید کی جس آیت میں یہ الفاظ درج ہیں اس کے معنی مدعا علیہ کی طرف سے یہ کئے گئے ہیں کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے بعد الفاظ خاتم النبیین اس لئے لائے گئے کہ ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا تھا۔ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ آپ بحیثیت رسول اپنی امت کے باپ ہیں۔ آپ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین فرما کر آپ کو دوسرے رسولوں سے ممتاز فرما دیا کہ اور نبی تو اپنی امت کے صرف مؤمنوں کے باپ تھے۔ مگر آپ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشی ہے اور اگر اس کے معنی آخر کے لئے جاویں تو اس میں آپ ﷺ کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔

اس تصریح سے اس حد تک تو مدعا علیہ کی یہ توجیہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چونکہ دیگر

انبیاء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو افضل وکھانا مقصود تھا۔ اس لئے الفاظ خاتم النبیین استعمال فرمائے گئے۔ لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ محض لفظ خاتم کے استعمال سے آپ کا نبی تراش ہونا کس طرح مفہوم لے لیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر خاتم کے معنی مہر بھی کئے جاویں تو اس کے یہ معنی کرنے سے بھی آپ ﷺ انبیاء سابقہ پر مہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت نمایاں ہو سکتی ہے اور محض یہ توجیہ بھی کہ آپ ﷺ انبیاء کے باپ ہیں۔ آپ کی فضیلت ظاہر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ پھر معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے اس تفصیلی علاقہ ابوت سے آئندہ والد انبیاء کا سلسلہ جاری ہونا کس طرح اخذ کیا گیا ہے اور پھر تولد بھی صرف ایک نبی کا اس میں شک نہیں کہ خاتم کے معنی مہر دیگر علماء نے بھی کئے ہیں اور حال ہی میں قرآن مجید کا جو ترجمہ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کا شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی خاتم کے معنی درج ہیں اور خاتم النبیین کے معنی انہوں نے یہ لکھے ہیں کہ ”مہر“²²¹² ہیں تمام نبیوں پر“ اور میری رائے میں سیاق و سباق عبارت سے یہی معنی درست معلوم ہوتے ہیں۔ اس پر مدعا علیہ کا یہ اعتراض ہوگا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا کہاں سے اخذ کیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا احادیث سے اور امت کے اجماعی عقیدہ سے اخذ کیا جائے گا۔ امت آج تک آپ ﷺ کو آخری نبی سمجھتی آئی اور جیسا کہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ نے بیان کیا ہے۔ آج تک جس قدر اولیاء ابدال، اقطاب، مجتہدین مجدد ہوتے آئے ہیں۔ کسی نے اس عقیدہ کی تعلیل نہیں کی۔ دوسرے مدعا علیہ کو بھی اس سے انکار نہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخری بھی ہیں اور اس معنی پر امت کا اجماع چلا آیا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے اس اجماع کی حقیقت کو توڑنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل جمہور امت کا عقیدہ اس طرح چلا آیا ہے۔ اس لئے ایک امر واقع کو غلط کہنا ایک بے جا جھجٹ ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے لغت اور عربی زبان کے محاورات سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ لفظ خاتم جب ’ت‘ کی زبر سے پڑھا جاوے تو انگوشی یا مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اگر زیر سے پڑھا جائے تو اس کے معنی ختم کرنے والا۔ دوسرا مہر لگانے والا ہوتے ہیں اور خاتم کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا اور کہ خاتم کے اصل معنی آخر کے نہیں ہیں۔ اگر آخر کا معنی بھی لئے جائیں تو پھر لازم معنی کہلائیں گے، نہ اصل معنی اور جب اصل معنی لئے جاسکتے ہیں تو لازم معنی کیوں لئے جائیں۔ خاتم اگر کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو لازم معنی لے کر کیا

جاتا ہے اور جب کہ قرآن مجید میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں جو لازم معنی لینے پر ہی دلالت کرے تو اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے معنی میں لینا کسی طرح صحیح نہیں۔ لیکن مقدمہ ہذا میں سوال زیر بحث عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ الفاظ کے معنی یا مراد سے تعلق نہیں رکھتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ عقیدہ کس²²¹³ معنی پر قائم ہوا۔ جب مدعا علیہ کے نزدیک خاتم کے معنی آخر کے ہو سکتے ہیں اور عقیدہ بھی تیرہ سو سال تک اس پر قائم رہا ہے تو اب ان الفاظ پر بحث کرنا کہ ان کے معنی آخر کے نہیں بلکہ مہر کے ہیں۔ سوائے ایک علمی دلچسپی کے اور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں جو علماء اس کے معنی قبل ازیں آخر کے کرتے آئے ہیں۔ ان کی نسبت نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اس کی لغت یا اصل سے واقف نہ تھے۔ اس لئے اس لفظ کے معنی پر بحث لا حاصل ہے۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب بھی اپنے دعویٰ سے قبل خاتم النبیین کے معنی آخری کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہان کے بیانات میں دکھلایا جا چکا ہے۔ بعد کے معنی محض تاویل ہیں اور اپنے دعویٰ کو رنگ دینے کی خاطر کئے گئے ہیں اور اب مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہنا کہ مرزا صاحب نے جہاں جہاں آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ وحی کو منقطع مانا ہے وہاں ان کی مراد وحی شریعت سے ہے۔ نہ کہ دوسری وحی سے درست نہیں ہے، کیونکہ جہاں انہوں نے وحی کو منقطع مانا ہے۔ وہاں انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی اور سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر قسم کی وحی کے انقطاع کے متعلق کہہ رہے ہیں۔ ان کے یہ اقوال اس قسم کے ہیں جن کے متعلق مدعا علیہ کی بحث کے شروع میں فقرہ نمبر ۲ میں تشریح کی گئی ہے کہ وہ اپنے اندر ایک مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اس لئے مرزا صاحب کے دیگر اقوال ان کی توضیح یا تشریح نہیں بن سکتے۔ اس قسم کے اقوال جن سے مرزا صاحب انقطاع وحی کے قائل پائے جاتے ہیں گواہان مدعیہ کے بیانات میں مفصل درج ہیں جو اوپر درج کئے جا چکے ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پھر یہ کہا گیا ہے کہ احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بالکل مسدود نہیں سمجھا۔ جیسا کہ حدیث ”لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً“ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ آیت خاتم النبیین کے نزول سے پانچ سال کے بعد حضور نے یہ فرمایا ہے۔ لیکن اول تو اس حدیث کے صحیح ہونے میں شبہ ہے۔ جس کا اظہار خود گواہ مدعا علیہ نے کر دیا ہے۔ دوسرا اس میں لوکا ایک شرطیہ لفظ موجود²²¹⁴ ہے اور تو اعدا عربی کی رو سے مدعا علیہ کی طرف سے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ جہاں لوداغل ہو وہاں وقوع نہیں ہوتا۔ تیسرا اس میں نبوت کی کوئی تفصیل نہیں کہ کیسی نبوت ہوگی۔ چوتھا

نبوت کا امکان حضرت ابراہیم کی زندگی پر تھا جب وہ وفات پا گئے۔ نبوت کا امکان بھی چلا گیا۔ اس سے کسی طرح بھی آئندہ نبوت جاری رہنے کا نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے حضرت عائشہ کا ایک قول ”قولوا احاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده“ نقل کیا جا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی سے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا غلطی پر ہیں۔ اس ضمن میں پھر یہ کہا گیا ہے کہ دوسری شہادت حضرت علیؓ کی ہے جو یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کے صاحبزادے استاد کے پاس بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت علیؓ وہاں سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو خاتم النبیین کا لفظ ”ت“ کی زیر سے پڑھاؤ۔ دوسری قرأت میں خاتم ’ت‘ کی زیر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک ’ت‘ کی زیر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر کے پڑھانے سے منع کیوں کیا۔ کیونکہ زیر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔

حضرت علیؓ کے متعلق جو حدیث لا نبی بعدی والی بیان کی گئی ہے اور جو مولوی محمد حسین صاحب گواہ مدعیہ کے حوالہ سے اوپر گزر چکی ہے۔ اسے مدعا علیہ کی طرف سے صحیح مانا گیا ہے۔ مگر اس کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ بعدی سے مراد یہاں موت کے بعد نہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ بعدی سے مراد جنگ تبوک کا عرصہ ہے۔ یعنی اس عرصہ میں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور اس سلسلہ میں ایک اور حدیث کا حوالہ دیا جا کر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اے علیؓ تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے خلیفہ بنو۔ جیسے ہارون، ہرزی کے خلیفہ تھے۔ مگر ہاں تم نبی نہیں ہو گے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی²²¹⁵ کہ جب حضرت علیؓ کو ہارون علیہ السلام سے مشابہت دی گئی تو شبہ پڑ سکتا تھا کہ آپ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہوں گے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ تم میرے بعد خلیفہ ہو گے۔ نبی نہیں ہو گے۔

یہ تمام دلائل محض قیاسی ہیں اور کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کا جواب بھی قیاس ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادوں کا جو قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے ”ت“ کی زیر سے اس لئے پڑھانا منع کیا ہو کہ زیر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا پہلو پوری طرح سے ظاہر نہیں ہوتا اور زیر سے پڑھانے سے دونوں پہلو نمایاں ہو جاتے ہیں اور اگر یہ

سمجھا جاوے کہ اس وقت حضرت علیؑ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ زیر سے پڑھانے سے نبوت کے منقطع ہونے کا مغالطہ پڑتا ہے کہ ان کے نزدیک حضور کے بعد نبوت جاری رہے گی تو جنگ تبوک کے موقع پر جب حضور ﷺ نے انہیں ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دے کر یہ فرمایا تھا کہ لا نبی بعدی۔ تو وہ عرض کر سکتے تھے کہ حضور ﷺ جب آپ مثل موسیٰؑ ٹھہرے اور میں مثل ہارون علیہ السلام تو میں بھی آپ کا چچا زاد بھائی ہوں اس لئے آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح کیوں میرے حق میں دعا نہیں فرمادیتے کہ خدا مجھے بھی نبی بنا دے اور باہمی مماثلت کی بناء پر کوئی عجب نہ تھا کہ حضور ﷺ کی دعا سے خدا انہیں بھی نبوت کا مرتبہ عطا فرمادیتا۔

یہ محض ایسے قیاسات ہیں کہ جو ظلمات کی حد تک بھی نہیں پہنچتے اور مذہب میں جیسا کہ خود مدعا علیہ کی طرف سے تسلیم کیا گیا ہے قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظلمات یا قیاسات کا۔ باقی رہا حضرت عائشہؓ کا قول اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے تین جواب دیئے گئے ہیں ایک! تو یہ ”لا نبی بعدہ“ کے کہنے سے چونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کوئی بد عقیدہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے انکار نہ کر دے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کہو۔ ”لا نبی بعدہ“ نہ کہو۔ دوسرا! یہ کہ خاتم النبیین کے کہنے سے چونکہ دونوں مدعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری اور افضل ہونا ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ لا نبی بعدہ، نہ کہو بلکہ خاتم النبیین کہو۔

تیسرا! یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ حدیث خود روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نبوت ختم ہو چکی۔ سوائے اس کے اب مبشرات ہوں گے اور مبشرات کی تشریح آپ ﷺ لانے یہ فرمائی کہ اچھی خوابیں اس لئے مدعیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ خود اس حدیث کا علم تھا تو کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ”لا نبی بعدہ“ کہنے سے اس لئے منع کیا کہ وہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کو جاری سمجھتی تھیں۔ یہ ایک بہت معقول جواب ہے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کو آپ نے منع کیا ہو گا کہ وہ لا نبی بعدہ نہ کہیں۔ تو انہوں نے آخر کوئی وجہ تو دریافت کی ہوگی۔ کیونکہ اس سے شبہ پڑ سکتا تھا کہ کیا آپ کے بعد نبوت جاری ہے۔ جو وہ ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ ایسی کوئی تفصیل بیان نہیں کی جاتی۔ اس لئے ان کے اس قول سے یہ کوئی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ وہ آپ ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری سمجھتی تھیں۔

اس سلسلہ میں پھر مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں الفاظ خاتم النبیین ہیں آخر النبیین نہیں۔ آخر کچھ تو مجید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آخر النبیین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین کہا۔

اس میں اوّل تو کوئی مجید نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ آخر النبیین کا لفظ خاتم النبیین کے مقابلہ میں زیادہ فصیح معلوم نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا جو غیر فصیح ہو۔ دوسرا اللہ تعالیٰ کو چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں فضیلتیں یعنی آپ ﷺ کا آخر ہونا اور افضل ہونا دکھانا مقصود تھیں۔ اس لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال فرمایا گیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں کوئی مجید رکھنا منظور تھا تو پھر اس مجید کا کیا صلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کو نور ہدایت اور فرقان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ رسولوں پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کرنے میں تمہاری فلاح ہے اور گزشتہ بہت سے انبیاء کی تفصیل بھی بیان فرمادی۔ لیکن آئندہ آنے والے نبیوں کے متعلق نہ کوئی صراحت فرمائی اور نہ یہ فرمایا کہ ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا تو پھر قرآن کیونکر نور اور ہدایت ٹھہرا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کا بیان ہے کہ جس حدیث میں آخر الانبیاء کا لفظ آیا ہے وہ خبر واحد ہے جو ظن کا مرتبہ رکھتی ہے اور عقائد میں ظنّیات کام نہیں دیتے۔ لیکن افسوس کہ یہ کہتے وقت اسے شاید اپنے طریق استدلال پر نظر نہیں رہی کہ وہ کہاں تک قطعیات کی رو سے بحث کر رہا ہے۔

اس طرح اس نے ان احادیث کی بہت سی تاویلیں کی ہیں جن میں حضور ﷺ کے متعلق آخر کے الفاظ پائے جاتے ہیں اور عربی، فارسی، اردو شعراء اور مصنفین کے اقوال کے حوالوں سے یہ دکھلایا ہے کہ لفظ آخر اکثر، بمعنی کمال استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے یہ تمام بحث ایک علمی دلچسپی کے سوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ یہاں بحث عقائد سے ہے نہ کہ الفاظ کے معنی سے اور چونکہ الفاظ زیر بحث سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس معنی پر ہی آج تک امت کا عقیدہ چلا آیا ہے اور یہ عقیدہ جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے۔ اس لئے اس عقیدہ کو تبدیل کرنا کسی ادیب عالم مفتی یا قاضی کا کام نہیں بلکہ یہ عقیدہ سوائے اس شخص کے جو مامور من اللہ ہو اور کوئی تبدیل نہیں کرا سکتا۔ اس پر پیچھے کافی بحث ہو چکی ہے کہ آیا مرزا صاحب نبی اور مامور من اللہ ہیں یا نہ اور آخر نتیجہ میں بھی اس پر بحث کی جائے گی۔

مدعا علیہ کی طرف سے شیخ محی الدین ابن عربیؒ اور دیگر بزرگان کے اقوال نقل کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان کے نزدیک بھی نبوت مرتفع ہونے سے یہ مراد ہے کہ شریعت والی نبوت مرتفع ہوگئی نہ کہ مقام نبوت اور کہ وہ حضور ﷺ کے قول لانی بعدی کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا آپ ﷺ

کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

مدعیہ کی طرف سے ان اقوال کی توجہیں بیان کی گئی ہیں اور ان بزرگان کے دیگر اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری نبی ہونے کے قائل تھے۔ لیکن قطع²²¹⁸ نظر اس کے یہ ممکن ہے کہ یہ اقوال لکھتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ان لوگوں کے ذہن میں ہو اور اس لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ ﷺ کے بعد جب بھی کوئی نبی ہو گا وہ آپ ﷺ کی شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اس کا فیصلہ تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے پوری طرح کیا جاسکتا ہے۔ ان حوالوں کو چونکہ اس فیصلہ میں بحث سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس لئے ان پر زیادہ رائے زنی کی ضرورت نہیں اور اگر ان تحریروں کا مطلب مدعا علیہ کے اذعا کے مطابق بھی صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ ان کی ذاتی رائے ہے یا امت کا عقیدہ۔ اگر ان تحریروں کے بعد امت نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا اور ان کا عقیدہ جو ان کا توں رہا ہے اور اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تو پھر یہ تحریروں ان کی ذاتی اور شخصی رائے کے سوا اور کوئی وقعت نہیں رکھتیں اور اگر ان کے یہ اقوال ان کا کشف بھی سمجھے جاویں تو بھی جیسا کہ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے کہا ہے۔ دین کے معاملہ میں وہ دوسروں پر کوئی حجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سوائے نبی کی وحی کے اور کوئی بات قطعی نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی دوسری حدیث پر جس میں آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے نبیوں کے متعلق کہا ہے کہ جب ان میں ایک نئی فوت ہوتا تھا تو فوراً اس کا خلیفہ نبی ہوتا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ یہاں حضور ﷺ کی مراد بعدیت متصلہ ہے۔ یعنی آپ کے فوراً بعد ایسا نہیں ہوگا اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اوّل تو اس حدیث کے یہ معنی تاویلی ہیں۔ دوسرے انہیں کہا جاسکتا کہ حیرہ سو سال کے عرصہ میں ایسا کوئی زمانہ نہیں آیا کہ جس میں نبی کی ضرورت محسوس نہ کی گئی ہو۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کے لئے مدعا علیہ جس قسم کی نبوت ثابت کرنا چاہتا ہے اس کی اس معنی سے تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے نزدیک مرزا صاحب کو جو نبوت ملی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال اتباع اور فیض سے ملی ہے اور یہ پایا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہی حضرت عمر حضور ﷺ کے ایسے متبعین میں سے تھے کہ جن کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے اور ان کی بابت حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے اور یہ بھی کہا کہ²²¹⁹ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔ تو کیا حضرت عمرؓ سے بڑھ کر اس وقت حضور ﷺ کی اتباع کی لحاظ سے کوئی شخص نبوت کا مستحق ہو سکتا تھا؟ لیکن مدعا

علیہ کی مذکورہ بالا صراحت کے مطابق وہ حضور ﷺ کے بعد اس لئے نبی نہ بنے کہ اس وقت نبی کی ضرورت نہ تھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے اتباع سے نبوت ملنے کے ساتھ مشیت میں یہ بھی مقدر ہے کہ اس قسم کے نبوت اس وقت دی جاوے جس وقت کہ اس کی ضرورت ہو اور اس سے مدعا علیہ کے اس اصول کی نفی ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کے کمال اتباع اور فیض سے نبوت مل سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور ہے کہ حضرت عمرؓ کو نبوت عطا ہو جاتی۔ کیونکہ وہ نہ صرف کامل قبیلین میں سے تھے۔ بلکہ حضور ﷺ کے خاص مورد الطاف تھے اور جیسا کہ حضور ﷺ کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ وہ نبی ہوں۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ کے بعد نبوت منقطع ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہو سکتے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس حدیث کو کہ میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے، ضعیف کہا گیا ہے اور پھر اس ضمن میں لفظ بعد کے بہت سے تاویلی معنی کئے گئے ہیں اور شاید اس لئے کہ یہ حدیث مدعا علیہ کے منشاء کے بالکل مخالف تھی۔ حدیث کے الفاظ ایسے مبہم نہیں کہ ان کے مفہوم کے لئے کسی تاویل کی ضرورت ہو۔ ان سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہاں بعد سے کیا مراد ہے۔

ختم نبوت کے بارہ میں مدعیہ کی طرف سے جو حدیث بیت النبوت والی پیش کی گئی ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس میں من قبلی کے الفاظ ہیں اور ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے جو حضور ﷺ سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا اس میں ذکر نہیں۔ لیکن یہ حجت اس لئے درست نہیں کہ اس حدیث میں نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور اس کی تکمیل کے سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے وجود سے قبل غیر مکمل تھا۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے پر مکمل ہو گیا۔ اگر آئندہ انبیاء کا سلسلہ جاری رہنا تسلیم کیا جاوے تو پھر اس گھر کی تکمیل لازم نہیں آتی۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ اب سلسلہ²²²⁰ انبیاء میں سے اور کوئی باقی نہیں۔ نبوت کو ایک گھر سے تشبیہ دی گئی اور جیسا کہ گھر کی چٹائی اینٹوں سے کی جاتی ہے۔ اس سے بیت نبوت کی چٹائی انبیاء سے ہوئی اور جو ایک اینٹ اس گھر کی تکمیل کو ناقص بنائے ہوئے تھی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف لانے پر پوری ہو گئی۔ اس مثال سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ مشیت ایزدی میں جو تعداد انبیاء مقرر تھی وہ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پوری ہو چکی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ انبیاء کی تعداد میں اب کوئی عدد باقی نہیں رہا۔ اس لئے سابقہ اعداد میں سے ایک کو

واپس لانا پڑا ہے۔ اس پر مدعا علیہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا آنا تسلیم کیا جاوے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ مکان کی تعمیر ادھوری رہ گئی۔ لیکن یہ حجت اس لئے قائم نہیں رہ سکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مکان کی تعمیر میں پہلے شامل ہو کر اسے مکمل کر چکے ہیں اور نئے نبی اگر ابھی اور آنے باقی ہوں تو پھر اس عمارت کی تعمیر مکمل نہیں کجھی جاسکتی۔ اس کی تکمیل اس وقت کجھی جائے گی جب تمام انبیاء ختم ہو چکیں۔ اس لئے اسے اس وقت میں مکمل سمجھا جائے گا جب کہ تمام انبیاء کا سلسلہ ختم نہ ہوئے۔ حضور ﷺ کا اس عمارت کو اپنی تشریف آوری سے مکمل فرمادینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تعداد انبیاء میں سے اور کچھ باقی نہیں۔ حضرت عیسیٰ کا آنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے تکمیل شدہ مکان میں سے کچھ اثاثیں اکھاڑ کر بشرط ضرورت دوسری جگہ لگا دے۔ اس پر یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنے مکان کو اکھیرا، یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے مکان کو مکمل نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی تکمیل پہلے ہو چکی تھی۔

مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا نبی ہونا اس مکان کی تعمیر کا منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں حضور ﷺ کے فیض سے نبوت ملی ہے۔ اس لئے یہ نبوت اس مکان بیت البتوت کی تکمیل کا سلسلہ شمار ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایک مکمل چیز پر اگر کوئی اور زائد چیز بطور اضافہ شامل کیا جاوے تو اس سے دوہی صورتیں پیدا ہوں گی یا تو وہ زائد چیز اس کی زینت کو²²²¹ بڑھا دے گی یا اسے بدزیب کر دے گی۔ اب اگر مرزا صاحب کو بیت النبوة پر چسپاں کیا جاوے تو وہ یا تو اس کی زینت کو بڑھائیں گے یا اسے بدزیب کریں گے۔ اگر سمجھا جاوے کہ ان سے اس کی زینت بڑھے گی تو اس سے وہ افضل الانبیاء ہو جائیں گے نہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور یہ بات ان کے اپنے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اب صاف ہے کہ ان کے اس بیت النبوة پر چسپاں ہونے سے دوسری ہی صورت پیدا ہوگی اور اس گھر کی تکمیل میں وہ زائد از ضرورت ہی رہیں گے۔ اس لئے اس حدیث سے جس کی صحت سے مدعا علیہ کو بھی انکار نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا پوری طرح ثابت ہو جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے ایک اور حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تمیں کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جو بھی دعویٰ نبوت کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آخر زمانہ میں آنے والے مسیح موعود کو خود حضور ﷺ نے بھی نبی اللہ کے لقب سے ملقب

فرمایا ہے۔ دوسرا تمہیں کی تعین بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا بھی آ سکتا ہے۔ تیسرا اس حدیث کا مضمون آج سے قریباً پانچ سو برس پہلے پورا ہو چکا ہے۔ کیونکہ ۳۰ دجال و کذاب گزر چکے ہیں۔ اس کا جواب ایک تو خود گواہ مدعا علیہ نے ہی دے دیا ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی حدیثیں ہیں کہ جس میں کذابوں کی تعداد کم و بیش ۷۰ تک بیان کی گئی ہے۔ اس لئے سمجھا جائے گا کہ حضور ﷺ نے ۳۰ کی کوئی متعین تعداد بیان نہیں فرمائی بلکہ اس قسم کے اعداد بیان کرنے سے حضور ﷺ کی مراد کذابوں کی کثرت بیان کرنے سے تھی۔ کیونکہ اگر مدعا علیہ کی بحث کی رو سے یہ قرار دیا جاوے کہ ایسے کذابوں کی صحیح تعداد ۲۷ ثابت ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو تیس کذاب اس سے قبل گزندے بیان کئے جاتے ہیں ان میں سے تین ضرور سچے ہوں گے۔ لیکن ایسا ثابت نہیں ہوتا اور ان باقی ماندہ تین کو بھی دنیا نے جھوٹا ہی سمجھا اور انہیں بھی کذابوں کی ذیل میں داخل کیا گیا۔ دوسرا مسیح موعود کے آنے کی استثناء خود حضور ﷺ نے فرمادی اور ساتھ ہی اس کا نام عیسیٰ ابن مریم ہلا کر اسے نام سے ہی مشخص فرمادیا۔ علاوہ ازیں اگر سچے نبی ہو سکتے تھے تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جہاں حضور ﷺ نے جھوٹے نبیوں کی آمد اور ان کی تعداد کی اطلاع دی تھی۔ وہاں اس کی ²²² تصریح کیوں نہ فرمائی کہ اس کے بعد سچے نبی بھی آئیں گے اور اس قدر آئیں گے۔ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ امت کو ایک گمراہی سے بچا کر دوسری گمراہی میں ڈال دیا جاتا اور انہیں جھوٹے اور سچے نبی میں تمیز کرنے کے لئے کوئی معیار نہ بتلایا جاتا۔ اس لئے یہ حدیث بھی مشیت ادعا مدعیہ اور مدعا علیہ کی حجت کے منافی ہے۔

لہذا اس تمام بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مسئلہ کذاب وغیرہ کاذب مدعیان نبوت کے جو حوالے مدعیہ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں اور یہ کہا گیا ہے کہ انہیں اس بناء پر قتل کیا گیا کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کے ساتھ صحابہ کرام جنگ کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کا مقابلہ کر کے خود بادشاہ بننا چاہا تھا اور نبوت کے دعویٰ کو اس کے حصول کے لئے انہوں نے صرف ایک ذریعہ بنایا تھا۔ اگر مدعا علیہ کا یہ ادعا درست بھی سمجھ لیا جاوے تو چونکہ اس کے ساتھ ہی وہ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعویٰ نبوت کو حصول حکومت کے لئے ایک ذریعہ بنایا تھا تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا جاسکتا ہے کہ جس بناء پر وہ اپنے آپ کو حکومت کا حقدار سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اسے بھی نادرست

سمجھا تھا۔ اگر صحابہ کے ذہن میں یہ ہوتا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ہو سکتی ہے تو وہ ان کی نبوت کے متعلق پورا اطمینان کرتے اور اس کے بعد ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرتے۔ خلافت ارضی جلیل القدر انبیاء کی نبوت کا ایک جزو لاینفک رہی ہے اور ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مدعیان نبوت خلافت ارضی کو لازماً نبوت میں سے سمجھتے ہوئے دعویٰ نبوت کے بعد اس کے لئے کوشاں ہوئے ہوں تو اس صورت میں صحابہؓ کا ان کے ساتھ جنگ کرنا دعویٰ نبوت کی بناء پر متصور ہو گا نہ کہ بغاوت کی بناء پر۔ کیونکہ انہیں باغی مرتد اور کافر قرار دیا جا کر سمجھا گیا۔²²²³ اس سلسلہ میں مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں۔

(ظلی و بروزی)

مدعا علیہ نے اپنی بحث میں آگے یہ دکھلایا ہے کہ مرزا صاحب نے ظلی اور بروزی کی اصطلاحات یہ دکھانے کے لئے قائم کی ہیں کہ جس قسم کی نبوت کے وہ مدعی ہیں وہ شریعت والی نبوت نہیں اور نہ اس سے قرآن مجید کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ آپ کا مطلب ان سے صرف یہ تھا کہ ان کو بلا واسطہ نبوت نہیں ملی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے اتباع اور آپ میں فنا ہو کر اور آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ نبوت ملا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے آپ کو ظلی نبی لکھا تا کہ آئندہ لوگ نبی کا لفظ سن کر چونک نہ پڑیں اور اس ظلی بروزی کے لفظ سے سمجھ لیں کہ آپ ویسے نبی نہیں جو معروف اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہ ہر ایک کمال آپ کو آنحضرت ﷺ کے اتباع اور ذریعہ سے ملا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نبوت کی حقیقت سمجھانے کے لئے ظلی، بروزی اور امتی نبی کی اصطلاحیں مقرر کیں تاکہ لوگ نبی کے لفظ سے دھوکا نہ کھا جائیں اور اصطلاحوں کا قائم کرنا ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ بروزی وغیرہ کے الفاظ صوفیاء نے بھی قائم کئے ہیں۔ مرزا صاحب تنازع کے اس معنی میں جس معنی میں کہ اہل ہند سمجھتے ہیں قائل نہ تھے۔ ان کے اس قول سے کہ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو، طبیعت اور مشابہت کے لحاظ سے..... عبد اللہ پر عبد المطلب کے گھر جنم لیا“ سے یہ مراد نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش حضرت ابراہیم ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ انہوں نے (تزیان القلوب ص ۱۵۵، خزائن ج ۱۵ ص ۴۷۷، حاشیہ) پر جو دو دروہ کی تفسیر خود ہی بیان کی ہے اور تنازع کے مسئلہ کا رد مرزا صاحب نے اپنی بہت سی کتابوں میں کیا ہے۔ مہدی موعود کی بروزی نبوت کے متعلق مدعیہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے جو اعتراض کیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اس حوالہ کے آگے کی عبارت نہیں پڑھی۔ اس میں خاتم الاولاد کا

مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسان کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی۔
 باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں۔ سوائے ظلی اور بروزی اصطلاحات کے باقی
 تمام بحث فرعی امور کے متعلق ہے جن کا امرابہ النزاع پر چنداں کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن اس کے
 جواب میں اگر مدعیہ کی بحث کو جواب پر بیان²²²⁴ کی جا چکی ہے دیکھا جاوے تو اس سے یہ نتیجہ
 درست طور پر برآمد ہوتا ہے کہ ظلی اور بروزی اور امتی وغیرہ کی اصطلاحات محض الفاظ ہی الفاظ
 ہیں۔ دراصل مرزا صاحب کا دعویٰ حقیقی نبوت کے متعلق ہی تھا۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان
 کے خلیفہ ثانی کی تحریر جس کا حوالہ اوپر گزر چکا کی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی اس تحریر کے متعلق مدعا
 علیہ نے ان کی ایک اور تحریر کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مثال کے طور پر
 لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے یہ معنی کئے جاویں کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہوں تو ان معنوں کی رو سے
 حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں۔ یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریحی نبی مانتا ہوں۔
 لیکن اس سے ان کی وہ تحریر جس کا حوالہ مدعیہ کی طرف سے دیا گیا ہے رد نہیں ہوئی۔ وہ تحریر بذاتہ
 ایسی ہے کہ جس سے خود ایک مستقل مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے مرزا صاحب کے حقیقی
 نبی ہونے کا ثبوت دینے کی بھی آمادگی ظاہر کی ہے اور پھر ساتھ ہی یہ کہا کہ انہوں نے ظلی بروزی
 کے الفاظ محض بطور اکسار کے استعمال فرمائے ہیں اور کہ اس قسم کی فروتنی نبیوں کی شان میں داخل
 ہے۔ ان کے ان الفاظ کی مدعا علیہ کی طرف سے کوئی تردید نہیں کی گئی اور نہ ان کی کوئی تردید ہو سکتی
 ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے ایک اعلان میں یہ لکھا ہے کہ خدا نے مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود ہی
 قرار دیا۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برویات کے سلسلہ میں مرزا صاحب کے جن
 اقوال کا حوالہ گواہان مدعیہ کے بیانات میں دیا گیا ہے اور ان سے جو نتائج انہوں نے برآمد کئے
 ہیں اور جو ان کی بحث میں اوپر بیان کئے جا چکے ہیں ان سے واقعی یہ اخذ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب
 اپنے ان اقوال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس قسم کا جنم مراد لیتے ہیں کہ جو بطریق تنازع سمجھا
 جاتا ہے نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خو، طبیعت اور دیگر خصائل کے ودیعت ہونے سے ان
 سوالات پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی تکفیر سے تعلق رکھتے
 ہیں جو کہ اس مقدمہ میں ایک ضمنی سوال ہے۔ اس لئے ان کے ایسے عقائد پر کہ جن پر مقدمہ ہذا
 کے تصفیہ کا زیادہ دارومدار نہیں ہے۔ تفصیلی بحث بلا ضرورت ہے۔

²²²⁵ ذیل میں مدعا علیہ کی طرف سے مدعیہ کے ان اعتراضات کا جواب درج کیا جاتا

ہے جو مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت تشریعیہ کے متعلق عائد کئے گئے ہیں۔

اس کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں اپنے لئے رسول کا لفظ لکھا ہے وہاں انہوں نے اس لفظ کے ساتھ کسی جگہ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ انہوں نے صاف لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید اور کوئی کتاب نہیں۔ دعویٰ نبوت کے متعلق انہوں نے صاف کہا ہے کہ میں ان معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اور جہاں انہوں نے یہ کہا کہ مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ وہاں آگے یہ الفاظ بھی ہیں مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ جہاں مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی وحی پر اس طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح کہ قرآن اور دوسری وحیوں پر۔ اس سے ان کا صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ اخذ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے اقوال سے یہ مراد ہے کہ آپ اپنی وحی کو منجانب اللہ اور اس کے دخل شیطانی اور خطا سے پاک و منزہ ہونے پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اس کا وہ اظہار کر رہے ہیں اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت ہونے کے مدعی ہیں۔

مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ مرزا صاحب کا اپنی وحی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی ان کا مدعی نبوت تشریعیہ ہونا ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کی جو وحی اور تعلیم ہے وہ وہی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اب قرآن مجید کی اس تعلیم پر کاربند ہو کر دینی نجات پا سکتا ہے جو آپ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو دوسرا نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی میں کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ہے۔ بلکہ فرمایا کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوئیں۔ اس طرح مرزا صاحب پر قرآن مجید کے بہت²²²⁶ سے اوامر و نواہی نازل ہوئے اور انہی کے متعلق مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ: ”میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔“

مرزا صاحب کے قول نمبر ۶ مذکورہ بالا کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ شریعت محمدی کے اوامر و نواہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہو جانا ناجائز ہے۔ صرف ایسے اوامر و نواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت ﷺ کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں اترنا ممنوع ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے

مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے اور فرضی طور پر معترضین کو ملزم کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ یہ عذر بھی مخالفین کا باطل ہے۔ کیونکہ شریعت ادا مردوں کی کا نام ہے اور میرے الہامات میں امر اور نہی دونوں موجود ہیں۔

قول نمبر ۱۲ کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس سے جو مرزا صاحب کے صاحب شریعت نبی ہونے کا استدلال کیا گیا ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ اس جگہ انہوں نے صرف صاحب شریعت نبی محدث اور ملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدید نہیں لائے۔ ان کا حکم اس عبارت میں مذکور نہیں اس سے گواہان مدعیہ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ مرزا صاحب کی دوسری تحریروں کے مخالف ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ ”میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمات و مخاطبات الہیہ ہے۔“ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ”جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ پس جب کہ میں نے مذبذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا تو اس صورت میں میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ کفر اس پر پڑے گا۔“

مرزا صاحب کے مدعی صاحب شریعت ہونے کی بابت مدعیہ کی طرف سے جو ان کے ماہواری چندہ دیئے جانے کے حکم کا حوالہ دیا جا کر بحث کی گئی ہے۔ اس کے متعلق مدعا علیہ کا یہ جواب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں اور نہ اس میں تعمیل نہ کرنے والے کے متعلق کافر مرتد یا ملعون وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ حکم قرآن مجید کی تعلیم کے مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اتفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا ہے۔ مرزا صاحب نے اس قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا اور باوجود قدرت ۳، ۳۴ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے اور کچھ پرواہ نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں اور گواہان مدعیہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہے درست نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان لوگوں کے متعلق جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ فرمایا کہ اللہ کی قسم کہ اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باغداد جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی، تو میں ان سے قتال کروں گا۔ دیکھئے کہ زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ ادا نہ کرنے پر کتنی سخت سزا مقرر کی گئی۔ ان دلائل کا زیادہ تفصیلی جوابات دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو اگر گواہان

مدعیہ کی پیش کردہ دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو ان کا ابطال خود بخود ہی ثابت ہو جائے گا۔ تاہم ان کے مختصر جوابات درج کئے جاتے ہیں۔ رسول کی تعریف خود گواہ مدعا علیہ نے یہ کی ہے کہ جو صاحب کتاب ہو اور نبی عام ہوتا ہے۔ چاہے کتاب لائے یا نہ لائے۔ اب مرزا صاحب کے اپنے آپ کو رسول کہنے سے یہی مراد لی جائے گی کہ وہ صاحب کتاب نبی ہیں۔ علاوہ ازیں جو وحی کہ دخل شیطانی سے منزہ قرار دیا جاوے تو وہ منجانب اللہ ہونے کی وجہ سے اس طرح قطعی ہوگی جیسا کہ دیگر انبیاء کی وحی چنانچہ مرزا صاحب خود بھی فرماتے ہیں کہ اگر ان کی وحی کو جمع کیا جاوے تو وہ کئی جزئیں بن جائے۔ اب اس قسم کی وحی کو اگر کتابی صورت میں نہ بھی لایا جائے تو بھی کتاب اللہ کہلائے گی۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ادا امر و نواہی بیان کئے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی ایسی وحی جس میں شریعت محمدیہ کے ادا امر و نواہی کی تجدید ہے۔ بہت تھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی جو دیگر وحی ہے اس کی قطعیت کے لحاظ سے اس پر بھی اس طرح ایمان لانا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید پر اور وہ بھی شریعت کا جز و تصور ہوگی۔ اس لئے مرزا صاحب نے رسول کے لفظ کے ساتھ شریعت کا لفظ استعمال نہیں کیا تو بھی ان کی تصریحات²²⁷⁸ سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ صاحب شریعت رسول ہیں چاہے وہ صاف الفاظ میں یہ کہیں یا نہ کہیں۔ ان کے دیگر اقوال سے نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کے دیگر اقوال جن میں انہوں نے اپنی نبوت کی تشریح کی ہے یا یہ کہا ہے کہ جدید شریعت نہیں لائے۔ ان اقوال کا کہ جن سے مذکورہ بالا نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ رد نہیں بن سکتے۔ کیونکہ جیسا کہ شروع بحث میں دکھلایا گیا جو اقوال کہ اپنے اندر مستقل مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ ان کے مطالب وہی سمجھے جائیں گے جو ان اقوال کی اپنی طرز بیان سے اخذ ہوتے ہیں اور تا وقتیکہ اس بات کی صراحت نہ ہو کہ وہ اقوال واپس لئے جا چکے ہیں۔ دیگر اقوال نہ ان کے قائم مقام بن سکتے ہیں اور نہ ان کی تشریح۔

مرزا صاحب چاہے یہ کہیں یا نہ کہیں کہ ان کی وحی شرعی اور قرآن کی شکل ہے۔ وہ جب اسے دخل شیطانی سے پاک سمجھتے ہیں اور دوسروں پر حجت قرار دے کر اسے عدا نجات ٹھہراتے ہیں اور اپنے نہ ماننے والے کو بھی کافر سمجھتے ہیں اور بقول گواہ مدعا علیہ اب آئندہ کے لئے مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا بھی ضروری ہے تو پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ ان کی وحی شرعی نہیں؟ خصوصاً جب کہ صاحب شریعت کی تعریف بھی خود مرزا صاحب یہ کرتے ہیں کہ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر و نبی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا اور پھر آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ ادا امر و نواہی نئے ہوں۔ ان کی

اس تعریف کی رو سے صاف قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی وحی کو شرعی وحی سمجھتے ہیں اور جب وہ شرعی وحی ہوئی تو اس پر ایمان لانا اس طرح واجب ہوا جیسا کہ قرآن مجید پر۔ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی آیات کا نزول دیگر اولیاء اللہ پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے ان کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا اور نہ ان کو دوسروں پر بطور حجت پیش کیا ہے۔ اس لئے دیگر اولیاء اللہ کی مثال مرزا صاحب کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

²²²⁹ قول نمبر ۶ میں صاحب شریعت کے الفاظ مرزا صاحب کی طرف سے فرضی طور پر استعمال نہیں کئے گئے۔ جیسا کہ مدعا علیہ کا اذعا ہے۔ بلکہ بڑی شد و مد سے صاحب شریعت کی تعریف کی جا کر اپنا صاحب شریعت ہونا دکھلایا گیا ہے۔ اس قول کی عبارت پڑھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہاں صاحب شریعت کے الفاظ فرضی ہیں یا اصلی۔ اس قول کی مزید تائید پھر قول نمبر ۱۲ سے ہوتی ہے۔ اس قول کے مرزا صاحب کے دیگر اقوال کے تناقض ہونے کو خود گواہ مدعا علیہ نے بھی مانا ہے اور مرزا صاحب کے دیگر اقوال سے اس نقیض کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ قول بذاتہ کسی شرح کا محتاج نہیں اور اپنا مفہوم آپ ہی بیان کر رہا ہے۔ اس قول میں مرزا صاحب نے اپنی عظمت اور شان دکھلا کر یہ ثابت کیا ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی ہیں اور اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والوں کو وہ اس بناء پر کافر کہتے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے ایک دوسری توجیہ ہے کہ وہ اس شخص کو جو انہیں نہیں مانتا اس بناء پر کافر کہتے ہیں کہ وہ انہیں مفتی سمجھتا ہے اور چونکہ وہ مفتی نہیں ہیں اس لئے وہ کفر اس پر توفتا ہے۔

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو جو ماہواری چندہ دینے کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں ان کی طرف سے جو فرمان شائع ہوا ہے اور جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے اس کے ملاحظہ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے یہ حکم اللہ تعالیٰ سے مطلع ہو کر دیا ہے۔ گویا یہ حکم دراصل ان کا حکم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ گواہ مدعا علیہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ ایک ربانی حکم ہے اور اس ربانی حکم کی تعمیل نہ کرنے والے کو مرزا صاحب نے منافق کہا ہے۔ اب اگر مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ وہ مرتد اور ملعون ہے تو اس سے ان کے اس حکم کے نتیجہ پر کہ وہ منافق ہے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ منافق کو خداوند تعالیٰ نے کافروں کی ذیل میں شامل کیا ہے۔ بلکہ بہت بڑا کافر کہا ہے۔ اس لئے قاصر کو سوائے اس کے کہ اسے مرتد اور ملعون سمجھا جائے اور کیا کہا جائے گا۔ کیونکہ اس کا بیعت سے خارج ہو جانا بھی مثل ارتداد ہے۔

اگر مرزا صاحب کے باوجود اسے منافق کہنے اور بیعت سے خارج کرنے کے گواہ مدعا

علیہ کے نزدیک پھر بھی وہ مسلمان رہتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ مرزا صاحب کو نبی اللہ نہیں مانتا۔ ²²³⁰ کیونکہ نبی کے حکم کی تعمیل عین خدا کی تعمیل ہوتی ہے اور اس کی ناراضگی موجب غضب الہی، معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم دیتے وقت مرزا صاحب نے بھی اپنے مرتبے کو پوری طرح مد نظر نہیں رکھا اور اپنی طاقت کے ساتھ خدا کی طاقت کو بھی شامل کرنے کے باوجود قاصر کو صرف یہی سزا دے سکتے ہیں کہ اسے سلسلہ بیعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ حالانکہ خدا نے نبی کی وہ شان بنائی ہے کہ اس کے حکم کی عدم تعمیل تو بجائے ماند، اس کے آگے اونچا بولنے سے بھی تمام اعمال کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور عدم تعمیل احکام تو دین و دنیا میں کہیں کا نہیں چھوڑتی۔ اس سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے متعلق بھی اس قسم کا کوئی شرعی حکم نہیں۔ جس حکم کا حوالہ گواہ مدعا علیہ نے دیا ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اہل بیت کے ہاں نہ کہ خدا اور اس کے رسول، گواہ مدعا علیہ کا اس بارہ میں مرزا صاحب کا حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ مقابلہ کرنا مرزا صاحب کے مرتبے کی اور تنقیص ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف تو وہ انہیں نبی مانتا ہے اور پھر ان کے احکام کے مقابلہ میں ایک غیر نبی کے احکام پیش کرتا ہے۔ یہ معہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں نے مرزا صاحب کو باوجود نبی ماننے کے ان کی کیا شان سمجھ رکھی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب کا یہ حکم زکوٰۃ پر مستزاد ہونے کی وجہ سے ایک نیا حکم ہے اور اس بناء پر مرزا صاحب اپنی بیان کردہ تعریف کی رو سے بھی شرعی نبی ہوئے۔ ہر حکم انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں نافذ ہونا بیان کیا گیا ہے اور خود مدعا علیہ کی طرف سے اسے ایک ربانی حکم ہونا مانا گیا ہے اور پھر اس کی سزا بھی محض دنیاوی مقرر نہیں بلکہ قاصر کو منافی قرار دیا جا کر اور مرتد بنایا جا کر اسے عذاب آخرت کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ تو اس حالت میں کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔ بلکہ محض انفاق فی سبیل اللہ میں ایک ترغیب ہے۔ اگر نبیوں کے احکام کی اس طرح تعبیر کی جانی لگے تو پھر نبی اور رسولوں کے احکام تو بجائے ماند، احکام خداوندی کی بھی کوئی حقیقت نہیں رہتی اور نبوت کا تمام سلسلہ ہی ایک بے معنی سی چیز دکھائی دینے لگتا ہے۔ لہذا مرزا صاحب کی ان تحریروں سے جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ نتیجہ درست طور پر اخذ کیا گیا ہے کہ وہ ²²³¹ صاحب شریعت نبی ہونے کے بھی مدعیار ہیں۔ گو بعد میں انہوں نے اپنے اس دعویٰ میں کامیاب نہ ہونے کی صورت دیکھ کر اس پر زیادہ زور نہیں دیا اور اپنے ان اقوال کی جن سے ان کے صاحب شریعت نبی ہونے کے نتائج اخذ ہوتے مختلف تو جیہیں شروع کر دیں۔

اس کے بعد مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے قیامت، نفع صور اور حشر احیاء

وغیرہ اعتقادات کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ گواہان مدعیہ کی طرف سے ان عقائد کی نسبت جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں وہ درست نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب نے ان عقائد کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی رو سے درست ہے۔ ان عقائد کے متعلق زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ لکھ دینا کافی ہے کہ اگر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کیا جاوے تو پھر تو ان عقائد کے متعلق ان کی رائے ایک ذاتی رائے تصور ہوگی اور اس سے اختلاف کیا جانا ممکن ہوگا اور اگر انہیں نبی تسلیم کر لیا جاوے تو پھر ان کی رائے تعلیم وحی کا نتیجہ شمار ہو کر قابل پابندی ہوگا اور اس صورت میں اس سے ذرا بھر اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ اختلاف کرنے والا عاصی سمجھا جاوے گا۔ ان کے نبی نہ ہونے کی صورت میں ان کے یہ عقائد امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے تحقیق طلب ہوں گے اور ممکن ہے کہ اس صورت میں ان کے خلاف فتویٰ کی صورت بھی بدل جائے۔ مگر ان کے مدعی نبوت ہونے کی حالت میں ان کے یہ عقائد جمہور امت کے عقائد کے خلاف ہونے کے باعث وجوہات تخفیر میں مزید اضافہ کا سبب بن سکیں گے۔

اب ذیل میں توہین انبیاء کے سلسلہ میں مدعیہ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کو جو جواب مدعا علیہ کی طرف سے دیا گیا ہے وہ درج کیا جاتا ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو جن لوگوں سے مشابہت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی اس پاک کردہ کا ایک فرد ہوں۔ پھر کیونکر ان کی توہین کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ توہین اس کی اپنی توہین ہوگی۔

²²³² اصول کے لحاظ سے تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اس کا فیصلہ مرزا صاحب کے اقوال سے ہوتا ہے۔ گواہان مدعیہ کے بیانات میں اس کی مفصل بحث پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کے جن اشعار کو باعث توہین قرار دیا گیا ہے۔ اس سے کوئی توہین پیدا نہیں ہوتی۔ بلکہ مرزا صاحب کے ان اشعار سے مراد یہ ہے کہ جام عرفان الہی اور ایقان ہر نبی کو دیا گیا تھا اور خداوند تعالیٰ نے وہ پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے اور کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا ہے وہ آنحضرت ﷺ کے اتباع سے بطریق وراعت ملا ہے۔

مرزا صاحب پر یہ غلط اتہام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی بھی توہین کی ہے۔ بلکہ آپ کی کتب آنحضرت ﷺ کی تعریف سے پر ہیں۔ جن آیات قرآنیہ کے متعلق یہ کہا

جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی ہیں۔ ان کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اہل حدیث نے یہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان آیات کا مورد نزول و مخاطب وہ ہیں بلکہ ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے اور ان کمالات کے محل وہی حضرات ہیں جن کو خداوند تعالیٰ نے ان کمال کا محل ٹھہرایا ہے۔

لیکن یہ جواب اس وقت کے متعلق ہے جب تک کہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ مدعا علیہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب پر یہ الزام بھی قائل لگایا گیا ہے کہ انہوں نے عین محمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صاف طور پر کہا ہے کہ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے خدوم ہیں۔ میں ان کا ظل ہوں اور وہ اصل ہیں۔ میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کے اتباع میں اس قدر فنا ہوں کہ گویا میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے اور بزرگان دین نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ²²³³ کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہیں میں جذب ہو جاتے ہیں اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اوّل آخر ہونے کے، مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں عین محمد ہوں۔ بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے اور لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا کہ جو خلق، امت، ہمدردی، اخلاق میں اس کے مشابہ تھا اور ظاہری طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تاہم سمجھا جاوے کہ گویا اس کا ظہور عینہ آنحضرت ﷺ کا ظہور تھا۔ لیکن صوفیاء نے اس مقام کو عینیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اس پر بھی مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس استدلال کو مدعیہ کے پیش کردہ استدلال کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے آگے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کے اس شعر سے کہ ”عصف القمر المنیر وان لی“ سے آنحضرت ﷺ کی توہین نہیں نکلتی۔ کیونکہ اگر مرزا صاحب کے لئے چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اس لئے کہ احادیث کی کتب میں سچے مہدی کی علامات میں سے یہ قرار دیا گیا ہے۔ پس یہ نشان بھی آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہوگا۔ مگر مدعیہ کا استدلال اس پر نہیں کہ مرزا صاحب نے چاند گرہن کے نشان کو اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ بلکہ اس کی طرف سے توہین کا موجب یہ بات سمجھی گئی ہے کہ اس شعر میں رسول اللہ ﷺ کے معجزہ شق القمر کا استخفاف کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے متعلق مدعیہ کی طرف سے مرزا صاحب کے جن اقوال

پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کا مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے دوسری کتاب میں جہاں آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات بتلائے ہیں۔ وہاں اپنی پیش گوئیاں سو کے قریب لکھی ہیں اور آپ نے اپنے دس لاکھ ایسے نشانات بتلائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرت ﷺ کے شمار کئے جاویں تو دس (۱۰) ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ چونکہ معجزہ خرق عادات ہوتا ہے اور مرزا صاحب نے اپنے نشانات کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ اول درجہ کے خرق عادت ہیں۔ اس لئے ان نشانات کو بھی ²²³⁴معجزات ہی شمار کیا جائے گا۔ ہر دو فریق کے دلائل اس بارہ میں مسل پر موجود ہیں۔ ان سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ صداقت کس میں ہے۔ میں ان سوالات پر اس لئے بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ یہ سوالات مرزا صاحب کی اپنی ذات کے متعلق ہیں اور امر مابہ النزاع سے ان کا بہت تھوڑا تعلق پایا جاتا ہے۔ اس طرح مدعا علیہ کا یہ ادعا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کی بھی کوئی توہین نہیں کی۔ اس کے بعد پھر اس کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے سلسلہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے جہاں عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے وہ آنحضرت ﷺ کے متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے کی ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے ہوں اور دوسرے شعراء اور صوفیاء کے اقوال سے یہ دکھلایا گیا ہے کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے متبع ہونے کے باعث حضرت عیسیٰ پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے آئے ہیں۔ مگر اسے توہین نہیں سمجھا گیا اور اس ضمن میں شیخ محمود حسن صاحبؒ کے چند اشعار جو انہوں نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے مرثیہ میں لکھے ہیں درج کئے جا کر یہ بحث کی گئی ہے کہ ان اشعار سے انبیاء کی توہین نہیں ہوتی۔ پھر مرزا صاحب کے اشعار سے کیونکر توہین اخذ کی جاتی ہے۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے دیا ہے کہ جو مدعیہ اشعار ہوں وہ تحقیقی نہیں ہوتے۔ بلکہ بشری کلام میں انکل کے ہوتے ہیں اور شاعرانہ محاورہ نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی تو وہ عقیدہ ہوگا اور تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح انکل نہ ہوگی۔ حقیقت حال ہوگی۔ نہ کم نہ بیش۔ بشرانہائی حقیقت کو نہیں پہنچتا۔ تخمینی لفظ کہتا ہے اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ شاعرانہ نوع تعبیر عام اطلاق الفاظ نہیں اور وہ تخمینہ پر عبارت کہہ دیتے ہیں جو آس پاس ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور ضمیر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

²²³⁵ جموٹے اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ جموٹا کوشش کرتا ہے کہ میری کلام کو لوگ سچ مان لیں اور شاعر کی اصلاً یہ کوشش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ حاضرین بھی میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو دوسرے وقت وہ اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے اور ایسے واقع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں۔ مبالغہ شاعروں کے ہاں ہوتا ہے اور یہ ایک قسم ہے کلام کی جو فنون علیہ میں درج ہے اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے کہ جموٹی چیز کو بڑا ادا کرنا اور بڑی چیز کو چھوٹا بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو اور نہ مخلوق کو منوانا ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے کہ جس سے مغالطہ پڑتا ہے۔ نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے تو وہ اور جہاں کا ہے اور حضرت شاعر اور جہاں میں۔

چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب (دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱ ص ۲۴۰) پر لکھتے ہیں کہ ”یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔“ علاوہ ازیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مرزا صاحب نے شاعری کا شیوہ کس طرح اختیار فرمایا اور کیوں انہیں اس معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات عالیہ سے بطور نقل کے حصہ نہ ملا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے متعلق قرآن مجید کی سورہ یٰسین میں فرمایا گیا ہے کہ ”وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ“ اور سورہ شعراء میں شعراء کی مذمت کی جا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ ”السم ترانہم..... یفعلون“ اس حکم کے تحت میں تو مرزا صاحب کے نہ صرف وہ اقوال جو اشعار میں درج ہیں بلکہ کوئی قول بھی معتبر نہیں رہتا۔

مدعیہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ ”مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے کہا ہے۔“ مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں اس بات کو نہیں مانتا کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کیا۔ یا حقیقی طور پر کسی پرندہ کو پیدا کیا۔ کیونکہ اگر حقیقی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مردہ زندہ کرنے یا پرندے پیدا کرنے کو تسلیم کیا جاوے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا اور عمل ترب کے متعلق وہ اپنے ایک الہام کے حوالہ سے یہ لکھتے ہیں کہ ²²³⁶ ”یہ عمل الترب ہے۔ جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔ آپ نے اس عمل کو اپنے لئے اس لئے پسند نہ کیا کہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھلانے کی ضرورت نہ تھی اور حضرت مسیح کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے۔ باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ انہیں بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔“

اس جواب کے متعلق بھی مزید کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہر دو فریق کی طرف سے اس بارہ میں جو مواد پیش کیا گیا ہے وہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ اس سے ہر دو کے دلائل کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق مرزا صاحب کے جو دیگر اقوال ان کی کتب ”دافع البلاء اور ضمیر انجام آتھم وغیرہ“ سے پیش کئے جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ ان میں بہت ہی سب و شتم درج ہے۔ ان کی بابت مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ ان میں عیسائی مخاطب ہیں اور ان اقوال میں ان لوگوں کے اعتقادات کے مطابق جو ان کی کتابوں میں درج ہیں۔ انہیں الزامی جواب دیئے گئے ہیں اور فن مناظرہ میں اس قسم کی روش عام طور پر اختیار کی جاتی ہے اور اس کی تائید میں مدعا علیہ کی طرف سے دیگر علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کے ان اقوال کو اگر سیاق و سباق عبارت سے ملا کر دیکھا جاوے تو مدعا علیہ کا یہ جواب حقیقت سے خالی معلوم نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ان دشنام آمیز الفاظ کو سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے اپنی شہادت میں بسلسلہ توہین عیسیٰ علیہ السلام بیان نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں موجب ارتداد مرزا صاحب میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے۔ بلکہ میں نے اس چیز کو لیا ہے جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے اور اسے حق کہا ہے اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیئے ہیں اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا۔

میں نے²²³⁷ مرزا صاحب کی نیت پر گرفت نہیں کی زبان پر کی ہے اور نہ ہی وجہ ارتداد میں تعریض کو لیا ہے۔ بلکہ جس جھوٹ کو انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا اور جس جھوٹ کو اپنی جانب سے حق کہا وہ اسے وجہ ارتداد سمجھتے ہیں اور اس ضمن میں انہوں نے مرزا صاحب کے حسب ذیل اقوال داخل کئے ہیں۔ ”مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔“

(ضمیر انجام آتھم ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

اور کہا ہے کہ اس سے تعریض اور تصریح دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ ”عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے معجزہ نہیں ہوا۔“

(ضمیر انجام آتھم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

اس سے صریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین بنتی ہے۔ کیونکہ حق بات کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔ شاہ صاحب کی یہ رائے عین حق شناسی پر

جی ہے اور جن اقوال سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا نتیجہ نکالا ہے۔ ان سے واقعی ان کی توہین اخذ ہوتی ہے۔ باقی رہا کسی نبی کا دوسرے نبی سے افضل ہونے کا سوال اس کے متعلق شاہ صاحب کے بیان کے حوالہ سے اوپر جواب دیا جا چکا ہے۔

(تمام امت کی تکفیر)

چھٹی وجہ تکفیر بیان کردہ گواہان مدعیہ کا مدعا علیہ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ تمام امت محمدیہ مشرک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا حوالہ گواہان مدعیہ کی طرف سے دیا جا کر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا ہے اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے عملاً غلطی نہیں کی اور انہوں نے حیات مسیح کے عقیدہ کو مبداء شرک یا منجز الی الشرک قرار دیا ہے اور اس کو شرک عظیم کہنا باعتبار مایول الیہ کے ہے اور اس امر کو حق بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ درج کیا جاتا ہے کہ حیات عیسیٰ کے مسئلہ پر فریقین کو بحث کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی جس قسم کی حیات کے تمام مسلمان قائل ہیں وہ ادراک انسانی سے باہر ہے۔ اس لئے اسے اس واقعے کے ²²³⁸ طور پر ثابت کرنا ایک لاحاصل سعی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن مجید کی رو سے اس ظاہر زندگی کے علاوہ ایک اور قسم کی زندگی بھی ہے جس کو انسانی فہم اور عقل احاطہ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ شہداء کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ خدا کے نزدیک زندہ ہیں اور اس کے ہاں انہیں رزق ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ”لا تحسبن الذین قتلوا..... من فضله“ پارہ ۴ رکوع ۷، سورہ آل عمران مدعیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا کہ مرزا صاحب نے ایک لفظ ”ذریۃ البغایا“ استعمال کر کے تمام مسلمانوں کو ولد الزنا قرار دیا ہے اس کا جواب مدعا علیہ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ ذریۃ البغایا کے معنی وہ نہیں جو فریق مخالف نے لئے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں۔ ظاہر میں اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور اور ناشائستہ آدمی جن کی حالت یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہریں ہیں وہ انہیں قبول نہ کریں گے یا یہ کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کا پیشوا اور امام سمجھتے ہیں یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتویٰ لے کر شہر بھر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ بغایا کے معنی ہر اول کے بھی ہوتے ہیں۔ نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ قاجرہ ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اس پر بھی زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لفظ کے استعمال اور طرز خطاب سے سمجھا جا

سکتا ہے کہ وہاں اس لفظ سے کیا مراد ہے۔

مرزا صاحب اپنے مکذبین اور منکرین کو کافر کہنے سے مدعیہ کی طرف سے جو انہیں کافر کہا گیا ہے اس کے متعلق مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ جو شخص انہیں نہیں مانتا وہ انہیں مفتوی قرار دے کر نہیں مانتا۔ اس لئے ان کی تکفیر کی وجہ سے وہ خود کافر بنتا ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول جواب نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اگر واقعہ میں کافر ہو تو اسے کیوں کافر نہ کہا جاوے۔ اس طرح تو کسی پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ مرزا صاحب کے سچے یا جھوٹے نبی ہونے کے متعلق اوپر بحث کی جا چکی ہے۔ لہذا ان دلائل کی رو سے اگر کوئی شخص ان کو کافر کہتا ہے تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ خود پھر کیونکر کافر ہو جائے گا اور اگر بالفرض محال یہ رائے درست بھی ہو تو ²²³⁹ پھر صرف ان لوگوں کو کافر کہنا چاہئے جو مرزا صاحب کو کاذب یا کافر کہیں۔ جو ان کی نہ تکذیب کرتے ہیں اور نہ تکفیر۔ انہیں کیوں کافر کہا جاتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہیں کافر کہنے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ مرزا صاحب کو مفتوی جان کر کافر کہتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب (نفاوی احمدیہ ج ۱ ص ۲۶۹) پر یہ بیان کی ہے کہ: ”کسی کا کوئی عمل میرے دعویٰ اور دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہو سکتا۔“

پھر آگے اس کتاب (نفاوی احمدیہ ج ۱ ص ۳۰۸) پر لکھتے ہیں کہ: ”بہر حال حکم خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص کو جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔“

ان عبارات سے صاف اخذ ہوتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا خواہ ان کو کافر کہے یا نہ کہے وہ مسلمان نہیں اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الہی میں قبول نہیں ہے۔ مدعا علیہ کے گواہان نے ریاست ہذا کے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے اور یہ دکھانے کے لئے کہ گواہان مدعیہ نے مرزا صاحب اور ان کے متبعین کے خلاف فتویٰ تکفیر محض اپنے بغض اور عناد کی بناء پر اور اپنے بزرگان کے اقتداء کا خگر ہونے کی وجہ سے دیا ہے۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کہ جن کا نہ صرف ریاست بہاول پور کا ایک حصہ معتقد اور مرید ہے بلکہ جن کے سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں بھی بکثرت مرید پائے جاتے ہیں کی ایک کتاب ”اشارات فریدی“ سے یہ دکھایا ہے کہ ان کے نزدیک مرزا صاحب کسی عقیدہ اہل سنت والجماعت اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں پائے

جاتے۔ بلکہ آپ ان کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ وہ اپنے تمام اوقات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے ہیں اور حمایت دین پر کمر بستہ ہیں اور کہ علمائے وقت تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ اس نیک آدمی کے پیچھے پڑ گئے ہیں جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔

اور خواجہ صاحب کی اس تحریر پر بڑی شرح اور بسط سے بحث کی جا کر یہ دکھلایا گیا ہے کہ یہ الفاظ خواجہ صاحبؒ کے اپنے ہی ہیں اور انہوں نے مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی۔ مدعیہ کی طرف سے بھی اس کا مفصل جواب دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی جو کتابیں خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھیں تھیں۔ ان میں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی ایک تحریر سے جو آپ کی کتاب (انجامِ آتم ص ۶۹، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) پر درج ہے پایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی بعد میں مرزا صاحب کے مکلف اور مکذب ہو گئے تھے مرزا صاحب اس تحریر میں لکھتے ہیں کہ: ”اب ہم ان مولوی صاحبان کے نام ذیل میں لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکلفین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکلف اور مکذب ہیں۔“

اور اس کے ساتھ مرزا صاحب نے ہر دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔ اس فہرست میں میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچاں علاقہ بہاول پور کا نام بھی درج ہے۔ فریقین کی ان بحث ہائے کو مد نظر رکھتے ہوئے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایک مقدس اور نیک لوگوں کے گروہ کا نام صوفیائے ہے۔ ان صوفیائے کرام کو ذکر الہی، عبادت اور ریاضت سے جو ذوق اور حظ حاصل ہوتا ہے اس میں ان پر تجلیات الہی وارد ہوتی ہیں، اور ان کے قلب کی کچھ اس قسم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے وہ کچھ غیب کی خبروں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ اس کو وہ الہام یا کشف کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام نے اسے مجازی طور پر وحی سے بھی تعبیر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے نبی کی تعلیم کے تحت عمل پیرا ہوتے ہیں۔ نبی مامور من اللہ ہوتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے براہ راست غیب کی خبروں کی اطلاع دی جاتی رہتی ہے اور اسے حکم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچائے۔ انہیں قیامت کے دن سے ڈرائے اور آئندہ زندگی کے حالات سے مطلع کرے اور جس ذریعہ سے انہیں یہ اطلاع ہوتی ہے۔ اسے وحی کہا جاتا ہے اور وحی کی یہ اصطلاح انبیاء کے لئے ہی مختص ہے۔ دوسری جگہ اگر یہ لفظ

استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مجازی یا لغوی معنی لئے جاتے ہیں۔²²⁴¹ انبیاء کو یہ وحی تین طریق پر ہوتی ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ کوئی بات کسی نبی کے دل میں ڈال دیتا ہے یا فرشتوں میں سے کوئی قاصد بھیج کر اس کے ذریعہ سے مطلع فرماتا ہے۔ یا پس پردہ خود کلام فرماتا ہے۔ یہ وحی چونکہ دخل شیطانی سے منزہ ہوتی ہے۔ اس لئے اسے قطعی سمجھا جاتا ہے اور اس کا نہ ماننا کفر ہے۔ اولیاء کا الہام یا کشف گو دخل شیطانی سے پاک بھی ہوتا، ہم نہ وہ قطعی ہوتا ہے اور نہ ہی دوسروں پر کوئی حجت ہوتا ہے۔ بلکہ الہام اور کشف کے ذریعہ قرآن مجید کے معارف اور اسرار سمجھائے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں بعض اکابر صوفیائے کرام پر آیات قرآنی کا نزول بھی ہوتا ہے۔ ان آیات کو وہ اپنے اوپر چسپاں نہیں کرتے۔ بلکہ جیسے کسی سیاح کو دوران سیاحت میں اعلیٰ مقامات دکھلائے جاویں۔ اس طرح ان کو اعلیٰ مراتب روحانی کی سیر کرائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جب اس میدان میں گامزن ہوئے اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا تو وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے سابقہ اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ لفظ سن کر چونکے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں اس کی کثرت کا نام ہو جب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔ سو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ کو برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور پر کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چونکے۔ اس پر انہوں نے پھر یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت ﷺ کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ ظلی اور بردوزی نبی ہوں اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں۔ اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا اور شدہ شدہ تشریح نبوت کے دعویٰ کا اظہار کر دیا۔ لیکن صریح آیات قرآنی²²⁴² اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو انہوں نے اس دعویٰ کو ترک کر کے اپنا مفرز ول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جاتلاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھلایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی امت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطاء کیا جائے گا، نہ یہ کہ حضرت مسیح ناصری واپس آئیں گے۔ مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے اور نامعلوم اس نے بطور خود یا مرزا صاحب کی کسی تحریر کی رو سے یہ بیان دیا ہے کہ احادیث میں جو عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق وقوع کے لحاظ سے ہر نئی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی مثال اس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دے کر یہ دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روایا کی بناء پر یہ سمجھا کہ وہ حجریمامہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ لیکن آپ جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھا اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہو جائے گی اور کہ امتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ غرض مرزا صاحب نے سابقہ مراحل سے گزرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کا اظہار شروع کر دیا اور نبوت کو پھر ایک ایسا گورکھ دھندہ بنا دیا کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آ سکا ہے اور نہ ہی ان کے اپنے متبعین جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے۔ ان کے مرتبہ کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ باللہ ان کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ محسوس فرمایا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کے لئے اور مرزا صاحب کو نبوت کا مرتبہ عطاء فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بقول مرزا صاحب پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق²²⁴³ تھیں۔ مرزا صاحب کی طرف پھیر دیا اور پھر انہیں کبھی مریم بتایا اور کبھی عیسیٰ اور اس کے بعد بارش کی طرح وحی کر کے یہ جتلا یا کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اب تم بلا خوف و خطر نبی ہونے کا دعویٰ کر دو اور جہاں پہلے وہ "فاستمع لصابوحی" اور "یا ایہا المدثر قم فانذر" کی تحکمانہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چوکنا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا صاحب کے لئے اسے نعوذ باللہ مختلف جیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا صاحب کے اس طرز عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبوت کے عہدے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ اس نے پہلے تو مرزا صاحب کے لئے نبوت کی اصطلاح تجویز فرمائی۔ پھر وہ جب اس سے خوش نہ ہوئے تو ان کو

نبی کا خطاب عطاء فرمادیا۔ جیسا کہ نواب اور راجہ کے خطابات گورنمنٹ سے ان لوگوں کو بھی عطاء فرمائے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا صاحب کی اس سے بھی تلی نہ ہوئی باوجودیکہ اللہ تعالیٰ انہیں ”یا ولدی“ بھی فرما چکا تھا اور اس خیال سے کہ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خاتم النبیین کہہ چکا تھا۔ وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے خائف نہ ہوں۔ مرزا صاحب کو آپ کا کل بتا دیا گیا اور آخر کار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دیکھی اور یہ بھی خیال آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخر زمانہ میں بھجوانے کا وعدہ ہو چکا ہے تو انہیں مار کر مرزا صاحب کو نبی بتا دیا گیا۔ استغفر اللہ!

گواہ مدعا علیہ نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے کہ مرزا صاحب سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ خصوصاً جب کہ مرزا صاحب رسول اللہ ﷺ کے قتل بھی ہیں۔ غیر اغلب ہے کہ اصل کی فطرت قتل کی فطرت پر اثر انداز نہ ہوئی ہو اور علاوہ ازیں مرزا صاحب اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت ﷺ سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی کئی سال سے متواتر وحی کے بعد انہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے وحی الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعویٰ نبوت کر دیا ہو۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں امتی ہونے کے وقت نزول مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ بتلایا گیا کہ مسیح ناصری فوت²⁴⁴ ہو چکے ہیں۔ اس لئے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ امتی کو وقوع کے وقت تحقیق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔ گواہ مذکور نے رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے کہ آپ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ حجت اس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ کے حجریمامہ کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے مدینہ عالیہ کی طرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ کا صرف ایک خیال تھا جو وقوع میں نہ آیا اور اس رویہ پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیت ایزدی میں مقدر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر نبی کو کسی طرح غلط فہمی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فوراً رفع کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جائے اور نہ خود نبی پر اور نہ اس کے کامل قبیعین پر اس کا افشاء ہو۔ اس لئے یہ کہنا بڑی دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے پھر اخیر عمر میں جا کر اپنے دعویٰ کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا۔ جس سے انہوں نے اپنے دعویٰ کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے اس خطبے سے جو انہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے اس میں درج ہے کہ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی کرنے والا ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا گہرا اور دور ہے ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا صاحب کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصہ ایسی روش اختیار کی ہے کہ جس سے نتیجہ گڑبڑ ہے اور²²⁴⁵ ان کو بوقت ضرورت مخلصی اور مفراتی رہے۔ چنانچہ کہیں وہ تو ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو کلمتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواتر دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرک نہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں مدعا علیہ کی طرف سے اس ضمن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کی ہر آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث قوی نہیں اور باوجود قوی نہ ہونے کے اس کی مراد میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس حدیث میں لفظ طین سے تو جو کچھ رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھا وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجہلاً ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کی مراد وہ ہے کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور ازلہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں اور طین سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کر دے اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں۔ لیکن ایسا کہ بعض جو مخالف ظاہر ہو اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں۔ مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا اور بعض

اوقات باطیعت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ ہے کہ ہم مکلف فرمانبردار بندے اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں اور وطن کو سپرد کر دیں خدا کے۔ تاویل کے متعلق ان کا یہ جواب ہے کہ اخبار احاد کی تاویل اگر کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے تو اس کے قائل کو بدعتی نہیں کہیں گے۔ اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں تو وہ غلطی ہے۔ آیات قرآنی متواتر ہیں اور قرآن وحدیث جو نبی کریم سے ہم تک پہنچا اس کی دو جاتیں ہیں۔ ²²⁴⁶ ایک ثبوت کی، دوسری دلالت کی۔ ثبوت قرآن کا متواتر ہے۔ اس قواتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسا ہی جو شخص قواتر کی صحت کا انکار کرے اس نے دین ڈھا دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی۔ اگر اجماع ہو جائے صحابہ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے کہ مدلول یہی ہے تو پھر وہ دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا بسم اللہ سے لے کر وہاں تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کبھی ظنی ہے اور کبھی قطعیت، لیکن قرآن کے معنی سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں تاویل اور مرویات میں ہو سکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مدعیہ کے گواہ مولوی نجم الدین صاحب نے بیان کیا ہے۔ اس بحث سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے اور اس کے طعن کے معنی ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین معنی آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا معنی سے انکار کفر ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا اور جن مسائل کی بنیاد پر اس نے ایسا کہا ہے۔ وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت، لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنی مدعیہ کی طرف سے کئے گئے ہیں اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے اس عقیدہ سے انحراف واردہ اد کی حد تک پہنچتا ہے اور کہ آنحضرت ﷺ کے بعد عہد نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا صاحب صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے اور ان کے نبی نہ ہونے کی تائید میں ایک یہ امر بھی ہے کہ ان کے متبعین میں سے ایک گروہ جو لاہوری کہلاتے ہیں انہیں نبی تسلیم نہیں کرتے۔

لہذا ان کے مخالف جملہ فرقوں کے نزدیک اور ان کے ایک موافق فرقہ کی رائے میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین معنی آخری نبی ہونا ثابت ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کی نبوت کا دعویٰ کسی حالت میں بھی درست نہیں۔ ظنی اور بروزی نبی اگر آنحضرت ﷺ کے کمال اتباع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا صاحب کے آنے ²²⁴⁷ سے قبل کئی آچکے ہوتے۔ علاوہ

ازیں مرزا صاحب کو درجہ کمال بھی اس وقت حاصل ہو سکتا تھا کہ اس قسم کے اور کئی نئی پیدا ہو چکے ہوتے۔ کیونکہ ہر جنس کا کمال اس بات کو تسلیم ہے کہ اس کے اور ناقص افراد موجود ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی لئے افضل الانبیاء ہیں کہ سلسلہ رسالت اور نبوت میں دیگر انبیاء منسلک ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء ظاہر کر کے یہ بیان کیا ہے کہ وہ ولایت ختم کر چکے۔ لیکن اس سے وہ ولی ہی شمار ہوں گے۔ نبی نہیں سمجھے جائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افاضہ روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجہ کمال حاصل ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ درست کہا گیا ہے کہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحیں دراصل الفاظ ہی الفاظ ہیں۔ ورنہ دراصل مرزا صاحب کی مراد اس سے اصل نبوت سے ہے۔ جیسا کہ اس کی تشریح بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے کی۔ کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ مغالطہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور نہ ہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔ مرزا صاحب نے یہ بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اسلام میں ایک فتنہ کی بناء ڈالی ہے اور ناممکن نہیں کہ ان کے بعد کوئی اور شخص دعویٰ نبوت کرے۔ ان کی کارگزاری کو بھی ملیا میٹ کر دے۔

(دین یا تماشا؟)

اس طرح مذہب سے لمان اٹھ جائے گی اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تفریح بن جائے۔ اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین کے قائم نہ رہے گی۔ اس لئے بھی رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صحیح میں سے ہونے کے از بس ضروری ہے۔ مرزا صاحب رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ اس لئے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے۔ جس کی آج تک امت مرحومہ پابند چلی آئی ہے۔ خدا کا تصور اس نے تیندوے سے تشبیہ دے کر ایسا پیش کیا ہے کہ جو سراسر²²⁴⁸ نص قرآنی کے خلاف ہے اور اس طرح یہ بیان کر کے کہ خدا خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی اور روزے رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جو سراسر نصوں قرآنی کے خلاف ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ”هو الذى ارسل رسوله..... الخ“ کے متعلق انہوں نے یہ کہا کہ اس میں میرا ذکر ہے اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں

میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔ اس طرح اور کئی ایسی تہنکس ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔ اس سے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین کا نتیجہ درست اخذ کیا گیا۔ اس طرح ان کے بعض اقوال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین ظاہر ہوتی ہے اور حضرت مریم کی شان میں مرزا صاحب نے جو کچھ کہا ہے اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا صاحب کو کافر قرار دینے کے اور کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔ مدعا علیہ کی طرف سے مرزا صاحب کی بعض کتب کے حوالے دیئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدیہ لکھے ہوں اور ثناء خوانی بھی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اجاع اور اطاعت گزاری کرے اور مدح و ثناء کرتا رہے لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے تو کوئی انسان اس کو مطہج اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے دیگر صوفیائے کرام کے بعض ایسے اقوال جو مرزا صاحب کے بعض اقوال کے مشابہ ہیں۔ بیان کئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ ان اقوال کی بناء پر پھر ان بزرگان کو کیونکر مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا جواب بالفاظ سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اولیاء اللہ کو ان کی طہارت تقویٰ اور تقدس کی خبریں سن کر اور ان کے شواہد و افعال و اعمال اور اخلاق سے تائید پا کر ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے اور قرآن اور نشانوں سے جو²²⁴⁹ خارج محوٹ عنہ سے ہوں۔ یعنی انہی شطیحات سے ان کی ولایت ثابت نہ کرتی ہو۔ بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہو۔ جو طریقہ ثبوت کا ہے اس کے بعد کہ ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مغایر یا موہم ہمارے سامنے پڑتا ہے تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور عمل نکالیں اور یہ کہ اس کا ٹھکانہ کیا ہے۔ شطیحات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جھگٹ جمانا ناہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جدا گانہ تجارب سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے۔ ثابت ہوئی ہو تو پھر اگر کوئی کلمہ موہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آ گیا۔ تو منصف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے اور عمل نکالیں گے۔ یہ عاقل کا کام نہیں ہے کہ راست

بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلم الثبوت مقولوں پر قیاس کرے اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہوگا کہ فلاں کی راست بازی جدا گانہ اگر ہمیں کسی طریقہ اور دلیل سے معلوم ہے تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے ہی نہیں۔ تو ہم یہ کھوٹی پونجی اس کے منہ پر ماریں گے۔

(اہل قبلہ)

مدعا علیہ کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اور کہ جو ”جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہے اس کو بھی کافر کہنا درست نہیں۔ وغیرہ وغیرہ! ان شبہات کا جواب بھی شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خود دیا ہے جو انہی کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں ہے۔ بے علمی اور نادانانہ اذیت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حسب تصریح و اتفاق علماء اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے۔ چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار ہی کرے۔ قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ تر کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ ہی کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر اتفاق کیا ²²⁵⁰ ضروریات دین پر اور یہ جو مسئلہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا۔ جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

(ارکان اسلام)

دوسرا شبہ یہ کہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے؟

اس کے جواب میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی اور اس کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز، روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع اور خضوع کی کیفیات بھی ایسی ہوں گی کہ ان کے نماز، روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے روزے کو بھی سچ سمجھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز، روزہ وغیرہ ان کو حکم کفر سے رہانہ کر سکی۔

(۹۹ وجوہ کفر)

تیسرا شبہ یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ فقہائے نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جس کی کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہو اور صرف ایک وجہ اسلام کی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہاء کے بعض الفاظ دیکھ لئے گئے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی اور ان کے وہ اقوال دیکھے جن میں صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت ہے جب کہ قائل کا صرف ایک کلام مفتی کے سامنے آوے اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو اور نہ اس کے کلام میں کوئی ایسی تصریح ہو۔ جس سے معنی کفر متعین ہو جائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال ایسا نکل سکے جس کی بناء پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے تو اس احتمال کو اختیار کر لے اور اس شخص کو کافر نہ کہے۔ لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات و الفاظ مختلفہ موجود ہو جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہی معنی، معنی کفری مراد لیتا ہے یا خود اپنے کلام میں معنی کفری کی تصریح کر دے تو باجماع فقہاء اس کو ہرگز مسلمان نہیں²²⁵¹ کہہ سکتے بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جاوے تو کفر کا حکم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں بھی وہی تصریحات فقہاء سے ناواقفیت کا رکن ہے۔ حضرات فقہائے اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نیا معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے اس کا نام زندیقی رکھا ہے۔ زندیق اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے یعنی الفاظ کی حقیقت بدل دے۔ مرزا صاحب نے جیسا کہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے بہت سے اسلامی عقائد کے حقائق بدل دیئے ہیں۔ گوان کے الفاظ وہی رہنے دیئے ہیں۔ اس لئے ان کو حسب تصریحات مذکورہ بالا کافر ہی قرار دینا پڑے گا اور ان عقائد کے تحت ان کا اتباع کرنے والا بھی اس طرح ہی کافر سمجھا جائے گا۔

مدعا علیہ کی طرف سے گواہان مدعیہ پر ایک یہ اعتراض بھی وارد کیا گیا ہے کہ وہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھنے والے ہیں اور علمائے دیوبند کے خلاف فتویٰ تکفیر شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے ایک شخص جو خود کافر ہو وہ کس طرح دوسرے کے متعلق کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ اس کا جواب مدعیہ کی طرف سے ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ اس کے تمام گواہان دیوبندی صاحبان نہیں ہیں۔

مثلاً شیخ الجامعہ صاحب، مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی نجم الدین صاحب۔ دوسرا دیوبندی صاحبان کے خلاف فتویٰ تکفیر ایک غلط فہمی کی بناء پر دیا گیا تھا جو بعد میں واپس لیا جا چکا ہے۔ اگر یہ صحیح نہ بھی ہو تو بھی مدعا علیہ کی جہت اس بناء پر صحیح نہیں کہ ان کی رائے کو بطور فتویٰ قبول نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان کے پیش کردہ دلائل پر مدعا علیہ کے پیش کردہ دلائل کے مقابلہ میں تنقید کی جا کر رائے قائم کی گئی ہے۔ اس لئے چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ ان کی ذاتی رائے پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ قرآن شریف اور احادیث کی رو سے کس²²⁵² فریق کے دلائل صحیح ہیں اور کس کے غلط۔ اس لئے ان کے خلاف اگر کوئی فتویٰ تکفیر ہو بھی تو اس معاملہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ مدعا علیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ مدراس ہائیکورٹ نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا تھا کہ اس سوال کو کہ عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ، علماء اسلام ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لہذا علمائے اسلام کی تحقیق کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جن لوگوں نے اس مقدمہ میں شہادتیں دی ہیں اور اس پر فتویٰ کفر لگایا ہے وہ خود بھی مسلمان ہیں یا نہ؟ اور اس طرح فیصلہ کرنے والے کا مسلمان ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ ہے ہر دو فریق کا ادعا ہے کہ وہ مذہب اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن چند اہم اور بنیادی مسائل کے متعلق ہر دو فریق کا اختلاف ہے اور وہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ لہذا اس بارہ میں عام دنیاوی اصول کے مطابق رائے اس فرقہ کی غالب سمجھی جائے گی جس میں اکثریت ہو۔ یہ اکثریت بحث مدعیہ پائی جاتی ہے۔ اس لئے فریق مدعیہ کی رائے ہی غالب رہے گی اور اسے مسلمان اور اقلیت کو کافر سمجھا جائے گا۔ لہذا اس قرارداد کے تحت مدعیہ کے کسی گواہ کے خارجی طور پر مسلمان ثابت کئے جانے کی ضرورت نہیں اور فیصلہ کنندہ بھی اس ذیل میں مسلمان شمار ہوگا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ نے اپنی بحث میں جب مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ کو شرعاً درست تسلیم کر کے اپنے اوپر جہت مان لیا ہے تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ شرعاً عدالت ہذا کا فیصلہ اس پر جہت نہ ہو سکے۔

گواہان مدعیہ پر مدعا علیہ کی طرف سے کنایہ اور بھی کئی ذاتی حملے کئے گئے ہیں۔ مثلاً انہیں علماء سوء کہا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی ایسے مولویوں کو جو ذریعہ ابھاریا میں مخاطب ہیں بندر اور سور کا لقب دیا ہے اور دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے۔ لیکن ملاحظہ مسل سے ہر عقیدہ آدی اندازہ لگا سکتا ہے کہ طرفین کے علماء میں سے ان احادیث کا صحیح مصداق کون ہیں۔

مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ پر بھی مختصر بحث کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو اس لئے بھی نبی سمجھتے ہیں کہ انہیں مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور مسیح موعود کو چونکہ احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب نبی اللہ ہوئے۔ اس کے متعلق جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں اور آخر زمانہ میں وہی آسمان سے نزول فرمائیں گے اور وہ چونکہ پہلے سے نبی اللہ ہیں۔ اس لئے پھر بھی نبی اللہ ہوں گے۔ مگر وہ عمل شریعت محمدیہ پر کریں گے۔ اپنی شریعت پر نہیں چلیں گے۔ اس کی مثال مدعیہ کی طرف سے یہ دی گئی ہے کہ جیسے کسی دوسرے علاقہ کا گورنر کسی دوسرے گورنر کے علاقہ میں چلا جائے تو وہاں اپنے عہدہ کے لحاظ سے گودہ گورنر شمار ہوگا۔ لیکن دوسرے گورنر کے علاقہ میں وہ اس گورنر کی حکومت کے تابع ہو کر رہے گا۔ اپنے علاقہ کے قوانین یا آئین پر عمل پیرا نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ چونکہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لئے قیامت تک آپ ﷺ کی شریعت ہی نافذ رہے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس شریعت کے تحت عمل پیرا ہوں گے۔

اس مثال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتنی نبی ہونا تو واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کو نزول مسیح کا عقیدہ بہت عجب معلوم ہوتا ہے اور ان کے ذہن اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ کس طرح ایک شخص کئی ہزار سال کے بعد دنیا میں واپس آ سکتا ہے۔ شک نہیں کہ علوم جدیدہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بہت کچھ قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب اپنی کتاب ”دین و آئین“ میں لکھتے ہیں: ”اس قسم کے اعتراضات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جواب دینے والے بالعموم یہ روش اختیار کرتے ہیں کہ جن قباحتوں کے چہرہ پر موجودہ مسلمات کا روغن قاذل دیا جاتا ہے۔ ان کو قباحت سمجھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں دیکھتے اور جس جملہ کے ساتھ فلسفہ اور سائنس کا نفارہ بچتا ہوا سن پاتے ہیں اپنے ہوش و حواس کو اس کے مقابلہ پر قائم رکھنے کی جرات نہیں کرتے اور ایک مجرم کی طرح اپنی بریت کی یہی صورت دیکھتے ہیں کہ اپنے فعل کو دلیری کے ساتھ حق بجانب ثابت کرنے کے بجائے ہاتھ جوڑ کر اس کے ارتکاب سے انکار کریں اور مذہب کی حمایت میں صرف یہ کہہ کر دامن چھڑائیں کہ جس مسئلہ پر اعتراض²²⁵⁴ ہے وہ اسلامی اصول میں داخل نہیں۔“ مولانا موصوف آگے لکھتے ہیں ایسے اعتراضوں کے ایسے جواب آج کل فیشن میں داخل ہیں اور جواب دینے والے کو یاقین کر لیتے ہیں کہ تہذیب جدید جس امر پر قہقہہ ہونے کا فتویٰ صادر کرتی ہے اس میں کوئی حسن باقی نہ رہا ہوگا۔ ان کا بس چلنا ہے تو

قرآن اور حدیث پر۔ ان دونوں سے جس طرح بن پڑتا ہے رہائی پانے کی سبیل نکال لیتے ہیں۔ اپنے ذاتی خیالات کو اسلام اور ایسے اسلام کو سب اعتراضوں سے پاک تصور کر لیتے ہیں۔ مسئلہ نزول مسیح بھی اس قبیل کا ہے کہ جس پر اس قسم کے اعتراض وارد کئے جاتے ہیں۔ لیکن جو شخص قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے اسے اس پر یقین رکھنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ایک شخص کو سو سال کے بعد زندہ کرنے کا واقعہ موجود ہے۔ اس طرح اصحاب کہف تین سو سال سے زائد عرصہ تک غار میں بحالت خواب پڑے رہے۔ اس لئے وہ امور اگر ذات باری کے لئے ناممکنات میں سے نہ تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں بھیجنا بھی اس کے آگے کوئی مشکل نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش جس طرح غیر معمولی طریق پر ہوئی۔ اس طرح ان کے نزول کو بھی غیر معمولی طریق پر وقوع میں آنا تصور کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہا اس پیش گوئی کی صداقت کا سوال سو اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ پیش گوئی صحیح نہ ہوتی تو مرزا صاحب نے جہاں کئی دیگر متواترات کا انکار کیا تھا۔ وہاں اس کا بھی انکار فرما دیتے۔ لیکن وہ بھی اس کی صحت سے انکار نہیں کر سکے اور اس کی ممکن سے ممکن جو بھی تاویل ہو سکتی تھی وہ بیان کرنے میں انہوں نے کوئی دریغ نہیں کیا۔ لیکن اوپر کی بحث سے پایا جاتا ہے کہ قرآن و احادیث کی رو سے وہ تاویل درست ثابت نہیں ہوئی اور سوائے اس کے کہ یہی عقیدہ رکھا جائے کہ اس پیش گوئی کی رو سے حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اس کا اور کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے سوا آنحضرت ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نبی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس ²²⁵⁵ عقیدہ کو اگر قائم رکھا جاوے تو جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت زندہ ہوں گے۔ انہیں خود اس پیش گوئی کی تصدیق ہو جائے گی اور جو اس سے قبل فوت ہوں گے نہ خداوند تعالیٰ ان کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا کہ جو ان سے قبل اس عقیدہ پر وفات پاتے رہے۔ البتہ اس عقیدہ کو چھوڑنے والا ضرور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا مذبذم سمجھا جائے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ آیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا بھی ہے یا نہ۔ کیونکہ فکی طبعیتیں یہ کہہ سکتی ہیں کہ احادیث کی تدوین چونکہ بہت مدت کے بعد ہوئی۔ اس لئے کیونکر پورے اطمینان سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ راویوں کو احادیث کے پورے الفاظ یاد رہے ہیں یا یہ کہ ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کی مراد وہی تھی جو کہ ان راویوں نے سمجھی۔ اس کا جواب تو علماء ہی بہتر دے سکتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کا موٹا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث ہو صحیح اور ہم نے اس کا

عقیدہ دیا چھوڑ تو قیامت کے دن ہم جوابدہ ہوں گے اور اگر یہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو اس پر محض ایک عقیدہ رکھنے سے جو قرآن کے کسی صورت میں بھی مخالف نہیں پایا جاتا۔ ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ لہذا بہر حال ہمیں اس پر عقیدہ رکھنا لازمی ہے۔“

مدعا علیہ کی طرف سے ایک یہ مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول مانا جاوے تو اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے ایسا کوئی شخص اہلیت نہ رکھتا تھا کہ اسے لوگوں کی اصلاح کے لئے مامور فرمایا جاتا اور اس سے امت کی توہین لازم آئے گی۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کا مامور ہونا اس کے کسی استحقاق کی بناء پر نہیں ہوتا۔ دوسرا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت امت کی حالت بہت ابتر ہوگی۔ اس لئے یہ ممکن ہے کہ اس وقت تک کوئی بھی اس فرض کے سرانجام دینے کا اہل نہ پایا جاوے۔ اس لئے مخلوق کی اصلاح کے لئے سابقہ انبیاءوں میں سے ہی ایک کو واپس لایا جانا ضرور²²⁵⁶ سمجھا گیا ہو۔ یہ باتیں مشیت ایزدی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے ان میں کوئی رائے زنی نہیں کی جاسکتی۔

ہمارے دلوں میں شکوک وراصل اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ ہم ہدایت قرآنی پر پوری طرح پابند نہیں ہیں۔ اگر ہم تمام احکام ربانی پر عمل کریں تو اس حالت کے نتائج ہی اعتراض کرنے والوں کو خاموش کر دیتے ہیں اور جیسا کہ مولانا محمود علی صاحب نے اپنے ایک اور مضمون میں تحریر فرمایا ہے۔ جب تک مسلمان ”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ“ پر عامل رہے۔ انہیں نہ خود کوئی تکلیف پیش آئی اور نہ دوسروں پر اثر ڈالنے کے لئے کسی دشواری کا سامنا ہوا اور جب قوم کی قوم ہی ایک رنگ میں رنگین ہو تو ایسا منظر شکوک کو غبار بنا کر اڑا دیتا ہے اور اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مگر افسوس جیسا کہ مولانا اپنی کتاب بحولہ بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی ضروری بلکہ زندگی کا واحد مقصد آج کل یہ قرار پا گیا ہے کہ انسان زندگی کی ہر ساعت اور ہر ثانیہ کے اندر تمام تر توجہ اس مادی سامان کے مہیا کرنے اس کو کام میں لانے اور اس کے نتائج سے لطف اٹھانے پر مبذول رہے اور موجودہ زندگی کے بعد کوئی خیال اور اس کے لئے کسی عمل اور کسب کا کوئی ارادہ اور اس دنیا سے باہر کی ہستی کے ساتھ تعلق رکھنے کا کوئی دہم بھی دل میں نہ آنے پاوے اور اپنی تمام کوششوں کا محور اس دنیا کو اور یہاں کی چند روزہ زندگی کو سمجھنا صحیح اصول کار ہے۔ یہ حالت کیوں پیش آئی۔

اس کا جواب بھی مولانا محمود علی صاحب کی ایک تحریر سے دیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”قرآن کے پیش کرنے والے جو زبان سے کہتے ہیں وہ کر کے نہیں دکھلاتے اور وعظ و نصیحت میں فصاحت قرآنیہ پر انسانی طرز کلام کو ترجیح دے کر منطقی موقوفہ گانیوں اور شاعرانہ مبالغوں سے کام لیتے ہیں اور جہنمائی سے زیادہ اپنے فضل و کمال کی نمائش چاہتے ہیں۔ حالانکہ اہل ایمان پر نہ بحث نہ مناظرہ فرض ہے نہ مطلقانہ موقوفہ گانیوں اور فلسفیانہ معرکہ آرائیوں کی ضرورت۔ وہی روشنی ہدایت جو کلام الہی نے پیش کی ہے۔ اس طرز ادا سے جو اس ہادی برحق نے اختیار کی ہے ہر عالم و جاہل²²⁵⁷ تک پہنچا دینے کی ضرورت ہے۔ سب کا ہدایت پانا اور تمام مخلوق کا ایک راہ اختیار کرنا ممکن نہیں۔ ورنہ کلام الہی میں اب بھی وہی کشش ہے اور قرآن کریم کے اندر جذب قلوب کا وہی اثر غافل انسانوں کو خواب غفلت سے جگانے والا اور تشنگان ہدایت کو شراب معرفت سے سیراب کرنے والا اگر ہے تو صرف قرآن کریم اور اس کلام مبارک کا ایک ایک لفظ جہنم پینا کو نحو حیرت کرنے اور دل دانا کا دامن کھینچنے میں وہ تاثیر دکھاتا ہے جو آئینہ پر جمال یار اور پر کاہ پر کھریا۔

مدعا علیہ کی طرف سے اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ علماء و ائمہ کی اندھی تقلید درست نہیں۔ یہ ٹھیک ہے قرآن مجید میں ہر شخص کو خود بھی تدبر کرنا چاہئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قواعد و دیگر لوازمات کو جو معنی اخذ کرنے کے لئے ضروری ہیں پس پشت ڈال کر اپنی سمجھ پر چلنا شروع کر دیا جاوے۔ جیسا کہ خود مدعا علیہ کے اپنے گواہان کے طرز عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک تو آیت ”وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يَوْفُونَ“ کے یہ معنی کرتا ہے کہ یوم آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور دوسرا آخرت کے معنی زمانہ آخر کی وجہ سے بتلاتا ہے۔ ذرا احمدی صاحبان خود بھی سوچیں کہ انہوں نے دین کو کیا مذاق بنا رکھا ہے؟ اس بحث کے بعد اب اصل معاملہ متنازعہ کو طے کرنے کے لئے یہ بتلانا ہے کہ اسلام کے وہ کون سے بنیادی اصول ہیں کہ جن سے اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے یا یہ کہ کن اسلامی عقائد کی پیروی نہ کرنے سے ایک شخص مرتد سمجھا جاسکتا ہے اور کہ عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہ؟

(خلاصہ بحث)

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بایں معنی نہ ماننے سے کہ آپ آخری نبی ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے

خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی مانتا ہے اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنی کہ وہ ²²⁵⁸ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین یعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کرنے سے جو باحتیاج لازم آتی ہیں ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جائے گا اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے بالکل انحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہوگی نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء، جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو شرع محمدی پر مستزاد ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں مثلاً چند ماہواری کا دینا جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے اس طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف اعمال ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے اور کیوں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ توجیہیں اس لئے کارآمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لئے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسلمہ وغیرہ کا ذب مدعیان نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٰ نبوت کا ذب ارتداد ہے اور کا ذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

(فیصلہ)

مدعا علیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کا ذب مدعی نبوت ہیں۔ اس لئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہذا ابتدائی تحقیقات جو ۲۲ نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دے جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فتح ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہو سکتا اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں وہ گوام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں۔ لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنی مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اور یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور امت آج تک لیتی آئی۔ اس لئے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا ہے اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح چونکہ ارتداد سے فتح ہو جاتا ہے۔ لہذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حقدار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لئے بھی مدعیہ کا نکاح فتح قرار نہیں دینا چاہئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی ان کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے نہ کہ مردوں سے بھی، مدعیہ کے دعویٰ کے رو سے چونکہ مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لئے اہل کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہذا اس بناء پر بھی وہ ڈگری پانے کے مستحق ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں سے پٹنہ اور پنجاب ہائیکورٹ کے فیصلہ جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حاوی نہیں سمجھا اور ہر اس ہائیکورٹ کے فیصلہ کو عدالت معلیٰ اجلاس خاص نے قابل پیروی

قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور کا فیصلہ بمقدمہ مسات چندو ڈی بنام کریم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اودھو داس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدراس ہائیکورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا اور خود ان اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا۔ اس لئے صاحب موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرض تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باجماع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار معلیٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا۔ جس فیصلہ کی بناء پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا۔ اس لئے فیصلہ زیر بحث بھی قابل پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اسے حکم سنایا گیا۔ مدعا علیہ کار روائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جب کہ مقدمہ زیر غور تھا فوت ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲ رول ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہوگا۔ پرچہ ڈگری مرتب کیا جاوے اور مسل داخل دفتر ہو۔

۷ فروری ۱۹۳۵ء، مطابق ۳ رذیقہ ۱۳۵۳ھ

بمقام بہاول پور

دستخط: محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج ضلع بہاول نگر، ریاست بہاول پور (بحروف انگریزی)

۲۲۶۱ ضمیمہ نمبر: ۲

”قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“

شیخ محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور بمقام راولپنڈی

کا

فیصلہ

مرزائی

دائرہ اسلام سے خارج ہیں

ناشر

مرکزی مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

فون نمبر: ۳۳۴۱

سلسلہ اشاعت نمبر (۱۸) ²²⁶²

طبع اوّل

۱۳۸۸ھ

۱۹۶۸ء

مرکزی مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	۔ ناشر:
ابوزبیر شاد خوشنویس شاہین مارکیٹ	۔ کتابت:
حسینہ پرنٹنگ پریس ملتان شہر	۔ طباعت:
ہاون صفحات (۵۲)	۔ صفحات:
پانچ ہزار (۵۰۰۰)	۔ تعداد:
پچاس پیسے (۰.۵۰)	۔ قیمت:

ملنے کا پتہ:

مرکزی مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت۔ ملتان شہر
تعلق روڈ بیرون لوہاری گیٹ۔ فون نمبر: ۳۳۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! ²²⁶³

تعارف

فروری ۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں جب اس وقت کی گورنمنٹ نے مجلس عمل کے راہنماؤں کو اچانک پابند سلاسل کر کے جیل بھیج دیا تو راہنمایان ملت کی گرفتاری کے بعد اس وقت کی حکومت کے متقدمانہ فیصلہ نے عوام کے جذبات میں جو اشتعال پیدا کیا اس سے حالات امن و قانون کے دائرہ اختیار سے باہر چلے گئے۔ آخری حربہ حکومت وقت نے یہ استعمال کیا کہ لاہور میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ جب جولائی میں حالات پرسکون ہوئے تو نئی وزارت نے جو ملک فیروز خان نون نے قائم کی۔ ان ہنگامی حالات کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جو مسٹر جسٹس محمد منیر اور جسٹس اے آر کیانی مرحوم پر مشتمل تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اس کیس کی پیروی میں مصروف تھی اور فروری ۱۹۵۴ء میں یہ کیس آخری مراحل میں داخل تھا۔ اس وقت جماعت کا ڈیفنس آفس حکیم عبدالحمید صاحب سیفی مرحوم جو بی۔ اے علیگ تھے اور مرحوم اصل شاہ پور ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ ان کا دولت کدہ واقع بیڈن روڈ تھا۔

۱۸ فروری (۱۹۵۳ء) کو اچانک ایک بزرگ راولپنڈی سے تشریف لائے جنہوں نے آتے ہی مولانا محمد علی جالندھری (رحمۃ اللہ علیہ) کا نام پوچھا حضرت مولانا محمد علی صاحب سے ملاقات کرائی گئی۔ وہ غالباً لیفٹیننٹ نذیر الدین جو اس مقدمہ میں مدعا علیہ ہیں۔ ان کا بھائی تھا یا کوئی دوسرا عزیز تھا۔ انہوں نے اس کیس کی نوعیت ذکر کی کہ: ”قادیانی عورت نے اپنے مرکز ربوہ سے امداد حاصل کر کے میرے بھائی کے خلاف حق مہر وغیرہ کا دعویٰ دائر کر دیا ہے۔ ہماری طرف سے آپ اس مقدمہ کی پیروی کریں۔“

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ہم مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر کو کیس کی پیروی کے لئے روانہ کریں گے۔ چنانچہ سال ڈیڑھ سال کیس زیر سماعت رہا۔ جس کا ²²⁶⁴ دفاع اہل اسلام کی طرف سے مولانا موصوف کرتے رہے اور راولپنڈی میں بحیثیت گواہ صفائی مدعا علیہ کے پیش ہوتے رہے۔ جس کا نتیجہ (لوئر کورٹ سے لے کر سیشن کورٹ تک) اہل اسلام کے حق میں نکلا۔ اللہ تعالیٰ دونوں صحابان کو ان کی دینی و قانونی فراست پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے باخبر دینی احساس رکھنے والے ججز اور افسروں کو ان کے مناصب پر قائم رکھے تاکہ اسلامی ملک میں کفر و ارتداد، اسلام سے جدا ہو کر سامنے آجائے اور مسلمان، قادیانی مکروفریب سے بچ جائیں۔

یاد رہے پاکستان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا کیس تھا۔ کیونکہ یہ فیصلہ صرف ایک عورت کے خلاف نہ تھا۔ بلکہ پوری امت قادیانیہ کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کرنا تھی۔ چنانچہ اس فیصلہ سے قادیانی کمپ میں کھلبلی مچ گئی۔ جس کی وجہ سے پوری جماعت کے لیڈر اور وکلاء نے ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرنے پر غور و خوض کیا۔ ہماری اطلاع کے مطابق اپیل تیار کر لی گئی۔ وکیل مقرر کیا گیا۔ لیکن جب چوہدری ظفر اللہ خان سے مشورہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ ”اپنی ذمہ داری پر اپیل دائر کریں میں کوئی ذمہ داری نہیں لیتا۔“ چنانچہ ۳ جون ۱۹۵۵ء سے آج تک امت قادیانیت نے خاموشی اختیار کر کے اپنے کفر کی تصدیق کر دی ہے۔

قبل ازیں یہ فیصلہ انگریزی میں چالیس ہزار کی تعداد میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کیا۔ پھر ڈاکٹر عبدالقادر صاحب نے گجرات سے کافی تعداد میں شائع کیا۔ پھر کراچی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کر کے اندرون و بیرون ملک مفت تقسیم کیا۔

انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی وجہ سے بعض حوالہ جات اور عبارات میں خلجان پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے انگریزی فیصلہ کی طرح اب مجلس تحفظ ختم نبوت اسے اپنے مرکزی مکتبہ سے نہایت احتیاط سے صحیح نام چھاپ کر مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہی ہے تاکہ روشن ضمیر حجاز کے فیصلوں سے پڑھا لکھا طبقہ اپنے دل کا اطمینان کرے اور ملت کے اس باغی گروہ کے جال کفر و ارتداد سے اپنے آپ کو بچائے۔ ناظم شعبہ نظر و اشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

۲۲۶۵ بعد الت شیخ محمد اکبر ایڈیٹریل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی

سول اپریل ۱۹۵۵ء

لمتہ الکریم بنت کرم الہی راجپوت جنجوعہ مکان نمبر ۵۰۰/بی نیا محلہ ٹرنک بازار

بنام

لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک خلف باسٹر محمد دین اعوان محلہ کرشن پورہ راولپنڈی

مفصل فیصلہ

مسماۃ الکریم دختر کرم الہی (بقول میاں عطاء اللہ وکیل برائے اپیلانٹ ایک لوہار کی شادی مسکین نذیر الدین میٹریکولیٹ (بقول میاں عطاء اللہ ایک ترکھان ہے) سے

۲۵ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ہوئی تھی اور دو ہزار روپے مہر مقرر ہوا تھا۔ یہ بیان کیا گیا کہ نکاح ایک حنفی مولوی نے پڑھایا تھا۔ بقول خواجہ احمد اقبال وکیل برائے اپیلانٹ مسٹر نذیر الدین ترکھان اور میٹریکولیٹ ہونے کے باوجود بڑا خوش قسمت تھا کہ اسے پاکستان آرمی میں کمیشن حاصل ہو گیا۔ اس نے یہ سوچا کہ آگے چل کر بڑے بڑے افسروں سے اس کا میل جول ہوگا اور ایک لوہار کی لڑکی کو بیوی کی حیثیت سے اپنے گھر میں رکھنا باعث تذلیل ہوگا اور افسران کی نظروں میں وہ سوشل نہیں سمجھا جائے گا۔ اس لئے اس نے ۱۶ جولائی ۱۹۵۱ء کو اپنی منکوحہ بیوی امہ الکریم کو باقاعدہ طور پر طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا۔ مسات امہ الکریم نے اس بناء پر مہر کی دو ہزار روپیہ کی رقم حاصل کرنے کے لئے اپنے پہلے خاوند لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ اس کے علاوہ شادی کے موقع پر اس کے والد نے اسے جو جہیز دیا تھا اور جو اس کے سابقہ خاوند کے پاس تھا۔ اس کی ۲۴۰۳ روپے قیمت ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ مفلسی (پاپر کیس) کا مقدمہ تھا۔

۲۲۵۶ شادی باطل تھی

لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک پر مسات امہ الکریم نے بیشتر الزامات لگائے تھے۔ ان کی اس نے تردید کی اور جہیز کے حعلق کہا کہ وہ اس کے پاس نہیں تھا۔ اپیلانٹ نے جو اس کی قیمت بتائی ہے وہ صحیح نہیں۔ حق مہر کے دعویٰ کے حعلق کہا گیا کہ شادی قانونی طور پر باطل تھی اس لئے کہ یہ فریب سے ہوئی تھی۔ کیونکہ مدعیہ کے حعلق یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ حنفی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ حالانکہ وہ مرزا غلام احمد آف قادیان کی پیرو ہے اور اگر یہ فریب ثابت نہ بھی ہو تب بھی یہ شادی ایک مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ بدیں وجہ یہ کہا گیا تھا کہ مدعیہ مہر کا کوئی مطالبہ نہیں کر سکتی۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ فریقین میں شادی کے بعد زن و شوہر کے تعلقات قائم رہے۔ ان تعلقات اور زن و شوئی کی تکمیل کی منظر ایک بچی ہے جس کی عمر پانچ سال کے لگ بھگ ہے۔

احمدی عورت سے شادی ممکن ہے؟

امہ الکریم نے مدعیہ فریب سے صاف انکار کیا ہے اور ٹرائل کورٹ میں اس نے اقرار کیا تھا کہ وہ حنفی مسلمان ہے۔ اس کے والد کرم الہی نے بھی عدالت میں اقرار کیا تھا کہ وہ حنفی

مسلمان ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ایک مسلمان کی ایک احمدی عورت سے شادی قطعی طور پر باطل نہیں۔ یہ زیادہ سے زیادہ فاسد ہو سکتی ہے۔ باطل شادی کا قانون کی نظر میں کوئی وجود نہیں۔ لیکن فاسد شادی کے ایسے واقعات ضرور ملتے ہیں۔ جس میں خاوند کو زوجیت کے فرائض کی تکمیل کرنے کی صورت میں مقررہ یا مناسب مہر (ڈاور) ادا کرنا پڑتا ہے۔

لیفٹیننٹ نذیر الدین نے یہ بھی کہا کہ مدعیہ جہیز سے دست بردار ہو گئی تھی۔ اس سلسلہ میں چند ایک عذرات پیش کئے گئے۔ فریقین کے ان بیانات پر ٹرائل کورٹ کے فاضل جج نے حسب ذیل تنقیحات وضع فرمائیں:

2267 کیا مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان شادی دھوکہ اور فریب سے ہوئی تھی۔ اس لئے مدعا علیہ پر لازم نہیں کہ وہ مدعیہ کو مہر ادا کرے۔ (ا۔ سی اے) مبینہ دھوکہ ثابت نہ ہونے پر کیا فریقین کے درمیان شادی باطل ہے اور مہر کے دعویٰ پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

2 کیا مدعیہ مہر کے مطالبہ سے دستبردار ہو گئی تھی؟

3 کیا جہیز کا کوئی سامان مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے اور کتنی مالیت کا ہے؟

3 اگر ایسا ہے تو مدعیہ کس قدر ریلیف کی اس سلسلہ میں مستحق ہے؟

”ما تحت عدالت کا فیصلہ“

سماعت کے بعد میاں محمد سلیم سینئر سول جج راولپنڈی نے ۲۵ مارچ ۱۹۵۵ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ اس فیصلہ میں علاوہ دیگر امور کے حسب ذیل قرارداد منبج ہوئیں:

1 فریقین میں شادی کسی دھوکہ یا فریب سے نہیں ہوئی تھی۔

2 مدعیہ کبھی مہر کے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہوئی تھی۔

3 جہیز کا ۳۴۰۳ روپے کا سامان جو مدعیہ کا تھا مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے۔

میاں عطاء اللہ ایڈووکیٹ اور خواجہ احمد اقبال ایڈووکیٹ نے سماعت لٹہ الکریم کی طرف سے اور مسٹر ظفر محمود نے لیفٹیننٹ نذیر الدین ملک کی طرف سے بیرونی کی ہے۔ ان وکلاء میں سے کسی نے بھی میری عدالت میں متذکرہ نتائج کی صحت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں کہا۔ ٹرائل کورٹ کے فیصلہ کی دیگر قراردادیں حسب ذیل ہیں:

1 قادیانیوں کو اہل کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ سماعت لٹہ الکریم قادیانی احمدی ہے۔ اس لئے جب اس کی شادی مدعا علیہ سے ہوئی تو اس وقت وہ غیر مسلم تھی۔ فریقین کی شادی قطعی

طور پر باطل ہے۔ زوجیت کے فرائض کی تکمیل بھی اسے قانونی طور پر جائز قرار نہیں دے سکتی۔
(لہذا) مہر کا قرضہ قانونی طور پر واجب الوصول نہیں۔

²²⁶⁸ متذکرہ نتائج کی اساس پر میاں محمد سلیم نے مسماۃ لکرم کو اپنے سابق خاوند سے جہیز کے سامان کی ۳۳۰ روپے کی مالیت وصول کرنے کی ڈگری دی۔ لیکن مہر کا مقدمہ خارج کر دیا۔

متذکرہ فیصلہ اور ڈگری کے خلاف دو (۲) اپیلیں دائر کی گئیں۔ مسماۃ لکرم نے دو ہزار روپیہ حق مہر کی اپیل دائر کی۔ دوسرا عدالت نے جہیز کے سامان کی مالیت ادا کرنے کی جو ڈگری لیفٹیننٹ نذیر الدین کے خلاف دی تھی اس سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لئے اس نے بھی اپیل دائر کر دی۔ شہادتیں اور خاص طور پر مسماۃ لکرم کے خطوط ظاہر کرتے ہیں کہ شادی کے وقت وہ قادیانی تھی۔ میں ٹرائل کورٹ کے فیصلہ کی توثیق کرتے ہوئے اسے بحال رکھتا ہوں۔ ابتداء میں پیر ایہ آغاز کے طور پر اپیلانٹ کے وکیل میاں عطاء اللہ نے مندرجہ ذیل سوالات اٹھائے تھے:

۱..... مسلمانوں میں اس امر کے متعلق اجماع نہیں کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ خدا کے آخری نبی تھے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا۔

۲..... مسلمانوں میں اس امر کے متعلق بھی اجماع نہیں کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے نبی آخرا زمان ہونے پر یقین نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔

۳..... اس پر بھی اجماع مسلمین نہیں کہ قادیانی احمدی غیر مسلم ہیں۔

سوال نمبر ۱ کے تحت (الف) ٹرائل کورٹ کے فاضل جج نے یہ قرار دیا ہے کہ مسلمانوں کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس عقیدہ کی اساس ”خاتم النبیین“ کے وہ الفاظ ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں استعمال کئے ہیں۔ لیکن قادیانی اس کو ختم النبیین پڑھتے ہیں اور اس کی تاویل، نبوت کی مہر لگانے والا کرتے ہیں۔ اس تاویل کے مطابق ان کے نزدیک خدا ہمارے پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد بھی لاتعداد نبی بھیج سکتا ہے۔ اس کے پاس نبی کریم کی مہر ہوگی اور ان کے نزدیک مرزا غلام احمد بھی ایک ایسا نبی ہے جو خدا سے قرآن کریم سے مختلف کوئی ضابطہ نہیں لایا۔²²⁶⁹ جنہیں پہلے ضابطہ کی تشریح کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ کے مزید پیغامات کے ساتھ بھیجا گیا تھا۔ اس قسم کا نبی ان کے نزدیک ظلی یا غیر تشریفی نبی ہے۔ یعنی تشریفی نبی سے مختلف یعنی اس نبی سے مختلف جس پر خداوند تعالیٰ سے براہ راست وحی اتری ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ

ٹرائل کورٹ نے مرزا غلام احمد کے ایک کتابچہ کا اقتباس پیش کیا ہے جس میں انہوں نے اپنے دعویٰ کی وضاحت کی ہے: ”اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی ہارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۳۹، ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)

سب مسلمان کافر ہیں

اور یہ واضح کرنے کے لئے کہ مرزا غلام احمد کے معتقدین ان کے اس دعویٰ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حسب ذیل الفاظ کا ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھا گیا۔

”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے مگر ہیں۔“

(انوار خلافت ص ۹۰، طبع اکتوبر ۱۹۱۶ء، بیلم پریس امرتسر)

مقدمہ کی سماعت کرنے والی عدالت نے یہ بھی کہا کہ نبوت کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ باقی مسلمانوں سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ مدعیہ کے فاضل وکیل نے اے۔آئی۔آر ۱۹۲۳ء²²⁷⁰ مدراس ۱۷۱۷ عدالت میں پیش کیا تھا۔ جس میں یہ رائے ظاہر کی گئی تھی کہ قادیانی صرف مسلمانوں کے اندر ایک فرقہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ رائے اس بناء پر قائم کی گئی تھی کہ مرزا غلام احمد کو نبوت کا دعویٰ کئے اتنا کم عرصہ گزرا تھا کہ یہ کہنا ممکن نہیں تھا کہ عام مسلمانوں کی غالب اکثریت قادیانیوں کو مسلمان سمجھنے کے خلاف تھی۔ عدالت ماتحت نے کہا ہے کہ بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے تقریباً ہر فرقہ کے علماء، سوائے احمدیوں کے کسی نہ کسی وقت اعلان کر چکے ہیں کہ قادیانی مسلمانوں کا ایک فرقہ نہیں ہیں بلکہ غیر مسلم ہیں۔ عدالت کی رائے کی مطابق یہ بات ”فتح کلاخ مرزائیاں“ نامی کتابچہ سے بھی ثابت ہوئی ہے جو ۱۹۲۵ء میں دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا تھا اور جس میں اسلام کے مختلف فرقوں کے علماء کے فتویٰ موجود ہیں۔

ایک اور فاضل جج کا فیصلہ

بہاول پور کے فاضل ڈسٹرکٹ جج نے مسماۃ عائشہ بیام عبدالرزاق کے مقدمہ میں ۱۹۳۵ء میں جو مشہور فیصلہ کیا تھا اس سے بھی یہ بات زیادہ واضح طور پر سامنے آ جاتی ہے۔ یہ فیصلہ کتاب کی شکل میں شائع ہوا تھا۔ اس میں متحدہ علماء کے فتاویٰ اور دلائل کی بناء پر جو دونوں فریق نے پیش کئے تھے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے مذہب میں فرق پر تفصیل سے بحث کی گئی تھی۔ عدالت نے اس سلسلہ میں یہ امر پیش نظر رکھنا بھی مناسب سمجھا کہ حال ہی میں قادیانیوں کے خلاف ملک گیر بیانہ پر جو تحریک چل رہی تھی اس کے دوران احمدیوں کے سوا باقی ہر خیال کے مسلمان علماء کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں اتفاق رائے سے اعلان کیا تھا کہ قادیانی مسلمہ معنوں میں مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ ایک مختلف مذہب کے پیرو ہیں۔ چنانچہ اب اس مرحلہ پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

کیا قادیانی اہل کتاب ہیں؟

مدعیہ کے فاضل وکیل نے ایک اور دلیل پیش کی ہے کہ قادیانی کم از کم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا شمار اہل کتاب یا قرآن کریم کے ماننے والوں میں ہو سکتا ہے اور چونکہ شرع محمدی کی رو سے مسلمانوں اور اہل کتاب کا نکاح باطل نہیں بلکہ فاسد یعنی غیر پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نکاح قانونی تھا۔ لہذا مہر جائز قرار دینا چاہئے۔

عدالت نے کہا محض لاء کے اس اصول پر مدعا علیہ کے وکیل کو کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن ان کی رائے میں قادیانیوں کو ”اہل کتاب“ میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں فریق کے وکلاء اس پر متفق تھے کہ ”اہل کتاب“ کی کوئی واضح تعریف کہیں موجود نہیں ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی یہ معلوم ہوتے ہیں ”الہامی کتاب پر ایمان لانے والے۔“

مدعیہ کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ قادیانی قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ ”اہل کتاب“ ہیں۔ لیکن یہ مان لینے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے کا سرے سے کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کریم پر قادیانیوں کا ایمان ہے تو انہیں غیر مسلم کہنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہے گی۔

عدالت نے کہا کہ یہ استدلال مجھے پسند نہیں آیا۔ کیونکہ درحقیقت قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ قرآن شریف کے وہ مطلب تسلیم نہیں کرتے جس پر

سارے مسلمانوں کا ایمان ہے۔ بلکہ اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے انہوں نے قرآن کریم کی آیات توڑ موڑ کر انہیں نئے معنی پہنا دیئے ہیں۔ قادیانی قرآن کریم کو اس صورت میں تسلیم نہیں کرتے جس صورت میں وہ تیرہ سو سال سے قائم ہے اور اسے اس صورت میں تسلیم نہیں کرتے جس صورت میں نبی کریم ﷺ نے پیش کیا تھا۔ بلکہ مرزا غلام احمد نے جس طرح پیش کیا اسے وہ مانتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عیسائیوں نے بھی اپنی الہامی کتاب (انجیل) میں بے جا تبدیلیاں کی ہیں اور اس کے باوجود انہیں اہل کتاب تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی مانتے ہیں۔ اس لئے ان کے پیروکاروں کو (اہل کتاب) سمجھتے ہیں۔ درآنحالیکہ انہوں نے الہامی کتاب میں مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق تبدیلیاں کی ہیں۔

مرزا غلام احمد جھوٹا نبی ہے²²⁷²

عدالت کی رائے میں قادیانیوں کا مسئلہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ مسلمان مرزا غلام احمد کو کسی صورت میں بھی نبی تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ نبوت کا جھوٹا دعویدار سمجھتے ہیں۔ نبوت کے ایسے جھوٹے دعویدار کے پیروؤں کو کسی حالت میں بھی اہل کتاب نہیں مانا جاسکتا۔ جب کہ وہ قرآن کریم کو انہی معنوں میں تسلیم نہ کرتے ہوں جن معنوں میں عامۃ المسلمین تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ خود قرآن کریم کی ابتدائی آیات میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب ان کی ہدایت کے لئے ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے نبی پر نازل کیا گیا اور اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان سے پہلے آنے والے نبیوں پر نازل کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے: ”والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (مقرہ: ۴)“

عدالت کی رائے میں یہ کتاب ان کے لئے وجہ ہدایت نہیں بن سکتی جو ہمارے نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد کے کسی الہام پر ایمان لے آئیں۔ قادیانی مرزا کے مبینہ الہامات پر ایمان رکھتے ہیں۔ عدالت کی یہ رائے اس لئے ہے کہ مدعی کے فاضل وکیل کی دلیل بے معنی ہے۔ قادیانیوں کو اہل کتاب بھی نہیں کہا جاسکتا۔ لہذا مدعیہ مدعا علیہ سے شادی کے وقت غیر مسلم تھی۔ دونوں کا نکاح بالکل باطل تھا اور اس لئے غلط بھی اسے جائز نہیں بنا سکتی اور مہر قانونی طور پر واجب الادا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مرزا صاحب کا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ

احمد یوں کا لاہوری فرقہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا بلکہ صرف مجدد مانتا ہے۔ اس مقدمہ میں تصفیہ طلب نتائج دور رس نتائج کے حامل اور روزمرہ پیش آنے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری عدالت عالیہ یعنی لاہور ہائیکورٹ کی طرف سے کوئی نظیر نہیں پیش ہوئی۔ فسادات کی تحقیقاتی رپورٹ سے (جسے مدعیہ کے فاضل وکیل میاں عطاء اللہ نے پیش کیا) پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد ضلع گورداسپور کے ایک دیہات ”قادیان“ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ²²⁷³ فارسی اور عربی گھر پر بھی۔ لیکن بظاہر انہوں نے کسی قسم کی مغربی تعلیم حاصل نہیں کی۔ ۱۸۶۳ء میں انہیں سیالکوٹ کی ضلع کچہری میں کلرک کی نوکری مل گئی۔ جہاں وہ چار سال کام کرتے رہے۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے اس الہام کا دعویٰ کیا کہ خدا نے ایک خاص کام ان کے سپرد کیا۔ بالفاظ دیگر انہوں نے ”مامور من اللہ“ ہونے کا دعویٰ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار

۱۸۸۸ء میں ایک اور الہام کے تحت انہوں نے اپنے معتقدین سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ ۱۸۹۰ء کے اواخر میں مرزا غلام احمد کو پھر الہام ہوا کہ ”عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے نہ انہیں آسمان پر اٹھایا گیا۔ بلکہ ان کے شاگرد انہیں زخمی حالت میں صلیب سے اتار لے گئے اور ان کی حمارداری کی۔ یہاں تک کہ ان کے زخم اچھے ہو گئے۔ پھر وہ بھاگ کر کشمیر چلے گئے جہاں وہ طبعی موت مرے۔“

مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ

نیز یہ کہ یہ عقیدہ غلط ہے کہ قیامت کے قریب وہ اپنی اصلی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوں گے اور ان کے دوبارہ ظہور کا مطلب صرف یہ تھا کہ عیسیٰ ابن مریم کی صفات کا حامل دوسرا شخص پیغمبر اسلام کی امت میں ظاہر ہوگا اور یہ وعدہ مرزا صاحب کی ذات میں پورا ہو چکا ہے جو مثیل عیسیٰ ہیں اور اس لئے وہ ”مسح“ ہیں جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔

مسلمانوں میں اضطراب

اس عقیدہ کی اشاعت سے مسلمان بہت مضطرب ہوئے۔ کیونکہ یہ عقیدہ اس عام عقیدہ کے بالکل خلاف تھا کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) اپنی اصلی شکل میں آسمان سے اتریں

گے اور مسلمان علماء نے اس کی شدید مخالفت کی۔

²²⁷⁴ دعویٰ مہدویت

کچھ عرصہ بعد مرزا صاحب نے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا..... وہ مہدی نہیں جس نے خنزیر پی کر کے فتوحات حاصل کرنی تھیں۔ بلکہ معقولیت پسند مہدی جس نے اپنے مخالفوں کو دلائل سے قائل کرنا تھا۔

جہاد حرام ہے

۱۹۰۰ء میں انہوں نے ایک اور نیا نظریہ پیش کیا کہ آئندہ سے ”جہاد ہالیف“ نہیں ہوگا بلکہ مخالف کو دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش تک جہاد محدود ہوگا۔

ظلی نبی ہونے کا دعویٰ

۱۹۰۱ء میں مرزا غلام احمد نے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ایک اشتہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ کے ذریعہ یہ تصریح کی کہ ختم نبوت کے اصول کا مقصد یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔ لیکن شرع کے بغیر کسی نئے پیغمبر کا ظہور ختم نبوت کے اصول کے خلاف نہیں ہے۔

مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ

نومبر ۱۹۰۲ء میں سیالکوٹ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مرزا غلام احمد نے مثیل کرشن ہونے کا دعویٰ کیا۔

مسلمانوں سے الگ مردم شماری

۱۹۰۱ء میں جماعت احمدیہ قائم ہوئی اور خود مرزا صاحب کی درخواست پر اس سال مردم شماری کے کاغذات میں انہیں مسلمانوں کا ایک الگ فرقہ دکھایا گیا۔

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۸۰۸)

²²⁷⁵ مرزا غلام احمد کے پیروؤں کے ان عجیب و غریب عقائد و خیالات نے مسلمانوں اور قادیانوں کے درمیان شدید نفی اختلافاں پیدا کر دیئے۔ فاضل حجرو نے مزید لکھا ہے:

(ص ۱۹۶، ۱۹۷)

احمدیہ فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد کے نبی ہونے کے دعویٰ نے امت میں اضطراب پیدا کر دیا اور مسلمانوں کے خیال کے مطابق اس دعویٰ نے انہیں اسلام کے دائرے سے بالکل خارج کر دیا۔ ایک حدیث میں جسے عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ خدا نے انسانوں کی ہدایت کے لئے جو نبی بھیجے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں

مسلمان پیغمبر اسلام ﷺ کو انبیاء کے اس سلسلہ کا آخری نبی مانتے ہیں۔ قرآن اور انجیل میں ان میں سے بعض نبیوں کے اسماء بھی بتائے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی حسب ذیل آیات سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ نبی کریم کی وفات کے بعد نبوت ختم ہوگئی اور اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

.....۱ ”محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں، بلکہ وہ خدا کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔“ (سورہ ۳۳، آیت ۴۰)

.....۲ ”یاد رکھو! خدا نے نبیوں سے عہد لیا اور کہا کہ ہم جنہیں کتاب اور دانش دیتے ہیں۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آتا ہے جو اس کی بھی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے۔ کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ خدا نے کہا کیا تم راضی ہو اور اس معاہدے کی پابندی کرو گے۔ انہوں نے کہا ہم راضی ہیں۔ اس نے کہا گواہ رہنا اور ہم بھی گواہوں میں شامل ہیں۔“

(سورہ ۳، آیت ۸۱)

.....۳ ”آج کے دن جنہوں نے ایمان ترک کیا اور تمہارے مذہب کی طرف سے تمام امیدیں ختم کر دیں۔ ان سے خوف نہ کرو۔ بلکہ میرا خوف کرو۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اور تمہارے لئے مذہب کے طور پر اسلام کو پسند کیا۔“ (سورہ ۵، آیت ۴)

.....۴ اس کے علاوہ متعدد احادیث اور متذکرہ بالا آیات کی معیاری تفاسیر میں یہ بھی

بتایا گیا ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

لیفٹیننٹ نذیر الدین کے فاضل وکیل شیخ ظفر محمود نے اس سلسلہ میں رسالہ ”طلوع اسلام“ جولائی ۱۹۵۴ء رسالہ ”فتح نکاح مرزائیاں“ رسالہ ”ترجمان القرآن“ نومبر ۱۹۵۳ء مسماۃ عائشہ بیام عبدالرزاق کے مقدمہ میں بہاول پور کے فاضل ڈسٹرکٹ جج ”منشی محمد اکبر کافضلہ“ اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ”قادیانی مسئلہ“ پیش کیا۔

(مدعیہ کے وکیل) میاں عطاء اللہ نے ”طلوع اسلام“ جولائی ۱۹۵۴ء ”ختم نبوت کی حقیقت“ از مرزا بشیر احمد ایم اے (مرزا غلام احمد کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد کے چھوٹے بھائی) نیز احمدی فرقہ کے بانی کی لکھی ہوئی کتاب ”الحق“ المعروف بہ ”مباحثہ لدھیانہ“ ان کی ایک اور تصنیف ”حقیقت الوحی“ ۱۹۵۳ء کے فسادات پنجاب کی تحقیقاتی رپورٹ، ابوالاعلیٰ مودودی کی ”قادیانی مسئلہ“ کا قادیانیوں کی طرف سے جواب، ”تحقیقاتی عدالت میں مرزا بشیر الدین محمود کا بیان“ اور ”مقدمہ بہادول پور“ از جلال الدین شمس ”تصدیق احمدیت“ از بشارت احمد وکیل حیدر آباد دکن۔ ”حقیقت الوحی“ چوتھا ایڈیشن ۱۹۵۰ء ”تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر“ از جلال الدین شمس صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے تفصیلی حوالے دیئے ہیں۔ انہوں نے خاص طور پر قادیانیوں کے اس عقیدہ کی طرف توجہ دلائی جسے احمدیہ جماعت کے فاضل وکیل مسٹر عبدالرحمان خادم نے تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں کے سامنے پیش کیا تھا اور جس کے لئے انہوں نے حسب ذیل آیات قرآنی سے الجھبٹا کیا تھا۔

۱۔ ”اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی ”انبیاء“، ”صدیقین“، ”شہداء“ اور ”صلحاء“ اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔“ (سورہ ۴، آیت ۶۹)

۲۔ ”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آجوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنمی ہیں۔“ (سورہ ۵۷، آیت ۱۹)

۳۔ اے فرزندان آدم! جب تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، جو تمہیں میری آیتیں سنائیں پھر جو شخص ڈر گیا اور اصلاح کر لی، ایسوں پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے اور جنہوں نے ہماری آجوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا وہی دوزخی ہیں۔ (سورہ ۷، آیت ۳۶، ۳۵)

۴۔ اے انبیاء! تمام اچھی اور پاک چیزوں سے کھاؤ اور نیک کام کرو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے میں باخبر ہوں۔ (سورہ ۲۳، آیت ۵۱)

مندرجہ بالا آیات قرآنی پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آئندہ بھی نبی کریم ﷺ کے بعد بعض ایسے لوگ ہوں گے جن پر نبی اور رسول کے لفظ کا اطلاق ہو سکے اور اس دلیل کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے بعض احادیث اور ایسے محدثین اور علماء کے حوالے بھی دیئے گئے جن کی مذہبی حیثیت عام طور پر مسلمہ ہے۔ اگرچہ اس کی تردید نہیں کی گئی کہ مرزا غلام احمد نے

اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا۔ لیکن یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے یہ لفظ ایک خاص معنی میں استعمال کئے۔ وہ عام معنوں میں نبی نہیں تھے۔ یعنی ایسے نبی جو خدا کے ساتھ پیغام کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم یا تبدیلی کرنے کا حق یا اضافہ کرنے کے لئے خدا کی طرف سے کوئی خاص پیغام لے کر آئے ہوں ان کا دعویٰ نبوت تشریحی کا نہیں تھا بلکہ ظلی یا بروزی نبوت کا تھا۔

مسلمانوں کی طرف سے جواب

دوسری طرف سے کہا گیا ہے کہ کل یا بروز کا تصور جس کا ترجمہ ”ادوار“ کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے لئے قابل قبول نہیں ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس پر نبوت کی وحی آتی ہے ایک نئی امت قائم کرتا ہے۔ وہ خود بخود اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد،²²⁷⁸ احمدیہ جماعت کے موجودہ سربراہ اور اس جماعت کے نمائندہ مصنفین کی تحریروں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے اوپر اس طرح کی وحی یا الہام آنے کا دعویٰ کیا ہے جو خدا نے اب تک صرف انبیاء کے لئے مخصوص رکھا تھا۔ لہذا اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ آیا مرزا غلام احمد نے کبھی یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان پر ایسی وحی آئی تھی جسے وحی نبوت کہا جاسکتا ہو۔ اب سے پہلے جب بھی کوئی نبی آئے تو انہوں نے اس قوم سے جہاں وہ ظاہر ہوئے ایک مطالبہ کیا: ”ہمارے نبی نے سارے عالم انسانیت سے مطالبہ کیا کہ ان کے دعویٰ کو جانچے اور ان پر ایمان لائے۔“ اور جس نے نبوت سے انکار کیا یا اس میں شک کا اظہار کیا وہ نقصان کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔ لہذا قوم کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ نبوت کے دعویٰ کو منظور کرے یا اس سے انکار کر دے۔

ایک اور مسئلہ کذاب

دعویٰ کی منظوری ایک نئے مذہبی فرقہ کے قیام کا باعث بنتی ہے جسے پہلا فرقہ اپنی جماعت سے خارج تصور کرتا ہے۔ نیا فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ جو لوگ نئے نبی پر ایمان نہیں لائے وہ ان کے فرقہ سے خارج ہیں۔ مرزا غلام احمد نے عوام کی طرف اپنا ہاتھ اس ہدایت کے ساتھ بڑھایا کہ اسے قبول بھی کر لیا جائے۔ نبی ہونے کے متعلق مرزا غلام احمد کے دعویٰ کو مسلمان مسئلہ کذاب کی دوسری مثال سمجھتے ہیں۔

شریعت سے ایک انچ ہٹنے والا ”ملعون“ ہے

مرزا غلام احمد نے اپنی ابتدائی تحریروں میں یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ لکھی تھی

کہ مسلمان ہونے کے لئے اسلام کے بنیادی ارکان پر ایمان ضروری ہے۔ احمدیہ فرقہ کے بانی نے اپنی کتاب (ایام صلح ص ۸۷، خزائن ج ۱۳ ص ۳۲۳) میں خود لکھا ہے کہ: ”وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے۔“

ایک اور کتاب (انجامِ آخر ص ۱۳۳، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۵) میں انہوں نے یہی لکھا ہے کہ: ”جو شخص شریعت سے ایک انچ بھی ہٹتا ہے اور ان اصولوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے جن پر امت کا اجماع ہے خدا اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت کا سزاوار ہے اور یہ کہ ان کا پختہ عقیدہ ہے۔“ اور اپنی کتاب (ازالہ ابہام ص ۵۵۶، خزائن ج ۳ ص ۳۹۹) میں انہوں نے لکھا ہے: ”تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کے رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔“

نبوت مرزا کی نوعیت

بعد میں مرزا غلام احمد نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور خود ان کی اپنی اور ان کے جانشینوں اور پیروکاروں کی تحریروں، اعلانات اور بیانات کے مطابق ان کی نبوت کی نوعیت کچھ حسب ذیل قسم کی ہے۔

۱..... ”مجھے بتلایا گیا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“

(انجاز احمدی ص ۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳)

۲..... (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج ۲ ص ۳۰۶) میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ”نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو..... اس امت کو آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک مکالمات الہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے۔ وہ دین، دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا..... وہ دین لعنتی اور قاتل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند مقتول ہاتھوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی

۱۔ حقیقت الہیہ کے ضمیمہ ص ۲۶۱ میں انہوں نے اپنے ایک الہام کے متعلق دعویٰ کیا

ہے کہ خدا نے مجھے محمد اور رسول کہہ کر خطاب کیا ہے۔

آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی..... سوائیادین بنسبت اس کے کہ اس کورحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔“

۳..... (دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱) پر انہوں نے لکھا ہے کہ: ”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

۴..... (حقیقت الوحی ص ۱۵۰، ۱۴۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳) پر انہوں نے لکھا ہے کہ: ”اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی ہارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔“

۵..... ”وہ اپنے آپ کو نبی احمد کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو یہ درجہ قرآن نے دیا ہے۔“ (ازالہ اوہام طبع ازل ص ۶۷، خزائن ج ۳ ص ۴۶۳)

نیز انہوں نے اسی کتاب کے (ص ۶۶، خزائن ج ۳ ص ۴۵۹) پر اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۶..... (اشتہار معیار الاخیار ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۸) پر انہوں نے مہدی موعود اور اکثر انبیاء سے برتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۷..... (خلبہ الہامیہ ص ۳۵، خزائن ج ۱۶ ص ۷۰) پر انہوں نے اپنے لئے انسانیت کے بلند ترین منصب کا دعویٰ کیا ہے۔

۸..... انہوں نے کہا کہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح اور مہدی اور ہندو کے لئے کرشن ہوں۔ (لیکچر سیا کلوت ص ۳۳، خزائن ج ۲۰ ص ۲۱۸)

۹..... (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) پر انہوں نے حضرت امام حسین سے بھی برتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

۱۰..... انہوں نے (اعجاز احمدی ص ۸۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳) پر لکھا ہے کہ: ”اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن جہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔“

۱۱..... (ضمیمہ انجام آقظم ص ۸۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱، ۲۹۰) پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گمراہوں کے متعلق سخت یاد آگویی کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

تین نانیاں اور دادیاں زانی عورتیں تھیں۔ وہ خود جھوٹ بولتے تھے اور مسمریزم اور فریب کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔“

۱۲..... (حقیقت الہی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶، ۴۰۷) پر انہوں نے بہت واضح طور پر یہ کہہ کر اپنی نبوت کا دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہیں اور اس امت میں نبی کا لفظ صرف ان کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

۱۳..... اور انہوں نے (اربعین نمبر ۳ ص ۳۶، خزائن ج ۷ ص ۴۲۶) پر لکھا ہے کہ: ”وہ وحی کے بغیر نہیں بولتے۔“ اور انہوں نے (حقیقت الہی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۵) میں لکھا کہ: ”خدا نے ان سے کہا ہے کہ انہیں رحمت للعالمین بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔“ نیز (حقیقت الہی ص ۱۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰) میں لکھا ہے کہ: ”خدا نے کسی دوسرے انسان کو وہ اعزاز نہیں دیا تھا جو ان کو دیا گیا ہے اور یہ کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔“ اور نیز انہوں نے (انجام آئیم ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۵۸، حقیقت الہی ص ۱۰۲، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵) پر دعویٰ کیا کہ خدا نے انہیں کوثر دیا ہے۔ اور نیز (آئینہ کالات اسلام ص ۵۶۳، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً) پر وہ اپنے بزرگ اور برتر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خود خدا ہیں اور یہ کہ انہوں نے زمین اور آسمان پیدا کئے ہیں۔

اسی سبب سے اپنی کتاب (حقیقت الہی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۶) میں وہ اعلان کرتے ہیں کہ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ اور (لادنی احمدیہ ج اذل ص ۱۸) پر انہوں نے اپنے پیروؤں کو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے جو ان پر ایمان نہیں رکھتا۔ اور نیز انہوں نے (البشری ص ۴۹) پر ایک الہام بیان کیا ہے کہ خدا نے انہیں اپنا بیٹا کہہ کر پکارا ہے۔ اور (حقیقت الہی ص ۹۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۲) میں انہوں نے لکھا ہے کہ خدا نے ان سے کہا ہے کہ اگر وہ مرزا غلام احمد کو پیدا نہ کرتا تو اسے کائنات ہی نہ پیدا کی ہوتی۔ مرزا غلام احمد کے ان بیانات کی بناء پر ۱۹۲۵ء میں تمام فرقوں کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا گیا۔

۱۴..... احمدیہ فرقہ کے موجودہ سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی مرزا غلام احمد کے اس دعویٰ کی کہ وہ نبی ہے مسلسل اشاعت کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ (حقیقت الہیہ ص ۲۲۸) پر انہوں نے لکھا ہے کہ: ”یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ پیغمبر اسلام کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔“

اور (انوار خلافت ص ۶۲) میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ”مسلمانوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے

۱۔ مسمریزم کے متعلق (ازالہ اوہام ص ۳۱۴، خزائن ج ۳ ص ۲۵۹ حاشیہ) ناشر!
۲۔ جسے فتح نکاح مرزائیاں کے نام سے دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع کیا گیا۔ ناشر!

کہ خدا کا خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کو خدا کی قدرت کا احساس نہیں۔ ورنہ ایک نبی تو الگ رہا میں کہتا ہوں کہ ہزاروں نبی آ سکتے ہیں۔“

نیز (انوار خلافت ص ۶۵) پر احمدیہ فرقہ کے موجودہ سربراہ نے لکھا ہے کہ: ”اگر میری گردن پر دونوں طرف تلوار رکھ دی جائے اور مجھ سے یہ کہنے کو کہا جائے کہ بغیر اسلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا تو میں (مرزا بشیر الدین محمود) کہوں گا کہ ایسا شخص جھوٹا ہے۔ یہ کہ بغیر اسلام کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔“

اس طرح مرزا غلام احمد نے نئے نبیوں کے ظہور کے لئے دروازہ کھول دیا اور قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کو سچا نبی مان لیا۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل مثال دی جاتی ہیں۔

ادعائے نبوت کے حوالے

۱..... مرزا غلام احمد نے (اخبار بدر ۱۹۰۸ء، مورخہ ۵ مارچ، المونعات ج ۱ ص ۱۲۷) میں لکھا ہے کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں۔“

۲..... مرزا بشیر الدین نے (حقیقت المنہ ص ۱۷۴) پر لکھا ہے کہ: ”مرزا غلام احمد اس لفظ کے صحیح معنوں میں نبی ہیں اور شریعت کے مطابق وہ مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“

نبوت کے ایسے اعلان کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی مدعی کی اس حیثیت کو ماننے سے انکار کرے کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قادیانی تمام ایسے مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں جو مرزا غلام احمد کی حقیقی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اس ضمن میں حسب ذیل مثالیں درج ہیں۔

۱.....²²⁸³ ”ہر وہ مسلمان جو مرزا غلام احمد کی بیعت میں شامل نہیں ہوا خواہ اس نے ان کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر ہے اور اسلام کے دائرہ سے خارج ہیں۔“ (آئینہ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود ص ۳۵)

۲..... ”ہر ایک شخص جو موسیٰ کو قوماندا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا۔ یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور محمد ﷺ کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔“ (کلمۃ الفصل مندرجہ ریویو آف ریلیموج ۱۳ نمبر ۳۲ ص ۱۱۰)

۳..... مرزا بشیر الدین محمود نے سب جگہ گورڈ اسپور کی عدالت میں حسب ذیل بیان دیا تھا جو (افضل مورخہ ۲۹، ۲۶ جون ۱۹۲۲ء ج ۹ نمبر ۱۰ ص ۱۰۲) میں شائع ہوا: ”مرزا صاحب پر ہمارا ایمان ہے، غیر احمدیوں کا ان پر ایمان نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کسی نبی کو ماننے سے انکار کرنا کفر ہے اور تمام غیر احمدی کافر ہیں۔“

مرزا غلام احمد

انہوں نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں۔

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ معجبتی باشد

(تزیان القلوب ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۳۳)

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، خلیس ہیں میری بے شمار

(ابراہین احمد یہ حصہ مجلہ ۱۰۳، خزائن ص ۱۳۳)

وہ اپنے لئے اس حیثیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہر اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ان کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اپنی نبوت کے دعویٰ کو تقویت پہنچانے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کے اس عقیدہ سے فائدہ اٹھایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی۔ بلکہ وہ چوتھے آسمان پر اب تک زندہ ہیں۔ جہاں سے کثامت سے پہلے زمین پر اتریں گے اور یہ بھی قریب قیامت²¹⁸⁴ کی نشانیوں میں سے ایک ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے خود عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو مسیح موعود کہا۔ یہ ان کے الہام کے سلسلہ کا دوسرا مرحلہ تھا۔

مسلمانوں کا ایک اور عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ الرضوان قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گے۔ انہوں نے اپنے مہدی موعود ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ گزشتہ چودہ سو سال میں مسیلہ کذاب کی طرح جس نے بھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ مسلمانوں نے اس کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ اس لئے انہوں نے (مہربان حکومت برطانیہ کی) حفاظت حاصل کرنی چاہی۔ تحقیقاتی عدالت کے فاضل ججوں نے اس ضمن میں حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے۔

انگریزوں کی پالیسی

”ایسے اختلافات انگریز کو بہت راس آتے تھے وہ بھی چاہتے تھے کہ جس قوم پر وہ حکومت کر رہے ہیں اسے مذہبی اختلافات میں الجھائے رکھیں۔ جب تک کہ یہ جھگڑے امن و امان میں غلط ڈالنے کا باعث نہیں اگر لوگ جنت میں جانے کے استحقاق یا جہنم میں جانے کے اسباب پر جھگڑا کریں تو جب تک وہ ایک دوسرے کے سر نہیں توڑتے اور اپنے لئے دنیاوی مال و متاع کا مطالبہ نہیں کرتے اس وقت تک انگریز ان جھگڑوں کو انتہائی بے نیازی بلکہ اطمینان کی

نظروں سے دیکھتے تھے۔ لیکن جو ٹی سرنوٹنے کا وقت آیا، انگریز نہایت سخت ہو جاتا اور اس پر کسی مصلحت کے لئے تیار نہ تھا۔ مرزا صاحب برطانوی راج کی اس برکت سے پوری طرح واقف تھے جو صرف ان اختلافات کی اجازت ہی نہیں دیتا تھا۔ بلکہ ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتا تھا۔ چنانچہ احمدی تحریک کے بانی اور رہنماؤں کے خلاف غیر احمدیوں کی ایک بہت بڑی شکایت یہ بھی تھی کہ وہ انگریزوں کے ذلیل خوشامدی ہیں۔“ (تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۲۰۸)

قادیانی فرقہ کے بانی کو علم تھا کہ اسلام کے ظہور کے بعد سے مسئلہ کذاب اور جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی نبوت جمانے کے لئے^{۲۲۸۵} اس فرقہ کو انگریزی حکومت کی حفاظت کی سخت ضرورت تھی۔ اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد کی حسب ذیل تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

انگریز کی مدح و ثناء

۱..... (المعلومات احمدیہ ص ۴۶ ج ۱) میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے: ”حکومت برطانیہ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے چلے جائیں تو مکہ یا قسطنطنیہ میں ہم نہیں گزارہ کر سکتے۔ ہم برطانوی حکومت کی مخالفت کا تصور کیونکر کر سکتے ہیں۔“

۲..... (تخلیغ رسالت ج ۶ ص ۹۶، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۰) پر مرزا غلام احمد نے لکھا ہے: ”میں اپنا کام مکہ میں نہ مدینہ میں جاری رکھ سکتا ہوں نہ ردما میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔“

۳..... (تخلیغ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴) پر مرزا غلام احمد نے کہا کہ: ”اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو تمہارا کہاں ٹھکانہ ہے۔“

قادیانی اور پاکستان

ان اسباب کی بناء پر (تحقیقاتی رپورٹ ص ۲۰۹، ۲۰۸) میں فاضل ججوں نے پاکستان کے متعلق قادیانیوں کے رویہ کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے: ”پہلی عالمگیر جنگ کے دوران میں جس میں ترکی کو شکست ہوئی تھی۔ ۱۹۱۸ء میں بغداد پر انگریزوں کی فتح پر قادیان میں خوشیاں منائی گئیں۔ جس سے مسلمانوں میں سخت بیزاری پھیلی اور احمدیت کو انگریزوں کی لوٹری سمجھا جانے لگا۔ ملک کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن کے قیام کا امکان افق پر نظر آنے لگا تو آنے والے واقعات کے سایہ نے قادیانیوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۷ء کے

آغاز تک ان کی بعض تحریروں سے یہ منکشف²²⁸⁶ ہوتا ہے کہ انہیں پہلے انگریزوں کا جانشین بننے کی توقع تھی۔ لیکن جب پاکستان کا دھندلا سا خواب مستقبل کی ایک حقیقت کا روپ اختیار کرنے لگا تو ایک نئی مملکت پر راضی ہو جانا انہیں دشوار نظر آنے لگا۔ وہ یقیناً اپنے آپ کو دو گونا گونا ب میں مبتلا پاتے ہوں گے۔ وہ ہندوستان میں اس لئے نہیں رہ سکتے تھے کہ اسے ایک لادینی ہندو مملکت بنا دیا اور نہ پاکستان کو پسند کر سکتے تھے جس میں فرقہ بازی کے روار کے جانے کی کوئی توقع نہ تھی۔ ان کی بعض تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تقسیم کے مخالف تھے۔ نیز یہ کہ اگر ملک تقسیم ہوا تو اس کے دوبارہ اتحاد کی کوشش کریں گے اس کی وجہ ظاہر یہ تھی کہ احمدیت کے مرکز قادیان کا مستقبل بالکل غیر یقینی نظر آ رہا تھا۔ جس کے متعلق مرزا صاحب بہت سی پیش گوئیاں کر چکے تھے۔“

مسئلہ جہاد

”ان ہی وجوہ کی بناء پر مرزا غلام احمد جہاد کا تیرا سو سال پرانا اصول منسوخ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اعلان کر دیا کہ اب سے جہاد بالسیف ممنوع قرار پایا۔ اب جہاد صرف یہ ہے کہ اپنے مخالف کو دلائل سے مطمئن کیا جائے۔“

جہاد کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات موجود ہیں:

..... ”جن سے جنگ کی جارہی ہو انہیں اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور پس اللہ ان کی مدد کرنے کے لئے بڑا طاقتور ہے۔ جو لوگ اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے۔ محض اتنی بات پر کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ہاتھوں لوگوں کا زور نہ گھٹاتا رہتا تو لاتعداد خانقاہ ہیں اور کلیسے، گرجے اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ تباہ و برباد ہو جاتے۔ بے شک اللہ ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتے ہیں۔ تحقیق اللہ بڑی طاقت والا اور بہت قدرت والا ہے۔“ (سورہ ۲۲، آیت ۴۰، ۴۱)

.....²²⁸⁷ ”اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ لیکن حد سے نہ بڑھو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ان کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ اور انکو نکال باہر کرو۔ جہاں سے انہوں نے تم کو نکال باہر کیا ہے اور شرارت قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن مسجد حرام میں ان سے جنگ نہ کرو۔ جب تک کہ وہ وہاں تم سے لڑنے میں مہل نہ کریں۔ اگر وہ تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کہ حق کا انکار کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ لوگ باز آ جائیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور ان کے ساتھ اس حد تک لڑو کہ فتنہ و شرارت باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے اور اگر

وہ لوگ باز آجاویں تو بے انصافی کرنے والوں کے سوا سختی کسی پر نہیں ہوتی۔ حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کے عوض میں ہے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں۔ پس جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی زیادتی کرو۔ جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (سورہ ۲، آیت ۱۹۰ تا ۱۹۳)

۳..... ”اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ انصاف اور احسان کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔“ (سورہ ۶، آیت ۸)

۴..... ”اس شخص کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر جان سے مارا جائے یا ذل ب آجائے تو ہم اسے اجر عظیم دیں گے اور تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزوروں کی خاطر جہاد نہیں کرتے۔ جن میں کچھ مرد ہیں۔ کچھ عورتیں اور کچھ بچے ہیں اور جو دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس ^{۲۲۸۸}بستی سے نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور اے خدا ہمارے لئے اپنے ہاں سے کوئی حمایتی کھڑا کر اور اپنی طرف سے کوئی مددگار روانہ فرما۔“ (سورہ ۲، آیت ۷۴ تا ۷۵)

۵..... ”پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ گئے لے کر دو اور پکڑو اور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورہ ۹، آیت ۵)

۶..... ”پس کافروں کا کہنا نہ مان اور اس (قرآن) کے ساتھ بڑے زور سے ان کا مقابلہ کر۔“ (سورہ ۲۵، آیت ۵۲)

جہاد کے بارے میں احمدی نظریہ یہ ہے کہ جسے ”جہاد ہا لسیف“ کہا جاتا ہے اس کی اجازت صرف اپنی حفاظت کے لئے ہے۔ نیز یہ کہ اس مسئلہ پر اپنی رائے پیش کرتے ہوئے مرزا غلام احمد نے صرف قرآنی آیات پر مبنی اصولوں کی وضاحت کی ہے اور انہوں نے کسی قرآنی حکم یا ہدایت کو منسوخ نہیں کیا۔

دوسرے فریق کا کہنا ہے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ پر اپنی رائے جن الفاظ میں ظاہر کی ہے۔ اس سے بالکل صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ محض ایک قرآنی اصول کی وضاحت نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ قرآن کے ایک مسلمہ قانون کو منسوخ کر رہے تھے۔

اس سلسلہ میں ان کے حسب ذیل اعلانات پیش کئے جاتے ہیں:

۱..... ”میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔“
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد میں ۱۴، خزائن ج ۱ ص ۱۵)

۲..... ”آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔“ (ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ۱۶، خزائن ج ۱ ص ۱۷)
۳..... ”مسح کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۱۶، خزائن ج ۱ ص ۲۸)

۳..... ”میں نے جہاد کی ممانعت کے بارے میں مؤثر تقریریں لکھیں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۶۲)

۵..... ”ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور شائع کی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔“

(ستارہ قیصر ص ۱۵، خزائن ج ۱ ص ۱۵۵)

۶..... ”مسح موعود کے وقت جہاد کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اب زمین کے فساد بند کر دیئے گئے۔“
(ضمیمہ خطبہ الہامیہ)

۷..... ”اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا غازی نام رکھتا ہے۔ وہ رسول کا نافرمان ہے۔“
(ضمیمہ خطبہ الہامیہ ص ۱۶، خزائن ج ۱ ص ۲۸)

۸..... ”میرے فرقہ میں جس کا خدا نے مجھے امام اور رہبر مقرر فرمایا ہے۔ تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ یہ فرقہ اس بات کو قطعاً حرام جانتا ہے کہ دین کے لئے لڑائیاں کی جائیں۔“

(ضمیمہ نمبر ۵ تریاق القلوب، اشتہار واجب الالہام ص ۱۵، خزائن ج ۱ ص ۵۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۵۷)
۹..... ”اسلام میں جو جہاد کا مسئلہ ہے میری نگاہ میں اس سے بدتر اسلام کو بدنام کرنے والا

اور کوئی مسئلہ نہیں۔“ (تلیف رسالت ج ۱ ص ۱۲۲، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)
۱۰..... ”مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(تلیف رسالت ج ۷ ص ۱۷، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۹)

مرزا صاحب کی ان تحریروں اور ان کے دعوئی سے کہ: ”میری دچی میں امر بھی ہے اور

(اربعین نمبر ص ۶، خزائن ج ۱ ص ۴۳۶)

نہی بھی۔“

یہ بات شدت کے ساتھ پیش کی گئی ہے کہ یہ اعلان قرآن کریم کے ایک مسلمہ قانون کی تفسیح یا ترمیم کے مترادف ہے۔

اپیل کنندگان کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان الفاظ اور فقروں میں کوئی تفسیح نہیں ہے۔ بلکہ محض قرآن کے ایک ایسے اصول کی وضاحت ہے جس کے متعلق صدیوں سے غلط فہمی تھی اور بہر حال دوسروں نے ان عبارتوں کا جو بھی مطلب سمجھا ہوا احمدیوں نے ہمیشہ اس کا²²⁹⁰ یہ مطلب سمجھا کہ مرزا غلام احمد نے محض یہ کیا کہ اصل اصول کو گرد و غبار سے پاک کر کے اس کو اصل حالت میں پیش کر دیا۔ احمدیوں کی طرف سے اس سلسلہ میں ”بضع الحرب“ کی حدیث کا بھی حوالہ بھی دیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے کسی قانون کو منسوخ کرنے کی بجائے صرف اس حدیث کے مطابق جنگ کو معطل کیا تھا۔ یہ نقطہ بہت اہم ہے۔ کیونکہ اگر یہ طے ہو جائے کہ مرزا غلام احمد کی ان آراء کا مقصد ایک مسلمہ قانون کی جگہ پر ایک نیا قانون نافذ کرنا یا جزوی طور پر ترمیم کرنا بھی تھا اور ان کے معتقدین بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں تو پھر وہ تشریحی نبی ہوئے۔

اس صورت میں خود احمدیوں کے یہاں آیت خاتم النبیین کی اپنی تفسیر بھی غلط ہو جائے گی۔ یہ صورت واضح تر ہو جائے گی۔ اگر یہ اصول کسی وحی یا الہام کی بناء پر طے کیا گیا ہو۔ غیر احمدی فریق نے اس دلیل کو یہ کہہ کر مزید آگے بڑھایا کہ ان تحریروں میں جو رائے ظاہر کی ہے وہ اگر سابقہ اصول کا اعادہ یا اعلان کرنے والے کی حیثیت سے پیش کئے گئے ہیں۔ جب بھی مرزا صاحب اصول کے تحت تشریحی نبی بن جاتے ہیں کہ اگر قانون کا اعلان کرنے والا اپنے لئے وضاحت کرنے کی بجائے اعلان کرنے کا حق مختص سمجھے تو قانون کا اعلان بجائے خود اصل قانون بن جاتا ہے۔ احمدی ان تحریروں کی وضاحت کے لئے قرآن کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جن کا حوالہ اوپر دے چکا ہوں اور آیت سیف کے عام طور پر جو معنی سمجھے جاتے ہیں اسے وہ تسلیم نہیں کرتے۔

ناسخ منسوخ

احمدیوں کا ایک اہم عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی آیت دوسری آیت سے منسوخ نہیں ہوئی۔ نیز یہ کہ آیت سیف میں اور مکہ میں نازل شدہ آیات میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ وہ ناسخ اور منسوخ کے سارے نظریہ ہی کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں:

.....²²⁹¹ ”ہم کسی آیت کا حکم موقوف کر دیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا ویسی ہی آیت بھیج دیتے ہیں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

(سورہ ۲، آیت ۱۰۶)

۲..... ”اور جب ہم کسی آیت کو دوسری آیت کے بجائے بدلے میں تو کو اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اسے خوب جانتا ہے۔ لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم جموٹے اور جلسا ساز ہو۔“ (سورہ ۱۶، آیت ۱۰۱) چنانچہ ”مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق قادیانی کافر ہیں اور دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔“ چونکہ:

۱..... وہ یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ نبی کریم آخری نبی نہیں تھے۔ قرآن کو غلط معنی پہناتے ہیں اور اس مذہب کو لعنتی اور شیطانی کہتے ہیں جن کے ماننے والے نبی کریم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔

۲..... مطلق تشریحی نبوت کا مرزا غلام احمد کا دعویٰ ہے۔

۳..... ان کا یہ دعویٰ کہ حضرت جبرائیل ان کے پاس وحی لے کر آتے ہیں اور ان کی وحی قرآن کریم کے برابر ہے۔

۴..... مختلف طریقوں سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسینؑ کی توہین کی ہے۔

۵..... نبی کریم اور ان کے مذہب کے بارے میں توہین آمیز کلمات استعمال کئے ہیں۔

۶..... قادیانیوں کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہنا۔

۱۹۵۳ء کے فسادات کے دوران اور ۱۹۵۴ء میں تحقیقات سے پہلے قادیانی اپنے اکثر عقائد سے کمر گئے۔ اس لئے کہ تحقیقاتی عدالت کے سامنے انہوں نے جو موقف اختیار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فرقہ کے بانی اور اس کے جانشینوں کے پیش کردہ معافی و مطالب کو بدلنے کی کوشش کی۔ لیکن احمدی فرقہ کے بانی اور ان کے جانشینوں کی لکھی ہوئی جو کتابیں موجود ہیں ان سے ان کے عقائد کے فلسفہ کی جھلک نظر آ جاتی ہے۔ اس صورت میں حسب ذیل نتائج پر پہنچا ہوں۔

نتائج

۱..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ پیغمبر اسلام خدا کے آخری نبی تھے اور ان کے بعد کسی اور نبی کو نہیں آنا تھا۔

۲..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ جسے ہمارے نبی کے آخری نبی ہونے پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہے۔

- ۳..... مسلمانوں میں اس پر اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔
- ۴..... مرزا غلام احمد نے خود اپنے اعلانات کے مطابق یہ دعویٰ کیا کہ ان پر ایسی وحی آتی ہے جو وحی نبوت کے برابر ہے۔
- ۵..... خود مرزا غلام احمد نے اپنی پہلی کتابوں میں معیار رکھے ہیں۔ وہ خود ان کے دعویٰ نبوت کی تکذیب کرتے ہیں۔
- ۶..... انہوں نے اپنے مکمل پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا۔ ظل اور بروز کا سارا قصہ محض ڈھونگ ہے۔
- ۷..... نبی کریمؐ کے بعد کسی پر وحی نبوت نہیں آ سکتی اور جو ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔

مندرجہ بالا استدلال اور نتائج کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ ابتدائی ساعت کرنے والی عدالت کا فیصلہ صحیح ہے اور میں سارے فیصلہ کی توثیق کرتا ہوں۔ مسماۃ لمة الکریم کی اپیل میں کوئی وزن نہیں اور میں یہ اپیل خارج کرتا ہوں۔

جہاں تک لیفٹیننٹ نذیر الدین کی اپیل کا تعلق ہے اس کے متعلق مسٹر ظفر محمود ایڈووکیٹ نے مجھے لیفٹیننٹ نذیر الدین کی اپیل کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

مسماۃ لمة الکریم کے جہیز کا سامان ثابت ہو چکا ہے کہ اس کے سابق خاوند کے قبضہ میں ہے۔ جس کی مناسب قیمت لگائی جا چکی ہے۔ اس کی بھی اپیل میں کچھ وزن نہیں۔ میں اسے بھی خارج کرتا ہوں۔

چونکہ فریقین اپنے اپیل کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ خرچہ کسی پر نہ ڈالا جائے۔ راولپنڈی کے کلکٹر کو ہدایت کردی گئی ہے کہ کورٹ فیس وصول کر لیں۔

دستخط: محمد اکبر، ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی

۳ جون ۱۹۵۵ء

۲۲۹۴ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

یہ جماعت پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سرپرستی میں سیاسی مناقشات سے الگ ہو کر دینی تبلیغ میں عموماً اور رد قادیانیت کے سلسلہ میں خصوصاً سرگرم عمل رہی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت خطیب پاکستان مولانا

قاضی احسان احمد صاحب کی سرپرستی میں کام جاری رکھے ہوئے تھی۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد اب حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی سرپرستی میں یہ جماعت کام کر رہی ہے اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ملتان، اور حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی نے مجلس ہذا کی رہنمائی بطور مشیر مجلس مشاورت قبول فرما کر دینی احساس کی بہت بڑی ذمہ داری کو اٹھایا ہے۔ ان مندرجہ بالا حضرات کی سرپرستی میں اس وقت مجلس تحفظ ختم نبوت کا کام باحسن وجوہ انجام پا رہا ہے۔ جس کے ماتحت تقریباً پینتیس علماء اسلام فریضہ تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں اور گزشتہ جون ۱۹۶۷ء سے حضرت مناظر اسلام مولانا لال حسین صاحب اختر فریضہ تبلیغ اسلام کے لئے لندن (ہلڈرسفیلڈ) میں مقیم ہیں۔ جس کے شاندار نتائج آپ حضرات کے سامنے ہیں۔ اس کے بعد جزائر فی میں جو برطانیہ کی نوآبادیات میں سے ہے۔ ان میں بھی مولانا موصوف وسط جولائی تک تشریف لے جانے والے ہیں۔ کیونکہ قادیانی وہاں بھی اپنی ریشہ دوانیاں پھیلا رہے ہیں۔ جن کے سدباب کے لئے مولانا لال حسین صاحب اختر کے لئے ہمارے مرکز سے مسلمانانِ فی نے استدعا کی ہے جس کو مرکز نے تبلیغ اسلام کے پیش نظر قبول کر لیا ہے۔ اہل فی مولانا موصوف کے ویزا کے انتظام میں مصروف ہیں۔ سب حضرات سے درخواست ہے کہ حضرت مولانا موصوف کی کامیابی اور صحت کے لئے دست بدعا رہیں اور خداوند قدوس ہماری ان مساعی حسنہ کو شرف قبول سے نوازے۔ آمین ثم آمین!

²²⁹⁵ مزید اس توسیع اشاعت کے سلسلہ میں جماعت کے قائم مقام ناظم مولانا عبد الرحیم اشعر نے ۲۰ صفر سے ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ تک مشرقی پاکستان بچیس روز کا دورہ کیا۔ جہاں گزشتہ سال سے مجلس تحفظ ختم نبوت قائم ہو چکی ہے اور اس کا الحاق بھی مرکزی مجلس ملتان سے ہو چکا ہے۔ چنانچہ قائم مقام ناظم نے ضلع کیلا میں برہمن باری کشور گنج کا دورہ کیا۔ شمالی بنگال میں دیناج پور، پنجگڑھ اور اس کے ملحقہ گاؤں کا دورہ کیا۔ پنجگڑھ میں ایک قادیانی ٹمس الدین نے توبہ کی اور قادیانی مظالم کی داستان خونچکاں سنائی۔ موصوف کے لئے دعا کریں کہ خدا اسے اسلام پر ثابت قدم رکھے۔ یہ احمد نگر کا باشندہ تھا۔

مندرجہ بالا علاقے قادیانی ریشہ دوانیوں کے مراکز بن چکے تھے۔ بعد ازاں ڈھاکہ،

صوبائی دارالحکومت کے اہم مراکز میں تقریریں ہوئیں۔ خصوصاً چوک والی مسجد، لال باغ مدرسہ قرآنیہ اور بیت الکریم عظیم پور کالونی، نواب گنج بخشی بازار، فرید آباد حاکمہ اور اسلامی اکیڈمی میں خصوصی خطاب کا دانشور اور وکلاء حضرات کے لئے انتظام کیا گیا۔ مولانا موصوف کے نہایت کامیابی کے ساتھ دورہ پورا کر کے واپس لاہور تشریف لے آنے پر لاہور میں حضرات امیر مرکزیہ مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان اور مولانا تاج محمود صاحب مدیر لولاک لاکل پور کی سرکردگی میں چٹان پریس کی مضبوطی کے معاملہ میں مذہبی رٹ جو دائر تھی، مولانا موصوف اس کی پیروی میں مصروف رہے۔ کافی مقدمات کی مذہبی بحث جس میں قادیانی مذہب کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ داخل عدالت کی گئی ہے جس کی سماعت جناب جسٹس محمد گل اور جناب جسٹس کرم الہی چوہان ہائیکورٹ کے جج صاحبان کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ ان حضرات کو اہل اسلام کے جذبات کے مطابق فیصلہ کی توفیق عطا فرماوے۔

ناظم دفتر: مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان

2296 ضمیمہ نمبر: ۳

”قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا“

پاکستانی عدلیہ کا محققانہ فیصلہ

مرزائی مرتد و کافر ہیں

از

جناب شیخ محمد رفیق گریجہ جج سول اور فیملی کورٹ
جیمس آباد سندھ

ناشر

مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، پاکستان

2297 سلسلہ اشاعت نمبر (۲۳)

باراؤل

مرکزی مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان	۔ ناشر:
خادم الفقراء منیر احمد روزنامہ مشرق لاہور	۔ کتابت:
وفاق پریس لاہور	۔ طباعت:
۲۸ صفحات	۔ صفحات:
۱۰۰۰۰	۔ تعداد:
نور۔/ ۳۷ سفید۔/ ۵۰ پیسے	۔ قیمت:
شعبان ۱۳۹۰ھ، مطابق اکتوبر ۱۹۷۰ء	۔ تاریخ اشاعت:

ملنے کا پتہ:

مرکزی مکتبہ مجلس تحفظ ختم نبوت
تخلیق روڈ ملتان شہر۔ فون نمبر: ۳۳۴۱

پیش لفظ²²⁹⁸

”الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى اصحابه الذين اوفوا عهده“

سلسلہ نبوت جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور انتہاء سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر ہوگئی۔ دین اسلام کی بنیاد و ذریعہ نجاتِ تصدیق و اقرار تو حید الہی و رسالتِ محمدی اور عقیدہ ختم نبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ نے بلا قید زمان و مکان ہر دور میں کسی مدعی نبوت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے وجود کو برداشت نہیں کیا۔ امیر المؤمنین خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے با اتفاق تمام اصحابِ کرام و اہل بیت عظام مدعی نبوتِ مسیلہ کذاب کے خلاف جہاد کیا۔ جس میں بارہ سوا اصحابِ رسول ﷺ نے جامِ شہادت نوش کیا اور مسیلہ اپنے اٹھائیس ہزار پیروکاروں کے ساتھ ہلاک و برباد ہوا۔ خلافتِ راشدہ سے لے کر چودھویں صدی تک تمام ممالک اسلامیہ میں جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ اگر بصورتِ قائمی ہوش و حواس کیا، مقتول ہوا اور اگر بوجہ خللِ دماغی کیا مجبوس ہوا۔

انیسویں صدی کا نصف آخر مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا اندوہ ناک دور تھا۔ جس میں مسلمان باہمی اختلاف و افتراق کا شکار ہو گئے۔ عیسائی جو کبھی مسلمانوں کی قوت و طاقت کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ ان کے آپس میں اختلافات و تنازعات کی بدولت ہندوستان پر قابض ہو گئے۔ کفر کے تسلط پر ہندوستان دارالحرب ہو گیا۔ اسلامی و شرعی تعزیر و حدود یک قلم منسوخ کر دی گئیں۔ انا لحنی کہو اور سولی نہ پاؤ والی حکومت قائم ہو گئی۔

ان حالات میں انگریزوں نے اپنے خود کاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا۔ جس نے اپنی خانہ ساز نبوت کا اعلان و اشتہار دینا شروع کر دیا۔ اس دعویٰ نبوت پر ہندوستان کے جملہ مکاتب فکر مثلاً سنی، شیعہ، اہل حدیث، بریلوی، دیوبندی کے علماء و فضلاء نے متفقہ طور پر مرزا صاحب کے ارتداد و کفر کا فتویٰ دے دیا۔ نہ صرف ہندوستان کے علماء نے بلکہ افغانستان، ایران،²²⁹⁹ مصر و حجاز، شام و عراق کے علمائے کرام نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر و ارتداد پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے امیر عبدالرحمان والی افغانستان کو اپنی خود ساختہ نبوت کی تصدیق و تائید کے لئے خط ارسال کیا۔ جس کے جواب میں امیر موصوف نے لکھا کہ ایں جاہلیا۔

یعنی یہاں آ کر بات کرو۔ مرزا صاحب میں اتنا حوصلہ و جرأت کہاں؟ کہ افغانستان جاتے اور اسلامی حدود و تحریات کا سامنا کرتے۔

۱۹۰۲ء میں عبداللطیف افغانی نے امیر حبیب اللہ صاحب والی افغانستان سے حج و زیارت کی اجازت حاصل کی۔ امیر موصوف نے نہ صرف فریضہ حج کی ادائیگی کی اجازت دی بلکہ اپنی طرف سے زادراہ کے لئے رقم بھی دی۔ عبداللطیف نے سرخاڑ پرستہ ہندوستان اختیار کیا۔ یہاں پہنچ کر یہ سادہ لوح شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے دام تزویر میں پھنس گیا اور متاع ایمان کھو بیٹھا۔ بجائے اس کے کہ یہ شخص فریضہ حج ادا کرتا اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوتا۔ افغانستان واپس چلا گیا۔ اس بات کا علم جب امیر موصوف کو ہوا تو انہوں نے اس معاملہ کو عدالت عالیہ افغانستان کے سامنے پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ عدالت عالیہ نے عبداللطیف کے بیان و عقیدہ کی بناء پر اس کے مرتد ہو جانے کا فیصلہ کیا اور چنانچہ عدالت کے اس فیصلہ کے مطابق عبداللطیف کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس اسلامی فیصلے کا اثر و نتیجہ ہے کہ آج تک مملکت افغانستان میں ایک شخص بھی مرزائی نہیں ہوا۔

۱۹۳۳ء میں حکومت افغانستان نے ملا عبدالکحیم قادیانی اور انور علی قادیانی کو مرتد ہونے اور انگریزوں کی جاسوسی کرنے پر پھانسی کی سزا دی۔ ان اسباب و وجوہات کی بناء پر شاید سر ظفر اللہ نے اپنی وزارت خارجہ کے عہد میں پاکستان و افغانستان کو لڑانے کی ناپاک کوشش کی۔ ظفر اللہ کے فاسد خیالات اور مذموم حرکات کی وجہ سے ۱۹۶۷ء میں جب یہ ساؤتھ افریقہ گئے تو وہاں کے مسلمانوں نے ان کا سیاہ جھنڈیوں سے استقبال کیا اور ظفر اللہ ”گو بیگ“ کے نعرے لگائے۔

۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء مارشلس (جزیرہ بحیرہ ہند) کے چیف جسٹس نے مرزائیوں کے عقائد باطلہ کی بناء پر ان کے مرتد ہو جانے کا فیصلہ صادر فرمایا۔

۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو مصطفیٰ کمال نے ترکیہ کے علماء کے فتویٰ کی تصدیق کی اور مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حال ہی میں حجاز، مصر، شام و عراق کی مقتدر حکومتوں نے مرزا قادیانی کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور مقامی قادیانیوں کی الماک کو ضبط کر لیا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں ایک مسلمان عورت سماء عائشہ نے اپنے خاوند مسی عبدالرزاق مرزائی کے خلاف احمد پور شرقیہ کے سول جج کی عدالت میں تفتیح کٹاج کا دعویٰ دائر کر دیا۔ مقدمہ کی اہمیت کے پیش نظر والی ریاست بہاول پور عالی جناب سر محمد صادق نے مسٹر محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول نگر کو بطور اسٹیشن جج

خاص بہاول پور میں مقدمہ کی سماعت کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ جج صاحب موصوف نے ۷ فروری ۱۹۳۵ء کو طویل سماعت کے بعد اپنا تاریخی فیصلہ سنا دیا۔ جس کی گونج سارے ہندوستان میں سنی گئی۔ فاضل جج نے مرزائیوں کو کافر قرار دے کر مسماۃ عائشہ کے نکاح کے فسخ ہو جانے کا حکم دیا۔

۳ جون ۱۹۵۵ء کو راولپنڈی کے سیشن جج جناب شیخ محمد اکبر نے ایک مسلمان عورت اور مرزائی مرد کے تنازعہ مقدمہ میں مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

زیر نظر کتابچہ عالی جناب شیخ محمد رفیق صاحب گوریچر سول جج بااختیارات فیملی کورٹ جیسے آباد ضلع تھرپارکر سندھ کا فاضلانہ فیصلہ ہے جو موصوف نے مقدمہ تنسیخ نکاح مسماۃ امت الہادی مسلمہ بنام حکیم نذیر احمد برق مرزائی میں صادر فرمایا ہے۔ فاضل جج نے فریقین کے مذہبی عقائد و خیالات کے تفاوت کو قرآن و سنت اور مرزائیوں کی تعینفات کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ یہ فیصلہ انہوں نے مسلسل مطالعہ اور بڑی محنت شاقہ کے بعد کیا ہے۔ اس فیصلہ میں موصوف نے مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہوئے اس نکاح کو غیر قانونی اور غیر مؤثر قرار دیا ہے۔ اس فاضلانہ فیصلہ کا خیر مقدم جس جوش و خروش سے مسلمانوں نے کیا ہے اور ہمارے ²³⁰¹ اخبارات و رسائل نے پہلے صفحات اور جلی عنوانات کے ساتھ کیا ہے اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔ اس فیصلے سے جہاں مسلمانوں میں بے پناہ مسرت ہوئی ہے۔ مرزائیوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اس محققانہ فیصلہ کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل دائر کرنے کے سلسلے میں ظفر اللہ، ناصر احمد، بھٹو اور قصوری باہم مشورے کر رہے ہیں۔ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت بڑی بے تابی سے اس اپیل کی منتظر ہے اور اپنے اس یقین کا اظہار کرنا ضروری خیال کرتی ہے کہ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مرزائی قرآن و سنت اور علم و دانش کی روشنی میں اپنا موقف نہ آج تک صحیح ثابت کر سکے ہیں اور نہ قیامت تک ثابت کر سکیں گے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت جناب محمد عثمان صاحب ایڈووکیٹ جیسے آباد کی شکر گزار ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت فاضلانہ بحث کی اور قرآن و سنت کے ناقابل تردید براہین کی روشنی میں مرزائیوں کے خارج از اسلام ثابت کرنے میں فاضل عدالت کو امداد دی۔
 ”فجزاه اللہ احسن الجزاء“ (شعبہ نشر و اشاعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ملتان)

تفنیخ نکاح کا یہ مقدمہ کراچی کی ایک خاتون لمتہ الہادی کی طرف سے ایک مفصل حکیم نذیر احمد برق (جو ساٹھ سالہ بوڑھا ہے) کے خلاف سول جج جناب شیخ محمد رفیق صاحب گوریچہ کی عدالت میں دائر کیا تھا۔ (جن کو فیملی کورٹ کے بھی اختیارات حاصل ہیں) جج صاحب کا فیصلہ انگریزی ٹائپ کے ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں احمدیوں کے مذہبی عقائد پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں فرقہ احمدیہ کے ہائی مرزا غلام احمد کی تصانیف سے متعدد اقتباسات کے علاوہ قرآن وحدیث کے بے شمار حوالے دیئے گئے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ سر امیر علی اور دیگر مسلمان اکابر کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔

²³⁰² مقدمہ کی بحث کے اہم نکات یہ ہیں:

-۱ کیا عدالت اس مقدمہ کی سماعت کی مجاز ہے؟
 -۲ کیا فریقین کی سابقہ مقدمہ بازی کے تصفیہ کے بعد مدعیہ کو مقدمہ دائر کرنے کا حق ہے؟
 -۳ کیا مدعیہ شادی کے وقت بالغ تھی؟
 -۴ کیا یہ دھوکے کی شادی تھی؟
 -۵ کیا فریقین کی شادی غیر قانونی تھی؟
 -۶ کیا مدعیہ اپنا نکاح صحیح کرنے کا اعلان کر سکتی ہے؟
 -۷ کیا واقعی مدعا علیہ دو سال سے زائد عرصہ تک مدعیہ کو خرچ دینے میں ناکام رہا؟
 -۸ کیا مدعیہ کو خلع لینے کا حق ہے؟ اگر ہے تو کن شرائط پر؟
- بسم اللہ الرحمن الرحیم!

تفنیخ نکاح کے مقدمہ کے فیصلہ کے متن کا ترجمہ

(از حریت کراچی)

فیصلہ کا متن:

فیملی سوٹ نمبر ۹/۱۹۶۹ء

مدعیہ

مسماۃ لمتہ الہادی دختر سردار خان

بنام

مدعا علیہ

حکیم نذیر احمد برق

فیصلہ:

مدعیہ نے یہ مقدمہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنے نکاح کی ختمیگی کے لئے مندرجہ ذیل امور کی بناء پر دائر کیا ہے۔

یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء کو جب مدعیہ کی عمر بمشکل ساڑھے چودہ برس تھی اس کے والد نے محض ان کے تحت اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔ مدعیہ کا والد ایک ضعیف شخص ہے اور ²³⁰³ اپنا ذاتی توازن کھو چکا ہے اور اپنی روزی کمانے کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے مدعیہ اور اس کے دوسرے بہن بھائیوں کی پرورش اس کے بڑے بھائی نے کی جو سرکاری ملازم ہے۔ مدعیہ کا والد مدعا علیہ کے روحانی اثر میں ہے۔ جس کی عمر ساٹھ سال ہے اور جو خود کو ایک ایسا مذہبی مصلح قرار دیتا ہے جس کے روابط اللہ تعالیٰ سے ہیں۔ مدعیہ کا والد عرصے سے مدعا علیہ کے ساتھ ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے اور مذہبی اختلافات کے باعث اس کے تعلقات کنبے کے دوسرے افراد کے ساتھ خوشگوار نہیں ہیں۔ مدعیہ اپنے بھائی کے ساتھ کنری میں رہائش پذیر تھی اور وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے لئے گئی تھی۔ جب مؤخر الذکر نے اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔ شادی کے فوراً بعد مدعیہ اپنی ماں کے پاس واپس آ گئی اور اسے دھوکے کی اس شادی اور اس سے اپنی ناراضگی کے بارے میں مطلع کیا۔ مدعا علیہ اور مدعیہ کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات ابھی تک قائم نہیں ہوئے تھے۔ مدعا علیہ ساٹھ سال کی عمر کا ایک بوڑھا شخص ہے اور مدعیہ کی برادری کا آدمی نہیں ہے۔ ان کے درمیان مذہبی اختلافات کے علاوہ مدعا علیہ اور مدعیہ کے بھائی میں شادی کی بناء پر طویل عرصہ تک فوجداری مقدمہ ہاڑی ہوئی رہی ہے اور یہ کہ مدعیہ اس شادی کے نتیجے میں مدعا علیہ کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ مدعا علیہ نے دو سال سے زائد عرصہ تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ بھی نہیں دیا ہے۔ یہ کہ مدعیہ اب سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے۔ وہ اس عدالت کے دائرہ اختیار میں ہے اور اب اس نے اس مقدمے کے ذریعے اپنا حق بلوغ استعمال کیا ہے یہ کہ بصورت دیگر بھی فریقین کے درمیان یہ شادی غیر قانونی اور ناجائز ہے۔ کیونکہ مدعیہ سنی مسلمان ہے اور مدعا علیہ احمدی (قادیانی) ہے۔

مدعا علیہ نے اس مقدمے کی سماعت کی مخالفت متحدہ وجوہ کی بناء پر کی جو اس کے حیرہ صفحات پر مشتمل تحریری بیان میں شامل ہیں۔ میں ضروری نہیں سمجھتا کہ یہاں اس تحریری بیان کو دوبارہ پیش کروں۔ کیونکہ اس سے فیصلہ غیر ضروری طور پر طویل ہو جائے گا۔ تاہم اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کے تمام الزامات کی تردید کی ہے۔ اس نے عمر کے بارے میں بھی مدعیہ کے بیان اور مدعیہ کی رہائش کے سوال پر عدالت کے دائرہ اختیارات کو چیلنج کیا ہے اور حق زنا شواہد دلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے والد سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بھی ²³⁰⁴ بیان

کی ہیں اور اپنے مذہبی عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ فریقین کے درمیان یہ شادی قانونی ہے۔ فیصلہ میں مناسب موقع پر مدعا علیہ کے موقف سے بحث کی جائے گی۔

فریقین کے بیانات کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور تصفیہ طلب قرار پاتے ہیں:

.....۱ آیا عدالت کو اس مقدمے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے؟

.....۲ آیا فریقین کے درمیان سابقہ مقدمہ بازی کا تصفیہ ہو جانے کے باعث اب مدعیہ کو یہ مقدمہ دائر کرنے کا حق پہنچتا ہے؟

.....۳ آیا مدعیہ شادی کے وقت نا بالغ تھی؟

.....۴ آیا مدعیہ کے والد نے مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی دھوکہ سے کی تھی؟

.....۵ آیا فریقین کے درمیان یہ شادی غیر قانونی تھی؟

.....۶ آیا مدعیہ کو حق حاصل ہے کہ وہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنا نکاح فسخ کرنے کا اعلان کرے؟

.....۷ آیا مدعا علیہ دو سال سے زائد عرصے تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ دینے میں ناکام رہا ہے؟

.....۸ آیا مدعیہ کو طلع لینے کا حق حاصل ہے اور اگر ہے تو کن شرائط پر؟

میں نے فریقین کے وکلاء کے دلائل سنے ہیں اور مدعا علیہ کا موقف بھی جو اس نے خود پیش کیا سنا ہے۔ مدعیہ کے فاضل وکیل مسٹر محمد عثمان نے مذہب اور قانون کے بارے میں کئی کتابوں کے حوالے دیئے۔ جن کا تذکرہ میں فیصلے میں کروں گا۔ دلائل کی سماعت اور مقدمے کے شواہد پر غور کرنے کے بعد میں نے مندرجہ نتائج اخذ کئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱

مدعیہ نے اپنی درخواست میں اور عدالت کے رو برو اپنے بیان میں کہا ہے کہ وہ سامارو میں رہائش پذیر ہے۔ مدعا علیہ نے اس کی نہ تو اپنے تحریری بیان میں تردید کی ہے اور نہ عدالت کے رو برو اسے چیلنج کیا ہے۔ اپنے تحریری بیان کے بعد اگر ان نمبر ۱۲ میں مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ مدعیہ سامارو میں اپنے بھائی کے پاس رہائش پذیر رہی ہے۔ اس لئے مدعیہ کی عمومی رہائش گاہ وہ جگہ تصور کی جائے گی جہاں وہ واقعی رہ رہی ہے نہ کہ وہ جگہ جہاں اس کا باپ رہتا ہے۔ مغربی پاکستان فیملی کورٹ رولز مجریہ ۱۹۶۵ء کے ضابطہ نمبر ۶ کے تحت جس جگہ مدعی رہائش پذیر ہو۔ اس کی عدالت کو تنسیخ نکاح کے مقدمے کی سماعت کا حق حاصل ہے۔ سامارو یقیناً اس عدالت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور یہ عدالت زیر نظر مقدمے کی سماعت اور اس کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ چنانچہ زیر بحث مسئلے کا تصفیہ مدعیہ کے حق میں کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۲:

اس مسئلہ کے تھقیہ کی ذمہ داری مدعا علیہ پر ہے۔ جس نے اپنے موقف کی حمایت میں کوئی شہادت پیش نہیں کی۔ وہ یہ ثابت کرنے کے لئے کسی عدالت کا کوئی فیصلہ پیش نہیں کر سکا ہے کہ اب اس مقدمہ کو دوبارہ زیر بحث نہیں لایا جاسکتا۔ اس ضمن میں مدعا علیہ کا موقف بے جان ہے اور اس میں کوئی وزن نہیں۔ اس لئے اس مسئلے کا فیصلہ مدعا علیہ کے خلاف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۵:

یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اگر اس کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں ہو جائے تو پھر اس مقدمے کے فیصلے کے لئے دوسرے امور پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ فریقین کے فاضل و کلاء نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مدعا علیہ حکیم نذیر احمد نے اپنے وکیل مسٹر لطیف کی اعانت کے بغیر ہی اس مسئلہ کے قانونی پہلو پر پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ اپنی خود کالت کی۔

مدعا علیہ کے فاضل وکیل مسٹر لطیف نے مغربی پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ مجریہ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۳ پر انحصار کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ اس عدالت کو شادی کے قانون جواز کی سماعت کا اختیار نہیں۔ کیونکہ یہ شادی مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت انجام پائی تھی۔ دفعہ ۲۳ میں کہا گیا ہے۔

”کوئی فیملی کورٹ کی شادی کے جواز پر غور نہیں کرے گی جو مسلم فیملی لاز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے مطابق رجسٹر کی گئی ہو۔ اس سلسلے میں متذکرہ عدالت کے لئے کوئی شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔“

متذکرہ دفعہ ۲۳ کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنے پر اس کی زبان ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شادی کے جواز پر غور کرنے کے سلسلہ میں پابندی صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شادی مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت ہوئی ہو۔ اس لئے دفعہ ۲۳ کے مندرجات کا سہارا لینے سے پہلے مدعا علیہ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ فریقین کی شادی مسلم فیملی لاز آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے تقاضوں کے مطابق ہوئی تھی۔ مسلم لاز آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۱ کی ذیلی دفعہ نمبر ۲ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس کا اطلاق پاکستان کے تمام مسلمان شہریوں پر ہوتا ہے۔ متذکرہ آرڈیننس کی دفعہ ۵ کے تحت صرف وہ شادیاں رجسٹر کی جاسکتی ہیں جو مسلم ~~۵~~ کے تحت انجام پائی ہوئی ہوں اور

آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۵ کی ذیلی دفعہ نمبر ۱ میں کہا گیا ہے۔
 ”ہر وہ شادی جو مسلم لازم کے تحت انجام پائی ہو۔ اس آرڈیننس کے مندرجات کے مطابق رجسٹر کی جائے گی۔“

مسلم فیملی لاء کے تحت کسی مخالف فرقے کے شخص کے ساتھ شادی کرنے کے سلسلے میں ایک مسلمان کے غیر محدود اختیار پر پابندیاں عائد ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم پابندی فریقین کا مذہب یا عقائد ہیں۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ شادی کر سکتے ہیں اور تھوڑا بہت فقہی مسلک کا اختلاف کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ فقہ حنفی میں ایک مرد کسی عورت یا کتابیہ سے شادی کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان عورت مسلمان مرد کے علاوہ کسی سے شادی نہیں کر سکتی۔ ایک مسلمان عورت کسی کتابی سے بھی شادی نہیں کر سکتی اور کسی بھی غیر مسلم سے جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں اس کی شادی ناجائز ہوگی۔ مدعیہ کے فاضل وکیل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان شادی غیر مؤثر ہے۔²³⁰⁷ کیونکہ موخر الذکر قادیانی (احمدی) غیر مسلم ہے۔ اس لئے اب یہ سوال تعقیب طلب ہے کہ آیا فریقین کے درمیان شادی مسلم لازم کے تحت ہوگی ہے اور چونکہ فیملی طور پر شادی مسلم لازم کے تحت جائز نہیں ہے۔ اس لئے مقدمے کے اس پہلو کا تفصیلی جائزہ لینا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں کسی نتیجے پر پہنچنے کے لئے یہ پتہ چلانا ضروری ہے کہ دونوں فریق مسلمان ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں یہ عدالت فریقین کے بارے میں چھان بین کر سکتی ہے۔ فیملی کورٹس ایسے ہی معاملات کا تعین کرنے کے لئے خاص طور پر تشکیل دی گئی ہیں۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ فریقین کے درمیان شادی کے جواز کی چھان بین کی جاسکتی ہے۔

مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی غیر مؤثر ہے۔ اس لئے اگر قانون کی نظر میں بھی نکاح غیر مؤثر ہے اور ایسا نکاح جو غیر قانونی طور پر مسلم فیملی لازم آرڈیننس کے تحت رجسٹر کیا گیا۔ کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ فیملی کورٹ کی دفعہ ۲۳ کے تحت مانع نہیں ہو سکتا۔ میں قانون کی اس تعبیر سے متفق ہوں اور یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ دفعہ ۲۳ کے تحت جو ممانعت کی گئی ہے اس کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جائز مسلم شادی کو مسلم فیملی لازم آرڈیننس کے تحت درج کیا گیا ہو اور اس مقصد کے تحت عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا فریقین کے درمیان جو نکاح ہوا ہے وہ وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ میں ترمیمی آرڈیننس مجریہ

۱۹۶۹ء کے ذریعے ترمیم کر دی گئی ہے۔ جس کے تحت کلاز نمبر ۷ کے شیڈول میں اضافہ کیا گیا ہے اور شادیوں کے جواز کے مقدمات کی سماعت کے لئے خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اس اضافے کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ آرڈیننس کی دفعہ نمبر ۱۳۳ اس حد تک بالواسطہ طور پر منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب اس امر کا جائزہ لینے سے پہلے کہ آیا مدعا علیہ ایک غیر مسلم ہے۔ میں مغربی پاکستان کے خلاف آغا شورش کاشمیری کی رٹ درخواست نمبر ۹۳۷²³⁰⁸ (۱۹۶۸ء) کے ضمن میں مغربی پاکستان ہائیکورٹ کے ججوں کے ان مشاہدات کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جن میں قرار دیا گیا ہے کہ عدالت یہ تعین کر سکتی ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ اگر اس سلسلے کا تعلق کسی طور جائیداد یا کسی منصب کے حق سے ہو۔ یہ مشاہدات زیر بحث مقدمہ میں میری تائید کرتے ہیں کہ عدالت یہ چھان بین کرنے کی مجاز ہے کہ مدعا علیہ قادیانی (احمدی) ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے یا نہیں۔ عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے رٹ درخواست نمبر ۹۳۷ (۱۹۶۸ء) میں جو مشاہدات پیش کئے تھے اور جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

”۲۳۔ جہاں تک تجارت اور پیشے کی آزادی اور تقریر کی آزادی سے متعلق بنیادی حقوق اور ۸ کا تعلق ہے وہ ہنگامی حالات کے اعلان کی وجہ سے معطل ہو گئے ہیں۔ مذہب پر عمل اور اس کے اعلان کی آزادی ہے۔ لیکن اس پر عمل کا مسئلہ قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع ہے۔ اس لئے یہ قطعی نہیں ہے۔ قانون کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کے لئے یہی آزادی تسلیم کی گئی ہے جو قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تقاضوں کے تابع ہے۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل کے تمام دلائل کالب لباب یہ ہے کہ احمدی اسلام کا فرقہ نہیں ہے اور یہ بات کہنے کی ضمانت درخواست گزار کو آئین کی رو سے حاصل ہے۔ لیکن فاضل وکیل یہ حقیقت نظر انداز کر گئے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی یہ آئینی ضمانت اور آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے اسلام کے دائرے میں ہونے کا اعلان کریں۔ درخواست گزار دوسروں سے وہ حق کیوں کر چھین سکتا ہے۔ جو وہ خود اپنے لئے طلب کرتا ہے۔ یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے۔ وہ یقیناً انہیں دھمکا نہیں سکتا۔ اس وقت تعفیہ طلب بات یہ ہے کہ درخواست گزار اور ان کے دوسرے ہم خیال قانونی طور پر احمدیوں کو یہ ماننے سے کیونکر روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے فرقوں کے نظریاتی اختلافات کے باوجود اسلام کے اتنے ہی اچھے پیرو ہیں۔ جتنا کہ کوئی اور شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے اس سوال کا جواب درخواست گزار کے²³⁰⁹ وکیل نے بڑی صفائی سے نفی میں دیا کہ آیا ایسا کوئی مقدمہ یا اعلان جائز ہوگا۔ جس کے ذریعہ یہ طے کیا جائے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں یا جس کے

ذریعے سے احمدیوں کو خود کو مسلمان کہنے سے روک دیا جائے۔ یہ بات قابل اطمینان ہے اور یہ مجرد سوال اس وقت تک نہیں اٹھایا جانا چاہئے جب تک اس کا کوئی تعلق کسی جائیداد یا منصب کے حق سے نہ ہو۔ ایسی صورت میں ایک دیوانی مقدمہ جائز ہوگا۔ مؤخر الذکر کی معروف شکلوں کا تعلق سجادہ نشین یا خانقاہ کے متولی کے عہدوں اور ایسے دوسرے اداروں سے ہے جن میں بعض اوقات مذہبی عقائد ان عہدوں پر فائز ہونے کی بنیادی شرط ہوتے ہیں۔ ہمارے مقاصد کے تحت سب سے موزوں مثال آئین کا آرٹیکل نمبر ۱۰ ہے۔ جس کے مطابق دوسری خصوصیات کے علاوہ صدارتی انتخابات کے امیدوار کے لئے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ صدارتی انتخاب کے ایکٹ بحریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۸ کے تحت ریٹرننگ افسر کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنے کے لئے سرسری تحقیقات کرے کہ کوئی صدارتی امیدوار آئین کے تحت صدر منتخب ہونے کا اہل ہے۔ اس میں یہ تحقیقات بھی شامل ہے کہ متذکرہ امیدوار مسلمان ہے۔ اگر کسی امیدوار کے کاغذات نامزدگی اس لئے مسترد کر دیئے جائیں کہ وہ مسلمان نہیں تو پھر ایکشن کمیشن کے روبرو اپیل کی جاسکتی ہے اور اس قسم کی اپیل پر کمیشن جو بھی فیصلہ دے گا وہ قطعی ہوگا۔ آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۷۱ میں مزید کہا گیا ہے کہ انتخاب کے سلسلے میں کسی تنازعہ کا تصفیہ صرف طے شدہ طریق کار کے مطابق یا اس مقصد کے لئے قائم شدہ ٹریبونل کے ذریعے ہوگا۔ کسی اور طریق سے نہیں۔ آرٹیکل کے کلاز نمبر ۲ میں کہا گیا ہے کہ: ”جب کسی شخص کے صدر منتخب ہونے کا اعلان کر دیا جائے تو انتخاب کے جواز کو کسی بھی طرح کسی بھی عدالت یا اتھارٹی کے روبرو زیر بحث نہ لایا جاسکے گا۔“

اس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ صدارتی انتخاب کے لئے بھی اس بات کا قطعی تعین کرنے کی غرض سے خصوصی اختیارات وضع کئے گئے ہیں کہ امیدوار مسلمان ہیں یا نہیں اور دیوانی عدالت کا دائرہ اختیار محدود کر دیا گیا ہے۔

²³¹⁰ اب ہم ہر اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ زیر بحث مقدمہ میں فریقین کے درمیان ہونے والی شادی مسلم شادی نہیں ہے۔ کیونکہ مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ قادیانی (احمدی) عقائد کا پیرو ہونے کے سبب غیر مسلم ہے۔ اس سلسلہ میں صرف ایک نقطہ غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ مدعا علیہ مسلمان ہے یا نہیں۔ جہاں تک مدعیہ کا تعلق ہے وہ خنی (سنی) مسلم ہے جب کہ مدعا علیہ نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ قادیانی (احمدی) ہے۔

مدعا علیہ کے عقیدے اور اس کے مذہب کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بیان کے ضروری حصے اور اس کے خطوط اور بعض دوسری

تحریریں پیش کر دی جائیں، اپنے بیان ایکس ۲۹ میں مدعا علیہ کہتا ہے: ”میں احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں ۸ نومبر ۱۹۶۵ء سے خلیفہ ہوں اور اسی وقت سے سردار محمد خان میرا پیروکار ہے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا تیسرا خلیفہ ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ سردست احمدی جماعت کے خلیفہ مرزا ناصر احمد ایم۔ اے ہیں۔ جو مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ بشیر الدین احمد تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اپنی درخواست کے پیرا گراف نمبر ۳ میں میں نے بیان دیا تھا کہ مدعیہ کا باپ اسلام کے سنی فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سچا پیروکار ہوں اور ان کی تعلیمات پر مکمل ایمان رکھتا ہوں۔ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔“

”یہ حقیقت ہے کہ میں نے ایک خط میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کے مطالعہ سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ ۱۳۹۹ھ میں رمضان کے مہینے میں دوھنے کی کسی شب کو مجھے امتی نبی اور رسول بنایا جائے گا۔ میں نے ایک ایکس ۳۳ اور خط میں لکھا ہے کہ عرش پر اور آسمان پر میرا حقیقی نام محمد احمد ہے۔ یہ میرا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد میری روحانی ماں اور حضرت محمد ﷺ میرے روحانی باپ ہیں اور میں ان کا مکمل روحانی بیٹا ہوں۔“

²³¹¹ مجھے مرزا غلام احمد کی تحریروں پر ایمان ہے..... میں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مرزا غلام احمد نے خود کو امتی نبی اور رسول قرار دیا تھا..... یہ حقیقت ہے کہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء کے ”بدر“ کے شمارے میں مرزا غلام احمد کا ایک دعویٰ شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ نبی اور رسول ہیں۔ اس میں انہوں نے یہ دعویٰ امتی نبی یا رسول کی حیثیت سے نہیں کیا تھا۔ میں نے مرزا بشیر الدین کی کتاب ”حقیقت الملوہ“ پڑھی ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد کو مجازی نہیں بلکہ حقیقی نبی قرار دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نبی کے منصب کا منکر ہوتا ہے۔ وہ کافر قرار پاتا ہے۔ میں نے مرزا بشیر الدین کی کتاب آئینہ صداقت پڑھی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتا۔ وہ قطع نظر اس کے کہ اس نے ان کا نام سنا ہے یا نہیں۔ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مرزا فضل احمد ولد مرزا غلام احمد نے مرزا غلام احمد کی بیعت نہیں کی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے بیٹے مرزا فضل احمد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔ اپنے عقیدے کے مطابق ہم ان لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد کی پیروکار کسی عورت کی شادی کسی ایسے شخص سے نہیں ہو سکتی جو ان کے پیروکار نہیں۔“

اگر بٹ ۳۶ میں مدعا علیہ کہتا ہے: ”علیم وحکیم خدا تعالیٰ نے اپنے کل وعدوں وغیرہ اور ازلی وابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق مجھ عاجز ۱۹۶-۱۲-۳۱ کو بروز اتوار اپنے الہامات کے ذریعے یہ علم بخشا کہ ہم نے اپنے ازلی وابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق ۲۷ رمضان کی شب شنبہ ۲۹، ۳۰ دسمبر ۱۹۶ء کی درمیانی رات میں اپنے عرش بریں پر اور کل آسمانوں پر ایک اعلان کر کے یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے کہ برق عرش کو (یعنی مدعا علیہ) آج کی رات سے محمد مصطفیٰ ﷺ اور احمد قادیانی کی نبوت ورسالت وغیرہ ظلی وبرزوی راہ سے عطا کر کے ان کو روحانی طور پر احمد رسول اللہ اور محمد رسول اللہ ہونے کا کل شرف دے دیا ہے۔ بعدہ یہ علم ملا کہ²³¹³ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ، احمد رسول اللہ کا شمس الانبیاء ہونا کل دنیا پر ظاہر و باہر کرنے کے لئے مجھے قمر الانبیاء یعنی کل رسولوں کا چاند ہونے کا مقام و مرتبہ عطاء کر دیا ہے۔“

اگر بٹ ۳۸ میں مدعا علیہ کہتا ہے: ”میں عاجز آپ لوگوں کے نزدیک تو سب انسانوں سے ہر طرح بدترین ہوں اور آپ لوگ مجھ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کر، عین نیکی کا کام اور بہت بڑا ثواب وغیرہ جانتے ہیں۔ مگر خدا اور رسول کے نزدیک چونکہ خدا اور رسول کا بہت ہی شاندار غیر معمولی خلیفہ اور امام الزمان اور چند رحویں صدی ہجری کا مجدد اور کل روحانی آسمانوں وغیرہ کا شہنشاہ اور حضرت رسول وغیرہ کا کامل اور جامع بروز مظہر و مثیل وغیرہ ہوں۔“

اگر بٹ ۳۴ میں مدعا علیہ کہتا ہے: ”مرزا غلام احمد قادیانی میرے نزدیک بروز ظلی طور پر وہ کچھ تھے۔ جو حضرت رسول عربی تھے۔ میں عاجز بروز ظلی طور پر وہی کچھ ہوں جو کہ حضرت مرزا صاحب تھے۔ آنحضرت میرے لئے روحانی طور پر باپ ہیں اور حضرت مرزا صاحب روحانی طور پر ماں ہیں اور میں ان دونوں سے پیدا ہونے والا کامل اور جامع روحانی بیٹا ہوں اور خدا تعالیٰ کے عرش اور آسمانوں پر میرا اصل نام محمد احمد ہے۔“

مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا جبر و کار ہے۔ اس لئے یہ معلوم کرنا بے حد ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیروی کرنے اور ان کی تعلیمات پر ایمان رکھنے کے باوجود مدعا علیہ کو مسلمان تصور کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس مقصد کے لئے احمدیوں کی تاریخ کی چھان بین کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔

²³¹² احمدیت کی تاریخ

اس فرقے کو سمجھنے کے لئے اس دور کا جائزہ لینا پڑے گا۔ جس میں یہ فرقہ معرض وجود

میں آیا تھا۔ مرزا غلام احمد اس تحریک کے بانی تھے۔ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ سکھ دربار میں تھے۔ مرزا غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں (قادیان) میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم گھر پر ہی ہوئی اور وہ صرف عربی، فارسی اور اردو پڑھ سکتے تھے۔ ۱۸۶۳ء میں وہ کلرک کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ کورٹ سیالکوٹ میں ملازم ہوئے۔ جہاں وہ چار سال کام کرتے رہے۔ بعد ازاں انہوں نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنا وقت تصنیف و تالیف اور مذہبیات کے مطالعے میں صرف کرنے لگے، مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ خدا کی طرف سے انہیں الہام ہوا ہے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اس سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے برصغیر غیر ملکیوں کی محکومی میں آگیا تھا۔ مسلمانوں نے اس خطرہ میں پر آٹھ سو سال سے زائد مدت تک حکمرانی کی تھی اور معاشرے پر ان کے اثرات، کلچر پر ان کی چھاپ اور نظم و نسق میں ان کی اصلاحات ابھی تک تازہ تھیں۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ انحطاط کے اندرونی عمل کے علاوہ جو ان کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا بعض ایسی طاقتیں بھی ان کے درپے ہو گئی تھیں۔ جن پر ان کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔ جو عالمی سطح پر کام کر رہی تھیں۔ مغرب میں عیسائیت اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھیں۔ مشرق وسطیٰ میں عرب معاشرہ جو کسی زمانہ میں اپنی خوش بختی سے اسلام کا گہوارہ بن گیا۔ مکہ میں پیدا ہوا، مدینہ میں پروان چڑھا۔ دمشق میں رو بہ زوال ہوا اور بغداد میں اس کی قبر کھد گئی۔ یہاں نظریے اور عمل کا ایک ایسا طغیانیہ تیار ہوا جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا نظریاتی انتشار شروع ہو چکا تھا اور اس سے برصغیر ہندوستان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ غیر ملکی جو یہاں تجارت کے لئے تھے، یہیں رہ پڑے۔ انہوں نے حصول اقتدار کے لئے سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور ہلا خ²³¹⁴ اپنی حکومت قائم کر لی۔ مسلمان اس ملک کی دوسری قوموں پر اب بھی فوقیت رکھتے تھے اور وہ اس ملک پر دوبارہ حکمرانی کرنے کے خواہش مند تھے۔ اس صورتحال نے غیر ملکیوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انہوں نے سوچا کہ جب تک مسلمانوں کو بالکل قلاش نہ کر دیا جائے ان غیر ملکیوں کے اقتدار کو دوام نہ مل سکے گا۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف

۱۔ مدعا علیہ قادیانی کا یہ بیان قادیانی کذب کا شاہکار ہے کہ مرزا ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا۔ قادیانی گروہ اپنے چیف گرو مرزا قادیانی کی ”اسی سال عمر پاؤں گا“ کی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا۔ ورنہ خود مرزا قادیانی نے کتاب البریہ میں صاف طور سے لکھا ہے کہ میں ۱۸۳۹ء، ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔

اپنی عالمگیر سلطنت اور صنعتی اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ معیشت کے تمام وسائل استعمال کرنے شروع کر دیئے اور دغا فریب کا کوئی حربہ باقی نہ رہنے دیا۔ ہندو آبادی نے بھی اپنے مفادات غیر ملکوں سے وابستہ کر لئے اور ان ہی مسلمانوں میں کچھ میر جعفر اور میر صادق میسر آ گئے۔ مسلمانوں نے غیر ملکی تسلط کے خلاف سرفروشانہ جدوجہد کی لیکن وہ اس سیلاب کے آگے بند نہ باندھ سکے۔ انیسویں صدی کے وسط میں سارا برصغیر برطانیہ کے زیر نگین آ چکا تھا۔ غیر ملکی حکومت کے جلو میں عیسائی مشنری بھی برصغیر میں پہنچے اور اس کے بعد مسلمانوں کے لئے ابتلاء کا ایک طویل اور صبر آزما دور شروع ہو گیا۔

انگریزوں کے آلہ کار

عیارا انگریز اس بات سے آگاہ تھے کہ برصغیر کے مسلمان مذہب کے بارے میں بے خبر۔ حد حساس ہیں اور یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے انہیں متحد کر کے ایک عظیم طاقت بنا دیا تھا۔ اس لئے انگریزوں نے سوچا کہ اگر کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر کے ان کا شیرازہ بکسیر دیا جائے تو انہیں غلام بنانا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کو مرزا غلام احمد میں وہ تمام خصوصیات مل گئیں جو مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لئے ضروری تھیں۔ مرزا غلام احمد نے انگریزوں کی حمایت میں مسلمانوں کے درمیان پھوٹ اور بے اعتدالی کی فضا پیدا کرنی شروع کر دی۔ یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لئے انگریزوں کے آلہ کار تھے۔ مسٹر جسٹس منیر احمد مسٹر جسٹس کیانی نے بھی ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے فسادات کے متعلق اپنی رپورٹ میں جو عام طور پر منیر رپورٹ کہلاتی ہے۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

²³¹⁵ اپنی کتاب (تخلیف رسالت ج ۷ ص ۱۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ”میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے، غلط خیالی جہاد وغیرہ دور کروں۔“

(شہادت القرآن ص ۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰، اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق) میں وہ کہتے ہیں: ”سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ

خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔“

ایک اور مقام پر وہ کہتے ہیں: ”میں ایسی کتابیں فارسی، عربی اور اردو اور انگریزی میں شائع کر رہا ہوں۔ جن میں بار بار یہ لکھا گیا ہے کہ مسلمانوں پر یہ فرض ہے جس کے ترک سے وہ خدا تعالیٰ کے گنہگار ہوں گے کہ اس گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور دلی جانثار ہو جائیں..... کیونکہ یہ گورنمنٹ ہمارے مال اور خون اور عزت کی محافظ ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۴۰)

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں: ”میں یہ بات زور دے کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں صرف میرا فرقہ ایسا تھا جو برطانوی حکومت کا انتہائی وفادار اور اطاعت شعار رہا اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاتا چاہئے جس سے برطانوی حکومت کو اپنا کام چلانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو۔“

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں انہوں نے لکھا ہے: ”برطانوی حکومت احمدیوں کے لئے ایک نعمت اور ڈھال ہے اور صرف اسی کے سائے میں وہ پھل پھول سکتے ہیں..... ہمارے مفادات اس حکومت کے تحت بالکل محفوظ ہیں..... جہاں جہاں برطانوی حکومت کے قدم پہنچتے ہیں ہمارے لئے اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نکل آتا ہے۔“

²³¹⁶ (تبلیغ رسالت ج ۶، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۷۰) میں وہ کہتے ہیں: ”میں اپنے اس کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں، نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں۔ مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔“

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کا کھلا لائسنس حاصل کر لیا تھا۔ اپنی تحریروں میں انہوں نے خود اس بات کی شکایت کی ہے کہ انہیں برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے۔

ان حالات سے بحث کہ جن کے تحت یہ (احمدی) تحریک پروان چڑھی۔ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کی ضروری شرائط کیا ہیں۔ امیر علی اپنی کتاب محمدن لاء میں لکھتے ہیں: ”کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدت اور محمد ﷺ کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور مسلم لاء کے تابع ہے۔“

ہر وہ شخص جو خدا کی وحدت اور رسول عربی ﷺ کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے۔

سر عبدالرحیم اپنی کتاب ”مؤمن جو سپروڈنس“ میں لکھتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد ﷺ کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے۔ انہی آراء کا اظہار متعدد دوسری کتابوں میں کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مسلمان ہونے کی شرائط سورۃ النساء میں درج کی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ پر اس کے رسول پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسول کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔ (النساء: ۱۳۶)

²³¹⁷ قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت میں واضح طور پر سابق پیغمبروں، آسمانی صحیفوں اور رسول پاک اور ان کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں کہیں بھی مستقبل کے پیغمبروں اور ان کی کتب کا حوالہ موجود نہیں۔ اس سے اس کے سوا کوئی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آخری کتاب ہے۔ یہی بات سورہ احزاب میں زیادہ زور دے کر کہی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“ (۳۰:۳۳) خود رسول پاک ﷺ نے بھی کئی حدیثوں میں صورتحال کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

الف..... جب بنی اسرائیل میں کسی نبی کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ گیا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (بخاری)

ب..... رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ میرے بعد کوئی رسول ﷺ یا نبی نہیں آئے گا۔ (ترمذی)

ج..... میں آخری نبی ﷺ ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ)

قرآن پاک سورہ رسول اکرم ﷺ کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ نے خود کو (نعمو باللہ) پیغمبروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے مدد و مرزا غلام احمد نے بھی اپنے پیغمبر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میں مدعا علیہ کے عقائد کا پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں جو اس کے بیان اور خطوط میں درج ہیں۔ احمدیوں اور مسلمان کے واضح اختلافات پر روشنی ڈالنے کے لئے مرزا غلام احمد کے نام نہاد انکشافات میں سے بعض کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

(تختہ گولڈیہ میں ۹۶، خزائن ج ۱ ص ۲۵۴) میں وہ کہتے ہیں: ”مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ میں، میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں۔ ایک اور جگہ انہوں نے کہا ہے: ”میں مسیح موعود ہوں۔“

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۹، خزائن ج ۳ ص ۱۲۲)

(معیار الاخیار ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۷۸) پر وہ کہتے ہیں: ”میں مہدی ہوں اور کئی پیغمبروں سے برتر ہوں۔“

سیالکوٹ کی تقریر میں (ص ۳۳، خزائن ج ۲۰ ص ۲۲۸) پر وہ دعویٰ کرتے ہیں: ”میں مسلمانوں کے لئے مسیح اور مہدی ہوں اور ہندوؤں کے لئے کرشن۔“

(حقیقت الوہی ص ۳۹، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶) پر وہ لکھتے ہیں: ”نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔“

اسی کتاب میں (ص ۹۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۲) پر وہ کہتے ہیں: ”خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک (اگر تم پیدا نہ ہوتے تو میں آسمان اور زمین تخلیق نہ کرتا)“

وہ پھر (حقیقت الوہی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۵) پر کہتے ہیں: ”خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (خدا نے تمہیں زمین پر رحمت بنا کر بھیجا ہے)“

اسی کتاب کے (ص ۱۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰) پر وہ مزید کہتے ہیں: ”خدا نے مجھ سے کہا انک لمن المرسلین (یقیناً تم رسول ہو)“

اسی طرح (تذکرہ ص ۳۵۲ طبع ۳) پر وہ مزید کہتے ہیں: ”مجھے الہام ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اے لوگو! دیکھو میں تم سب کے لئے رسول ہوں)“

(حقیقت الوہی ص ۱۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۵) پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے: ”کفر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اسلام پر ہی یقین نہ رکھے اور رسول پاک حضرت محمدؐ کو خدا کا پیغمبر تصور نہ کرے۔ کفر کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ کوئی شخص مسیح موعود پر ایمان نہ لائے اور اس کی صداقت کا قطعی ثبوت مل جانے کے باوجود اسے جعل ساز قرار دے۔ حالانکہ خدا اور اس کا رسول اس کی حقانیت کی گواہی دے چکے ہیں اور جس کے متعلق سابق پیغمبروں کے مقدس صحیفوں میں بھی تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ جو خدا اور اس کے پیغمبر کا فرمان مسترد کرتا ہے وہ کافر ہے۔ غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی زمرے میں آتے ہیں۔“

(حقیقت الوہی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷) پر وہ کہتے ہیں: ”جو شخص مجھ پر ایمان نہیں

رکھتا وہ مسلمان نہیں۔“

مرزا غلام احمد مزید کہتے ہیں: ”میرے ذریعے خدا نے اپنا چہرہ لوگوں کو دکھایا ہے۔ چنانچہ اے لوگوں جو رہنمائی کے طالب ہو اپنے تئیں میرے دروازے پر پہنچاؤ۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱، شخص)

مرزا نے (اشہار معیار الاخبار، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۵) پر لکھا: ”جو شخص پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“

”خدا نے مجھ سے کلام کیا ہے اس دور میں خدا کے خلاف حسد و بھیل سارے زمانوں سے زیادہ بھیل گیا ہے۔ کیونکہ متذکرہ رسول کی اہمیت اب بہت کم ہو گئی ہے۔“ اس لئے خدا نے مسیح موعود کے طور پر مجھے بھیجا ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷) پر وہ کہتے ہیں: ”جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔“

انہوں نے (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷) میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:

”ہمارے سید و آقا کی پیش گوئی پوری ہے کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷) پر لکھا ہے کہ: ”میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔“

(تذکرۃ المشاہدین ص ۴۳، خزائن ج ۲۰ ص ۴۵) پر لکھا ہے کہ: ”خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ اے احمد ہم نے تمہیں نبی بنایا ہے۔“

(تخریج حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳) پر لکھا ہے کہ: ”میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھوں میں میری زندگی ہے کہ اس نے خود مجھے بھیجا ہے اور اس نے خود مجھے نبی بنایا ہے۔“

(تذکرہ ص ۶۰۷، طبع سوم) پر لکھا ہے کہ: ”خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس تک میرا پیغام پہنچے اور وہ مجھے قبول نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔“

”اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو مجھ سے دور رہیں انہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ خواہ وہ بادشاہ ہوں یا رعایا۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ یہ وہ

انکشاف ہے جو خدا نے مجھ سے کیا ہے۔“

(فتاویٰ احمدیہ ج ۱ ص ۱۸) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ”ان لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔“

اس کی دوسری جلد کے ص ۷ پر وہ لکھتے ہیں: ”اپنی بیٹیاں ان لوگوں کے نکاح میں نہ دو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے۔“

²³²¹ (انوار خلافت ص ۹۳) پر وہ لکھتے ہیں: ”غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے۔ اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے۔“

(ضمیمہ انجام آختم حاشیہ ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱) میں وہ کہتے ہیں: ”تین نانیاں اور تین دادیاں آپ کی (مسیح علیہ السلام) زنا کار اور کسی تھیں۔“

(تذکرہ شہادتیں ص ۶۴، ۶۵، خزائن ج ۲ ص ۶۶، ۶۷) پر مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ”وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خود اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔۔۔۔۔ اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا، ایک ہی پیشوا، میں تو ایک حق ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ ختم ہو گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔“

(تحدہ گلاز دیہ ص ۵۶، خزائن ج ۷ ص ۱۸۲) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں: ”وقت آنے والا ہے۔ بلکہ آ پہنچا ہے۔ جب یہ تحریک عالمگیر بن جائے گی اور اسلام اور احمدیت ایک دوسرے کے مترادف بن جائیں گے۔ یہ خدا کی طرف سے انکشاف ہے۔ جس کے لئے کوئی بھی چیز ناممکن نہیں۔“

(ضمیمہ تحدہ گلاز دیہ ص ۱۶، خزائن ج ۷ ص ۶۱) پر ہے: ”صحیح بخاری، صحیح مسلم، بائبل، دانیال اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ ”پیغمبر“ کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہے۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳) پر وہ کہتے ہیں: ”آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“

(آئینہ کمالات ص ۵۶۴، خزائن ج ۵ ص ایضاً) میں وہ کہتے ہیں: ”میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے۔“ (کلمتہ الفصل ص ۱۱۰) میں ایک مقام پر وہ کہتے ہیں: ²³²² ”جو شخص موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہو۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا یا عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہو مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا اور یا جو محمد ﷺ کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے۔“

مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایک بالکل مختلف تصور پیش کیا ہے جو مسلمانوں کے مسلمہ عقائد کے یکسر منافی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ صلیب سے زندہ آئے اور کشمیر چلے گئے۔ جہاں ان کی طبعی موت واقع ہوگئی۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوسرے مشن کی تکمیل یوں نہیں ہوگی کہ وہ شخص طور پر دنیا میں آئیں گے۔ بلکہ ان کی روح ایک دوسرے شخص کے جسم میں حلول کر جائے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دوسرا روپ مرزا غلام احمد خود ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں اس بارے میں بالکل مختلف بات کہی گئی ہے۔

سورۃ الزخرف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”اور جب مریم علیہا السلام کے بیٹے کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تو لوگ ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہ ہمارے خداؤں سے بہتر ہے؟ وہ اعتراض کسی دلیل یا بحث کے لئے نہیں کرتے۔ بلکہ صرف شرارت سے ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ وہ جھگڑا لو ہیں۔ اس کی حیثیت ایک بندے سے زیادہ کچھ نہیں جس پر ہم نے اپنی رحمت نازل کی اور کھڑا کیا۔ بنی اسرائیل کے واسطے (غمنہ) اگر ہم چاہیں تو نکالیں۔ تم سے فرشتے جو زمین پر تمہاری جگہ بستے اور وہ نشان ہے اس گھڑی (قیامت) کا۔ سو اس میں شک نہ کرو اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے۔“ (۶۱:۵۷، ۶۱:۵۸)

آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیری عمر کو پورا کروں گا اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا کافروں سے اور رکھوں گا اور تیرے تابعوں کو اور پر مکرروں سے قیامت کے دن“²³²³ تک پھر میری طرف تم کو پھرانا ہے۔ پھر فیصلہ کروں گا تم میں اس بات میں تم جھگڑتے تھے۔“ (۵۵:۳)

التساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”اور اس کے کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا، اور نہ اس کو مارا ہے اور سولی پر چڑھایا۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے، اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے وہ اس جگہ شبہ میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر، مگر انکل پر چلتے ہیں اور اس کو مارا نہیں یقین سے۔ بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف، اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔“ (۱۵۸:۱۵۷، ۱۵۸:۱۵۸)

متذکرہ بالا سے یہ بات واضح ہے کہ احمدیوں اور مسلمانوں میں محض فلسفیانہ اختلافات ہی نہیں۔ اے۔ آئی۔ آر ۱۹۲۳ء در اس ۱۷۱ ابھی میرے سامنے فریقین کے فاضل و کلاء نے پیش کی ہے۔ جس میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافات سے بحث کی گئی ہے۔ لیگل اتھارٹی کے پورے احترام کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نہ صرف یہ کہ بنیادی، نظریاتی اختلافات موجود ہیں۔ بلکہ ان میں عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول، قرآن پاک کی آیات کو نسخ کرنا میری رائے میں کسی شخص کو بھی مرتد قرار دینے کے لئے کافی ہیں۔

مدعا علیہ اور غلام احمد کے عقائد کا جائزہ لینے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس مقصد کے لئے ایک طرف دشنام طرازی کا سہارا لیا ہے تو دوسری طرف بڑی فنکاری سے ناخواندہ اور کم علم لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ہزار ڈشپ مسٹر جسٹس دلال نے کالی چرن شرما نام شہنشاہ کے مقدمہ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے: ”اس مقدمہ میں میں معاملات کو ایک ہائیکورٹ کے ایک فاضل جج کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک قصبے کے ایک عام شہری کی حیثیت سے بھی“ ²³²⁴ دیکھتا ہوں۔ میں خود کو ایک مسلمان کی جگہ رکھتا ہوں جو اپنے پیغمبر کی عزت و آبرو کا احترام کرتا ہے اور پھر میں سوچتا ہوں کہ میرے جذبات اس ہندو کے بارے میں کیا ہوں گے جو اس پیغمبر کا مذاق اڑاتا ہے اور وہ یہ کام اس لئے نہیں کرتا کہ وہ سکی ہو گیا ہے بلکہ وہ ایک ایسے پروپیگنڈے سے متاثر ہے جو ان لوگوں نے شروع کیا ہے جو مسلمان نہیں۔ ایسی صورت میں میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے اسی نفرت کا مظاہرہ کروں گا جو مصنف کے طبقے سے مخصوص ہے۔ (اے۔ آئی۔ آر ۱۹۲۷ء، اے۔ ایل۔ ایل ۶۵۳)“

جیسا کہ میں نے پہلے وضاحت کی ہے۔ مدعا علیہ نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے مدوح مرزا غلام احمد بھی یہ اعلان کر چکے ہیں کہ وہ پیغمبر، نبی اور رسول ہیں۔ مزید برآں مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دادیوں اور نانوں کے خلاف غیر شائستہ زبان استعمال کی ہے اور اسی پر بس نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ اور ان کے صحابہ کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ اس سلسلے میں مرزا غلام احمد کے متذکرہ بالا نام نہاد انکشافات کے حوالے کے علاوہ ”ملفوظات احمدیہ“ میں ان کی تحریروں کو شوبہ کے طور پر پیش کیا

جاسکتا ہے۔ رسول پاک کی اس سے زیادہ اور کوئی توہین نہیں ہو سکتی کہ مرزا غلام احمد جیسا شخص یا مدعا علیہ یا کوئی اور خود کو پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کرنے کی جسارت کرے، کوئی مسلمان کسی شخص کی طرف سے ایسا دعویٰ برداشت نہیں کر سکتا اور نہ قرآن و حدیث سے اس طرح کے دعویٰ کی تائید لائی جاسکتی ہے۔

مرزا غلام احمد نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی آیات خود سے منسوب کی ہیں اور انہیں خود ساختہ معنی پہنائے تاکہ وہ دوسروں کو گمراہ کر سکیں اور یہ بے خبر اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایسی سنگین غلط بیانی ہے جو جان بوجھ کر دوا رکھی گئی اور جو اسلام کی نظر میں گناہ کبیرہ ہے۔

احمدیوں نے ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء کے الفضل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ: ²³²⁵ ”کوئی شخص بھی کسی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نعوذ باللہ محمد رسول اللہ سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔“ ۱۲ جون ۱۹۳۵ء کے الفضل میں احمدیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے جس نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کا مرتبہ وہی ہو گیا جو صحابہ رسول کا تھا۔“

(ملفوظات احمدیہ ج ۴ ص ۴۰۰) میں ایک جگہ یہ کہا گیا ہے کہ: ”تمہارے درمیان ایک ذمہ علی موجود ہے اور تم اسے چھوڑ کر مردہ علی کو تلاش کر رہے ہو“ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹیوں کو غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ یہ لوگ کافر ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت تقی الدین نے کہا ہے کہ: ”جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کلمہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کو کافر قرار نہیں دے سکتا۔ ایسا شخص ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور اسے کسی مسلمان عورت سے شادی کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔“ (المطبوعات الکبریٰ)

پیغمبران کرام کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا استعمال ہی کسی کے ارتداد کے رجحان کی غمازی کرنے کے لئے کافی ہے۔ (۱۰۶ پی۔ آ۔ ۱۸۹۱ء) مسلم لاء کی تشکیل کے ابتدائی دور میں ارتداد بہت بڑا گناہ تھا۔ جس کی سزا موت ہوتی تھی۔

(طلحاوی جلد دوم ص ۸۴) پر ہے: ”اگر میاں بیوی میں سے ایک بھی ارتداد کا مرتکب ہو تو ان کی شادی جو اسلامی شادی تھی، فوری طور پر ختم ہو جائے گی اور انہیں لازمی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے گا۔ مگر مرزا غلام احمد جیسا کہ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں۔ اسلام کی تعلیمات کے علی الرغم اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ وہ کافر ہیں۔“

علامہ اقبال کا مشورہ ²³²⁶

اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ احمدی مسلمانوں سے الگ مذہب کے پیروکار ہیں اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومت ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ اس (طبقے) (احمدیوں) کو مسلمانوں سے یکسر مختلف تصور کیا جائے اور اگر انہیں علیحدہ حیثیت دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ اسی رواداری سے پیش آئیں گے۔ جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیوں کو احمدی کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ مدینہ کے منشور میں جسے اسلامی پالیسی کا میکنا کارنا قرار دیا جاسکتا ہے رسول پاک ﷺ نے غیر مسلموں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں اور اس سلسلے میں کبھی کوئی جبر روا نہیں رکھا گیا۔ لیکن ایک الگ طبقے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ احمدیوں کو بھی صرف اس لئے اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اپنے اوپر احمدی مسلم کا لیبل لگا رکھا ہے۔

امتی نبی کا تصور

مرزا غلام احمد یا مدعا علیہ کی نام نہاد نبوت پر ایمان حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی کھلی تنقید ہے۔ جس کی وضاحت خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور رسول پاک ﷺ نے احادیث میں کر دی ہے۔ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا رسول یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ قرآن اور حدیث سے نہیں ملتا اور نہ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے تصور کی تائید کسی اور ذریعہ سے ہوتی ہے۔ امتی نبی کا تصور غیر اسلامی ہے اور یہ مرزا غلام احمد اور مدعا علیہ کی من گھڑت تصنیف ہے۔ قرآن یا حدیث میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی۔ جس میں سے یہ بات ظاہر ہو کہ اسلام امتی نبی پر یقین رکھتا ہے۔ رسول پاک ﷺ نے یہ باب ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے اور ²³²⁷ حدیث رسول کی موجودگی میں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسلام کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بار پھر دنیا میں تشریف لائیں گے۔ لیکن وہ حضرت محمد ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے۔ یسوع مسیح کوئی نبی

امت تخلیق نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ محمد ﷺ کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ میرے سامنے آنحضرت ﷺ کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ رسول پاک ﷺ کی یہ حدیث اور دوسری احادیث واضح طور پر یہ بات ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ سراسر غیر اسلامی اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے منافی ہے۔ نیز مسلمانوں کے اجماع سے بھی متصادم ہے۔ مرزا غلام احمد نے بروزی نبی ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے علامہ اقبال نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اسے مجوسیوں کا عقیدہ قرار دیا ہے۔ علامہ کی تحریر سے ہمیں بروزی نبی کے تصور کی حقیقت سمجھنے میں مدد ملے گی۔ اس لئے میں اس بحث کے متعلقہ حصے فیصلے میں شامل کرنا پسند کروں گا۔

احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا نظریہ

”ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدروقت کی توضیح میں نے کسی اور جگہ کر دی ہے۔ اس کی معنی بالکل سلیس ہیں۔ محمد ﷺ کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیر انسانی کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ آزادی کا راستہ دکھایا ہے۔ کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نہ اٹھنے نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے۔ جس سے انکار کفر کو تسلیم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا۔ لہذا²³²⁸ وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لئے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو سکے تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی۔ وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی خود اپنی نبوت پیش کرتا ہے۔ لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد ﷺ کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے؟ تو اس کا جواب نفی میں ہے۔ یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ اس امر کے سمجھنے کی بجائے کہ ختم نبوت کا اسلامی تصور نوع انسانی تاریخ میں بالعموم اور ایشیاء کی تاریخ میں بالخصوص کیا

تہذیبی قدر رکھتا ہے۔ بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد ﷺ کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ خود محمد ﷺ کی نبوت کو نامکمل پیش کرتا ہے۔ جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعویٰ نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ نبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک نبی یعنی تحریک احمدیت کے بانی پیداؤں تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔“

”اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا بروز ہوں۔“ اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النبیین ہونا، دراصل محمد ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ پس یہ نقطہ پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا۔ اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر بانی احمدیت نے ختم نبوت کے روحانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔ کیونکہ بروز ہمیشہ اس شے سے الگ ہوتا ہے جس کا یہ بروز ہوتا ہے۔ صرف ادوار کے معنوں میں بروز اور اس کی شے میں عینیت پائی جاتی ہے۔ پس اگر ہم بروز سے ”روحانی صفات کی مشابہت“ مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے۔ اگر اس کے برعکس اس لفظ کے عبرانی مفہوم²³²⁹ میں اصل شے کا ادوار مراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیجس میں نظر آتا ہے۔“ (حرف اقبال مؤلفہ لطیف احمد شریانی ص ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲،

السلام کی حیثیت سے انہیں تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی نفی ہوگئی۔ ان کا یہ نظریہ قرآن پاک کی ۲۲ ویں سورۃ، آیت ۳۹، ۴۰ اور دوسری سورۃ کی آیت ۱۹۲، ۱۹۳ ساٹھویں سورۃ کی آیت ۸، چوتھی سورۃ کی آیت ۴، ۵، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور سورۃ ۲۵ کی آیت ۵۲ کے برعکس اور منافی ہے۔ مندرجہ بالا امور کے پیش نظر میں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور ان کے ممدوح مرزا غلام احمد نبوت کے جموٹے مدعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات وصول کرنے کے متعلق ان کے دعوے بھی باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے کے منافی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

مسلمانوں میں اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے تو وہ صریحاً کافر اور مرتد ہے۔²³³⁰ مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو بھی تو مرڈ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اس طرح انہوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش ہے۔ انہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعت محمدی میں تحریف کی ہے۔ اس لئے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ نیز مرزا غلام احمد اور ان کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے۔ بلا کسی تردد کے غیر مسلم اور مرتد قرار دیا جاسکتا ہے۔

فریقین کے عقائد کے بارے میں گفتگو کے بعد میں شادی کے تصور کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا جو زیر بحث مسئلے میں دوسرا اہم نکتہ ہے اس کے بعد میں مدعا علیہ کے عقائد کے بارے میں اپنے نتائج کی روشنی میں شادی کے جواز میں بحث کروں گا۔ اسلام کوئی مسلک نہیں بلکہ حال میں زندگی بسر کرنے کا نام ہے اور اسلام میں نکاح ایک اخلاقی رشتہ ہے۔ امیر علی نے شادی کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو معاشرے کے تحفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان گمراہی اور بے عصمتی سے محفوظ رہے۔ شادی زندگی بھر کا عہد ہوتا ہے۔ جس کی سب سے اہم خصوصیات جنسی اختلاط کی قانونی یا جائز اجازت نہیں بلکہ اشتراک کا رہے۔ جس میں دو انسان دکھ سکھ خوشی اور غم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو تسکین اور حوصلہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ اتحاد تغیر حالات کے ذریعہ فریقین کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنسی اختلاط کا تصور بھی اس اشتراک یا اتحاد میں ذخیل ہے جو فریقین کے جسمانی قرب کی اہمیت واضح کرتا ہے لیکن اس سلسلے میں باہمی موانعت، بگاڑت اور رفاقت بھی کچھ کم اہم نہیں ہوتے۔

شیکسپیر نے ہملت میں کہا ہے کہ میاں بیوی ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔ اسی طرح ارسطو نے ایک جگہ کہا ہے کہ بیوی کو زد و کوب کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ وہ تمہاری بیوی ہے۔ ان تمام باتوں کا ایک ہی مطلب ہے اور یہ کہ میاں بیوی کا رشتہ نیکی میں اشتراک کا رشتہ ہے۔ قرآن پاک میں شادی کا ذکر مودت و رحمت اور سکون کی اصطلاحات کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بائبل میں ²³³¹ ایک جگہ آیا ہے کہ وہ میری ہی ہڈی کا ایک حصہ اور میرے ہی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ غرضیکہ ہر جگہ یگانگت پر ہی زور دیا گیا ہے۔ جو لیس سیر زمین لارڈ برٹس کے ساتھ پورٹیا کا مکالمہ ایک بیوی اور داشتہ کے فرق کو بڑی خوبصورتی سے واضح کرتا ہے اور پھر انگلستان کے ایک ولی عہد کا یہ جملہ بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے کہ جب اسے ایک رومن کیتھولک شہزادی سے شادی کے لئے کہا گیا..... تو اس نے کہا کہ وہ مذہب ایک بستر میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: ”اپنے عہم کے لئے (کردار کے اعتبار سے) موزوں عورت کا انتخاب کرو اور اپنے برابر والوں سے شادی کرو اور اپنی بیٹیاں ان کے نکاح میں دو۔“ (ابن ماجہ ص ۳۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ شادی میں اکثاف بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نظریات کا اختلاف یا عقائد کی وسیع تلخج یا فریقین کے قول و فعل کی عدم یکسانیت ان کے مستقبل کو تاریک کر سکتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان موانست کا رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا شادی کے بنیادی تصور کی نشانی ہے اور یہ بندھن کیف و مسرت کا پیغام بر بننے کی بجائے جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے اور جب فریقین ایک دوسرے سے مسلسل جھگڑتے رہیں اور ایک دوسرے سے نفرت چھانکرنے لگیں تو پھر سب کچھ جھوٹ اور فریب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ صورتحال نہ صرف یہ کہ انفرادی طور پر ناقابل برداشت ہے بلکہ سماجی اعتبار سے تباہ کن ہے۔ جنس کے اسرار اسی وقت پوری طرح تسکین پاتے ہیں جب جسمانی رشتے کے ساتھ فریقین میں روحانی اہم آہنگی بھی موجود ہو۔ اگر مذہب کا فریقین کی زندگیوں پر واقعی کوئی اثر ہوتا ہے تو پھر اس بارے میں کوئی اختلاف ان کی زندگی پر پیدائش، نسل، زبان یا دنیاوی مرتبے غرضیکہ کسی اور چیز سے زیادہ اثر انداز ہوگا۔

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ”اور نکاح مت کرو کہ فرجورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت (چاہے) لونڈی کیوں نہ ہو وہ بدرجہا بہتر ہے کہ فرجورت سے، گو وہ تم کو اچھی ہی لگے اور عورتوں کو کہ فرجوردوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کہ فرجورد سے۔ گو وہ تم کو اچھا ہی لگے۔“ (البقرہ: ۲۲)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ زیر نظر مقدمے میں فریقین کے درمیان شادی اسلام میں قطعی پسندیدہ نہیں اور قرآن پاک اور حدیث کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ کیونکہ فریقین نہ صرف مختلف نظریات کے حامل ہیں۔ بلکہ ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور یہ بات اس رشتے کے لئے سم کا قتل کا درجہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں۔ اسلام میں کسی مسلمان کے لئے جس مخالف کے ساتھ شادی کے سلسلے میں متعدد پابندیاں عائد کی گئی ہیں اور کسی بھی صورت میں کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم مرد سے جائز شادی نہیں کر سکتی۔ جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں اور ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کا نکاح اسلام کی نظر میں غیر مؤثر ہے۔ اندریں حالات میں قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی ساٹھ سال کے ایک غیر مسلم (مرد) کے ساتھ شادی ہے۔

لہذا یہ شادی غیر قانونی اور غیر مؤثر ہے۔

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر مسئلہ نمبر ۴، ۶، ۷ اور ۸ ساقط ہو جاتے ہیں۔ ان پر غور کی ضرورت نہیں۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے، کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ، جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پایا ہے غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تنبیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعا علیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار نہ دے۔ مدعیہ اس مقدمے کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حقدار ہے۔

²³³³ فیصلے کے اختتام سے پہلے میں مدعیہ کے فاضل وکیل کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے متعدد کتابوں کے ذریعہ میری بے حد مدد کی۔ ان میں سے چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) حقیقت الوحی، (۲) ازالہ اوہام، (۳) ملفوظات احمدیہ، (۴) معیار الاختیار، (۵) آئینہ کمالات، (۶) تذکرہ شہادتیں، (۷) مسئلہ ختم نبوت از مولانا محمد اعلیٰ، (۸) مسئلہ نبوت

از مولانا مودودی، (۹) قادیانی مسئلہ از مولانا مودودی، (۱۰) ختم نبوت از مولانا ثناء اللہ، (۱۱) خاتم النبیین از حکیم عبداللطیف، (۱۲) صحیفہ تقدیر از مولانا شبیر احمد عثمانی، (۱۳) مرزائیت عدالت کے کٹھرے میں مؤلفہ جانباز مرزا، (۱۴) فتح نکاح مرزائیاں، (۱۵) فیصلہ صادر کردہ مسٹر محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول نگر، (۱۶) فیصلہ صادر کردہ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کیمبل پور، (۱۷) ترجمہ قرآن مجید از مسٹر پکتحال، (۱۸) مرزا غلام احمد کی تصانیف کے تراجم از عبداللہ الدین۔

یہ فیصلہ ۱۳ جولائی (۱۹۷۰ء) کو شیخ محمد رفیق کوریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حیدری نے جوان کی جگہ جیس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں۔ کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

تعجب ہے کہ ایک ریزہ چین خواں نصاریٰ کا

گدائی کرتے کرتے مہدی موعود ہو جائے

ظفر علی خاں

مطالبہ

ہم محترم صدر مملکت عالی جناب آغا محمد یحییٰ خان صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ آنجناب مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و عظمت کو محسوس فرمادیں اور ایک آرڈیننس کے ذریعہ مرزائیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔ یہ پاکستان کی نامور اور منصف عدلیہ کا فیصلہ ہے اور عالم اسلام کے ہر مکتب فکر کے علماء کا فتویٰ اور امت مسلمہ کا دیرینہ متفقہ مطالبہ ہے اور شہدائے ختم نبوت کے مقدس خون کی پکار ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ملتان

ضمیمہ نمبر: ۲۰ 2334

مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ

کے

تاریخی

مقدمہ کا

فیصلہ

چوہدری افضل حق ایم ایل سی جنرل سیکرٹری

شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام (ہند) لاہور

(کتابتہ بشیر کاتب دفتر رسالہ اداکار لاہور) قیمت

تعداد

²³³⁵ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مرافعہ پر سیشن جج گورداسپور کا تاریخی فیصلہ

قادیانیت کی سیاہ کاریوں پر فاضل جج کا محققانہ تبصرہ
مرزائے قادیان کی زشتی اخلاق اور اس کی امت کی شورہ پشتی کی داستان
حکومت کی ادائے فرض سے کوتاہی

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے تاریخی مقدمہ میں ان کی اپیل پر مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور نے بزبان انگریزی جو فیصلہ صادر کیا ہے اس کا اردو ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔
مرافعہ گزارسید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت مجرم قرار دیتے ہوئے اس تقریر کی پاداش میں جو انہوں نے ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو تبلیغ کانفرنس قادیان کے موقعہ پر کی چھ ماہ کی قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔

مرزا اور مرزائیت

مرافعہ گزار کے خلاف جو الزام عائد کیا گیا ہے اس پر غور و خوض کرنے کے قبل چند ایسے حقائق واقعات بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جن کا تعلق امور زیر بحث ہے۔ آج سے تقریباً پچاس سال قبل قادیان کے ایک باشندہ مسی غلام احمد نے دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اس نے اسقف اعظم کی حیثیت بھی اختیار کر لی اور ایک نئے فرقہ کی بناء ڈالی۔ جس کے ارکان اگرچہ مسلمان ہونے کے مدعی تھے۔ لیکن ان کے بعض عقائد و اصول عام عقائد اسلامی سے بالکل متبائن تھے۔ اس فرقہ میں شامل ہونے والے لوگ قادیانی یا مرزائی یا احمدی کہلاتے ہیں اور ان کا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ یہ لوگ فرقہ مرزائیہ کے بانی (مرزا غلام احمد) کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

²³³⁶ قادیانیت کی تاریخ

بتدریج یہ تحریک ترقی کرنے لگی اور اس کے مقلدین کی تعداد چند ہزار تک پہنچ گئی۔ مسلمان کی طرف سے مخالفت ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کی اکثریت نے مرزا قادیانی کے دعاوی بلند بانگ خصوصاً اس کے دعاوی تفویق دینی پر بہت ناک منہ چڑھایا اور مرزا نے ان

لوگوں پر کفر کا جو الزام لگایا۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔ مگر قادیانی حصار میں رہنے والے اس بیرونی تنقید سے کچھ بھی متاثر نہ ہوئے اور اپنے مستقر یعنی قادیان میں مزے سے ڈٹے رہے۔

قادیانیوں کا تہرہ اور شورہ پشتی

قادیانی مقابلہ محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں تہرہ اور شورہ پیدا کر دیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا۔ جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا۔ جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا۔ انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والفیر کور) مرتب ہوا، اور اس کی تربیت کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں ”لنن الملك اليوم“ کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔

انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔ دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا۔ یہ قصہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے ²³³⁷ مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے قتل ہی کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کر دینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مسل میں درج ہیں۔

سزائے اخراج

کم از کم دو اشخاص کو قادیان سے اخراج کی سزا دی گئی۔ اس لئے کہ ان کے عقائد مرزا کے عقائد سے متفاوت تھے۔ وہ اشخاص حبیب الرحمن گواہ صفائی نمبر ۲۸۔ اور مسی اسلحیل ہیں۔ مسل میں ایک چشمی (ڈی زیڈ ۳۳) موجود ہے۔ جو موجودہ مرزا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور جس میں یہ حکم درج ہے کہ حبیب الرحمن (گواہ نمبر ۲۸) کو قادیان میں آنے کی اجازت نہیں۔ مرزا بشیر الدین گواہ صفائی نمبر ۳۷ نے اس چشمی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اسلحیل کے اخراج اور داخلہ کی ممانعت کو گواہ صفائی نمبر ۲۰ نے تسلیم کر لیا ہے۔ کئی اور گواہوں نے (قادیانیوں کے) تشدد و ظلم کی عجیب و

غریب داستانیں بیان کی ہیں۔

بھگت سنگھ گواہ صفائی نے بیان کیا ہے کہ قادیانیوں نے اس پر حملہ کیا۔ ایک شخص مسی غریب شاہ کو قادیانیوں نے زد و کوب کیا۔ لیکن جب اس نے عدالت میں استغاثہ کرنا چاہا تو کوئی اس کی شہادت دینے کے لئے سامنے نہ آیا۔ قادیانی ججوں کے فیصلہ کردہ مقدمات کی مسلسل پیش کی گئیں۔ (جو شامل مسل ہذا ہیں) مرزا بشیر الدین محمود نے تسلیم کیا ہے کہ قادیان میں عدالتی اختیارات استعمال ہوتے ہیں اور میری عدالت سب سے آخری عدالت اوپل ہے۔ عدالت کی ڈگریوں کا اجراء عمل میں آتا ہے اور ایک واقعہ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ڈگری کے اجراء میں ایک مکان فروخت کر دیا گیا۔ اشقام کے کاغذ قادیانیوں نے خود بنائے ہیں۔ جوان درخواستوں اور عرضیوں پر لگائے جاتے ہیں۔ جو قادیانی عدالتوں میں دائر ہوتی ہیں۔ قادیان میں ایک والٹیر کور کے موجود ہونے کی شہادت گواہ صفائی نمبر ۴۰ مرزا شریف احمد نے دی ہے۔

2338 عبدالکریم کی مظلومی اور محمد حسین کا قتل

سب سے سنگین معاملہ عبدالکریم (ایڈیٹر مہبلہ) کا ہے۔ جس کی داستان، داستان درد ہے۔ یہ شخص مرزا کے مقلدین میں شامل ہوا اور قادیان میں جا کر مقیم ہو گیا۔ وہاں اس کے دل میں (مرزائیت کی صداقت کے متعلق) شکوک پیدا ہوئے اور وہ مرزائیت سے تائب ہو گیا۔ اس کے بعد اس پر ظلم و ستم شروع ہوا۔ اس نے قادیانی معتقدات پر تبصرہ تنقید کرنے کے لئے ”مہبلہ“ نامی اخبار جاری کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک تقریر میں جو دستاویز ڈی۔ زیڈ (الفضل مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء میں درج ہے) مہبلہ شائع کرنے والوں کی موت کی پیش گوئی کی ہے۔ اس تقریر میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو مذہب کے لئے اڑکھاب قتل پر بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ اس تقریر کے بعد جلد ہی عبدالکریم پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ لیکن وہ بچ گیا۔ ایک شخص محمد حسین جو اس کا معاون تھا اور ایک فوجداری مقدمہ میں جو عبدالکریم کے خلاف چل رہا تھا، اس کا ضامن بھی تھا۔ اس پر حملہ ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ قاتل پر مقدمہ چلا اور اسے پھانسی کی سزا کا حکم ملا۔

محمد حسین کے قاتل کا رتبہ مرزائیوں کی نظر میں

پھانسی کے حکم کی تعمیل ہوئی اور اس کے بعد قاتل کی لاش قادیان میں لائی گئی اور اسے نہایت عزت و احترام سے بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ مرزائی اخبار الفضل میں قاتل کی مدح سرائی

کی گئی۔ فعل قتل کو سراہا گیا اور یہاں تک لکھا گیا کہ قاتل مجرم نہ تھا۔ پھانسی کی سزا سے پہلے ہی اس کی روح نفسِ عصری سے آزاد ہو گئی اور اسی طرح وہ پھانسی کی ذلت انگیز سزا سے بچ گیا۔ خدائے عادل نے یہ مناسب سمجھا کہ پھانسی سے پہلے ہی اس کی جان قبض کر لے۔

مرزا محمود کی دروغ گوئی

عدالت میں مرزا محمود نے اس کے متعلق بالکل مختلف داستان بیان کی اور کہا کہ محمد حسین کے قاتل کی عزت افزائی اس لئے کی گئی کہ اس نے اپنے جرم پر تاسف و ندامت کا اظہار کیا تھا²³³⁹ اور اس طرح وہ گناہ سے پاک ہو چکا تھا۔ لیکن دستاویز ڈی زیڈ ۴۰ اس کی تردید کرتی ہے۔ جس سے مرزا کی دلی کیفیت کا پتہ چلتا ہے۔

عدالت عالیہ کی توہین

میں یہاں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس دستاویز کے مضمون سے عدالت عالیہ لاہور کی توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

محمد امین کا قتل

محمد امین ایک مرزائی تھا اور جماعت مرزائیہ کا مبلغ تھا۔ اس کو تبلیغ مذہب کے لئے بخارا بھیجا گیا۔ لیکن کسی وجہ سے بعد میں اسے اس خدمت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کی موت کلباڑی کی ایک ضرب سے ہوئی۔ جو چودھری فتح محمد گواہ صفائی نمبر ۲۱ نے لگائی۔ عدالت ماتحت نے اس معاملہ پر سرسری نگاہ ڈالی ہے۔ لیکن یہ زیادہ غور و توجہ کا محتاج ہے۔ محمد امین پر مرزا کا عتاب نازل ہو چکا تھا اور اس لئے مرزائیوں کی نظر میں وہ موقر و محترم نہیں رہا تھا۔ اس کی موت کے واقعات خواہ کیا ہوں۔ اس میں کلام نہیں کہ محمد امین تشدد کا شکار ہوا اور کلباڑی کی ضرب سے قتل کیا گیا۔

پولیس میں وقوعہ کی اطلاع پہنچی لیکن کوئی کارروائی عمل میں نہ آئی۔ اس بات پر زور دینا فضول ہے کہ قاتل نے حفاظت خود اختیاری میں محمد امین کو کلباڑی کی ضرب لگائی اور یہ فیصلہ کرنا اس عدالت کا کام ہے جو مقدمہ کی سماعت کرے۔ چودھری فتح محمد کا عدالت میں یہ اقرار صالح یہ بیان کرنا تعجب انگیز ہے کہ اس نے محمد امین کو قتل کیا۔ مگر پولیس اس معاملہ میں کچھ نہ کر سکی۔ جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزائیوں کی طاقت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ کوئی گواہ سامنے آ کر بچ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ ہمارے سامنے عبدالکریم کے مکان کا واقعہ بھی ہے۔ عبدالکریم کو قادیان

سے خارج کرنے کے بعد اس کا مکان نذر آتش کر دیا گیا اور قادیان کی سال ٹاؤن کمیٹی سے حکم حاصل کر کے نیم قانونی طریق پر اسے گرانے کی کوشش کی گئی۔

²³⁴⁰ قادیان کی صورت حالات اور مرزا کی دشنام طرازی

یہ افسوسناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتش زنی اور قتل تک کے واقعات ہوتے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے، شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک استقف اعظم کا اخلاق انوکھا مظاہرہ ہیں، جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا، بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی بھی تھا۔

حکومت مفلوج ہو چکی تھی

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) حکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہو چکے تھے۔ دینی و دنیوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسران کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔ لیکن وہ اس کے انداد سے قاصر رہے۔ مسل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں۔ لیکن یہاں ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں جو رستم رانی کا دور دورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

تبلیغ کانفرنس کا مقصد

ان کارروائیوں کے سدباب کے لئے اور مسلمانوں میں زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے تبلیغ کانفرنس منعقد کی گئی۔ قادیانیوں نے اس کے انعقاد کو بنظر ناپسندیدگی دیکھا اور اسے روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے ایک شخص ایشرنگھ نامی کی زمین حاصل کی گئی تھی۔ قادیانیوں نے اس پر قبضہ کر کے دیوار کھینچ دی اور اس طرح احرا اس قطعہ زمین سے بھی محروم ہو گئے جو قادیان میں انہیں مل سکتا تھا۔ مجبوراً انہوں نے قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر اپنا اجلاس منعقد کیا۔ دیوار کا کھینچا جانا اس حقیقت پر مشعر ہے کہ اس وقت ²³⁴¹ فریقین کے تعلقات میں کتنی کشیدگی تھی اور قادیانیوں کی شورہ پستی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ وہ اپنی دست درازی کے قانونی نتائج سے اپنے آپ کو بالکل محفوظ خیال کرتے تھے۔

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا مقناطیسی جذب

بہر حال کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت کے لئے ایپلانٹ سے کہا گیا۔ وہ بلند پایہ خطیب ہے اور اس کی تقریر میں بھی جذب مقناطیسی موجود ہے۔ اس لئے اس نے اجلاس میں ایک جوش انگیز خطبہ دیا۔ اس کی تقریر کئی گھنٹوں تک جاری رہی۔ بتایا گیا ہے کہ حاضرین تقریر کے دوران میں بالکل مسحور تھے۔ ایپلانٹ نے اس تقریر میں اپنے خیالات ذرا وضاحت سے بیان کئے اور اس کے لئے دل میں مرزا اور اس کے معتقدین کے خلاف جو نفرت کے جذبات موجزن تھے۔ ان پر پردہ ڈالنے کی اس نے کوئی کوشش نہ کی۔ تقریر پر اخبارات میں اعتراض ہوا۔ معاملہ حکومت پنجاب کے سامنے پیش ہوا۔ جس نے عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت دے دی۔

تقریر پر اعتراض

ایپلانٹ کے خلاف جو الزام ہے۔ اس کے ضمن میں اس تقریر کے ساتھ اقتباسات درج ہیں۔ جنہیں قابل گرفت ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ اقتباسات یہ ہیں:

.....۱ فرعونؑی تخت الناجار ہا ہے۔ انشاء اللہ یہ تخت نہیں رہے گا۔

.....۲ وہ نبی کا بیٹا ہے۔ میں نبی کا نواسہ ہوں۔ وہ آئے تم سب چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ وہ مجھ سے اردو، پنجابی، فارسی ہر معاملہ میں بحث کرے۔ یہ جھگڑا آج ہی ختم ہو جائے گا۔ وہ پردہ سے باہر آئے۔ نقاب اٹھائے۔ کشتی لڑے۔ مولانا علی کے جوہر دیکھے۔ وہ ہر رنگ میں آئے۔ وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے میں ننگے پاؤں آؤں۔ وہ ریشم پہن کر آئے میں گاندھی جی کی کھلوی کھدر شریف۔ وہ مزرعہ۔ کہاب۔²³⁴² یا قوتیاں اور پلومر کی ٹانگ وائن اپنے لہا کی سنت کے مطابق کھا کر آئے اور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جوی روٹی کھا کر آؤں۔

.....۳ یہ ہمارا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ برطانیہ کے دم کٹے کتے ہیں۔ وہ خوشامد اور برطانیہ کے بوٹ کی ٹو صاف کرتا ہے۔ میں تکبر سے نہیں کہتا۔ بلکہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو اکیلا چھوڑ دو۔ پھر بشیر کے میرے ہاتھ دیکھو۔ کیا کروں لفظ تبلیغ نے ہمیں مشکل میں پھنسا دیا ہے۔ یہ اجتماع سیاسی اجتماع نہیں ہے۔ امر زانیو! اگر باگیں ڈھیلی ہوتیں۔ میں کہتا ہوں اب بھی ہوش میں آؤ۔ تمہاری طاقت اتنی بھی نہیں جتنی پیشاب کی جھاگ ہوتی ہے۔

.....۴ جو پانچویں جماعت میں نسل ہوتے ہیں۔ وہ نبی بن جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک

مرافعہ گزارنے قانون کی حدود کے اندر رہنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن جوش فصاحت و طاقت میں وہ ان امتناعی حدود سے آگے نکل گیا ہے اور ایسی باتیں کہہ گیا ہے جو سامعین کے دلوں میں مرزائیوں کے خلاف نفرت کے جذبہ کے سوا اور کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتیں۔ رومہ کے مارک انٹونی کی طرح مرافعہ گزار نے یہ اعلان تو کر دیا کہ وہ احمدیوں سے طرح آویزش نہیں ڈالنا چاہتا۔ لیکن صلح کا یہ پیغام ایسی گالیوں سے پر ہے۔ جن کا مقصد سامعین کے دلوں میں احمدیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

²³⁴⁴ تنقید کی جائز حدود

اس میں کلام نہیں کہ مرافعہ گزار کی تقریر کے بعض حصے مرزا کے افعال کی جائز و واجبی تنقید پر مشتمل ہیں۔ غریب شاہ کو زد و کوب کرنے کا واقعہ، محمد حسین اور محمد امین کے واقعات قتل اور مرزا کے جبر و تشدد کے بعض دوسرے واقعات جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایسے ہیں جن پر تنقید کرنے کا ہر سچے مسلمان کو حق ہے۔ نیز اس تقریر کے دوران میں ان توہین آمیز الفاظ کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو قادیانی، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں استعمال کر۔ نے رہتے ہیں اور جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔

مرزائی اور مسلمان

مسلمانوں کے نزدیک محمد ﷺ خاتم المرسلین ہیں۔ لیکن مرزائیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ محمد ﷺ کے بروز میں کئی نبی مبعوث ہو سکتے ہیں اور وہ سب مہبط وحی ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی اور مسیح ثانی تھا۔ اس حد تک مرافعہ گزار کی تقریر قانون کی زد سے باہر ہے۔ لیکن وہ جب دشنام طرازی پر آتا ہے اور مرزائیوں کو ایسے ایسے ناموں سے پکارتا ہے جنہیں سننا بھی کوئی آدمی گوارہ نہیں کر سکتا۔ تو وہ جائز حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور خواہ اس نے یہ باتیں جوش فصاحت میں کہیں یا دیدہ دانستہ کہیں۔ قانون انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

تقریر کے اثرات

مرافعہ گزار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے سامعین میں اکثریت جاہل دیہاتیوں کی تھی۔ نیز یہ کہ اس قسم کی تقریر ان کے دلوں میں نفرت و عناد کے جذبات پیدا کرے گی۔ واقعات منظر ہیں کہ تقریر نے سامعین پر ایسا ہی اثر ڈالا اور مقرر کی لسانی سے متاثر ہو کر انہوں نے کئی بار

جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سامعین نے اس وقت کیوں مرزائیوں کے خلاف کوئی تشہیدانہ اقدام نہ کیا۔ اگرچہ فریقین کے تعلقات عرصہ سے اچھے نہ تھے۔ مگر اس تقریر نے راکھ میں دبے ہوئے شعلوں کو ہوادے کر بھڑکایا۔

2345 تقریر کی قابل اعتراض نوعیت

فرد جرم میں جن سات فقروں کو قابل گرفت قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے تیسرا اور ساتواں سب سے زیادہ قابل اعتراض ہیں۔ ان میں اپیلانٹ نے مرزائیوں کو برطانیہ کے دم کٹے کتے کہا ہے۔ میرے نزدیک دوسرے حصے دفعہ ۵۳۔ الف تقریرات ہند کے ماتحت قابل گرفت نہیں ہیں۔ پہلا حصہ یعنی فرعونی تخت الٹا جا رہا ہے۔ میرے نزدیک قابل اعتراض نہیں۔ دوسرے حصے کا تعلق مرزا کی غذا اور خوراک سے ہے۔ اس کے متعلق یہ امر قابل ذکر ہے کہ مرزائے اول نے اپنے مریدوں میں سے ایک کے نام ایک چٹھی لکھی تھی کہ جس میں ان کی خوراک کی یہ تمام تفصیلات درج تھیں۔ یہ خطوط کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں اور ان کے مجموعہ کا ایک مطبوعہ نسخہ اس محل میں بھی شامل ہے۔

شراب اور مرزا

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا ایک ٹانک استعمال کرتا تھا۔ جس کا نام پلومر کی شراب تھا۔ ایک موقع پر اس نے اپنے مریدوں میں سے ایک کو لکھا کہ پلومر کی شراب لاہور سے خرید کے مجھے بھیجو۔ پھر دوسرے خطوط میں یا قوتی کا تذکرہ ہے۔ مرزا محمود نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے باپ نے ایک دفعہ پلومر کی شراب دو استعمال کی۔ چنانچہ میرے نزدیک یہ حصہ بھی قابل اعتراض نہیں۔ چوتھے حصے میں مرزا غلام احمد کے امتحان میں ناکام ہونے کا تذکرہ ہے۔ چھٹے حصے میں مرزا پر لاہہ گوئی اور کاسہ لیس کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالپوسی اور لاہہ گوئی پیغمبر کی شان کے خلاف ہے۔

عدالت کا تبصرہ

میری رائے میں تیسرے اور ساتویں حصے کے سوا اور کوئی حصہ تقریر کا قابل گرفت نہیں۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ مرافعہ گزار کی تمام تقریر میں صرف وہ حصے قابل اعتراض ہیں۔ تقریر کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں مرافعہ گزار مرزائیوں کے افعال شیعہ کی دجیاں بکھیرنا چاہتا تھا۔

وہاں وہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت بھی پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ امر کہ سامعین اس کی تقریر سے متاثر ہو کر امن شکنی پر کیوں نہ آئے۔ اس کے جرم کو ہلکا کرنے کا موجب ہو سکتا ہے۔

مجھے اس میں کلام نہیں کہ اپیلانٹ مرزائیوں پر تنقید کرنے میں حق بجانب تھا۔ لیکن وہ اس حق کو استعمال کرنے میں جائز حدود سے تجاوز کر گیا اور تقریر کے قانونی نتائج بھٹکنے کا سزاوار بن گیا۔ مرافعہ گزار کے اس فعل کی مدح و ثناء کرنا آسان ہے۔ لیکن ایسے حالات میں جہاں جذبات میں پہلے ہی سے ہجمن و اشتعال ہو۔ اس قسم کی تقریر کرنا جلتی پرتیلی ڈالنے کے مترادف ہے اور اگرچہ مرافعہ گزار نے صرف ایک اصطلاحی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن قانون کی ہمہ گیری کا احترام از قبیل لوازم ہے۔

فیصلہ

مقدمہ کے تمام پہلوؤں پر نظر غائر ڈالنے اور سامعین پر مرافعہ نگار کی تقریر کے اثرات کا اندازہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مرافعہ گزار تعزیرات کی دفعہ ۱۵۳ کے ماتحت جرم کا مرتکب ہوا ہے اور اس کی سزا قائم وانی چاہئے۔ مگر سزا کی سختی اور کڑمی کا اندازہ کرتے وقت ان واقعات کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے جو قادیان میں رونما ہوئے۔ نیز یہ بات نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں کہ مرزا نے خود مسلمانوں کو کافر سورا اور ان کی عورتوں کو کتوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو بھڑکایا۔ میرا خیال یہی ہے کہ اپیلانٹ کا جرم محض اصطلاحی تھا۔ چنانچہ میں اس کی سزا کو کم کر کے اسے اختتام عدالت قید محض کی سزا دیتا ہوں۔

گوردا سپور

دستخط

۶ جون ۱۹۳۵ء

جی۔ ڈی۔ کوسلہ

سیشن جج

²³⁴⁷ جناب چیئر مین: بہت بہت شکریہ۔ مولانا عبدالحق صاحب!

مولوی مفتی محمود: جناب والا! ایک بات عرض کرنا ہے کہ یہ بیان قومی اسمبلی کے ۳۷ ارکان کی طرف سے ہے اور اس وقت تک ہمارے پاس ۳۹ اراکین کے دستخط ہیں۔ یہ دستخط ہمارے پاس موجود ہیں اور یہ تمام پارٹیوں سے ہالائر ہو کر کیا ہے۔

جناب چیئر مین: ہم ساری پارٹیوں سے ہالائر ہو کر کریں گے۔

مولوی مفتی محمود: اگر کوئی رکن اس قرارداد پر دستخط کرنا چاہیں، تو کر دیں؟
جناب چیئر مین: اگر ان کو دینا چاہیں تو دے دیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب! آپ
شروع کریں۔

مولانا عبدالحکیم: دستخط ہو جانے دیں۔

جناب چیئر مین: آپ شروع کریں۔

مولانا عبدالحکیم: باتیں ہو رہی ہیں۔

جناب چیئر مین: ملک اخترا باتیں نہ کریں۔ مولانا! شروع کریں۔

7th is coming to close.

سات تاریخ بہت قریب آرہی ہے۔

آپ ۲۵۰ صفحات کی کتابیں لکھ کر لائے ہیں۔

If you read it, you have to sit.

اگر آپ یہ پڑھیں گے تو آپ کو بیٹھنا پڑے گا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب والا!

جناب چیئر مین: مولانا! پہلے وہ ختم کر لیں، پھر اس کے بعد۔

²³⁴⁸ مولانا عبدالحکیم: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده۔

مرزائی قطعی کافر اور غیر مسلم اقلیت ہیں

قومی اسمبلی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے

قادیانیوں کے خلیفہ ناصر احمد صاحب آف ریوہ نے بتاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۷۳ء اپنی
پارٹی سیت پاکستان کی قومی اسمبلی کی کمیٹی کے سامنے (جو تمام ممبران قومی اسمبلی پر مشتمل ہے) زیر
جواب، بیان دیا۔ یہ بیان انہوں نے دودن میں مکمل کیا۔

اس بیان کے چند عنوان ہیں:

پہلا عنوان ایوان کی حالیہ قراردادوں پر ایک نظر ہے۔ اس کے ذیل میں خلیفہ قادیانی
نے ایک غلطی یہ کی ہے کہ صرف دو قراردادوں کا ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے ان کو اطلاع ہی ایسی دی گئی
ہو۔ مگر رہبر کمیٹی میں میں نے حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب ایم۔ این۔ اے اور مولانا عبدالحق

صاحب ایم۔ این۔ اے بلوچستانی نے بھی ایک بل پیش کیا ہے۔ خلیفہ ربوہ نے ایک اصولی سوال اٹھایا ہے کہ آیا کسی اسمبلی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی شخص سے یہ بنیادی حق چھین سکے کہ وہ جس مذہب کی طرف چاہے منسوب ہو، یا مذہبی امور میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کرے کہ کسی جماعت یا فرد کا کیا مذہب ہے؟

ربوہ جماعت کی طرف سے کہا گیا کہ ہم ان دونوں باتوں کو نہیں مانتے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اقوام متحدہ کے دستور، انجمنوں اور اسی طرح پاکستانی دستور دفعہ نمبر ۲۰ کی آڑ لی ہے۔

مرزا نیوں کو جواب²³⁴⁹

..... یہی پہلا اور بنیادی فرق ہے جو مرزا نیوں اور مسلمانوں میں ہے۔ مسلمان اپنے فیصلے صرف قرآن و شریعت کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں اور اسی کو قانون زندگی کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ مگر مرزائی اقوام متحدہ کو دیکھتے ہیں۔ کبھی عالمی انجمنوں کو اور کبھی انسان کے بنائے ہوئے دستور اور قانون کو، ہم تو تمام امور میں صرف دین اور اس کے فیصلے کو دیکھتے ہیں:

نہ شمس نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

میں نہ رات ہوں نہ رات کا پجاری کہ خواب کی باتیں کروں۔ میں جب آفتاب (آفتاب رسالت) کا غلام ہوں تو میری باتوں کا ماخذ وہی آفتاب ہوگا۔

تعب ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے۔ مگر جھوٹے دعوے کی لاج بھی وہ اور اس کے جانشین نہیں رکھتے۔ پیغمبر تو دنیا بھر کے قوانین کو بدلنے آتے ہیں اور ساری دنیا کو اپنے پیچھے چلانا چاہتے ہیں۔

”وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ“

اور ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجے اسی لئے کہ لوگ خدا کے حکم سے اسی کی پیروی کریں۔ ﴿تو ہم کو تو قرآن و حدیث کی رو سے دیکھنا ہے کہ مرزائی غیر مسلم ہیں یا نہیں اور اس مسئلے میں کسی بھی مسلمان کو شک نہیں ہے۔ صرف قانونی شکل دینے کی بات ہے۔

۲..... آپ کی نظر ہمیشہ صحابہؓ سے دور رہی ہے۔ ورنہ آپ دنیا کی اسمبلیوں کو دیکھنے کی بجائے مسلمانوں کی سب سے پہلی اسمبلی انصار و مہاجرین کو دیکھتے۔ کیا انصار و مہاجرین کے مشورے

۱۔ اہل ہذا کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسلامی روشنی میں نہ ہوتے تھے؟ مگر آپ سے یہ توقع ہی نہیں کہ آپ صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلیں۔ ورنہ انصار و مہاجرین کی اسمبلی نے ²³⁵⁰ منکرینِ زکوٰۃ اور منکرینِ ختمِ نبوت سے مسلمان کہلانے کا حق چھین کر ان سے جہاد کیا تھا۔

۳..... مرزائی خلیفہ نے یہ کہہ کر کہ مسلمان ممبران اسمبلی کو مذہبی فیصلے کرنے کی اہلیت ہے یا نہیں۔ ممبران اسمبلی کی سخت توہین کی ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کروڑوں مسلمانوں کے نمائندے ہیں اور مسلمان بھی وہ جن کا کھلا دعویٰ ہے کہ ہمارا ”دین اسلام ہے۔“ کیا یہ ممبر صاحبان اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسلمان کون ہیں اور غیر مسلم کون؟

مرزائیوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ کافر وہی ہوتا ہے جو ضروریات دین اور قطعیات دین کا انکار کرے۔ مسلمان کی تعریف کی بحث آگے آتی ہے۔ کیا کوئی ممبر اسمبلی یہ نہیں جانتا کہ پانچ ارکان اسلام فرض ہیں؟ کیا کوئی مسلمان نہیں جانتا کہ توحید و رسالت پر ایمان لانے کے سوا تمام پیغمبروں، آسمانی کتابوں، فرشتوں، قیامت، تقدیر اور دوبارہ زندگی کو دل سے قبول کرنا بھی جزو ایمان ہے؟ کیا کوئی مسلمان اس میں بھی شک کر سکتا ہے کہ حضور سرور کونین ﷺ کے بعد وحی نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے؟ اب نہ براہِ راست کسی کو نبی بنایا جاسکتا ہے نہ کسی کی متابعت سے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام کے تقریباً ۱۴ سو سال میں جس کسی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کو اہل اسلام نے ہرگز معاف نہیں کیا۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مرزاجی، حضور ﷺ میں فنا ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ عین محمد بن کر نبی ہوئے ”اناللہ وانا الیہ راجعون“ بہر حال اسلام کے بدیہی مسائل کو اسمبلی کے تمام ممبران سمجھتے ہیں اور تجربہ رکھتے ہیں۔ بلکہ مرزانا صراحہ صاحب سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔

۴..... پاکستان اسمبلی نے پاکستان کا مملکتی مذہب اسلام قرار دیا ہے۔ کیا نا صراحہ صاحب ہم کو امریکہ اور لنڈن کا مقتدی بنانا چاہتے ہیں؟

۵..... پاکستان اسمبلی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ پاکستان کا صدر اور وزیراعظم مسلمان ہوگا اور اس کو ختم نبوت اور قرآن و حدیث کے مقتضیات کو ماننے کا حلف اٹھانا پڑے گا۔ (شاید مرزائیوں کو اس سے بھی تکلیف ہوئی ہو)

۶..... بھلا جس اسمبلی کو دستور آئین بنانے کا حق ہے۔ اس کو اس میں ترمیم کا حق کیوں نہ ہو؟ کیا یہ بات دستور میں نہیں ہے؟

۷..... تعجب ہے کہ اقل قلیل اقلیت کو اجازت ہو کہ وہ کروڑوں کی اکثریت کو کافر کہے اور اکثریت کو قطعاً حق نہ ہو کہ وہ ان مٹھی بھرتازہ پیداوار اور مخصوص اغراض کے لئے کھڑے ہونے

دالوں کو غیر مسلم کہے۔ ہم کو حق ہے کہ اسمبلی کے اندر اپنے حق کا مطالبہ کریں یا اسمبلی سے باہر۔ پاکستانی حکومت اسمبلی کا نام ہے اور اسمبلی عوام کی نمائندہ ہے۔ ان کا فرض ہے کہ ملک کے نفع و نقصان پر سوچیں۔

۸..... ہم نے کب کہا کہ آپ کو کسی مذہب کی طرف منسوب ہونے کا حق نہیں۔ آپ پیپلک اپنے کو لہرائی، عیسائی، قادیانی، احمدی، مرزائی وغیرہ مذاہب کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ مگر جب آپ کو یہ حق ہے تو ۹۹ فیصد اکثریت کو کیوں یہ حق نہیں کہ وہ اس پاک مذہب کی طرف منسوب ہو جس میں سرور کائنات ﷺ کے بعد کسی کو نبی بنانا کفر ہو اور ایسا سمجھنے والے کو اپنے سے خارج سمجھیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اقل قلیل جو چاہے کہے اور کرے، اور غالب اکثریت صم بکم بنی رہے۔ اس کو بات کرنے کی اجازت نہ ہو۔

۹..... آپ جس مذہب کی طرف چاہیں منسوب ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر بھی کہیں۔ پھر انہی مسلمانوں کے نام سے عہدوں، منصبوں اور مختلف ملازمتوں پر قبضہ بھی کریں۔ آپ جب کروڑوں مسلمانوں کو مرزا قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمان نہیں سمجھتے اور اسی طرح آپ کے غیر اسلامی عقیدوں²³⁵² کی وجہ سے مسلمان بھی آپ کو مسلمان نہ سمجھیں تو اب رونے کی کیا ضرورت ہے؟ اب تو آپ کی بات پوری ہو رہی ہے نہ تم ہم میں سے اور نہ ہم تم میں سے۔

۱۰..... آپ نے اسمبلی کے اختیارات پر بڑی تنقید کی ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسمبلی قوم کی نمائندہ جماعت ہے۔ اس کو قوم کی نمائندگی کرنی ہے۔ جب قوم کا ایک منفقہ مطالبہ ہے تو وہ خود اسمبلی کا مطالبہ ہو جاتا ہے اور اس کے فرائض میں داخل ہو جاتا ہے۔

۱۱..... آپ کو یہ خیال تو چنگیاں لے رہا ہے کہ سیاسی جماعتیں سیاسی منشور پر اسمبلی میں آتی ہیں۔ مگر آپ پاکستان کی بنیاد بھول جاتے ہیں کہ پاکستان کا معنی کیا ہے۔ کیا پاکستان مسلم قومیت کے نام سے نہیں بنا۔ کیا مسلم قومیت کی بنیاد مذہب پر نہیں ہے اور کیا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کا نزاع لفظی ہو کر ختم نہیں ہو گیا تھا؟ اور کوئی مسلمان اس سے انکار کر سکتا ہے کہ دین اسلام، اعتقادات، معاملات، عبادات اور سیاسیات سب پر حاوی ہے؟ اور اب تو حکومت بنی عوامی ہے اور عوامی خیالات اور معتقدات کی ترجمان۔ پھر اس کو کیوں عوامی مطالبات پر خاص کر جو مذہبی ہوں، غور کرنے کا حق نہیں ہے۔ جبکہ سرکاری مذہب ہی اسلام ہے۔

۱۳..... مرزائی جماعت کا مسئلہ فسادات کی وجہ سے زیر بحث نہیں۔ بلکہ یہ چالیس سال سے

زیادہ سے مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ چلا آ رہا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت سب کو معلوم ہے۔ ہاں فسادات اور فسادی مرزائیوں کی خرمستی نے اس کو قوت دے دی۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ مرزائیوں نے یہ فساد اور مسلمانوں کے پر امن جلوں پر گولیاں ہی دشمنان ملک کے ایماء پر چلائی ہوں۔ تاکہ پاکستان کو طرفہ مشکلات میں بھی گھرا ہو، اور اندر فسادات ہوں اور دشمن اپنا الو سیدھا کر سکے۔

مرزا ناصر احمد صاحب کا اقرار²³⁵³

دوران جرح میں جب مرزا ناصر احمد صاحب نے یہ کہا کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہتا ہے۔ کسی دوسرے شخص یا اسمبلی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کو غیر مسلم قرار دے۔ جب اسی سلسلہ میں محترم انارنی جنرل نے ان پر سوال کیا کہ ایک شخص پپی اور عیسائی ہے۔ لیکن وہ غلط طور پر مفاد کی خاطر اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور اس کی یہ فریب دہی اور بے ایمانی دیکھ کر اس کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا جاتا ہے۔ تو کیا عدالت کو یہ حق نہیں کہ قطعی ثبوت ملنے کے بعد اس کے فریب کا پردہ چاک کر کے اس کو غیر مسلم، پپی یا عیسائی قرار دے دیں۔

مرزا ناصر احمد نے بڑی ٹال مٹول کے بعد عدالت کے اس حق کو تسلیم کیا۔ گویا اس طرح مرزا ناصر احمد نے اقرار کر لیا کہ کسی با اختیار ادارے کو یہ حق حاصل ہے کہ نبوت کے بعد وہ کسی شخص کے دعوے کو غلط قرار دے دے۔

اب اس اقرار کے بعد قومی اسمبلی کو جس کا کام قانون سازی ہے، یہ حق کیوں حاصل نہیں کہ وہ مرزائیوں کے غلط دعویٰ اسلام کا بھانڈا پھوڑ کر عوام کو ان کے فریب سے بچائے؟

فرضی باتیں

آپ (مرزا ناصر احمد) نے صفحہ چار پر ”انسان کے بنیادی حق اور دستور“ کے عنوان سے فرضی باتیں لکھ کر اپنا دل خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر آپ یقین کریں کہ دنیا کی کسی حکومت نے اب تک اس قسم کے سوالات نہ اٹھائے، نہ امکان ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ کو بھارت کا خطرہ ہے۔ مگر وہاں بھی مسلمان ان کے مقابلہ میں ایک ہیں اور ایک ہی بات کہتے ہیں۔ کہتے ہیں چوہے کی نظر ایک بالشت تک ہوتی ہے۔ اس سے آگے نہیں دیکھ سکتا۔

مرزائیوں کو معلوم نہیں کہ خانہ کعبہ میں اہل اسلام کس طرح اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ پھر بھارت میں کس طرح تمام مسلم جماعتیں اکٹھی ہو کر بھارتی گورنمنٹ کے سامنے اپنی بات رکھتی ہیں؟ پھر

لاہور²³⁵⁴ میں ماضی قریب میں کس طرح دنیا بھر کے سربراہان اسلام نے جمع ہو کر فرزانیوں اور دیگر دشمنان اسلام کے سینے پر مونگ دے؟

مسلمانوں کو ڈراوا

مرزا ناصر احمد صاحب نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بہت سے نقصانات صفحہ ۴ پر گنوائے ہیں اور یہ صرف رونے کے مترادف ہے، ورنہ ہمیں قرآن و حدیث اسلام و شریعت کو دیکھنا ہے۔ نہ یہ کہ دوسرے کیا کرتے ہیں اور اگر خود مسلمانوں کی مذہبی صلابت اور مضبوطی دوسرے دیکھیں تو ان کو بھی ہمارا لوہا ماننا پڑے۔ جیسے کہ خیر القرون میں تھا۔

مرزا ناصر احمد صاحب نے عیسائی حکومتوں کی عددی اکثریت کا ذکر کر کے وہاں مسلمانوں کو شہری حقوق سے محروم کرنے کا ڈراوا بھی سنایا ہے۔ دراصل تحریک (رد) مرزائیت اور قوم کی مشترکہ آواز کے مقابلے میں اب ان کو سوچنے اور سمجھنے کا ہوش بھی نہیں رہا۔ مرزاجی یہ کس نے کہا کہ ہم مرزائیوں کو ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کی طرح غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ان کے شہری حقوق بھی غصب کر لیں گے۔ کیا اسلام نے کافر رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو بلکہ ان کے معاہدہ کی آزادی کی ضمانت نہیں دی۔ نہ ہم یہ معاملہ عیسائیوں سے کر رہے ہیں اور نہ مرزائیوں سے کریں گے۔ ہمارے ہاں پرانے مسیحی اور نئے مسیحی دونوں کے جان و مال کی حفاظت حکومت کے ذمے ہے۔ بشرطیکہ وہ ذمی بنے رہیں۔ اگر بغاوت کریں گے تو پھر ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔

ایک خطرناک دھوکہ

ایک خطرناک دھوکہ (ص ۶) پر یہ دیا گیا ہے کہ ”اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کے تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے متعلق ان کے عہد کی اکثریت کے فیصلے قبول کرنے پڑیں گے۔“ یہ کھلا دھوکہ ہے۔ مرزا ناصر احمد کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام جامع مذہب ہے۔ اس میں مغلوب یا اقلیت میں ہونے کے وقت کے لئے بھی رہنمائی موجود ہے اور غلبہ اکثریت میں ہونے کے وقت کے لئے بھی احکام موجود ہیں۔ لیکن پیغمبروں کا ذکر اپنی روایتی گستاخی کی²³⁵⁵

طرح خواہ مخواہ درمیان میں لا کر اپنا شوق پورا کیا ہے۔ اب اوپر کی عبارت دوبارہ پڑھیں کہ:

”آیا ان کے زمانے کی اکثریت یعنی غیر مسلم اکثریت کے فیصلے انبیاء علیہم السلام نے مانے۔“ اگر مرزا ناصر احمد صاحب یہ لکھ دیتے تو اپنے اوپر فتویٰ کفر کی ایک دفعہ کا اضافہ کر دیتے۔

مگر انہوں نے بڑی ہوشیاری سے لکھا کہ اکثریت کے فیصلے قبول کرنے پڑیں گے۔ مرزا صاحب! یہ فیصلے آپ قبول کریں ورنہ دنیا کا کوئی مسلمان، کافر اکثریت کے فیصلے پیغمبروں کے خلاف قبول کرنے کو تیار نہیں ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دارالندوہ (مکہ معظمہ میں قریش کی اسمبلی) نے حضور ﷺ کے خلاف فیصلے کئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کی کافر حکومتوں نے جو اس وقت کے مطابق عوام کی نمائندہ تھیں۔ پیغمبروں کے خلاف فیصلے کئے۔ جن کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا اور آج ہم اکثریت میں ہو کر اقلیت کے غیر شرعی مسائل کو نہ ٹھکرائیں؟ نہ غیر مسلم حکومتوں کے فیصلے بغیر قوت حاصل کرنے کے روکے جاسکتے ہیں۔ نہ اسلام ہم کو اس کے لئے مجبور کرتا ہے اور نہ ہم دوسروں کے کاموں کے خدا تعالیٰ کے ہاں ذمہ دار ہیں۔ ہم کو اپنے ہاں اور اپنے حدود اختیار و اقتدار میں شریعت کی روشنی میں فیصلے کرنے ہیں۔

لا اکراہ فی الدین کے قرآنی ارشاد سے دھوکہ

مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے سارے بیان میں یہی ایک بات صحیح کی کہ کسی کا مذہب جبراً تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ آیت کا مفہوم بھی یہی ہے۔ مگر اپنے روایتی فریب کو یہاں بھی کام میں لائے کہ زبردستی کسی مسلمان کو غیر مسلم قرار دینا بھی جبکہ وہ اسلام پر شرح صدر رکھتا ہو۔ اس آیت کی تافرمانی میں داخل ہے۔ یہاں آیت کریمہ بھی قطعی ہے اور اس کا مطلب بھی واضح ہے۔ بھلا جس شخص نے دل سے اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اس کو مسلمان بنا کر کیا کریں گے اور وہ مسلمان کیسے ہوگا؟ یہ درست ہے۔ مگر ہم نے کب کہا کہ مرزائیوں کو جبراً مسلمان کرو۔ آپ اپنی مرزائیت پر رہ کر اپنا شوق پورا کرتے رہیں۔ ہم آپ کو قطعاً تبدیل مذہب کے لئے مجبور نہ کریں گے۔²³⁵⁶

لیکن آپ کو مسلمان نہ سمجھنا یہ ہمارا اعتقاد اور مذہب ہے۔ کیا آپ اکثریت کو اس کے اپنے اعتقاد پر رہنے اور قانونی طور پر اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتے؟ یہ سوچنا قومی اسمبلی کا کام ہے۔ جس کے سامنے سب سے پہلا اور بڑا کام قانون شریعت ہے کہ آیا آپ جیسی اقلیت کو مسلمان کے نام سے اکثریت کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی اجازت دے یا آپ کو اسلام کی روشنی میں آپ کے ہی اقوال اور اعتقادات کے پیش نظر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ۹۹ فیصد کے حقوق غصب کرنے سے روک دے اور اس دھوکہ سے کہ نکاح، جنازہ وغیرہ کے احکام میں مکمل کھلا اسلامی اصول کی خلاف ورزی ہو۔ قوم کو نکال دے۔ اگر آپ اپنے کافر مذہب پر قائم رہیں ہم

آپ پر جبر نہ کریں گے۔ مگر ہمیں اپنے اصول کے تحت نبوت کے مدعیوں اور ان کے پیروکاروں اور اس کو محمد ماننے والوں کو غیر مسلم تصور کرنے دیں۔ کیا دنیا بھر کے مسلمان، مرزائیوں کو اسلام سے خارج نہیں کہتے؟

اور کیا آپ کے مرزاجی کو تکفیر عمومی کا یہ شوق نہیں چرایا، پھر بات تو ختم ہے۔ اب صرف بات اس قدر ہے آپ چاہتے ہیں کہ اسی طرح دو قومی ہوتے ہوئے ہم مسلمان کے نام سے ان کے حقوق پر ڈاکے ڈالتے رہیں اور ملک میں نفاق اور فساد جاری رہے۔ پھر کیوں نہ اس کو قانونی جامہ پہنا کر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے؟ پھر آپ اپنے لئے آزادی چاہتے ہیں اور ہمارے لئے پابندی۔ ہم سرور کائنات ﷺ کی معراج جسمانی، حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت کے منکر کو مسلمان کہنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کیا آپ ہم کو اپنا عقیدہ بدلنے کے لئے مجبور کر کے قرآن پاک کی مذکورہ آیت کے خلاف نہیں کر رہے؟

آیت کریمہ سے غلط مطلب براری

مندرجہ آیت کریمہ سے قتل مرتد کے اسلامی مسئلہ کے خلاف بھی کام لیا جاتا ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ جب ایک شخص پاکستان کی رعیت نہیں، اس پر کوئی پاکستانی قانون لاگو نہیں۔ مگر جب وہ خود پاکستانی بن جائے اور یہاں کے سارے قوانین کی پابندی کو مان لے۔ پھر اس کی ²³⁵⁷ خلاف ورزی پر اس کو سزا دی جائے گی۔ اسی اصول پر زنا، چوری، ڈاکہ، قتل، بغاوت اور ارتداد وغیرہ کی سزائوں کا دارومدار ہے۔ یہ اسلام کے اندر رہنے والوں کے لئے ہے۔ لیکن کسی باہر والے شخص کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ یہی آیت کریمہ کا مفہوم ہے۔

مسلم کرنے والے کو مومن نہ کہنے کا حکم

قرآن کی اس آیت سے بھی مرزا ناصر احمد صاحب نے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ مگر ہم یہ بحث مسلمان کی تعریف میں کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) حضرت اسامہؓ کی حدیث بھی ناصر احمد صاحب نے نقل کی ہے کہ جنگ میں ایک شخص نے کلمہ پڑھا۔ انہوں نے پھر اس کو قتل کر دیا۔ اس پر سرور عالم ﷺ نے خنق کا اظہار فرمایا۔ اس پر بھی مسلمان کی تعریف کے وقت روشنی ڈالی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

تہتر فرقوں والی حدیث

مرزا ناصر احمد نے نکتہ استحقاق پیش کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ستفارق هذا الامة على ثلاث وسبعين فرقة كلها في النار الا واحدة“ (مشکوٰۃ ص ۳۰ باب الاعتصام بالكتاب والسنة) ”یہ امت عترت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ سب فرقے آگ میں ہوں گے سوائے ایک کے۔“

یہاں مرزاجی نے اگلے لفظ کھالے ہیں۔ مگر آگے چل کر مودودی صاحب کے ترجمان القرآن جنوری ۱۹۳۵ء سے نقل کیا ہے۔ اس کے آخر میں باقی الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔

”قالوا من هي يا رسول الله قال ما ناعليه واصحابي“

”صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہو۔“

(صفحہ ۱۰) پر مرزا صاحب نے مودودی صاحب کی تحریر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ وہ مودودی صاحب کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”اس حدیث میں جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے طریق پر ہو گی۔ دوسرے یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی۔“

مرزا ناصر احمد صاحب کا نکتہ استحقاق یہ ہے کہ حضور ﷺ کے مندرجہ بالا فرمان کے بالکل برعکس اپوزیشن کے علماء کی طرف سے پیش کردہ ریزولیشن یہ ظاہر کر رہا ہے کہ امت مسلمہ کے بہتر فرقے تو جنتی ہیں اور صرف ایک دوزخی ہے جو قطعی طور پر حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی حدیث مبارک کے خلاف اور آپ ﷺ کی صریح گستاخی ہے۔

یہاں گویا مرزاجی گھبرار ہے ہیں کہ صرف وہی جہنم کے امید من ہوں گے۔ باقی سب جنتی ہیں۔ یہ تمام تقریر بناء فاسد علی القاسد ہے۔ اس حدیث میں بہتر فرقوں کے ناری اور ایک کی نجات کا ذکر ہے۔ یہ جنتی اور دوزخی ہونے کے بارہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ بعض گناہ گار مسلمان بھی ایک بار جہنم میں داخل ہوں گے۔ بہر حال اس حدیث میں کافر اور مسلم کے الفاظ نہیں بلکہ دوزخی اور جنتی کے ہیں۔ اب ان دونوں نے اس حدیث سے غلط فائدہ اٹھایا اور خواہ عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

بہتر اور بہتر فرقے

نہ یہ بہتر و اس فرقہ تمام بہتر فرقوں کو کافر کہتا ہے۔ نہ بہتر فرقے اس بہتر و اس فرقے کو کافر کہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان فرقوں میں سے کوئی آدمی حد سے گزر کر صاف کفر یہ عقیدے رکھے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا مگر یہ ان بہتر فرقوں کے ساتھ خاص نہیں۔ بہتر و اس فرقہ اہل سنت و الجماعت کا کوئی فرد بھی اگر کسی بدیہی اور قطعی عقیدے کا انکار کرے تو وہ بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔

مثلاً ختم نبوت کا انکار کر دے یا زنا اور شراب کو حلال کہے۔ بہر حال اس حدیث کا کفر و اسلام کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں اور مرزائیوں کا مسئلہ اس کے بالکل برعکس ہے کہ وہ غیر مسلم اقلیت ہیں۔ وہ قطعی کافر ہیں۔ انہوں نے مرزاجی کو نبی مان رکھا ہے۔ یہ حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں۔ معراج جسمانی کے منکر ہیں۔ مرزاجی کی وحی کو قطعی کہتے اور اس پر قرآن کی طرح ایمان²³⁵⁹ رکھتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کی توہین کرنے والے کو محمد اور مسیح کہتے ہیں۔ ان کو کون ان بہتر فرقوں میں داخل کرتا ہے؟ بلکہ یہ ان سب سے خارج اور قطعی کافر ہیں۔ ہم نے یہ جو لکھا ہے کہ مرزاجی نے مودودی صاحب کی تحریر سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ مودودی صاحب نے بقول مرزا ناصر احمد کے یہ لکھا ہے کہ ناجی فرقہ کی علامت یہ ہے کہ وہ نہایت اقلیت میں ہوگا۔ حالانکہ سرور عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: ”اتبعوا السواد

الاعظم فانہ من شد شد فی النار (مشکوٰۃ ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)“

بڑی جماعت کے ساتھ ہو۔ اس لئے کہ جو علیحدہ ہوا وہ جہنم میں گیا۔ (اوکا قال) پھر اپنے اس فریب کو ان الفاظ میں چھپایا اور ”اس معمورہ دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی۔“

معمورہ دنیا میں تو کافر بھی ہیں جو زیادہ ہیں اور حدیث جو بڑے گروہ کے ساتھ رہنے کا حکم دیتی ہے۔ تو کیا وہ کفار کیساتھ بھی رہنے کا یہی حکم دیتی ہے؟ یہ ہیں چودھویں صدی کے مجتہد، مجدد اور خود ساختہ خلفاء۔ درحقیقت مسلمانوں کا ذکر ہے اور مسلمانوں ہی میں بڑی جماعت اور سواد اعظم کے اتباع کا حکم ہے۔

تو یہ معلوم ہوا کہ بڑی جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ چودہ سو سال گزرنے پر بھی دنیا بھر کے مسلمانوں میں صحابہ کرام کا اتباع کرنے والوں کی کثرت ہے۔ یہی اہل سنت والجماعت ہیں۔ مگر اس حدیث میں باقی بہتر فرقوں کو کافر نہیں کہا گیا۔

مرزائیوں سے نزاع کفر و اسلام کا ہے۔ اس لئے ناصر احمد صاحب کا یہ کلمہ استحقاق بالکل غلط ہے۔ انہوں نے صرف مودودی صاحب کی عبارت سے اپنی اقلیت کو اشارۃً حق پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یا غلط امید رکھی ہے۔ مرزانا ناصر احمد کو معلوم ہونا چاہئے کہ مودودی صاحب نے بھی صحابہ کو معیار حق نہ مان کر اس حدیث کے معنی سے بغاوت کی ہے اور اقلیت کی بات اپنی طرف سے تفسیر کر اپنی مٹھی بھر جماعت کو مرزائیوں کی طرح برحق ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے۔

²³⁶⁰ کہ غیر جانبدار دنیا میں پاکستان جو ہے یہ ہو جائے گا۔ وہ ہو جائے گا۔ وہاں جدوجہد کی عبارت ان کے مضمراتے میں نہیں ہے۔

صفحہ ۱۱ فضول ہے

جناب چیئر مین: یہ اس میں نہیں لکھا ہوا جو لکھا ہوا ہے، وہ پڑھیں یا زبانی بحث کریں۔
مولانا عبدالحکیم: اصل میں.....

جناب چیئر مین: اصل میں نہیں، جو لکھا ہوا ہے وہ پڑھیں۔
چوہدری جہانگیر علی: اس میں یہ وضاحت کچھ زیادہ ہی کر رہے ہیں۔
مولانا عبدالحکیم: بہت اچھا جی۔

مرزانا ناصر احمد صاحب نے مضمراتے میں صفحہ ۱۱ پر اپنی گزشتہ تحریروں کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ صرف احتیاط کا وعظ ہے اور غیر جانبدار دنیا میں تھیک کا داویلا کر کے ڈرانے کی کوشش کی ہے۔

مرزانا ناصر احمد صاحب سے

ہم بھی مرزا صاحب کو وعظ کرتے ہیں کہ لندن کی جمہوریت دنیا بھر کی جمہورتوں میں مشہور ہے۔ لیکن وہاں کی پارلیمنٹ نے لواطت کو جائز قرار دیا ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کے ہنسنے سے ڈریں یا ان پر نہیں یا امریکہ سے شرمائیں جو کسی کیونسٹ کو کلیدی آسامی پر مقرر نہیں کر سکتا۔ یا روس کا خیال کریں جو کسی امریکی جمہوریت پسند کو ذمہ دارانہ عہدہ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ اصولی حکومتیں ہیں۔ جو شخص ان کے اصول نہ مانے اس کو وہ نہ رکھیں۔ پھر ہمارا مملکتی مذہب اسلام ہے۔ ہمارا دین اسلام ہے تو جو شخص اس اسلام کے اصول کے خلاف ہو۔ اس کو ہم کیوں برداشت کر کے اپنے اوپر مسلط کریں۔ اگر آپ (مرزانا ناصر احمد) واقعی حق پسند ہیں تو مرزائیت ترک کر دیں۔

۱۔ یہاں مداخلت کے باعث میں غلط ہو گیا ہے۔ لیکن ہم نے اصل جوں کا توں رہنے دیا۔

آپ کو اپنا اجر بھی ملے گا اور ان دوسرے مرزائیوں کا بھی جو مسلمان ہوں گے۔

مرزا صاحب! مغربی دنیا میں ابھی تو کالے، گورے کی تفریق موجود ہے۔ انہوں نے سیاست کو مذہب سے علیحدہ رکھا ہے۔ وہ سرقہ اور زنا کی اسلامی سزاؤں کے خلاف ہیں اور اسی لئے وہاں ان جرائم کی بھرمار ہے۔ وہ عورتوں کو وراثت دینے کے خلاف ہیں۔ وہ اسلامی طلاق اور متعدد ازدواج کو قائل کہتے ہیں۔ شرعی پردہ پر اعتراض کرتے ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت تباہ ہو چکی ہے۔ وہ کبھی شراب کو قانوناً باند کر دیتے ہیں اور کبھی اجازت دے دیتے ہیں۔ کیا ہم ان کی خاطر اسلام کے کسی حصے کو ترک کر سکتے ہیں؟ اور کیا ہم ان ہی کی طرف دیکھتے رہیں گے؟

اے تماشا گاہے عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

مسلمان کی تعریف²³⁶²

”مسلمان“ کی تعریف کے لئے پاکستانی مسلمان عرصہ دراز سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ بغیر تعریف کے مسلمان کے نام سے پاکستان میں غیر مسلم مرزائی عہدوں پر قبضہ کر لیتے ہیں اور یہ اسکیم انگریز کی تھی۔ جو اس وقت تو کامیاب نہ ہوئی۔ لیکن اس نے مسلمانوں کو انجمن میں ڈال رکھا ہے۔ بہر حال جب پہلے دستور میں صدر مملکت کے لئے مسلمان ہونا شرط کیا گیا۔ ہم نے اسی وقت سے مسلمان کی تعریف کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا تھا اور یہ بالکل قانونی اور فطری بات تھی۔ جب صدر کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے تو مسلمان کی تعریف خود آئین میں ہونی لازمی ہو گئی۔ ورنہ ہر ایرافیر اپنے کو مسلمان کہہ کر صدارت کا امیدوار بن سکتا ہے اور اب نئی حکومت نے تو صدر اور وزیراعظم دونوں کے لئے مسلمان ہونا شرط قرار دے دیا ہے اور اگرچہ صاف طور پر مسلمان کی تعریف سے گریز کیا گیا ہے۔

مگر صدر اور وزیراعظم کے حلف کے لئے جو الفاظ تجویز کئے گئے ہیں۔ ان میں ختم نبوت پر ایمان اور سرور عالم ﷺ کے بعد کسی کے نبی نہ بننے، قرآن وحدیث کے تمام مقتضیات پر ایمان لانے کا بھی ذکر شامل ہے۔ موجودہ حکومت کا یہ وہ کارنامہ ہے جس سے کفر کی دلدادہ طاقتیں بوکھلا گئی ہیں۔ اس سے مرزائی بھی خاص طور پر گھبرا گئے ہیں۔ انہوں نے پہلے کابل عہدوں اور ممبریوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے پیپلز پارٹی کی حمایت کی تھی اور اب یکدم اصغر خان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ (بحوالہ لولاک لاسکیر)

At this stage Mr. Chairman vacated the Chair which was occupied by (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi)

(اس موقع پر جناب چیئرمین نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے سنبھال لیا)

مولانا عبدالکحیم: پھر مرزائی ظفر چوہدری (سابق ایئر مارشل) نے جو کردار ادا کیا۔ جس کی اس کو مرزا بھی مل گئی، وہ سب کے سامنے ہے۔ بعد ازاں بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا اور چند ہی دن کے بعد ربوہ اسٹیشن پر مرزائیوں نے فساد اور ظلم کا ارتکاب کیا۔ مرزائی لوگ کبھی ملک کے وفادار نہیں ہو سکتے۔ یہ حکومت کے پابند نہیں، اپنے خلیفہ کے پابند ہیں۔

2364 مسلمان کی تعریف

اب جبکہ ملک میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ میں بیس سال کے بعد پھر طاقت آئی ہے۔ تو مرزائیوں کو بھی مسلمان کی تعریف کا شوق چرایا تا کہ ہم کسی نہ کسی طرح مسلمانوں میں شمار ہو جائیں۔ اس عنوان کے تحت (ص ۱۵) پر مرزائی محض نامے کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی ایسی تعریف کو جائز نہیں سمجھتے جو کتاب اللہ اور خود سرور کائنات ﷺ کی فرمائی ہوئی تعریف کے بعد کسی زمانہ میں کی جائے۔

اس کی تائید (ص ۱۹ سطر نمبر ۷) سے ہوتی ہے، جہاں لکھا ہے کہ: ”پس جماعت احمدیہ! کا ایک موقف یہ ہے کہ مسلمان کی وہی دستوری اور آئینی تعریف اختیار کی جائے جو حضرت ختم الانبیاء ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔“ اس سلسلہ میں تین حدیثیں پیش کیں۔ گویا زبان نبوی کی تعریفیں ہیں۔ مگر آپ حیران ہوں گے کہ مرزا ناصر احمد نے (ص ۲۳ سطر نمبر ۱۵) میں قرآن پاک سے اسلام کا ایک اور اصطلاحی معنی بیان کر دیا۔

دروغ گورہ حافظہ نہ باشد

حالانکہ یہ تعریف پرانی تعریفوں کے زمانہ مرزائیت کی ہے۔ سچ ہے ”دروغ گورہ حافظہ نہ باشد“ مرزا ناصر صاحب نے یہ اصطلاحی معنی مرزا غلام احمد قادیانی ہی کے الفاظ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۲۴ ج ۵ ص ایضاً) سے نقل کیا ہے۔ ان چار صفحات میں مرزا قادیانی نے اپنے تصوف کا سکہ جمانا چاہا ہے اور اپنی تقریر سے یہ تصور دینے کی کوشش کی کہ گویا وہ بھی کوئی خدا

رسیدہ اور متحمل الی اللہ ہے۔ مگر مرزاجی کا مقصد بھی دھوکہ دینا تھا اور یہی مقصد مرزا ناصر احمد کا بھی معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ حدیث کی تین تعریفوں کے بعد مرزاجی کی اس چوتھی تعریف اور اس تقریر کے نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر باور یہ کرانا تھا کہ مرزاجی اتنے فنانی اللہ ہیں کہ ان کی کوئی حرکت حکم الہی کے سوانحیں ہو سکتی۔ اس سلسلہ میں ہم مجبور ہیں کہ مرزا قادیانی کی معاشرتی زندگی قوم کے سامنے پیش کریں۔ کیا اس قماش کے آدمی کو اس تقریر سے ایک فی لاکھ بھی نسبت ہے۔ مگر پہلے ہم مسلمان کی تعریف کی بحث ختم کرنا چاہتے ہیں۔

2365 مسلمان کی تعریف میں منقولہ احادیث

پہلی تعریف: حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی بھیس میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر یوں گویا ہوئے: ”یا محمد! أخبرنی عن الاسلام قال الاسلام ان تشهدان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله، وتقيم الصلوة، وتؤتي الزكوة وتصوم رمضان، وتحج البيت ان استطعت اليه سبيلاً قال صدقت فعجبنا له يسئله ويصدقه قال فاعبرني عن الايمان قال ان تؤمن بالله وملفكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره قال صدقت (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۷، کتاب الايمان)“

﴿اے محمد (ﷺ) مجھے اسلام بتائیے، آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کرو، اگر وہاں جانے کی طاقت ہو۔ اس شخص نے کہا آپ نے سچ کہا۔ ہم متعجب ہوئے کہ پوچھا بھی ہے، پھر تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ایمان بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر، چاہے اچھی ہو یا بری، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔﴾

2366 دوسری حدیث: ”جاء رجل الى رسول الله ﷺ من اهل نجد نائراً لراس نسمع دوى ضوته لا نفقه ما يقول حتى دنا فاذا هو يستل عن الاسلام فقال رسول الله ﷺ خمس صلوة فى اليوم والليلة فقال هل على غير هاقال لا الا ان تطوع قال رسول الله ﷺ وصيام رمضان قال هل على غير هاقال لا الا ان تطوع وقال وذكر له رسول الله ﷺ الزكوة قال هل على غير هاقال لا الا ان تطوع قال فادبر الرجل

وہو یقول واللہ لا ازید علی هذا ولا انقص قال رسول اللہ ﷺ افلح ان صدق (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰۱ باب الزکوۃ من الاسلام)

﴿خجند کا ایک آدمی سرورِ دو عالم ﷺ کے پاس آیا سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی گتکتا ہٹ، ہم سنتے تھے۔ مگر اس کا مفہوم نہیں سمجھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہ قریب آ گیا۔ دیکھا تو اس نے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ رات، دن میں پانچ نمازیں۔ اس نے کہا کیا اس کے سوا کوئی اور بھی میرے ذمہ ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں، ہاں نفل ہو سکتے ہیں۔ پھر آپ نے رمضان کے روزوں کا فرمایا۔ اس نے کہا کیا اس کے سوا کوئی چیز تو ضروری نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہاں نفل کرو۔ (تو تمہارا اختیار ہے) پھر آپ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔ اس نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا اس کے سوا کچھ اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا، نہیں ہاں اگر نفل کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا۔ خدا کی قسم! میں اس پر نہ زیادہ کروں گا، نہ کم کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہو کر فلاح پا گیا۔﴾

²³⁶⁷ تیسری حدیث: ”من صلی صلوٰتہنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تعفرو اللہ فی ذمتہ (بخاری ج ۱ ص ۵۶، باب فضل استقبال القبلة)“ ﴿جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھایا۔ تو یہ وہ مسلمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں اس کے ساتھ دعا بازی نہ کرو۔﴾ (یہ ترجمہ مرزا ناصر احمد صاحب کا کیا ہوا ہے۔ جو اس نے مودودی صاحب سے نقل کیا ہے)

۴..... ان تین حدیثی تعریفوں کے ساتھ اب مرزا قادیانی کی چوتھی تعریف بھی شامل کر دیں۔ جو مرزا ناصر احمد نے محضرتانے میں (ص ۲۶۲۳) نقل کی ہے۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ جن امور کو مرزا ناصر احمد نے مسلمان کی تعریف سے جدا کر کے ضمنی طور پر بیان کر دیا ہے۔ ان کا ذکر بھی کر دیں تاکہ پھر انھیں سب پر بحث ہو سکے۔

۵..... خود مرزا ناصر احمد نے (ص ۷) پر قرآن پاک کی آیت لکھی ہے: ”ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمننا (نساء: ۹۴)“ ﴿اور جو شخص تمہیں سلام کہے۔ اس کو (آگے سے) یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔﴾ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ سلام کہنے والے کو بھی آپ کا فرمایا غیر مسلم نہیں کہہ سکتے۔

۶..... مرزا ناصر احمد نے ایک اور روایت (ص ۷) پر نقل کی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید ²³⁶⁸

فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں جہدِ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح صبح ان کے چشموں پر ہی ان کو جالیا۔ میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔ جب ہم نے اس کو جالیا اور اسے مغلوب کر لیا۔ تو وہ بول اٹھا۔ ”لا الہ الا اللہ“ خدا کو کوئی معبود نہیں ہے اس بات سے میرا انصاری ساتھی اس سے رک گیا۔ لیکن میں نے اس پر نیزے کا وار کر کے اس کو قتل کر دیا۔ جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسامہ! کیا ”لا الہ الا اللہ“ پڑھ لینے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ صرف بچاؤ کے لئے یہ الفاظ کہہ رہا تھا۔ آپ ﷺ بار بار یہ دہرائے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوتا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اس نے ”لا الہ الا اللہ“ کا اقرار کر لیا۔ پھر بھی تو نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس نے اختیار کے ڈر سے ایسا کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چیر کے دیکھا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں؟ حضور ﷺ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش آج میں مسلمان ہوا ہوتا۔

(بخاری کتاب المغازی)

اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ پڑھ لینا اسلام ہے۔ دل چیر کر دیکھنا تو مشکل ہے۔

اب ہم چند اور روایات اسی قسم کی نقل کرتے ہیں۔

2369 کے..... ”عن ابی ہریرۃ قال قال لی رسول اللہ ﷺ واعطانی نعلیہ وقال اذهب فمن لقیتم من رواء هذا الحائط بشهد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بها قلبہ فبشرہ بالحنۃ (مسلم ج ۱ ص ۴۵، باب الدلیل علی من مات علی التوحید)“ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنے نعلین (چپل مبارک) عطا فرمائے اور فرمایا کہ جاؤ جو ملے اور وہ لا الہ الا اللہ بچے دل سے پڑھتا ہو اس کو جنت کی بشارت دے دو۔

”عن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات

علی ذلک الا دخل الحنۃ قال وان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق (بخاری ج ۲ ص ۸۶۷، باب الثیاب البیض)“ حضرت ابو ذر کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی لا الہ الا اللہ کہے پھر اسی عقیدہ پر مر جائے تو وہ جنتی ہے۔ ابو ذر نے پوچھا چاہے وہ زنا اور چوری بھی کرتا ہو؟ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا، اگر چہ وہ زنا اور چوری بھی کرتا ہو۔ (متفق علیہ دونوں روایتیں اختصار سے بیان ہوئی ہیں)

(مشکوٰۃ ص ۱۳، کتاب الایمان)

۸..... ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام جب کسی شہر پر صبح کے وقت حملہ کرتے تو دیکھتے، اگر وہاں سے آذان کی آواز آتی، تو حملہ نہ کرتے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آذان کہنے سے وہ مسلمان ثابت ہو رہے تھے۔
۹..... حضرت صدیقؓ نے مکرین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا یا اس کا انکار کفر ہے۔

۱۰..... حضرت صدیقؓ نے مکرین ختم نبوت اور مدعیان نبوت سے جہاد کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا مسئلہ بھی جزو ایمان ہے اور اس کا منکر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

2370 جسٹس منیر یا مرزا ناصر احمد صاحب

اب اگر جسٹس منیر یا مرزا ناصر احمد، علماء کرام کا مذاق اڑائیں یا اسلام کی تعریف پر متفق نہ ہونے کو قابل اعتراض قرار دیں۔ تو ان کا یہ اعتراض علماء کرام پر نہیں، خود سرور عالم ﷺ پر العیاذ باللہ! ہو جاتا ہے۔

جسٹس منیر صاحب نے سپریم کورٹ کا چیف جسٹس ہو کر دنیوی مراد کو پہنچ گیا۔ قیامت کا تعلق اللہ تعالیٰ اور توبہ سے ہے۔ باقی مرزا ناصر احمد صاحب سے توبہ کی زیادہ امید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مسلمان ہونے کی توفیق دیں تاکہ ان ہزاروں مرزائیوں کے مسلمان ہونے کا ثواب بھی اس کو مل جائے ورنہ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ دونوں تیار کر رکھے ہیں جو جہاں کا مستحق ہو گا وہاں پہنچ جائے گا۔

اظہار حقیقت: کیا جو باتیں مندرجہ بالا دس نمبروں میں بیان کی گئی ہیں، یہ اسلام کی یا مسلمان کی تعریف ہے اور کیا ان میں باہم کوئی تضاد یا کمی بیشی ہے یا نہیں۔ اگر یہ تعریفیں ایک طرح کی نہیں تو جسٹس منیر کا اعتراض سرور عالم ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور بے چارہ مرزا ناصر احمد تو کسی شمار و قطار میں ہی نہیں۔

ان تعریفوں کا اختلاف

اب دیکھیں کہ حدیث نمبر ۱..... جبرائیل علیہ السلام کی روایت میں ایمان و اسلام جدا جدا بیان کئے گئے۔ نمبر ۲..... نجد والے سادہ شخص کے سامنے آپ نے اسلام کی تعریف میں حج کا بیان ہی نہیں کیا اور حدیث جبرائیل علیہ السلام کے مطابق ایمان کے ارکان کا ذکر ہی نہیں ہے۔ جن کو

مانے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ نمبر ۳..... روایت میں تو ہماری طرح نماز پڑھنے، قبلہ رو ہونے اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کا ذکر ہے۔ باقی ان باتوں کا جو پہلی کی دو حدیثوں میں بیان ہوئیں کوئی ذکر ہی نہیں۔ حدیث نمبر ۵..... میں حکم ہے کہ سلام کہنے والے کو ہم غیر مسلم نہ کہیں۔ گویا سلام کرنا ہی اسلام اور ایمان کے لئے کافی ہے۔ نمبر ۶..... روایت میں آپ نے بار بار حضرت اسامہؓ سے فرمایا کہ ”لا الہ الا اللہ“²³⁷¹ کہنے کے بعد تم نے اس کو قتل کر دیا۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا؟ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف ”لا الہ الا اللہ“ کہنے سے مسلمان ہو گیا تھا۔ ابھی تک اس نے اور کوئی عمل نہیں کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کے لئے یہی کلمہ کافی ہے۔ روایت نمبر ۷..... میں صرف ”لا الہ الا اللہ“ کہنے ہی کو سبب دخول جنت فرمایا گیا ہے۔

[At this stage Dr. Mrs Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali).]

(اس موقع پر ڈاکٹر مسز اشرف خاتون عباسی نے کرسی صدارت چھوڑ دی جسے جناب چیئرمین (صاحبزادہ فاروق علی) نے سنبھال لیا)

مولانا عبدالکیم: بمطابق روایت نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ میں حضرت صدیقؓ نے مدعیان نبوت سے لڑائی کی اور منکرین زکوٰۃ سے بھی۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ان دو جرموں کی وجہ سے وہ مسلمان نہ رہے تھے۔

مسئلہ کذاب اور دوسرے مدعیان نبوت کی بات تو صاف ہے لیکن جب حضرت صدیقؓ نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ”امرت ان قاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ“ (کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں، جب تک وہ ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہہ لیں) مطلب یہ ہے کہ ”لا الہ الا اللہ“ کہنے سے انہوں نے اپنے اموال اور جانیں بچالیں۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے نہ مناظرہ کیا، نہ دلیل بازی، بلکہ فرمایا جو ایک تمہ بھی زکوٰۃ کا حضور ﷺ کو دیتا تھا اور مجھے نہ دے۔ میں اس سے لڑوں گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جو بھی زکوٰۃ و صلوة میں فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا۔ (اللہ اکبر) کیا باطن تھا۔ کیا صفائے قلب تھی؟ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا دل حق کے لئے کھول دیا ہے۔ پھر بالاتفاق جہاد شروع ہوا۔

2372 مسلمانوں کی تعریف کی تحقیق

پہلے آپ قرآن پاک کی آیات سنیں:

۱..... ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (الانعام: ۲۱)“ ﴿اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے یا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک نہیں فلاح پاتے ظالم۔﴾

۲..... ”وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ ذُقُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نَكَذَّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (انعام: ۲۷)“ ﴿اور اگر تم دیکھو جب وہ لوگ دوزخ پر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور کہیں گے کاش ہم واپس لوٹا دیئے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور یہ کہ ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔﴾

۳..... ”وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ (حجر: ۸۰)“ ﴿جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے پیغمبروں کو۔﴾

۴..... ”كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ (شعراء: ۱۷۶)“

۵..... ”وَإِخَىٰ هَارُونَ هُوَ أَفْضَحُ مَنِي لِسَانًا فَارْسَلَهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي أَنِّي أَخَافُ أَنْ يَكْذِبُونِ (قصص: ۳۴)“ ﴿اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔ اس کو میرے ساتھ رسول بنا دیں۔ (مددگار) جو میری تصدیق کریں۔ مجھے خطرہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلادیں گے۔﴾

۶..... ”وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (زمر: ۳۳)“ ﴿اور جو سچ لایا اور سچ کی تصدیق کی، وہ سب لوگ متقی ہیں۔﴾

۷..... ”وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ (مذثر: ۴۶)“ ﴿اور ہم قیامت کو جھٹلاتے تھے۔﴾

۸..... 2373 ”فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّيْ وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (الغیابہ: ۳۱)“ ﴿تو اس نے نہ تصدیق کی، نہ ہی نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیرا۔﴾

۹..... ”فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ وَصَدَقَ بِالْحَسَنَىٰ فَنَسِيسِرُهُ لِلْسِرَى (طہ: ۷)“ ﴿تو جس نے مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور سچ باتوں کی تصدیق کی، تو اس کو ہم سیرئ کی توفیق دیں گے۔﴾

۱۰..... ”أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (علق: ۱۳)“ ﴿کیا آپ نے دیکھا، اگر وہ جھٹلائے اور منہ پھیر دے۔﴾

..... ۱۱ ”ارابت الذی یکذب بالدين (الماعون: ۱)“ ﴿کیا آپ کو وہ شخص معلوم ہے جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔﴾

..... ۱۲ ان آیات کے سوا سارے قرآن پاک میں ”آمنوا و عملوا الصلحت“ بار بار آیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اور نیک کام کئے۔ نیک کام تو حدیث جبرائیل علیہ السلام سے معلوم کئے جا چکے ہیں کہ اچھے کام ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اسی طرح آمنوا سے بھی اسی حدیث کے تحت ایمان کی تفصیل ہو گئی ہے۔

شرعی تصدیق

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن پاک میں جا بجا تصدیق کو ایمان کہا گیا ہے اور تکذیب کو کفر۔ اگر کوئی شخص یہ پوری طرح سمجھ لے کہ اسلام سچا دین ہے اور اس کو یقین ہو۔ مگر اس کو حسد، تعصب، ہٹ دھرمی یا کسی جھوٹے وقار کی خاطر دل سے قبول کرنے کو تیار نہ ہو۔ وہ مسلمان نہیں، جیسے ”شاہ روم ہرقل“ نے اسلام کے اصول کو سچا قرار دیا۔ مگر اہل دربار کے شور سے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قرآن پاک میں اہل کتاب کے بارہ میں ہے۔ ”ويعرفونه كما يعرفون ابناءهم (مقرہ: ۱۴۶)“ ﴿اور اس پیغمبر کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جیسے اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔﴾

مطلب یہ ہے کہ ان کو اسلام کی صداقت میں شبہ نہیں۔ مگر پھر بھی وہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ اس لئے کافر ہیں۔²³⁷⁴

اس تمام تقریر سے میرا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث بالکل صاف ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر نہیں لگا دی۔ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ اب آپ خود غور فرمائیں کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کی روایت میں کلمہ پڑھ لینے کے بعد اس آدمی کے قتل پر کتنا رنج ظاہر فرمایا۔ حالانکہ اس وقت اس کے پلے میں سوائے کلمہ طیبہ کے اور کوئی عمل نہیں تھا تو اس کا معنی یہ تھا کہ اس نے دین اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے خلاف تکذیب کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس لئے رحمتہ للعالمین نے رنج ظاہر فرمایا۔

اصل ایمان اور کفر

تو اصل ایمان خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو تمام باتوں میں سچا جاننا اور دل سے سچا قبول کر لینا، اور کفر اس کے مقابلے میں خدا تعالیٰ یا رسول کی کسی ایک بات کو بھی جھٹلانا ہے۔ اب آپ کو نہ علماء کی تعریفوں میں اختلاف نظر آئے گا، نہ سرور عالم ﷺ کے

ارشادات میں، نہ قرآن پاک کے مفہوم میں اس وقت سارے صحابہؓ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو مان لینا ہی اسلام ہے اور حضور ﷺ کو نہ ماننے کا نام کفر ہے اور یہ بات اتنی ظاہر تھی کہ ہر چھوٹا بڑا جانتا تھا۔ گویا ہر شخص اس حقیقت کو جانتا تھا کہ دین کو دل سے قبول کر لینا مسلمانی ہے اور نہ کرنا بے ایمانی اور کفر۔

ایمان و کفر کی نشانیاں

بات یہ ہے کہ جو کچھ دس روایات میں بیان کیا گیا ہے، یہ سب نشانیاں ہیں۔ چونکہ دل سے ماننا یا نہ ماننا یہ دل کی باتیں ہیں۔ اس لئے قضاء و شریعت میں اس کی جگہ نشانیوں پر حکم لگایا جائے گا۔ اس لئے اگر آپ کسی شخص میں ایمان کی علامت دیکھیں تو اس کو مسلمان کہیں گے اور اگر کفر کی نشانی دیکھیں تو اس کو غیر مسلم تصور کریں گے۔²³⁷⁵

..... ایک شخص نے اگر کہا السلام علیکم! آپ سمجھیں گے کہ ہمارے دین کو سچا جاننے اور ماننے والا ہے۔ آپ کو حق نہیں کہ اس کو کہیں تو مومن نہیں یا کافر ہے۔ مگر یہی شخص تھوڑی دیر کے بعد باتوں باتوں میں قیامت کا انکار کر دے تو اب اس میں کفر کی نشانی پائی گئی۔ اس لئے اب اس کو کافر کہیں گے۔

..... ۲ اسی طرح ایک شخص قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ تصدیق دین کی نشانی ہے۔ اب اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ اگر وہی شخص تھوڑی دیر کے بعد کہے کہ زنا حلال ہے تو پھر ہم اس کو کفر اور جھٹلانے کی نشانی ظاہر ہونے کی وجہ سے کافر کہیں گے۔

..... ۳ اگر ایک گاؤں سے صبح کی آذان کی آواز آئی، کون بے وقوف ہوگا جو ان کو مسلمان نہ سمجھے گا۔ کیونکہ ان میں تصدیق کی نشانی پائی گئی ہے۔ لیکن اگر وہ تھوڑی دیر کے بعد کہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ اب یہ تکذیب اور جھٹلانے کی نشانی ظاہر ہوگئی۔ اب ان کو کافر کہیں گے۔

..... ۴ اہل عرب اللہ تعالیٰ کو خالق سموات وارض ماننے لگے۔ مگر وہ اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے ”رہیڑے“ بھی مانتے تھے۔ یعنی چھوٹے چھوٹے خدا، اس لئے اس وقت ”لا الہ الا اللہ“ اس بات کی نشانی تھی کہ اس نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ لیکن اگر ایسا شخص اس کے بعد سو، زنا کو حلال کہے اور نماز کو فرض نہ سمجھے تو اب اس کو کافر کہیں گے۔ کیونکہ اب اس میں تکذیب کی نشانی ثابت ہوگئی۔

.....۵ فرض کریں ایک شخص حدیث جبرائیل علیہ السلام کے مطابق سب باتوں کو دل سے ماننے کا اقرار کرتا ہے۔ مگر پھر وہ قرآن پاک کو (العیاذ باللہ) گندے نالے میں سب کے سامنے پھینک دیتا ہے تو اب یہ انکار اور تکذیب کی نشانی ظاہر ہوگئی۔ اب اس کو باقی باتیں کفر سے نہیں بچا سکتیں۔

.....۶²³⁷⁶ مسئلہ کذاب اور دوسرے مدعیان نبوت کی تکذیب میں تو کسی نے گفتگو ہی نہیں کی اور جہاد و قتال کے سوال ان کا کوئی علاج ہی نہیں سمجھا۔

.....۷ منکرین زکوٰۃ بظاہر ایک رکن اسلام پر عمل نہ کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمرؓ گوان سے جنگ کرنے میں تامل ہوا۔ مگر حضرت صدیقؓ کا ارشاد ان کا ہادی ثابت ہوا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے لڑوں گا۔ مطلب یہ تھا کہ یہ صرف عملی کوتاہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس اسلامی حق کو معاف کرا کر اس کی فریضت ہی کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور یہ اسلامی احکام کی تکذیب ہے۔ سبحان اللہ العظیم! کیا اللہ والے تھے کہ بغیر بحث کے چند جملوں میں حضرت عمرؓ کو شرح صدر ہو گیا۔

پاک زمانہ

صحابہؓ کا زمانہ پاک زمانہ تھا۔ وہ حضرات بحث و تحقیق، حجت بازی اور لمبے چوڑے دلائل کے بغیر ہی منشاء نبوت کو سمجھ جاتے تھے۔ اسی لئے جب آنحضرت ﷺ ان کو کوئی مشورہ دینا چاہتے تو پہلے بڑے ادب سے دریافت فرما لیتے۔ یا رسول اللہ یہ حکم ہے یا مشورہ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ رسول کا حکم نہ ماننے سے کفر کا خطرہ ہے۔ کیونکہ بالمشافہ حکم نہ ماننے کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ وہ گویا کم از کم اس خاص بات میں آنحضرت ﷺ کو سچا نہیں مانتا اور یہ قطعی کفر ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ نے جب کبھی مشورہ دینا چاہا، پہلے دریافت فرمالیا۔ ورنہ حضور کا ایک حکم بھی نہ ماننا وہ دین کے خلاف سمجھتے تھے۔

”پس ایمان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی تمام باتوں کو سچا سمجھے اور دل سے ان کو قبول کرے۔“ اور ”کفر یہ ہے کہ کسی ایک بات میں بھی رب العزت جل و علا یا اس کے پاک رسول کو جھٹلایا جائے۔ تو یہ قطعی کفر ہے۔“ مگر یہ تصدیق و تکذیب دل کی صفات ہیں۔ اس لئے اسلام میں علامتوں اور نشانوں پر حکم کا دار و مدار رکھا گیا اور دنیا کی ہر عدالت ظاہری کی کو دیکھتی ہے۔

.....۲۳۷۷ صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے مسلمان ان حقائق کو ایمانی بصیرت، اپنی صحیح قرآن دانی اور محبت نبوی کی برکت سے پوری طرح سمجھتے تھے اور یہ ان کے ہاں قابل بحث چیز ہی نہ تھی۔

وہ حضور ﷺ کے ماننے کو ایمان اور نہ ماننے کو کفر سمجھتے تھے اور یہی ہماری تحقیق کا خلاصہ ہے۔ اب آپ تمام احادیث، آیات و روایات کو اس پر منطبق کر سکتے ہیں۔ سارا قرآن پڑھنے والے اور برسوں آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے والے صحابہؓ اس مسئلہ کو قابل بحث نہیں سمجھتے تھے کہ اسلام اور کفر کیا ہے؟ مسلمان اور کافر کون ہے؟ ان کے سامنے ایک ہی بات تھی جس نے آپ ﷺ کو مان لیا وہ مسلمان ہو گیا اور جس نے حضور کریم ﷺ کو نہ مانا وہ کافر ہے۔

مرزا ناصر احمد کی تردید خود مرزا قادیانی نے کر دی

مرزا ناصر احمد نے تین حدیثیں مسلمان کی تعریف میں پیش کیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ”ہلسی من اسلم وجہہ للہ وهو محسن فله اجرہ عندہ ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (بقرہ: ۱۷۷)“ سے اس کی تردید کر دی۔

یعنی وہ مسلمان ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سوپ دے۔ آگے دو صفحوں میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ گویا یہ تین حدیثوں کے سوا چوتھی تعریف ہے۔ اس کو اپنی طرف سے اضافہ کر کے مسلمان کی تعریف بنا ڈالا ہے۔ دراصل آگے چار صفحات میں اس نے جو مضمون لکھا ہے وہ اس لئے ہے کہ پڑھنے والے سمجھیں کہ مرزا قادیانی ایسے ہی بلند مسلمان ہیں۔ اسی طرح محضرتائے میں مرزا ناصر احمد نے ذات ہاری کا عرفان اور دوسرا عنوان قرآن عظیم کی اعلیٰ و ارفع شان کے تحت جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اور شان خاتم الانبیاء ﷺ کے عنوان سے جتنے مضامین لکھے ہیں وہ مرزا غلام احمد کی کتابوں سے نقل کئے ہیں اور ان سب سے مقصد محوام پر اور تاواقف مسلمانوں پر اپنی بزرگی، تقدس اور محارف کا رعب ڈالنا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں ہر وہ شخص کہہ اور لکھ سکتا ہے جس نے صوفیائے کرام کی کتابیں دیکھی ہیں۔ ان باتوں سے مرزا قادیانی نے اپنی نبوت، غلی نبوت، بروزی نبوت، غیر تشریحی نبوت، تالیخ نبوت، لغوی نبوت، صین عمر اور فتانی الرسول ہونا، ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

ساری بحث کا نتیجہ ²³⁷⁸

کفر اور اسلام کی بحث سے آپ پر کافر کی تعریف واضح ہو گئی۔ اس تعریف کے لحاظ سے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ مرزا غلام احمد قادیانی قطعی کافر اور اسلام سے خارج ہے اور اسی لئے اس کے پیرو چاہے وہ قادیانی ہوں یا لاہوری۔ یعنی چاہے اس کو نبی مانیں یا محمد و یا مسیح۔ وہ

بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں تکذیب کی بہت سی نشانیاں اکٹھی پائی جاتی ہیں:

۱..... سب سے بڑی نشانی اس کا دعویٰ نبوت ہے جس کو خود بھی مرزا قادیانی نے کفر قرار دیا ہے اور اس دعویٰ کی اس کے جانشین مرزا ناصر احمد صاحب بھی تصدیق کرتے ہیں اور مرزاجی کو نبی مانتے ہیں اور اس کو امتی نبی کہہ کر اس کے دعویٰ نبوت کو ایک طرح چھپاتے ہیں۔ حالانکہ قادیانی مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو ایسا حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں جس پر دیگر پیغمبروں کی طرح قطعی وحی آتی ہے۔ جو اسی طرح قطعی اور غلطیوں سے پاک ہے۔ جس طرح کہ قرآن اور اگر دعویٰ نبوت تکذیب کی نشانی نہیں ہو سکتی تو اس سے بڑھ کر کون سی چیز ہو سکتی ہے؟ ختم نبوت کا مسئلہ ایسا ہے جو قرآن پاک اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس کے معنی پر تمام امت کا اجماع ہے۔ جیسے کہ اپنی جگہ اس کا ذکر آئے گا۔

۲..... مرزا غلام احمد قادیانی نے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں کی توہین کی ہے جو تکذیب دین اور تکذیب رسل کی مکمل نشانی ہے۔ اس کا ذکر بھی اپنی جگہ آپ پڑھ سکتے ہیں۔

۳..... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل بتایا اور ان کی مکمل توہین کی ہے۔

۴..... مرزا قادیانی نے وحی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنی وحی کو قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں کی طرح قرار دیا۔

۵..... ان تمام آیات کے معانی مرزا غلام احمد قادیانی نے تبدیل کر دیئے ہیں۔ جن سے ختم نبوت، نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، حیات مسیح علیہ السلام اور دیگر قطعی اور متواتر مسائل ثابت ہوتے ہیں جس کا مطلب زندہ ہے کہ قرآن پاک کے الفاظ تو وہی رہیں لیکن ان کے معانی بالکل بدل دیئے جائیں۔ یہ تحریف قرآنی اور تیرہ سو سال کے اولیاء، صلحاء، علماء اور مجتہدین و مجددین امت کے متفقہ معانی و مطالب کے خلاف قطعی کفر ہے۔

۶..... مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نہ ماننے والے کروڑوں مسلمانوں کو کافر کہا اور ایسا ہی کافر کہا جیسے خدا اور رسول کا انکار ہے۔ یہ بھی پرانے دین اسلام کی مکمل تکذیب اور قطعی کفر ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام پیرو چاہے لاہوری ہوں یا قادیانی قطعی کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔

مرزائیوں کا نیا فریب

مرزائی فرقہ سمجھ چکا ہے کہ اب اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے والوں کو قطعی کا فر کہا ہے اور مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس تکفیر کو اور بھی پکا کر کے اعلان کر دیا ہے کہ عام مسلمانوں (غیر احمدیوں) کا جنازہ نہ پڑھا جائے نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور عام اہل اسلام کی اقتداء میں نماز کو تو خود مرزا قادیانی نے ہی حکم خدا حرام قرار دے دیا تھا۔

اب انہوں نے مسلمانوں میں ملنے اور اسلام کے نام سے مسلمانوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے جس کا چنک ان کو انگریز پھر ظفر اللہ خان لگا چکا ہے۔ یہ بات گھڑی ہے کہ کفر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کفر تو ایسا ہے جس سے آدمی ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے اس کے ساتھ تو اسلامی تعلقات نہیں رکھے جاسکتے۔ مگر دوسرا کفر اس درجے کا ہے کہ وہ مسلمانوں میں ملے کھلے رہنے سے نہیں روکتا۔ مگر قیامت میں یہ ماخوذ ہوگا جو بات صرف خدا ہی جانتا ہے۔ ایسے لوگ²³⁸⁰ جب تک اپنے کو مسلمان کہیں گے ان کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

یہ ہے تازہ بہ تازہ فریب

جس کا مطلب یہ ہے کہ مرزائی اور خود مرزاجی مسلمانوں کو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کہتے۔ مگر ہمارے محترم انارنی جنرل کے سوالات سے تنگ آ کر مرزا ناصر احمد صاحب کو یہ ماننا ہی پڑا کہ عام مسلمان جو مرزاجی کو نہیں مانتے وہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن یہ اسلام کے چھوٹے دائرے سے خارج ہیں۔ بڑے سے خارج نہیں۔

ہمارا چیلنج

ہم مرزا ناصر احمد اور اس کے تمام مرزائیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس کے عرصہ میں ایک آدمی ایسا ثابت کریں۔ جس نے زنا، شراب کو حلال کہا ہو یا نبوت اور وحی کا دعویٰ کیا ہو اور پھر مسلمانوں نے اس کو اس عقیدے پر رہتے ہوئے مسلمانوں میں ملائے رکھا ہو۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے بتا دیا کہ صرف زکوٰۃ کا انکار کرنے سے صحابہؓ نے منکرین زکوٰۃ سے جہاد کیا۔ حالانکہ وہ باقی سارا اسلام مانتے اور اپنے کو مسلمان کہتے تھے۔

جناب چیئر مین: دو صفحے رہتے ہیں۔ چپٹر ختم ہو رہا ہے۔ Only two pages are left (صرف دو صفحے باقی رہتے ہیں)

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

مولانا عبدالحکیم: مرزاناصر احمد نے مرزائیوں کو مسلمانوں میں ملے جلے رہنے کے لئے عام مسلمانوں کو بھی کافرا اور اسلام سے خارج تو کہا مگر ملت اسلامیہ کا ایک بڑا دائرہ بنا کر اس کے اندر رہنے دیا۔ اس دائرے میں رکھ کر بھی ان سے نکاح، شادی، جنازہ، نماز، علیحدہ کرنے کو صحیح قرار دیا²³⁸¹ اور اس سلسلہ میں قرآن پاک میں ملت کا لفظ ڈھونڈ کر فتح کا نفاذہ بجانے کی کوشش کی۔ کہا کہ قرآن میں ملت ابراہیمی کا ذکر تو ہے مگر دائرہ اسلام کا ذکر نہیں ہے اور پھر یہ آیت کریمہ پڑھی ”ملة ابيکم ابراهيم هو ستاکم المسلمین (الحج: ۷۸)“ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت (جماعت) انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا۔

بھلا اس آیت میں کہاں ہے کہ خدا اور رسول کی قطعی باتوں کا انکار کر کے بھی وہ ملت ابراہیمی میں رہ سکتا ہے۔ خود اسی آیت میں ”هو ستاکم المسلمین“ فرما کر بتا دیا کہ اسلام ملت ابراہیمی ہی کا نام ہے۔ اب جو مسلمان ہی نہ ہو وہ ملت ابراہیمی میں کیسے رہ سکتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے۔ ”ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ: ۳)“ اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

یہاں دین کا لفظ بھی ہے اور اسلام کا بھی۔ اب جو اسلام سے خارج ہو وہ دین اسلام میں کیسے رہ سکتا ہے؟ اور مرزا قادیانی معامت کے قطعیات دین کا انکار کر کے کس طرح مسلمان کہلا سکتے ہیں؟ مرزاناصر احمد صاحب نے یہ کہہ کر کہ جو اپنے کو مسلمان کہے اس کو اسلام سے خارج کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ اگرچہ اس طرح پہلے سے انہوں نے خود اپنے دادا مرزا قادیانی اور اپنے والد مرزا بشیر الدین محمود کی تردید کر دی ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو ایسا ہی کافر کہا جیسے کسی نبی کے منکر کو کہا جاتا ہے۔ مگر یہ کہہ کر انہوں نے اپنے کو مضحکہ الناس بھی بنا ڈالا ہے۔

اتمام حجت

مرزاناصر احمد صاحب نے ملت اسلامیہ سے خارج ہونے کے لئے جرح میں بارہا اس شرط کا ذکر کیا ہے کہ اتمام حجت ہونے کے بعد جو انکار کرے وہ ملت اسلامی سے بھی خارج ہے۔ لیکن آپ مرزاناصر احمد صاحب کو داد دیں گے جنہوں نے مقصد کے لئے ”اتمام حجت“ کا معنی ہی بدل ڈالا۔ یہ کہتے ہیں اتمام حجت کا معنی یہ ہے کہ دلائل سن کر دل مان جائے۔ مگر حق سمجھنے کے²³⁸² بعد پھر بھی انکار کرے۔ یہ شخص ایسا کافر ہے جو ملت اسلامیہ سے بھی خارج ہے۔ اس

سلسلہ میں انہوں نے کئی بار یہ آیت کریمہ دہرائی۔ ”وَجَحِلُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ (نمل: ۱۴)“ اور ان کافروں، فرعونوں اور اس کی جماعت نے انکار کر دیا۔ حالانکہ ان کے دلوں نے یقین کر لیا تھا۔ ﴿مرزاجی ہم آپ کو آپ کے مطلب کی ایک اور آیت بھی پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ ”بِعَرْفُونَهُ، كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ (بقرہ: ۱۴۶)“﴾ وہ اس قرآن یا نبی کو اس طرح جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ ﴿

مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پہلی آیت میں فرعونوں کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کا۔ اس میں کیا شک ہے کہ بہت سے کافر اسلام کو صحیح سمجھ کر بھی ازراہ ضد و عناد انکار کرتے تھے۔ وہ تو تھے ہی کافر، مرزانا صراحہ صاحب نے اتمامِ حجت کے دو اجزاء یعنی اتمام اور حجت کے معنوں میں بحث کر کے وقت ضائع کیا ہے۔

حجت کا معنی دلیل اور اتمام کا معنی پورا کر دینا۔ اس میں لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی شخص کے سامنے دعویٰ ثابت کرنے کے لئے پوری وضاحت ہو جائے۔ دعویٰ کے دلائل بیان کر دیئے جائیں۔ اب اگر وہ نہ مانے تو کہیں گے اس پر اتمامِ حجت ہو گئی۔ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دل سے آپ کے دعوے کو صحیح سمجھ کر بھی ماننے سے انکار کر دے۔ یہ نئے معنی مرزاجی ناصر احمد صاحب کی اپنی لیاقت ہے۔ قرآن پاک سنیں۔ ”لَعَلَّا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرِّسَالِ (النساء: ۱۶۵)“ ﴿ہم نے مندرجہ بالا پیغمبرِ مقرر اور مندرجہ رہنا کر بھیجے، تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ (کے خلاف) پر کوئی دلیل باقی نہ رہے۔﴾ جب اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج دیئے۔ انہوں نے ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری سنا دی اور کافروں کو دوزخ کا ڈر سنا دیا۔ توحید کی طرف دعوت دی اپنے کو دلیل کے ساتھ خدا تعالیٰ کا رسول بتایا تو اب کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا۔ ”مَآ جَاءَنَا مِنْ نَذِيرٍ (مائدہ: ۱۹)“ ﴿کہ ہمارے پاس کوئی ڈر آنے والا نہیں آیا۔﴾

حجت پوری ہو گئی اب مانیں یا نہ مانیں۔ اگر مرزانا صراحہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ستر کروڑ مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت وحی وغیرہ کو دل سے صحیح سمجھنے کے بعد انکار نہیں کیا۔ بلکہ وہ مرزاجی کے دعوؤں کو ہی غلط سمجھتے رہے۔ اس لئے یہ کافر تو ہیں مگر چھوٹے کافر ہیں۔ بڑے کافر نہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی اپنے کو مسیح موعود نہ کہنے والوں کو خدا اور رسول کے منکر کی طرح کافر کہتے ہیں تو پھر خدا اور رسول کا منکر کس طرح کسی درجہ میں بھی مسلمان رہ سکتا ہے؟

پھر اگر مرزا ناصر احمد صاحب کی منطق درست مان لی جائے تو دنیا کے اکثر کافر جنہوں نے کسی پیغمبر کو دل سے سمجھائی نہیں۔ نہ ان کو اطمینان ہوا کہ یہ سچا نبی ہے۔ ان پر اتمام حجت نہ ہوا۔ پھر ان کے لئے غلو دینی النار اور دائمی جہنم کیسے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ اپنے دادا کی عیرودی میں۔ یہاں تو مرزا ناصر احمد صاحب نے کھلم کھلا کہہ دیا کہ کافر بھی بلا آخر جہنم سے نکال دیئے جائیں گے۔ جو قرآن پاک کی متعدد جہذیل آیات کے خلاف ہے۔

”الاطریق جہنم عائدین فیہا ابدآ (نساء: ۱۶۹)“ ﴿مگر جہنم کا راستہ جس میں وہ

ہمیشہ رہیں گے۔﴾

”ان اللہ لعن الکفرین واعقلہم سعیراً عائدین فیہا ابدآ (احزاب: ۶۴، ۶۵)“ ﴿یقیناً

اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔﴾

”زمن بعض اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم عائدین فیہا ابدآ (الحج: ۲۳)“

﴿اور جو خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔﴾

مرزا ناصر احمد سے (سوال) ²³⁸⁴

۱..... مرزا ناصر احمد صاحب یہ بتائیں کہ جب نبی کی قوت قدسیہ نبی تراش ہے اور آپ کے زبردست فیضان سے نبی بن سکتے ہیں پھر خاتم النبیین میں محمدین جمع کا صیغہ ہے تو آپ کے فیضان سے کم از کم تین چار پیغمبر تو بننے چاہئیں تھے۔ جب کہ آپ مرزائی کے پیغمبر کسی کا نبی ہونا قیامت تک تسلیم نہیں کرتے۔

۲..... اور اگر آپ صرف مرزائی ہی کو ظلی نبوت دیتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ کا پورا عکس مرزائی میں آگیا تو پھر سرور عالم ﷺ تو صاحب شریعت اور افضل الانبیاء تھے تو مرزائی کیوں ذی ظل کے مطابق صاحب شریعت نبی نہ ہوں اور کیوں حضور ﷺ کی مطابقت سے ظلی طور پر افضل الانبیاء نہ ہوں؟

۳..... جب مرزا بشیر الدین محمود نے (حقیقت النبوۃ ص ۱۸۸) میں لکھا ہے کہ:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی ”و مبعشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ کے مصداق مرزا رسول ہیں۔“ تو رسول کے انکار سے کیسے ملت کے اندر رہ کر مسلمان رہ سکتے ہیں؟

درحقیقت ”اکمل“ کے اشعار جو مرزا قادیانی کے سامنے پڑھے گئے اور جن کی مرزاجی نے تصدیق کی۔ اس بات کے مظہر ہیں کہ مرزائی غلام احمد کو خود سرور عالم ﷺ سے بھی افضل تصور کرتے ہیں۔ ”اکمل“ کے اشعار یہ ہیں۔

محمد پھر از آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں
محمد جس نے دیکھنے ہوں اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(بدر قادیان ج ۲ نمبر ۳۳، ص ۱۴، مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

”انا لله وانا اليه راجعون“

²³⁸⁵ ان کفریہ عقائد و خیالات کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے (قادیانی ولاہوری) قطعی کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔
جناب چیئرمین: ایک چیٹر اور پڑھ سکتے ہیں؟
مولانا عبدالحکیم: جیسے آپ حکم دیں۔
ایک رکن: صبح ذرا جلدی کر لیں۔
جناب چیئرمین: صبح ۹ بجے شروع کر دیتے ہیں اور ۲ بجے تک ختم کر دیں گے۔

The House is adjourned to meet tomorrow at 9:00 am.

(ہاؤس کو کل صبح نو بجے تک برخاست کر دیا گیا)

*[The Special Committee of the whole House
adjourned to meet at nine of the Clock, in the morning, on
Saturday, the 31st August, 1974.]*

(کل ہاؤس خصوصی کمیٹی کا اجلاس ۳۱ اگست ۱۹۷۴ء بروز ہفتہ صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا)